تحریکِ پاکستان اور علماءِ کرام

تحقیق و تحریر

محمد صادق قصوری

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

تحریکِ پاکستان اور علمائے کرام

WWW.NAFSEISLAM.COM

تحریکِ پاکستان اور علمائے کرام

تحریکِ پاکستان میں صلہ و ستائش اور نام و نمود سے بے نیاز
علمائے حقہ کے کردار کا روشن تذکرہ، پہلی بار منظرِ عام پر آنے والے
چشم کشا حقائق، انتہائی محنت، تحقیق اور جستجو سے مرتب کی گئی

تاریخی دستاویز

تحقیق و تحریر

محمد صادق قصوری

جملہ حقوق محفوظ

زیر اہتمام:

محمد رضاء الدین صدیقی
نجابت علی تارڑ
زاویہ
۸۔ سی دربار مارکیٹ، لاہور
۷۱۱۳۵۵۳

۱۹۹۹ء

باراوّل ——— ایک ہزار
ہدیہ ——— = ۱۶۰ روپے

مرکز ترسیل
مکتبۂ زاویہ
۹۔ مرکز اولایس، دربار مارکیٹ، لاہور
۷۳۲۴۹۴۸

اِنتساب

سرپرستِ تحریکِ پاکستان مربیٔ قائداعظمؒ سنوسیٔ
ہند قبلہ ء عالم ابوالعرب سیدی و سندی مرشدی و مولائی
حضرت امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ صاحب
محدث اعظم علی پوری قدس سرہٗ

اور

محققِ عصر سیوطیٔ دہر مبلغِ نظریہ ء پاکستان حکیمِ
ملت اُستاذی و مولاذی حضرت حکیم محمد مُوسیٰ امرتسری ثم
لاہوری دامت برکاتہم عالیہ کے نام۔

سجا کے لختِ دل کو کشتیٔ چشمِ تمنا میں
چلا ہوں بارگاہِ عشق میں لے کے یہ نذرانہ

نگاہِ لُطف و کرم کا امیدوار
محمد صادق قصوری

فہرست

نمبر شمار	عنوانات			صفحہ
۱	انتساب			7
۲	وہ لوگ	طارق سلطانپوری		13
۳	ارضِ پاکستان	سرور بارہ بنکوی		14
٤	پیغام	ڈاکٹر شیر محمد زمان		15
٥	پیغام	خواجہ افتخار		16
٦	تاثرات	حکیم محمد سعید دہلوی		17
۷	تعارف	علامہ عبدالعزیز عرقی		18
۸	قائداعظم کا نظریہ ءپاکستان	نوابزادہ محمود علی خاں		19
۹	سخن اولین	محمد صادق قصوری		25
۱۰	مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ	سنِ وفات	۱۹۲۶ء	31
۱۱	مولانا عبدالماجد بدایونیؒ	" "	۱۹۳۱ء	46
۱۲	مولانا محمد علی جوہر	" "	۱۹۳۱ء	54
۱۳	مولانا شوکت علیؒ	" "	۱۹۳۸ء	68
۱٤	مولانا محمد مظہر الدین شیر کوٹیؒ	" "	۱۹۳۹ء	80
۱٥	مولانا عنایت اللہ فرنگی محلیؒ	" "	۱۹۴۱ء	108
۱٦	نواب بہادر یار جنگؒ	" "	۱۹۴۴ء	115
۱۷	مولانا عبدالعلی خاں اخوندزادہ	" "	۱۹۴۴ء	128
۱۸	مولانا یار محمد بندیالوی	" "	۱۹۴۷ء	132
۱۹	مولانا عبدالرؤف داناپوریؒ	" "	۱۹۴۸ء	136
۲۰	مولانا سید نعیم الدین مرادآبادیؒ	" "	۱۹۴۸ء	142
۲۱	مولانا حکیم معراج الدین امرتسریؒ	" "	۱۹۴۸ء	151

۲۲	ڈاکٹر سید ظفر الحسن الہالوی	"	"	۱۹۴۹ء	160
۲۳	مولانا محمد شفیع دلاوری	"	"	۱۹۴۹ء	168
۲۴	مولانا سید حبیب [illegible]	"	"	۱۹۵۱ء	181
۲۵	مولانا حسرت موہانی	"	"	۱۹۵۱ء	191
۲۶	مولانا میر غلام بھیک نیرنگ الہالوی	"	"	۱۹۵۲ء	204
۲۷	سید عبدالرؤف شاہ برارئ	"	"	۱۹۵۴ء	211
۲۸	مولانا قطب میاں فرنگی محلی	"	"	۱۹۵۴ء	229
۲۹	مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی	"	"	۱۹۵۴ء	235
۳۰	مولانا آزاد سبحانی	"	"	۱۹۵۷ء	243
۳۱	مولانا خلیل الدین آزاد صمدانی	"	"	۱۹۵۷ء	251
۳۲	مولانا غلام محمد ترنم امرتسری	"	"	۱۹۵۹ء	254
۳۳	مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش	"	"	۱۹۵۹ء	260
۳۴	مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری	"	"	۱۹۶۱ء	273
۳۵	مولانا عبدالصمد مقتدری بدایونی	"	"	۱۹۶۴ء	279
۳۶	مولانا صبغۃ اللہ شہید فرنگی محلی	"	"	۱۹۶۴ء	283
۳۷	مولانا سید محمد ناصر جلالی	"	"	۱۹۶۵ء	287
۳۸	مولانا محمد ابراہیم علی چشتی	"	"	۱۹۶۸ء	289
۳۹	مولانا عبدالکریم آف کوئٹہ	"	"	۱۹۶۹ء	295
۴۰	مولانا عبدالحامد بدایونی	"	"	۱۹۷۰ء	300
۴۱	مولانا عبدالغفور ہزاروی	"	"	۱۹۷۰ء	323
۴۲	مولانا غلام الدین اشرفی	"	"	۱۹۷۰ء	337
۴۳	حکیم شمس الاسلام صدیقی	"	"	۱۹۷۱ء	343
۴۴	مولوی فرید احمد شہید	"	"	۱۹۷۱ء	345
۴۵	مولانا کرم علی ملیح آبادی	"	"	۱۹۷۲ء	355

٤٦	مولانا غضنفر الحسن درس صدیقی	"	۱۹۷۲ء	360
٤٧	مولانا سید حامد جائسی	"	۱۹۷۳ء	366
٤٨	سید امیر الدین قدوائی	"	۱۹۷۳ء	368
٤٩	مولانا محمد ذاکر خطوطی	"	۱۹۷۶ء	372
٥٠	حکیم محمد نوید ندوی	"	۱۹۷۷ء	378
٥١	مولانا شاہ عارف اللہ میر نحوی	"	۱۹۷۸ء	383
٥٢	مولانا محمد مطیع الرحمٰن خاں قادری	"	۱۹۷۹ء	388
٥٣	مولانا غلام قادر اشرفی	"	۱۹۷۹ء	391
٥٤	مولانا شاہ گلستہ گل مروندی	"	۱۹۸۱ء	397
٥٥	مولانا عبد الغفور شیدہ	"	۱۹۸۳ء	400
٥٦	مولانا عبد الباقی ندیان الحق حبیبی	"	۱۹۸۳ء	403
٥٧	مولانا عبد القدیر نوابی	"	۱۹۸۶ء	415
٥٨	مولانا سید احمد سعید کاظمی	"	۱۹۸۶ء	419
٥٩	مولانا محمد حشمت علی لاہوری	"	۱۹۸۷ء	423
٦٠	مولانا سید محمود شاہ گجراتی	"	۱۹۸۷ء	430
٦١	مولانا ظہیر احمد اظہر	"	۱۹۹۳ء	436
٦٢	مولانا بسمل میاں فرنگی محلی مدظلہ	"	زندہ	444
٦٣	مولانا محمد عبد الستار خاں نیازی مدظلہ	"	زندہ	457
٦٤	قطعات تاریخ قیام پاکستان	متعدد شعراء		493
٦٥	کتابیات			497
٦٦	قطعہ و تاریخ سال تکمیل کتاب	طارق سلطانپوری		510

وہ لوگ

(تحریکِ پاکستان میں علماء و مشائخ کی ولولہ انگیز قیادت کا ذکرِ جمیل)

عزم و ہمت، جرأت و ایقان رکھتے تھے وہ لوگ
جذبۂ حق، قوتِ ایمان رکھتے تھے وہ لوگ

ایک خطے میں کریں قائم نظامِ مصطفیٰؐ
اُن کی یہ خواہش تھی یہ ارمان رکھتے تھے وہ لوگ

ذہن میں تھی ایک اسلامی فلاحی مملکت
جب بنائے قصرِ پاکستان رکھتے تھے وہ لوگ

صاف ان کی نیتیں، اُن کے ارادے تھے بلند
شان والوں سے لڑے کیا شان رکھتے تھے وہ لوگ

ان کے سینوں میں تھی یادِ کبریا کی روشنی
دل میں عشقِ صاحبِ قرآن رکھتے تھے وہ لوگ

خانقاہوں، مدرسوں کے رہنے والے تھے مگر
دشمن و ہمدرد کی پہچان رکھتے تھے وہ لوگ

بُت کدے لرزاں تھے اُن کی ہیبتِ تکبیر سے
ہر نفس میں سینکڑوں طوفان رکھتے تھے وہ لوگ

جو نبیؐ کے بے ادب تھے نام کے ایمان دار
دشمنی اُن سے علی الاعلان رکھتے تھے وہ لوگ

نصرتِ حق پر انہیں ہر وقت کامل تھا یقین
مسند و منصب نہ کچھ سامان رکھتے تھے وہ لوگ

جو کہا وہ عقل و استدلال سے ثابت کیا
اپنے دعوے کے لئے بُرہان رکھتے تھے وہ لوگ

ظلمتِ شب، شدتِ طوفان سے آگاہ تھے
اپنی شمعوں کو تہِ دامان رکھتے تھے وہ لوگ

زیرکی سے چال چلتے تھے بساطِ دہر پر
شاطرانِ وقت کو حیران رکھتے تھے وہ لوگ

دین و ملت کی سرفرازی فقط مقصود تھی
کب خیالِ نفع و نقصان رکھتے تھے وہ لوگ

بے خطر ہر قوتِ باطل سے وہ ٹکرا گئے
راہِ حق پر ہیں یہ اطمینان رکھتے تھے وہ لوگ

جو خُدا سے اور بندوں سے سرِ میداں کیا
وہ سدا پیشِ نظر پیمان رکھتے تھے وہ لوگ

دشمنوں کی اکثریت سے نہ گھبرائے ذرا
گرچہ تھوڑے تھے مگر کیا آن رکھتے تھے وہ لوگ

اس حصارِ عافیت میں آج جو مامون ہیں
اُن عظیم المرتبت لوگوں کے ہم ممنون ہیں

طارقؔ سلطانپوری، حسن ابدال (اٹک)

ارضِ پاکستان

Nafse Islam

مرے وطن تری عظمت عظیم تر ہی سہی
ہو عظمتوں پہ ترے عزم سے عبادت ہے

☆

مرا ہر ایک نفس تیرے پیار کا مظہر
کہ تجھ سے میری محبت ہری عبادت ہے

☆

سدا بہار رہے تیرا گلستاں یارب
ہوائے حسن چلے دل کی ہر کلی کھل جائے

☆

جو لوگ تیری بقا کے لئے تپیں سرگرداں
مری دعا ہے انہیں میری زندگی مل جائے

(سرور بارہ بنکوی)

WWW.NAFSEISLAM.COM

پیغام

(جناب ڈاکٹر شیر محمد زمان چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان، اسلام آباد)

مجھے اس امر پر مسرت ہے کہ نہایت ہی محدود وسائل کے باوجود آپ جس طرح علمی و تحقیقی مشاغل جاری رکھے ہوئے ہیں، وہ آپ کا ہی حصہ ہے۔ اللھم زد فزد۔ آپ کی تازہ کتاب بعنوان "تحریک پاکستان اور علماء کرام" بھی انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی پہلی کاوشوں کی طرح تاریخی و سوانحی ادب میں ایک وقیع اضافہ ثابت ہو گی۔ وہ گرامی مرتبت شخصیتیں جنہیں تحریک پاکستان کی عظیم اور تاریخ ساز جدوجہد کے درخشندہ اور تابندہ ستارے کہا جا سکتا ہے، آہستہ آہستہ غروب ہو کر اپنی ابدی منزل کو معمور کر رہے ہیں۔ ان کی جدوجہد، ایثار، استقلال اور اُن کی قربانیوں کی تاریخ کو محفوظ کرنا ہمارے ذمے ایک قرض ہے۔ آپ لائق تہنیت ہیں کہ کسی سرکاری سرپرستی کے بغیر ملت پاکستان کا یہ فرض اپنے گوشہ عزلت میں بیٹھ کر یوں نبھا رہے ہیں کہ بے اختیار داد و دُعا کے لئے ہاتھ اٹھتے ہیں۔

بلاشبہ تحریک پاکستان کے تاریخی قافلے میں سے چوٹی اکابر کا انتخاب بذاتہ ایک مشکل کام ہے جسے آپ نے نہایت خوبی اور تاریخی بصیرت کے ساتھ سرانجام دیا ہے۔ اس فہرست میں کوئی ایک نام بھی ایسا نہیں جس پر انگشت نمائی کی گنجائش ہو۔ مولوی فرید احمد شہید جیسے نسبتہً قریب العہد بزرگ بھی بقائے دوام کے اس دربار میں رونق افروز ہیں مگر کس کی مجال ہے کہ ایسی ہستیوں کے پاکستان کے شہیدوں کی بزم گلنار میں مسندِ وقار پر فائز ہونے پر معترض ہو۔

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی جیسے چند بزرگ اب ہمارے درمیان باقی ہیں۔ ربِ رحیم و کریم اُن کی زندگی میں برکت عطا کرے اور اُنہیں صحت و عافیت اور اپنی روایتی ہمت و جرأت کے ساتھ دفاعِ پاکستان اور اتحاد و استحکامِ ملت کے لئے اپنا کردار ادا کرنے کا بھرپور موقع عطا فرمائے۔ امین۔

دعاگو

شیر محمد زمان

۹ / ستمبر ۱۹۹۸ء

پیغام

(جناب خواجہ افتخار صاحب "تحریکِ تحفظِ پاکستان")

مجھے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ مرحوم تحقیق صاحب مرحوم کے صاحبزادے اور جانشین اہلِ قلم میاں محمد صادق قصوری صاحب کی تازہ تصنیف "تحریکِ پاکستان اور علمائے کرام" زیرِ طبع ہے۔ یہ کتاب بہت آراستہ ہو رہی ہے جس کے لئے میں ان کی خدمت میں صدقِ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس سے قبل وہ جن جن کتابوں تصنیف کی ہیں وہ علمی اور ادبی حلقوں میں عظیم تحقیق اور مستند حوالے کی حیثیت سے پہچانی جاتی ہیں۔ مجھے ان کی متعدد کتابوں کے مطالعہ کی سعادت حاصل ہوتی رہی ہے جس سے میرے دل میں ان کے لئے بے پناہ محبت اور عقیدت پیدا ہوئی ہے۔ بلاشبہ قصوری صاحب جیسے دل دردمند روز پیدا نہیں ہوتے۔ قول میر تقی میر

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

قصوری صاحب نے تحریکِ پاکستان کے عظیم رہنماؤں کی خدمات جلیلہ کے بارے میں قلم اٹھا کر ملک و قوم کی عظیم خدمت انجام دی ہے جس پر ان کی جس قدر قدر کی جائے کم ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ خداوند کریم انہیں صحت، تندرستی اور خوشحالی جیسی نعمتوں سے مالا مال کرے جس سے وہ ملک و قوم کی خدمت کے اس سلسلے کو جاری رکھ سکیں۔ (آمین)

دعاگو
خواجہ افتخار
۵ / ستمبر ۱۹۹۸ء

تاثرات

(جناب حکیم محمد سعید صاحب ہمدرد دواخانہ کی طرف سے)

WWW.NAFSEISLAM.COM

تعارف

(علامہ عبدالعزیز عرفی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان، کراچی)

تحریک پاکستان درحقیقت جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی تحریک آزادی سے عبارت ہوئی ہے۔ ۱۸۵۷ء میں مغلیہ حکومت کے اختتام پر مسلمان ہی زیر عتاب آئے۔ استعمار پسند برطانوی حکمرانوں نے بھی ظلم ڈھائے اور یاران وطن نے بھی برصغیر ہند سے مسلمانوں کے خلاف منصوبے بنائے۔ اس دور ابتلاء میں مسلمانوں پر معیشی ضرب کاری بھی لگائی گئی اور اُن کے قائدین علمائے کرام اور مشائخین کو تہ تیغ بھی کیا گیا۔ یہ تمام حقائق ہماری تاریخ کا حصہ ہیں۔

۱۹۰۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ، مسلمانوں کی جماعت بن کر میدانِ سیاست میں آئی۔ اُس نے مسلمانوں کے سیاسی حقوق کیلئے جدوجہد کی لیکن اس تحریک کو توانائی علمائے اہلسنت کی کاوشوں سے ملی۔ یہ انہی کی سعی جلیلہ کا فیضان تھا کہ برصغیر کے مسلمانوں کے قلوب میں حُبِ مصطفےٰ ﷺ کے جذبات نہ صرف تروتازہ رہے بلکہ انہی جذبات کے تحت وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی گریزاں نہ ہوئے۔

قیامِ پاکستان کے بعد ضروری تھا کہ تحریک پاکستان کے ان مجاہدین کی کاوشوں اور قربانیوں کو ملتِ مسلمہ کے سامنے پیش کیا جائے۔ لیکن افسوس اس کام کو اس طرح نہ کیا گیا جیسے اس کا تقاضا تھا۔

محمد صادق قصوری صاحب کی یہ کتاب اسی سمت ایک کاوش ہے۔ اُنہوں نے جذبۂ صادق کے ساتھ قلم اٹھایا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اہلِ سنت کی خدمت کرنے کی اور زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

عبدالعزیز عرفی

۷/دسمبر ۱۹۹۸ء

قائداعظم کا نظریۂ پاکستان

کسی نظریاتی مملکت کے نظامِ حکومت کا تصور اُس کے بانی کے رہنما اصولوں اور اساسی نظریات کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔ روس سے لینن، چین سے ماؤزے تنگ اور امریکہ سے لنکن کے اساسی نظریات کو نکال دیجئے تو ان ممالک کا نظریاتی آئینی ڈھانچہ ایک جسدِ بے جان ہو کر رہ جائے گا۔ آیئے ہم دیکھیں کہ بانیٔ پاکستان بابائے قوم محمد علی جناح کا تصورِ پاکستان کیا تھا اور اس تصور کو عملی جامہ پہنانے کے لئے قائداعظمؒ اور تحریک پاکستان کے کارکنوں نے اللہ تعالیٰ اور اپنی قوم سے کیا وعدے کئے تھے اور اُن پر کتنا عمل ہوا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ پاکستان کا مطلب کیا "لا الہ الا اللہ" کے پرکشش نعرے نے کوہِ ہمالیہ سے راس کماری اور چاٹگام سے درہ خیبر تک برصغیر ہندو پاکستان کے تمام مسلمانوں کو تحریک پاکستان کا گرویدہ اور جاں نثار بنا دیا تھا۔ یہاں تک کہ ہندو اکثریتی علاقوں کے مسلمانوں نے جن کی بہت بڑی واضح اکثریت کو عملی طور پر قیامِ پاکستان سے کوئی سیاسی فائدہ حاصل نہیں ہوتا تھا، محض مذہبی شیفتگی اور اسلامی اخوت کی بنا پر حصولِ پاکستان کے لئے یہ عظیم الشان قربانیاں دیں جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی اس تحریک کے ضمن میں ہمیشہ سنہری حروف میں لکھی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، نصرتِ ایزدی، قائداعظمؒ کی فراست اور مسلمانانِ ہند کی جدوجہد اور قربانیوں سے ہم نے انگریز اور ہندو کی مخالفت کے باوجود پاکستان حاصل کر لیا۔

پاکستان وہ خطۂ زمین جو اسلامی ممالک میں سب سے بڑا اور دنیا کا پانچواں بڑا ملک

تھا، جہاں آزادی کی نعمت کے علاوہ دنیاوی ترقی کیلئے تمام مادی وسائل بہ افراط موجود ہیں اور جس کے حصول کے بعد قائداعظمؒ نے ۱۳ر جنوری ۱۹۴۸ء کو اسلامیہ کالج پشاور کے جلسہ میں حصول پاکستان کا مقصد بیان کرتے ہوئے قوم کو یاد دہانی فرمائی تھی:

"ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا، بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔"

اسلامی نظام کے متعلق قائداعظمؒ کے فرمودات کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں:۔

(۱) نومبر ۱۹۳۹ء، عید الفطر، بمبئی

"مسلمانو! ہمارا پروگرام قرآن کریم میں موجود ہے۔ ہم مسلمانوں کو لازم ہے کہ قرآن پاک کو غور سے پڑھیں اور قرآنی پروگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ مسلمانوں کے سامنے کوئی دوسرا پروگرام پیش نہیں کر سکتی۔"

(۲) خطاب اجلاس مسلم لیگ، کراچی ۱۹۴۳ء

"وہ کونسا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں، وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے، وہ کون سا لنگر ہے جس سے امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر خدا کی کتاب قرآن کریم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے، ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔ ایک خدا، ایک رسولؐ، ایک کتاب، ایک امت۔"

(۳) صدارتی تقریر، جالندھر مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن ۱۹۴۳ء

"مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرز حکومت کیا ہوگا؟ پاکستان کے طرز حکومت کا تعین کرنے والا میں کون ہوں؟ یہ کام پاکستان کے رہنے والوں کا ہے۔ اور میرے خیال میں مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے تیرہ سو سال قبل قرآن کریم نے فیصل کر دیا تھا۔"

(۴) خطاب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۸ر مارچ ۱۹۴۴ء

"آپ نے غور فرمایا کہ پاکستان کے مطالبے کا جذبہ محرکہ کیا ہے؟ مسلمانوں کے لئے ایک جداگانہ مملکت کی وجہ جواز کیا تھی؟ تقسیم ہند کی ضرورت کیوں پیش آئی، اس کی

وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے، نہ انگریزوں کی چال۔ یہ اسلام کا بیان مطالبہ تھا۔"

(۵) اخبار پیام گاندھی جی ۱۹۴۴ء

"قرآن مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے۔ اس میں مذہبی اور مجلسی، دیوانی اور فوجداری، عسکری اور تعزیری، معاشی اور معاشرتی، غرض سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ امور حیات تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، جماعت کے حقوق سے لے کر فرد کے حقوق و فرائض تک، اخلاق سے لے کر انسداد جرم تک، زندگی میں جزا و سزا سے لے کر عقبیٰ کی جزا و سزا تک، ہر ایک قول، فعل اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا جب میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ایک قوم ہیں تو حیات و ماعد کے ہر معیار اور ہر مقدار کے مطابق کہتا ہوں۔"

(۶) پیغام عید ۱۹۴۵ء

"میرے پچھلی عید کے پیغام کے بعد مسلمانوں میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس زیادہ سے زیادہ بڑھ رہا ہے۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادات اور اخلاقیات تک ہی محدود نہیں بلکہ قرآن کریم سب مسلمانوں کا دین و ایمان اور قانون حیات ہے۔ یعنی مذہبی اور معاشرتی، تمدنی، تجارتی، عسکری، عدالتی اور تعزیری احکام کا مجموعہ ہے۔ ہمارے رسول اللہ ﷺ کا ہم کو یہ حکم ہے کہ مسلمان کے پاس اللہ کی کلام کا ایک نسخہ ضرور ہو اور وہ اس کا بغور و خوض مطالعہ کرے تاکہ یہ اس کی انفرادی و اجتماعی ہدایت کا بھی باعث ہو۔"

(۷) خطاب کراچی بار ایسوسی ایشن ۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء

"آج ہم یہاں دنیا کی عظیم ترین ہستی کو نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ آپ کی اس عزت و تکریم کروڑوں عام انسان ہی نہیں کرتے بلکہ دنیا کی تمام عظیم شخصیتیں آپ کے سامنے سر جھکاتی ہیں۔ میں ایک عاجز ترین، انتہائی خاکسار، عبد و ناچیز، فانی عظیم، عظیموں کی بھی عظیم ہستی کو کیا اور کیسے نذرانہ پیش کر سکتا ہوں۔ رسول اکرم ﷺ عظیم مصلح تھے، عظیم راہنما تھے، عظیم واضع قانون تھے، عظیم سیاستدان تھے، عظیم حکمران تھے۔"

"میں ان لوگوں کی بات نہیں سمجھ سکتا، جو دیدہ و دانستہ اور شرارت سے پروپیگنڈہ

کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت کی بنیاد پر نہیں بنایا جائے گا۔ اسلام کے اصول عام زندگی میں آج بھی اسی طرح قابل اطلاق ہے جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے۔ میں ایسے لوگوں کو جو یہ غلط فہمی سے گمراہ ہو چکے ہیں، یہ صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ دنیا کی کسی قوم کو بھی خوف نہیں ہونا چاہیے۔

(۸) خطاب سبی (بلوچستان) ۱۴ فروری ۱۹۴۸ء

"میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ اس شاندار اصولوں والے ضابطہ حیات پر ہے جو ہمارے عظیم واضع قانون مقنن اسلام (ﷺ) نے ہمارے لئے قائم کر رکھا ہے۔ ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہئیں۔ اسلام کا حکم یہ ہے کہ مملکت کے امور و مسائل کے بارے میں یہ فیصلے باہمی بحث و تمحیص اور مشورہ سے کیا کرو۔"

(بحوالہ تعمیر شخصیت صفحہ ۳۲۰ سورۃ الشوریٰ ۳۸)

(۹) خطاب کراچی ۱۹۴۸ء

"اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز قائم رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت اور وفاداری کا مرجع خدا کی ذات ہے، جس کی تعمیل کا محل اور ذریعہ قرآن مجید کے احکام و اصول ہیں۔ اسلام میں اصالتہً کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ پارلیمنٹ نہ کسی شخص یا ادارے کی۔ قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کر سکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اسلامی حکومت قرآنی احکام و اصول کی حکومت ہے۔"

(۱۰) خطاب سٹیٹ بینک آف پاکستان کا افتتاح یکم جولائی ۱۹۴۸ء

"میں اشتیاق اور دلچسپی سے معلوم کر چکا ہوں گا کہ آپ کی "مجلس تحقیق" بنکاری کے ایسے طریقے کیونکر وضع و اختیار کرتی ہے، جو معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطابق ہوں۔ مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کیلئے لاینحل مسائل پیدا کر دیئے ہیں اور اکثر لوگوں کی یہ رائے ہے کہ مغرب کو اس تباہی سے کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے جو مغرب کی وجہ سے دنیا کے سر پر منڈلا رہی ہے۔ مغربی نظام افراد انسانی کے مابین انصاف کرنے اور بین الاقوامی میدان میں کشمکش اور چپقلش دور کرنے میں ناکام رہا ہے۔ گذشتہ نصف صدی میں ہونے والی دو عظیم جنگوں کی ذمہ داری سراسر مغرب پر عائد ہوتی ہے۔

سطح پر اپنا صحیح مقام حاصل کرنے کے لیے اپنے نصب العین میں کسی نہ کسی حد تک

اپنی نگہ پر ہمیں اپنے منفرد انداز میں بحال پانے کی۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشرے کا نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو۔ ایسا نظام پیش کر کے گویا ہم مسلمانوں کی حیثیت میں اپنا فرض ادا کریں گے۔

انسانیت کے سچے اور صحیح امن کا پیغام دیں گے۔ صرف ایسا امن ہی بنی نوع انسان کی خوشی اور خوشحالی کا ضامن اور محافظ ہو سکتا ہے۔"

محولہ بالا تحریروں کی روشنی میں یہ صاف عیاں ہے کہ قائداعظم مغرب کے نظام کو روئے زمین کے انسانوں کیلئے عام طور پر اور مسلمانوں کے لئے خاص طور پر مہلک سمجھتے تھے۔ عصر حاضر کا نوجوان قائداعظم کے ان افکار و نظریات سے بالکل ناواقف ہے اور یہ ناواقفیت ہے۔ اس غلط فہمی میں جو لوگ نظریہ پاکستان کی تنقیح پر طعن کی آڑ لیتے اور تنقیم نو کے خواہاں ہیں۔ ان کو چاہیے کہ بانی پاکستان کی تقریروں کو نظر انداز نہ کریں۔

ہمیں سوچنا ہے کہ آج پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے، کیا یہی قائداعظم کا تصور پاکستان تھا؟ کیا یہی وہ خواب ہے جو علامہ اقبال نے دیکھا تھا؟ کیا یہ وہی ملک ہے جس کی آرزو مسلم اسلامیہ نے کی تھی؟ کیا ہم مشرقی بازو اور ہندوستان کے دیگر حصوں کے دس لاکھ سے زائد شہیدوں کو بھول گئے ہوا اپنے بنائے ہوئے ملک کو ایسی ڈگر پر لے چلے ہے؟ کیا ہم ان ۳۵ ہزار بہنوں کی آبرو ریزی کو بھول گئے ہو آج بھی غیروں کے قبضے میں ہیں؟ پاکستان کے حصول کی پاداش میں کیا کیا قربانیاں نہیں دی گئیں۔ ایک کروڑ سے زائد مسلمانوں کو اپنے صدیوں کے گھر بار اور مال و اسباب چھوڑ، اپنوں کو ہمیشہ کرنا پڑی۔ کروڑوں مسلمان بھارت میں آج بھی قیام پاکستان کی وجہ سے ہندو کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ آج ہمیں خلوص، ہوش، اتحاد، اخوت، ایثار، جرأت و عزیمت کے علاوہ کچھ بھی یاد نہیں۔ افسوس ہم ان عظیم ورثہ کو سنبھالنے کے اہل ثابت نہ ہوئے۔ جس ملک نے ہمیں دولت و عزت سب کچھ دی، اسے اپنے ہاتھوں برباد کرنے کی

کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ جب کوئی قوم کفران نعمت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی اور اپنے نظریہ سے روگردان ہو جاتی ہے تو اسے آزمائش و آلام میں ڈال دیا جاتا ہے اور نتیجتہ اس کے لئے پریشانیوں اور مصیبتوں کا طوفان اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ باہمی اختلافات، لڑائی جھگڑے، عدم اعتمادی، بے چینی، نفرت، غربت و افلاس، غفلت و خود بینی، خود غرضی اور غلط خواہشات اس مقہور معاشرہ میں عام ہو جاتی ہیں اور اچھے برے کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے۔ مشیتِ خداوندی اس طرح کے حالات میں ایسی قوم کو تنبیہ کے طور پر بار بار جھنجھوڑتی ہے کہ شائد وہ راہِ راست پر آجائے اور اگر اس پر بھی وہ باز نہ آئے تو وہ قوم دنیا میں ذلیل و خوار ہو جاتی ہے۔ مشرقی پاکستان کا سانحہ ہمارے لئے زبردست تنبیہ تھی لیکن اس سے ہم نے کیا سبق لیا؟ ملک دو ٹکڑے ہو جانے اور تمام دنیا میں اپنی ذلت و رسوائی کے باوجود ہم نے اپنی غلط روش نہیں چھوڑی۔ آج بھی ہم عدم استحکام، بے چینی اور پریشانیوں کا شکار ہیں۔ ہمارا معاشرہ ہر روز بد سے بدتر ہوتا جا رہا ہے۔

آیئے! اب بھی وقت ہے کہ ہم دوسروں کا احتساب کرنے سے پہلے خود اپنا احتساب کریں کہ ہم نے ملک کی بھلائی یا برائی کے کام کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور در توبہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ اللہ اور قوم سے کئے ہوئے وعدہ کو ایفا کرنے کی انفرادی اور اجتماعی کوشش میں دل و جان سے لگ جائیں۔ اس وعدہ کی تکمیل ہی پر ہم اللہ تعالیٰ، نبی اکرم ﷺ، قائداعظمؒ اور شہیدوں کی روحوں سے سرخ رو ہو سکتے ہیں۔ اور اس عمل میں انفرادی طور پر دنیا و آخرت کی بھلائی اور اجتماعی طور پر قوم و ملک کی خوشحالی، یک جہتی اور عظمت کا انحصار ہے ورنہ خدانخواستہ ہماری اپنی بداعمالیوں سے ہمارا جو حشر ہوگا، وہ تحریک پاکستان کے ادنیٰ خادم

بسم اللہ الرحمن الرحیم0

سخنِ اوّلیں

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ علمائے کرام کے قدسی گروہ نے ہر دور میں مذہب و ملت کی عزت و آبرو کے تحفظ کیلئے بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں، اس سلسلے میں انہوں نے جابر سے جابر حکمرانوں کے سامنے بھی کلمہ ء حق کہنے اور حق و صداقت کا علم بلند کرنے سے کبھی گریز نہیں کیا۔ حالانکہ انہیں اس کی پاداش میں تن من دھن کی بازی لگانا پڑی، چنانچہ انہوں نے ہنسی خوشی تختہ ء دار پر لٹک جانا قبول کر لیا مگر اپنے آقا و مولا حضور پُر نور ﷺ کی اطاعت سے انحراف نہیں کیا۔

امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ، آفتابِ ہند مجدد الف ثانی، مجاہد کبیر مولانا فضل حق خیر آبادی قیام الملت والدین مولانا عبدالباری فرنگی محلی (پیر و مرشد علی برادران) اور فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہم و دیگر بے شمار نفوسِ قدسیہ کے کارناموں سے کون واقف نہیں ہے، ان سب حضرات نے اپنے اپنے دور میں مقام مصطفی ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفی ﷺ کے نفاذ کیلئے گرانقدر خدمات سر انجام دیں، تاریخ ان کے روشن کارناموں سے مزین ہے۔

جو کام جذبِ شوق میں دیوانے کر گئے
وہ زندگیء عشق کے افسانے بن گئے

حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے ہندو مندروں کے بجائے ہندو مسلمان کے خلاف نفرت کی آگ بھڑکا دی ہے تو یہ اس لئے نہیں کہ وہ ہندو ہیں بلکہ اس لئے کہ وہ ہندو ہیں اور اسی حیثیت میں اپنے تمام تخریبی حربوں سے کام لے کر ان کی بیخ کنی کی کوشش کر رہے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کا دور آیا تو انہوں نے دو ٹوک فیصلہ کیا کہ ہندو مسلمان کے لئے "دین الٰہی" کے تار و پود بکھیرنے کے لئے جس جرأت و مردانگی کا مظاہرہ کیا وہ ہندوستان کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے "دو قومی نظریہ" کا داغ بیل ڈالتے ہوئے واضح کیا کہ ہندو ہندو ہے اور مسلمان، مسلمان ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے ذات اور دین کی طرح الگ الگ تشخص رکھتے ہیں۔

یہ وہ دور تھا جب ہندوؤں نے مغلیہ سلطنت میں اپنا کافی اثر و رسوخ پیدا کر لیا تھا اور مسلمان بادشاہوں پر ڈورے ڈالنے کے لئے اپنی خوبصورت لڑکیاں بادشاہوں کے حرم میں بھیجنے لگے تھے۔ اس طرح سلطنت کو فیل کرنے کی مذموم کوششیں کرنے لگے تھے تاکہ وہ اس طرح اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لے کر اسلام کے خلاف اپنی ازلی دلی دشمنی کا انتقام لے سکیں۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اکبری دور کے حالات کا نقشہ کچھ یوں کھینچا ہے۔

"اسلام ضعیف گشتہ کفار بقوت تمام مساجد خصوصاً می نمایند در آنجا تکیہ پائے خود می سازند۔" (مکتوبات شریف)

ترجمہ: "اسلام اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ کفار بے کھٹکے مسجدوں کو گرا رہے ہیں اور ان کی جگہ مندر بنا رہے ہیں۔"

مکتوبات کی جلد اول میں ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

"کفر والے صرف اسی پر راضی نہیں کہ اسلامی حکومت میں ان کے کافرانہ قوانین نافذ ہو جائیں بلکہ ان کی منشا تو یہ ہے کہ اسلامی احکام اور قوانین سرے سے بند کر دیئے جائیں اور ان کو اتنا مٹا دیا جائے کہ اسلام اور مسلمانوں کا کوئی اثر اور نشان باقی نہ رہے۔"

ان حالات میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اکبری دین، ہندوؤں کی اسلام دشمن تحریکوں اور گوں گوں فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تمام تر مساعی صرف کر دیں۔ انہیں جلال الدین اکبر کا جاہ و جلال اور رعب و داب مرعوب نہ کر سکا۔ ہندوؤں کی منظم طاقت، صراط مستقیم سے منحرف نہ کر سکی اور نہ ہی گوالیار کے قلعے کی صعوبتیں جادہ

حل سے عاری ہیں۔ حکیم امت علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے۔

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

جس کے خمیر میں ہے کرنی وہ اللہ
وہ بندہ نہیں ہے مایوس ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا معرکہ آیا تو ہمارے علماء نے اپنے خون سے تاریخ رقم کی۔ علامہ فضل حق خیر آبادی، رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شیر دل ساتھیوں مولانا کفایت علی کافی، مولانا فیض احمد بدایونی، مفتی رسول حق کاکوروی، مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی، مولانا رضی الدین بدایونی، مفتی صدر الدین آزردہ اور سید وہاج الدین مراد آبادی وغیرہم نے انگریزی سامراج کا تختہ الٹنے کیلئے جو قربانیاں دیں ان کے ذکر کے بغیر جنگ آزادی کا تصور تک ممکن نہیں ہے۔

تحریک خلافت حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کی پاکیزہ قیادت میں علی برادران، مولانا شوکت اللہ کانپوری، مولانا عبدالماجد بدایونی جیسے سینکڑوں نہیں ہزاروں علماء نے جس سرفروشی کا مظاہرہ کیا وہ تاریخ کی تابناک یاد ہے۔
اسی طرح تحریک پاکستان کا دور آیا تو بھی ہمارے علمائے کرام نے میدان عمل میں اتر کر آزادی کے حصول کی خاطر اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ اگر ہمارے علماء تحریک پاکستان کی حمایت نہ کرتے تو پاکستان کا حصول آج تک ناممکن ہوتا۔ آج وطن عزیز کے نوجوانوں کو اس امر کا علم نہیں ہے کہ ہمیں اس مملکت کے حصول کے لیے کیا کچھ کرنا پڑا ہے۔

تحریک پاکستان کی جنگ میں ہمیں یہ بھی لڑائی لڑنا پڑی۔ انگریز اور ہندو نے تو پاکستان کی مخالفت کرنا ہی تھی کہ کیونکہ ان کا تو خمیر ہی اسلام دشمنی سے ہے، لیکن ستم یہ ہے کہ بعض مسلمان کہلوانے والوں نے بھی بڑھ کر اسلام دشمنی اور ملت فروشی کا ثبوت مہیا کیا۔ چنانچہ ان ہم نام مسلمان علماء نے گاندھی کی للکوئی تھام کر ہندو کانگریس کے سفیر کی سطح کے عوض "دو قومی نظریے" "قیام پاکستان" اور "مسلم لیگ" کے خلاف جو ہرزہ سرائی کی اس کا ذکر کرنے سے بھی شرم محسوس ہوتا ہے، آنکھوں سے اشک رواں ہوتے ہیں

کہ کہاں یہ جبہ و دستار پوش علماء اور کہاں ہندوؤں کی ہمنوائی۔ زبان سے یہ لوگ قال اللہ کی صدائیں بلند کرتے تھے، مگر اُن کے دل کانگرس کے روپے پیسے سے سیاہ ہو چکے تھے۔ یہ لوگ قائداعظمؒ کو کافر، فاسق و فاجر، ابوجہل اور مسلم لیگ کو کافروں کی جماعت کہتے تھے۔ ان حالات میں علمائے اہلسنت نے مسلم لیگ کی مکمل اور جان و دل حمائت کی۔ ایک طرف ہندو اور انگریز مسلمانوں کو ہمیشہ کیلئے غلام بنانے کی فکر میں تھے تو دوسری طرف ہندو کانگرس کے نمک خوار مسلمان اس منحوس کوشش میں اُن کے دست و بازو بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ ہمارے علماء نے ہر قسم کے خطرات کو بالائے طاق رکھ کر قیام پاکستان کی راہ ہموار کی۔ ان کو کانگرس کا روپیہ پیسہ خرید سکا، نہ ٹاٹا اور برلا کے لعل و جواہر ان کی آنکھوں کو خیرہ کر سکے اور نہ انگریزی حکومت کی جیلیں اور جبر و استبداد ان کے ایمان چھین سکا اور نہ ہی جبہ و دستار پوش طبقہ لگانے والے علماء کی ہرزہ سرائی اور ناشائستہ و ناگفتہ بہ سازشیں انہیں اس راہ سے متزلزل کر سکیں۔ حتیٰ کہ ان کی شبانہ روز کاوشوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان ایک روشن حقیقت بن کر ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر اُبھرا۔

ضرورت تھی کہ ان قدسی صفات علمائے کرام کے کارناموں کو منظر عام پر لایا جائے تاکہ نئی نسل اپنے ان محسنوں اور اکابرین کی خدماتِ جلیلہ سے واقف و آگاہ ہو کر اپنے اندر مذہب و ملت کے درد کی کسک محسوس کرے کیونکہ تحریک پاکستان کے مقاصد کو بروئے کار لانے کیلئے نوجوانوں کی ذہنی، فکری، نظریاتی اور روحانی تربیت کی اشد ضرورت ہے کہ ابھی ہمیں قائداعظمؒ کے تصور پاکستان کے حصول کیلئے بہت کچھ کرنا ہے۔ سب سے پہلے تو پاکستان کو پاکستان اور قائداعظمؒ کے اصل پیروکاروں کے حوالے کرنے کی جدوجہد کرنا ہے اور اس کے بعد قائداعظمؒ کے تصور پاکستان پر کام کرنا ہے کیونکہ ؎

ابھی گرانیٔ شب میں کمی نہیں آئی
نجاتِ دیدہ و دل کی گھڑی نہیں آئی
چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی

میں نے گذشتہ سال طبع ہونے والی اپنی کتاب "تحریک پاکستان اور مشائخ عظام" میں وعدہ کیا تھا کہ اس کے بعد انشاء اللہ "تحریک اور علمائے کرام" پیش کی جائے گی، چنانچہ

پیش خدمت ہے تاکہ نئی نسل اسے پڑھ کر قائداعظمؒ کے تصورِ پاکستان کو عملی جامہ پہنانے کی سعی و کاوش میں ہراول دستے کا کام دے۔ قائداعظمؒ کا تصورِ پاکستان یہ تھا کہ اس ملک میں نفاذِ شریعت ہو، دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اجالا ہو، یہاں امن و آشتی کی حیات افروز ہوائیں مہکیں اور مسلم اُمہ کے شعور کی بلبلیں چہکیں مگر افسوس کہ ہم اپنے مقصد کو فراموش کر کے اندرونی اور بیرونی سازشوں کا شکار ہو گئے۔ آج عیار سامراج اور مکار ہندو ہمیں زیر کرنے کیلئے بے قرار ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام تر گروہی اختلافات ختم کر کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں، آج ہم میں اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔ اگر ہم نے اندرونی سازشوں کو ناکام نہ بنایا تو آنے والا کل کسی اور کا ہو گا۔ اب نہ تو دوبارہ علامہ اقبالؒ جیسا مدبر اور قائداعظمؒ جیسا رہنما پیدا ہو گا اور نہ ہی قربانیاں دینے والے علماء و قومی کارکنان۔ لہٰذا آئیں سب مل کر عہد کریں کہ وطنِ عزیز کو اسلام کا ناقابلِ تسخیر قلعہ بنا دیں۔

لہو برسا ہے آنسو لئے رہرو کے رشتے
ابھی تک نامکمل ہے مگر تکمیلِ آزادی!

آخر میں اُن تمام حضرات کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کی شفقت، محبت اور عنائیت کی بدولت یہ کتاب پایہء تکمیل تک پہنچی۔ حضرت امیر ملتؒ کے جانشین مہر الملت حضرت پیر سید منور حسین شاہ صاحب علی پوری مدظلہ العالی استاذی حکیم ملت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری دامت برکاتہم عالیہ اور مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی مدظلہ کی بزرگانہ شفقت اور رہنمائی میرا سرمایہء حیات ہے۔ اگر ان ہر سہ حضرات کی سرپرستی مجھے حاصل نہ ہوتی تو شاید میں عشق کے اس بھاری پتھر کو چوم کر رکھ دیتا۔ اللہ کریم میرے ان تینوں بزرگوں کا سایہ ہمارا پایہ سلامت تا قیامت رکھے۔ علاوہ ازیں پیر طریقت حکیم سید اکرام حسین چشتی سجادہ نشین سیکر شریف حیدر آباد سندھ، حضرت الحاج الحافظ صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول سجادہ نشین للہ شریف ضلع جہلم، حضرت دیوان سید آل مجتبیٰ علی خاں اجمیری سجادہ نشین گلشن سلطان الہند ضلع اٹک، حضرت پروفیسر پیر نثار احمد جان سرہندی میرپور خاص سندھ، بزرگ محترم ڈاکٹر شیر محمد زمان چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، محب گرامی پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر آف کوئٹہ، عظیم دانشور حکیم محمد سعید دہلوی شہید، نامور مورخ خواجہ افتخار لاہور، انجینئر شفیق

احمد صدیقی (کینیڈا) جناب اختر علی یمنی تک پہنچ گئے، مگر حضرات نے بھی موصوف کی
طرح اپنے تعاون سے نوازا۔ جناب علامہ عبدالعزیز عرفی (پاکستان) نے "تعارف"
تحریر فرمایا۔ حضرت صادق بزرگ ثم کراچوی، حضرت عارف سلطانپوری ثم حسن ابدالوی اور
سید عارف محمود کھوکھر نقوی گجراتی نے "قطعات تاریخ وفات" مرحمت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ
ان سب حضرات کو بڑے خیر سے نوازے اور دین و دنیا میں شاد کام رکھے۔ آمین ثم آمین
بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

محمد صادق قصوری
نزد کلاں ضلع قصور
پوسٹ کوڈ ۵۵۵۱
۲۸ اکتوبر ۱۹۹۸ء
بدھ وار

ضروری نوٹ:۔

اس کتاب کے بعد "کارواں تحریک پاکستان" کے نام سے ایک الگ کتاب پیش کی
جائے گی جس میں سبھی کارکنان کی تحریک پاکستان میں خدمات جلیلہ کا احاطہ کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔
قصوری

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.CO

مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ

[illegible]

قدوۃ الخلف بقیۃ السلف قیام السلسلہ والدین مولانا محمد عبدالباری ابن مولانا شاہ عبدالوہاب (۱۸۴۶ء۔ ۱۹۰۳ء) ابن شاہ محمد عبدالرزاق (۱۸۲۲ء۔ ۱۸۸۹ء) ابن شاہ محمد جمال الدین (ء۔ ۱۸۵۹ء) ابن ملا علاء الدین (ء۔ ۱۸۲۷ء) ابن ملا احمد انوار الحق (ء۔ ۱۸۲۱ء) ابن مولانا شاہ احمد عبدالحق فرنگی محلی (ء۔ ۱۷۵۳ء) ابن ملا محمد سعید ساکنوی (ء۔ ء) ابن ملا قطب الدین شہید ساکنوی (ء۔ ۱۶۹۲ء) کی ولادت باسعادت ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۹۵ھ / ۱۴ اپریل ۱۸۷۸ء بروز اتوار فرنگی محل لکھنؤ میں ہوئی۔ سلسلہ و نسب خواجہ عبداللہ انصاری (مدفون ہرات ۱۰۸۸ء) کے واسطہ سے سیدنا ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

حفظ قرآن کے بعد مولانا عبدالباقی فرنگی محلی (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۳۵ء)، مولانا غلام احمد بلیاوی، مولانا احمد اللہ سندیلوی، مولانا عین القضاۃ حیدر آبادی ثم لکھنوی (ف ۱۹۲۵ء) اور مولانا غلام یحییٰ سے اکتساب علم کیا۔ ختم کتب کے بعد مولانا عبدالباقی نے اپنی سرپرستی

کی جمع مسلسلات وغیرہ کے اپنے سامنے پڑھوا کر اجازت عنایت فرمائی۔ علاوہ ازیں سید علی بن سید ظاہر وتری مدنی، شیخ العلا کل علامہ سید امین رضوان، علامہ سید احمد زینی دحلان مدنی، سید محمد یاسین حریری سے اجازت کتب حدیث اور دلائل حاصل ہوئی تھی۔ شاہ جہان مولانا نور الحسنین بن ملک العلماء مولانا حیدر نے بھی اجازت حدیث المسلسلہ، سید عابد سندھی اور سید احمد دحلان عطا فرمائی تھی۔

۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء میں آپ حرمین شریفین اور عراق کا سفر اختیار فرمایا۔ رمضان المبارک میں بغداد شریف پہنچے اور پھر وہاں کے تمام متبرک مقامات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ بغداد شریف کے صاحبزادے نہایت عزت و احترام سے پیش آئے اور حضرت نقیب الاشراف سید عبدالرحمٰن نے سلاسل طریقت کے علاوہ سند حدیث بھی مرحمت فرمائی۔

آپ آسمان شہرت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ بحر العلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی (۱۱۴۵ھ۔۱۸۲۰ء) کے بعد ارباب فرنگی محل میں کسی کو ایسی شہرت کہ جو بر صغیر پاک و ہند کے عوام و خواص، علماء امراء، شہروں اور دیہاتوں سے گزر کر بیرون ہند، عرب و عجم تک پہنچی ہو، نصیب نہیں ہوئی۔ آپ کی شہرت کا ڈنکا دنیائے اسلام ہی میں نہیں بلکہ یورپ کے قصور سلاطین اور ارباب سیاست میں بھی بجتا تھا۔ آپ کے علم و فضل کا لوہا ہر کسی نے مانا۔ آپ کو تمام علوم ظاہری و باطنی میں تبحر تام حاصل تھا، فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خاںؒ (۱۸۵۶ء۔۱۹۲۱ء) آپ کو "فاضل اکمل" کہتے تھے۔

آپ نے درس و تدریس کا پیشہ اختیار فرمایا اور مدرسہ نظامیہ فرنگی محل کو شہرت عام اور بقائے دوام تک پہنچایا۔ ایک زمانہ تک آپ کی توجہ مبارک صرف مدرسے پر ہی مرکوز رہی لیکن جب آپ کو مدرسہ کی جانب سے بڑی حد تک اطمینان ہو گیا تو آپ نے سیاسی امور میں بھی پوری دلچسپی سے حصہ لیا اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ عالم دین میدان سیاست میں بھی شہسوار ہو سکتا ہے۔ آپ سب سے پہلے عالم دین تھے جنھوں نے میدان سیاست میں قدم رکھ کر علماء کو اس طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ آپ نے مولانا حسرت موہانی (۱۸۷۸ء۔۱۹۵۱ء) اور علی برادران یعنی مولانا شوکت علی (۱۸۷۳ء۔۱۹۳۸ء) اور مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔۱۹۳۱ء) کی سیاسی و روحانی تربیت کر کے تحریک آزادی کو جلا بخشی۔ کوئی

مانے یا نہ مانے لیکن یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ اگر مولانا عبدالباری، ان کا خاندان اور ان کے روحانی و سیاسی مرید سیاسیات ہند میں دخیل کار نہ ہوتے تو حصول پاکستان کی منزل ابھی بہت دور ہوتی۔

۱۳ر اگست ۱۹۱۳ء کو کانپور کی مسجد مچھلی بازار کا واقعہ پیش آیا، جس میں ایک سڑک نکالنے کے لئے مسجد کا ایک حصہ گرایا گیا تھا۔ جب مسلمان اس سلسلے میں مسجد کی اینٹیں نیچ کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے اور مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۵۷ء) کی پرجوش تقریر سے متاثر ہو کر تعمیر کا سلسلہ شروع کیا تو حکومت کی طرف سے گولی چلادی گئی۔ مسٹر انگرام ڈپٹی کمشنر کانپور کے حکم پر سکھ فوج نے نہایت بے رحمی سے گولیاں برسائیں اور قریب سے بچے مارے، شہیدوں اور زخمیوں میں ننھے ننھے بچے بھی شامل تھے۔ اس خونیں سانحے نے تمام ہندوستان میں آگ لگادی۔ مولانا آزاد سبحانی اور دیگر بہت سے علمائے کرام اور راہنما گرفتار کر لئے گئے جس کی وجہ سے ملک گیر مظاہرے شروع ہو گئے۔ مسلمانوں کا مطالبہ تھا کہ مسجد کے اس حصے کو جو شہید کیا گیا ہے، قائم رکھا جائے مگر حکومت نے اسے اپنے وقار کا مسئلہ بنالیا۔

اس موقع پر مولانا عبدالباری دیوبند والے میدان میں گودے اور مسجد کے شہید شدہ حصے کی تعمیر اور بازیابی کے لئے تن من دھن کی بازی لگادی۔ حالات کی نزاکت کے پیش نظر حکومت نے آپ سے صلح کرنا ہی مناسب جانا۔ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر، مشہور ماہر آئین و قانون سر سید علی امام (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۳۲ء) نے مولانا محمد علی جوہر اور ان کے ذریعے مولانا عبدالباری کو پیام صلح بھیجا۔ حکومت ہند نے صوبائی حکومت سے قطع نظر بطور خود اس مسئلے کا فیصلہ یوں کرنا چاہا تھا کہ:

(۱) قیدیوں کو رہا کر دیا جائے گا۔

(۲) زیر سماعت مقدموں سے مقدمہ اٹھالیا جائے گا۔

(۳) مظلوموں کی مالی مدد کی جائے گی۔

(۴) مسجد کا جو حصہ منہدم کیا جا چکا ہے وہ علی حالہ رہے گا۔

(۵) مسلمان از سر نو تعمیر کا مطالبہ نہ کریں۔

یہ شرائط حد درجہ نامعقول تھیں۔ نہ مولانا محمد علی جوہر نے انہیں منظور کیا اور نہ

ی مولانا محمد عبدالباری کی دینی حمیت اسے قبول کر سکتی تھی۔ ہندوستان بھر کے مسلمانوں نے اس بے غیرت تجویز کو نہ صرف رد کر دیا بلکہ حکومت کے خلاف محاذ قائم کر لیا۔ حکومت حواس باختہ ہو گئی اور ایک مرتبہ پھر وہ اپنے طے شدہ اور ناقابل تنسیخ فیصلے کو بدلنے پر آمادہ ہو گئی۔ ہندوستان کے وائسرائے اور گورنر جنرل لارڈ ہارڈنگ (عہد حکومت ۱۹۱۰ء تا ۱۹۱۶ء) بہ نفس نفیس کانپور آئے۔ سر علی امام نے حکومت ہند کی طرف سے اور مولانا عبدالباری نے مسلمانان ہند کی طرف سے گفت و شنید شروع کی، جس کا نتیجہ نکلا کہ :

(۱) جملہ قیدیوں کو غیر مشروط طور پر رہا کر دیا جائے گا۔

(۲) جن لوگوں کے خلاف مقدمات چل رہے ہیں وہ واپس لے لئے جائیں گے۔

(۳) اور مسجد جو بلندی پر واقع تھی اس کے منہدم شدہ حصے کی تعمیر ازنو اس طرح کی جائے گی کہ اوپر چھت دے کر وضو خانہ پھر سے قائم کر دیا جائے گا اور چھت کے نیچے سے آمد و رفت کا راستہ رکھا جائے گا۔

یہ ایسا فیصلہ تھا جسے فریقین نے خوش دلی سے اور مسرت کے ساتھ منظور کیا، اس فیصلے کا اعلان بذات خود وائسرائے نے کیا اور اس کی مدح و ستائش سرکار پرستوں نے بھی کی اور حکومت کے باغیوں اور حریت ماٰبوں نے بھی کی۔ مسلمانوں کی لاج رہ گئی اور ایک بہت بڑا فتنہ دب گیا اور پہلی مرتبہ مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہوا کہ وہ بھی ایک طاقت ہیں اور اپنے قومی و دینی مطالبات حکومت سے منوانے کی سکت رکھتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے بعد پہلی مرتبہ مسلمانوں نے خود اعتمادی، خودی اور خود نگری کا مظاہرہ کیا اور اس میں وہ پورے طور پر کامیاب ہوئے تھے۔

ہندوستان کے علماء میں سب سے پہلے جو علمائے کرام زاویہ و خانقاہ و حلقہ و درس و افتاء کو ترک کر کے فرنگی استعمار کے مقابلے میں سد سکندری بن کر حائل ہوئے ان میں سب سے پہلا نام مولانا عبدالباری کا ہے۔ دوسرے علماء کرام انہی کی دعوت تحریک، تلقین اور تبلیغ سے مسجد و خانقاہ سے اٹھ کر میدان میں اترے اور بلاشبہ عظیم اور وسیع اور عہد آفریں کارنامے انجام دیئے۔

۶ مئی ۱۹۱۳ء کو آپ نے مقامات مقدسہ کے تحفظ کے لئے "انجمن خدام کعبہ" کی بنا ڈالی۔ اس انجمن نے جو کارہائے نمایاں سر انجام دیئے وہ تاریخ کا ایک روشن باب

ہیں۔ یہ انجمن دہلی میں آپ کی سربراہی اور مولانا شوکت علی کی معتمدی میں قائم ہوئی۔ اس انجمن کی کارگزاری کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ نصف سال کی مدت میں اس کے ممبروں کی تعداد ساڑھے تین ہزار کے لگ بھگ پہنچ گئی۔

واضح رہے کہ "انجمن خدام کعبہ" کوئی سیاسی جماعت نہیں تھی جس کی دیگر سرگرمیاں آرائیں پر ہوں، یہ ایک خالص ملی تنظیم تھی اور ان لوگوں پر مشتمل تھی جو خدا کے نام پر اور حضور سید عالم ﷺ کی حرمت پر کٹ مرنے کو تیار تھے۔ ممبری کی شرط یہ تھی کہ حرمین شریفین کی تحریم اور ناموس پر قربان ہو جانے اور جان فدا کرنے کا فیصلہ کر کے ممبری کے فارم پر دستخط کیے جائیں۔

دسمبر ۱۹۱۸ء میں مسلم لیگ کا گیارھویں سالانہ اجلاس دہلی میں زیر صدارت شیر بنگال مولوی اے کے فضل الحق (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۶۲ء) منعقد ہوا۔ کانگرس کا اجلاس بھی اسی وقت دہلی میں ہو رہا تھا۔ مسلم لیگ کے جلسے کے صدر استقبالیہ ڈاکٹر مختار احمد انصاری (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۶ء) تھے۔ یہ اجلاس اپنی نوعیت اور اہمیت کے لحاظ سے تاریخی اجلاس تھا۔ مسلمانوں کے عام اضطراب اور حکومت کے خلاف عام ناراضگی کا پتہ اس اجلاس کی جوشیلی کاروائی سے چلتا ہے۔ اسی سال کلکتہ میں "انڈین ڈیلی نیوز" نے حضور پر نور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی پر حملہ کیا تھا جس کے خلاف بے شمار احتجاجی جلسے کیے گئے۔ ان جلسوں کو سرکاری حکام نے روکنے کی کوشش کی اور مسلمانوں پر گولیاں برسائی گئیں، جس سے سینکڑوں مسلمان شہید ہو گئے۔ مسلمان ان واقعات سے نہایت برہم تھے۔

اس اجلاس کی خصوصیت یہ تھی کہ سب سے پہلی بار مولانا عبدالباری نے کثیر التعداد علماء مثلاً مولانا عبدالماجد بدایونی (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۳۱ء) اور مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۵۷ء) وغیرہ کے ساتھ شرکت فرمائی اور اپنی شعلہ بار تقریر سے سامعین کے قلب و جگر کو گرمایا۔ اس زمانے میں کانگرس اور مسلم لیگ کے اجلاسوں میں "یونین جیک" کے جھنڈے لگائے جاتے تھے۔ کانگرس میں تو "ملک معظم" کی وفاداری کا ریزولیشن ہمیشہ پاس ہوتا تھا۔ مولانا عبدالباری جب اس اجلاس میں یہ اصرار صدر تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو آپ نے جب "یونین جیک" کو ہال میں دیکھا تو غصہ کی شدت سے چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور فرمایا:

"اس ہال میں کسی مذہبی مسئلہ پر ایمانداری کے ساتھ ایک لفظ کہنا بھی حرام ہے جب تک کہ انگریزی جھنڈوں کی لعنت یہاں موجود ہے۔"

آپ کے ان الفاظ کے ساتھ تمام ایوان میں سناٹا چھا گیا اور مولوی فضل الحق نے ایک دم منبر پر کھڑے ہو کر ان جھنڈوں کو اپنے ہاتھ سے اتار کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ یہ اقدام اس زمانے کی سیاست میں بڑی زبردست سزا کا مستوجب تھا اور آخر کار ڈاکٹر انصاری کا خطبہ و مجلس استقبالیہ ضبط کر لیا گیا۔

اس اجلاس میں علمائے کرام بالخصوص مولانا عبدالباری کی شرکت کی خوشی میں کرسی و صدارت سے ایک تجویز پیش کی گئی جس میں علمائے کرام کی شرکت پر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا گیا تھا۔ اجلاس کی تجاویز میں خلافت، بیت المقدس اور اسلامی سلطنتوں کی تقسیم مذہبی نقطہ نظر سے اہم تھیں۔

ایک تجویز یہ تھی کہ جنگ کے بعد "حق خود ارادیت" کا جو مسئلہ لیگ آف نیشنز (مجلس اقوام) نے طے کیا ہے، اس پر عملدرآمد ہندوستان پر بھی کیا جائے۔ اوائل دسمبر ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں مسلم لیگ کا اجلاس زیر صدارت حکیم اجمل خان دہلوی (۱۸۶۳ء۔ ۱۹۲۸ء) منعقد ہوا۔ تو علی برادران قید سے رہائی کے بعد سیدھے امرتسر پہنچے۔ علی برادران، صدر اجلاس کے دائیں بائیں سٹیج پر بیٹھے تھے جبکہ مولانا عبدالباری مولانا حسرت موہانی اور مولانا آزاد سبحانی بھی ساتھ جلوہ گر تھے۔ اسی موقعہ پر حکیم الامت علامہ اقبال نے "بنگلہ اسیر کی رہائی" کے عنوان سے مندرجہ ذیل اشعار سنا کر علی برادران کو خراج تحسین پیش کیا۔

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند — قطرہ نیساں ہے زندان صدف سے ارجمند
مثلِ مہ جس نے فریب کیا ہے اک لبِ کی بند ہے — مثلِ ماہی آہ میں ہر بحر کی تسخیر بند
ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرت مگر — کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دام و قفس سے بہرہ مند
شہپرِ زاغ و زغن در بندِ قید و صید نیست — اس سعادت قسمت شہباز و شاہیں گردوانند

جمعیت علمائے ہند کے آپ بانی تھے۔ اس کا پہلا اجلاس ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء کو امرتسر میں ہوا۔ اسی زمانے میں امرتسر میں کانگرس، مسلم لیگ اور خلافت کمیٹی کے اجلاس

ہو رہے تھے۔ اس اجلاس میں آپ کو جمعیت علماء ہند کا مستقل صدر چنا گیا۔ اجلاس میں یہ قرار پایا کہ مساجد میں سلطان المعظم کا خطبہ پڑھا جائے اور مسائل خلافت طے کرنے کے لئے صلح کانفرنس میں لائیڈ جارج وزیر اعظم کے ساتھ وزیر ہند، مسٹر ابوالحسن اصفہانی (۱۹۰۲ء۔ ۱۹۸۱ء)، مسٹر غلام محمد بھرگری (۱۸۵۰ء۔ ۱۹۲۴ء) اور مسٹر رفیع احمد قدوائی (۱۸۹۴ء۔ ۱۹۵۴ء) کو جانے کی اجازت دی جائے۔ جمعیت کے مقاصد میں حسب ذیل امور شامل کئے گئے۔

(۱) غیر مسلم برادران کے ساتھ ہمدردی اور اتفاق۔

(۲) مذہبی حقوق کی نگہداشت اور مسلمانوں کی رہنمائی۔

مولانا عبدالباری نے تحریک خلافت میں جو کردار ادا کیا، قلم اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ اس تحریک کو ہندوستان کے تمام اہل اسلام میں عام تحریک واشاعت کرنے میں آپ ہی کا قدم سب سے آگے تھا اور اس کے تمام ابتدائی انتظامات و مصارف قیام آپ ہی کے مبارک ہاتھوں سے انجام پائے۔ تحریک خلافت اور دوسری تمام تحریکوں میں آپ نے دامے، درمے، قدمے، سخنے اور قلمے جو سعی و کاوش کی وہ آپ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ چالیس پچاس ہزار روپے اپنی جیب خاص سے ان تحریکوں میں خرچ کئے۔ یہ رقم اس زمانے میں بڑی اہمیت کی حامل تھی۔

تحریک خلافت کی کامیابی و کامرانی کے لئے آپ بہت منہمک رہتے تھے۔ اکثر دن بھر اور رات کے دو تہائی حصوں میں انہیں امور پر توجہ رہتی۔ آپ نے خلافت کمیٹی کی امداد کے لئے اپنے ذاتی مصارف سے تمام ہندوستان کا یا تو خود سفر فرمایا یا اپنے بھائیوں اور بچوں کو بھیجا۔ خود تقریباً ہر دوسرے مہینے بمبئی کا سفر فرماتے۔ بہر حال عمر کا آخری حصہ دین کی جہاد میں بسر فرمایا۔

آپ نے ہندو مسلم اتحاد کے لئے بڑے خلوص سے کوششیں کیں، اس سلسلے میں انہیں اپنوں اور بیگانوں کی مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ کفر کے فتوے بھی برداشت کئے مگر حصول منزل کے لئے جادہ پیما رہے۔ لیکن ہندوؤں کی مفاد پرستی، مسلم دشمنی اور ان کی دوغلی سے تنگ آکر بد ظن ہو گئے اور پھر "ہندو مسلم اتحاد" کا خیال حرف غلط کی طرح دل سے نکال دیا اور اپنی اس کوشش پر تادم زیست نادم و پریشان رہے۔

قطب الدین عبدالوالی اور ولی قطب [illegible] سے [illegible] [illegible]

فرمایا۔

۴ رجب ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۹۲۶ء [illegible]

[illegible] آپ نے رحلت فرمائی۔ تمام شہر میں کہرام مچ گیا۔ [illegible]

[illegible]

اور [illegible] حضرت مولانا شاہ [illegible] (۱۳۴۸ھ [illegible]) [illegible] قطب [illegible]

[illegible] (۱۸۲۱ء) کے [illegible]

[illegible] ہزاروں کی تعداد [illegible]

[illegible]

(۱۸۲۶ء ۔ ۱۹۲۱ء) [illegible]

[illegible]
[illegible] شیخ عبدالباری کر

مولانا عبدالباری کی وفات حسرت آیات پر ہندوستان کے تمام اسلامی اور قومی اخبارات نے تعزیتی مضمون لکھے۔ اور اکثر شعراء نے مرثیے اور تاریخیں کہیں۔ [illegible] کے [illegible] ۲۸ جنوری ۱۹۲۶ء [illegible] نقل کر دیتے ہیں۔

[illegible] آفتاب علم [illegible] حضرت مولانا عبدالباری صاحب [illegible] ۱۹ جنوری کی [illegible] وقت [illegible] انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا مرحوم کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ [illegible] کے ان علمی نامداروں کے [illegible] تمام [illegible] ہے۔

آپ [illegible] عالم تھے۔ اسلام کے سچے شیدائی [illegible] تھے۔ آپ کے [illegible]

اقبال میں غلو کی نیت اور بہ روی و اسلام عمل جاتے ہوتی تھیں۔

خلافت کمیٹی کے قیام سے کچھ عرصہ تک ان کے طرز عمل سے مسلمانوں کو کسی قدر نقصان پہنچا خصوصاً تحریک ہجرت سے مسلمان برباد ہوئے۔ مگر مولانا مرحوم کی نیت نیک تھی اگرچہ عمل میں غلطی تھی۔ لیکن موجودہ حالات تجاز کے پیدا ہوتے ہی ان کو جو اے عزوجل نے جذبہ حق کی جو توفیق عطا فرمائی وہ تلافی و مافات سے صد بار چڑھ کر ثابت ہوئی۔ مرحوم نے نجدی غدار اسلام کے خلاف علم جہاد بلند فرما کر اور اس کی تشکیل کے لئے "انجمن خدام الحرمین" کی بنیاد رکھ کر وہ اسلامی کام کیا جس کے مقابلہ میں اور کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں کو ایک صحیح رستہ پر چلایا، جس کے لئے نہ صرف مسلمانان ہندوستان بلکہ دنیا کے کل مسلمان ان کے ممنون احسان ہیں۔ اور یقین کامل ہے کہ مرحوم نے اس کار ثواب کے عوض میں بارگاہ ایزدی سے اعلیٰ انعامات حاصل کئے ہوں گے۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

مرحوم کی نماز جنازہ کی دو جماعتیں ہوئیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پہلی جماعت میں تو پچاس ہزار اور دوسری میں تخمیناً دس ہزار نمازی تھے۔ ہر فرقہ اور ہر مذہب کے لوگ آپ کے ماتم میں شریک تھے جو آپ کی ہر دلعزیزی کا بین ثبوت ہے۔ آپ کی وفات سے مسلمانوں کا ایک ناقابل تلافی نقصان ہوا۔

مرحوم کی کرامت ہے کہ اخبار "زمیندار" جو ان کو گالیاں دیتا اپنے لئے باعث فخر و ناز خیال کرتا تھا وہ بھی آپ کی وفات پر متاثر ہوا۔ اور یہ مصرعہ صادق آیا۔

یاد آئے کی انہیں میری وفا میرے بعد

امرتسر میں "انجمن خدام الحرمین" و "انجمن نصرۃ الحق حنفیہ" نے مرحوم کی وفات پر اظہار افسوس اور دوستان دامن مقدس سے اظہار ہمدردی میں جلسے کئے۔ جن کے دن "مدرسہ انجمن نصرۃ الحق حنفیہ" میں تعطیل رہی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کو اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مراتب عطا فرمائے اور تمام متعلقین اور اراکین خاندان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین یا رب العالمین)

اسی پرچہ کے صفحہ ۱۱ پر خانوادہ بریلی کے فرد فرید حضرت مولانا حافظ الفقہ مفتی علی خان رضوی (م ۱۹۰۰ء۔ ۱۹۸۸ء) نے "آہ صد آہ" کے زیر عنوان اعظم فرقہ کے عظیم

گیا" کے زیر عنوان یوں فرائض تحسین ادا کیا:

"خبر وفات حسرت آیات ہے آیا ہے حضرت مولانا قیام الدین عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دنیا چل بسی ہے۔ آج دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ویران ہو گیا ہے ہر فرد کا قلب مجروح اور ہر قلب مجروح میں ایک بے چینی کی روح ہے اور کیوں نہ ہو کہ اسلام کے رکن اعظم کا دنیا سے اٹھ جانا معمولی بات نہیں ایسا جادہ کیا ہے کہ کہیں سے اٹھ جانے کے قلوب پر جس قدر بھی غم و الم کی گھٹائیں گریں وہ کم ہیں۔ اس جادہ کے اظہار تاسف میں ہماری زبان و قلم قاصر ہے۔ آج بتاریخ ۲۸ ربیع حضرت مولانا مرحوم کی غائبانہ رسم کیا گیا۔ قیام دارالعلوم میں تعطیل کر دی گئی۔ نماز ظہر کے بعد تین بجے تک قرآن خوانی ہوتی رہی جس میں دارالعلوم کے علماء کرام و جملہ طلباء شریک تھے۔ دس بجے حضرت مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں چوبیسے کا ایصال کیا گیا۔ اور شیرینی تقسیم ہوئی۔ ہماری دعا ہے کہ رب عزوجل حضرت مولانا مرحوم کی قبر پر فائض فرما کر اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جملہ اعزہ اور آپ کے متعلقین کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ (الفقیر علی خان، ندوی نائب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

ماہنامہ "پیشوا" دہلی جلد ۱۰ شمارہ ۲ بابت فروری ۱۹۶۶ء نے صفحہ ۳۰ پر آپ کی رحلت پر یوں اظہار رنج و غم کیا:

"گزشتہ مہینہ کا سب سے زیادہ المناک اور دردناک حادثہ نام الحق حضرت مولانا عبدالباری صاحب کی وفات ہے۔ جامعیت علماء میں علماء علم و فضل، زہد و تقویٰ کے مجسمہ اسلامی، شرافت انسانی کے اگر کسی شخص پر نظر پڑتی تھی، تو وہ حضرت مولانا محترم ہی ذات تھی۔ مسلمانان ہند و ستان کی اس سے زیادہ اور کیا بدقسمتی ہو گی کہ ان میں سے ایسی محترم ہستیاں اٹھتی جاتی ہیں اور کوئی فضیلت نام نہاد مسلمانوں کی رہی ور از ہے۔ بہر حال ایسی عالم ان فرنگی محل ہے اس حیثیت کر فی میں عموماً اور مولانا قیام الدین عبدالباری صاحب خصوصاً دلی ہو رہی ہے، خدا تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے کے دعاء ہیں کو دل سے کہتے ہیں۔ آمین"

مولانا آزاد سبحانی (۱۸۸۲ء - ۱۹۶۵ء) نے ۲۰ ربیع الثانی کے عالم میں آپ کی رحلت کو

یوں خراج عقیدت پیش کیا:۔

تری وداع پہ ہے خلق اشکبار بہت — کہ تھی تو خادم خلق اور وفا شعار بہت
تو ذی کمال تھی اور تیرے عزم اعلیٰ تھے — ترے عمل سے تھے آباد کاروبار بہت
تو فتح و خوبی و انجام پر بھی قابض تھی — زمانہ یعنی رہا تجھ سے سازگار بہت
تو بے قرار تھی اور بے قرار رکھتی تھی — تری روش میں تھا انداز روزگار بہت
شہود میں ترے تھوڑے ہی عزم ابھرے ہیں — دبے ہوئے ہیں یہ حسرت سے مزار بہت
تھی معرفت تری دشوار مثل رمز عمیق — زمانہ تھی تری تعمیر کہنہ دار بہت
کریں گے قدر تری آگے چل کے اہل زماں — ترے ارادوں کے جب ہوں گے رازدار بہت
مٹی نہیں ہے تو دنیا سے بھی کسی صورت — کہ تو نے چھوڑی ہیں اشکال یادگار بہت
رہے گا زندہ انیس، ہے یہ عزم سبحانی — وہ اپنے روش پہ رکھتا ہے گرچہ بار بہت

مولانا محمد روح اللہ ادیب فرنگی محلی لکھنوی نے مندرجہ ذیل تاریخ وفات کہی۔

عبد باری مرشد و مولائے من — روح پاکش شد مجنات النعیم
طالب حق بود واصل شد حق — گفت ہاتف "ذالک الفوز العظیم"

۱۹۲۶ء

دیگر

قیام الملۃ والدین امام الوقت مولانا — محمد عبد باری ناگہاں رُو تافت زیں عالم
دل محزوں من چوں تاریخ ترحیلش — نگین خاتم دین محمدؐ بود "من گفتم"

۱۳۴۴ھ

حضرت صابر براری ثم کراچوی نے یوں تاریخ وفات کہی۔

"وسیع الاخلاق مولانا عبد الباری فرنگی محلی لکھنوی"

۱۹۲۶ء

عالم دیں وہ بھی رخصت ہو گئے — تھے فرنگی محل میں جو ضوفشاں
کیا بیاں ہو اُن کے علم و فضل کا — سارے عالم میں تھے ان کے قدرداں
ان کی تربت نور سے معمور ہو — ہو عطا یارب انہیں قصر جناں

کبدہ سالہ ان کی تاریخ وفات
"عبد باری نعمت حق خوش بیاں"

۱۹۲۶ء

مولانا عبدالباری نے ایک سو سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ طوالت کے خوف سے تفصیل نہیں دی جارہی۔ خواہش مند حضرت "تذکرہ علمائے فرنگی محل" ملاحظہ فرمالیں۔

ماخذ

(۱) "تذکرہ علمائے فرنگی محل" از مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۳۰ء ص ۱۰۶ تا ۱۱۷۔

(۲) "تذکرہ علمائے اہلسنت" از شاہ محمود احمد قادری مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ ص ۳۷۱۔

(۳) "حیات شبلی" از سید سلیمان ندوی مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۴۳ء ص ۶۰۱، ۶۰۲۔

(۴) "دید و شنید" از سید رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۴۸ء ص ۵۸، ۶۰۔

(۵) "اعمالنامہ" از سر رضا علی مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء ص ۱۲۵، ۲۷۸، ۲۸۰ تا ۲۸۲، ۲۸۷، ۲۹۱۔

(۶) "داستان پاکستان" از چوہدری نذیر احمد خاں مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۳۱۔

(۷) "مسلمانوں کا روشن مستقبل" از سید طفیل احمد منگلوری مطبوعہ بدایوں ۱۹۴۰ء ص ۳۷۳، ۳۸۹۔

(۸) "عظیم قائد عظیم تحریک جلد اول" از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص ۱۲۰۔

(۹) "کاروان گم گشتہ" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء ص ۴۱۲ تا ۴۱۴، ۴۲۷۔

(۱۰) مجلہ "علم و آگہی" گورنمنٹ میٹھل کالج کراچی، "مولانا محمد علی نمبر" ۷۹۔ ۱۹۷۸ء ص ۲۸۔

(۱۱) ماہنامہ "جامعہ" دہلی، "مولانا محمد علی نمبر" حصہ دوم جنوری فروری ۱۹۸۰ء ص ۱۱۱، ۱۲۶۔

(۱۲) "مجلہ علم و آگہی" گورنمنٹ میٹھل کالج کراچی، "تحریکات ملی نمبر" ۸۳۔ ۱۹۸۲ء ص ۵۵ تا ۱۰۶۔

(۱۳) "مسلمانوں کا ایثار اور آزادی کی جنگ" از عبدالوحید خاں مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۳۸ء ص ۹۲ تا ۹۳، ۴۱۶۔

(۱۴) "روح روشن مستقبل" از سید طفیل احمد منگلوری مطبوعہ بدایوں ۱۹۴۶ء ص ۷۵، ۸۵۔

(۱۵) "نقش ہوئے مسلماں" از عبدالرشید ارشد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۴۲۸۔

(۱۶) "حیات امیر شریعت" از چابلا مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۴۲۔

(۱۷) "مشاہیر اہل پاکستان" از چوہدری ظفیر الزمان مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء ص ۳۲۷ تا ۳۲۸، ۳۵۴، ۴۵۷۔

(۱۸) "کاروان شوق" از حکیم آفتاب احمد قرشی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۲۲۱ تا ۲۲۲۔

(۱۹) "جمعیت علماء ہند" از پروین روزینہ مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۸۰ء ص ۳۱ تا ۳۶۔

(۲۰) "تحریک خلافت" از قاضی محمد عدیل عباسی مطبوعہ دہلی ۱۹۷۸ء ص ۱۶۸۔

(۲۱) "مشاہیر جنگ آزادی" از مفتی انتظام اللہ شہابی مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء ص ۷۷ تا ۲۷۔

(۲۲) "پاکستان ناگزیر تھا" از سید حسن ریاض مطبوعہ کراچی طبع سوم ۱۹۸۲ء ص ۸۶۔

(۲۳) "تاریخ ہند و پاک" از مولانا قاری احمد مطبوعہ کراچی ۱۹۷۴ء ص ۳۵۱۔

(۲۴) "حیات شیخ الہند" از سید اصغر حسین مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۱۸۱۔

(۲۵) "محمد علی، ذاتی ڈائری کے چند اوراق" حصہ اول از مولانا عبدالماجد دریابادی مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء ص ۳۱۱ تا ۳۲۱۔

(۲۶) "معاصرین" از مولانا عبدالماجد دریابادی مطبوعہ کراچی ۱۹۸۰ء ص ۸۶۔

(۲۷) مجلہ "برگ گل" اردو کالج کراچی، "مولانا محمد علی جوہر نمبر" ۱۴۰۱ھ ص ۳۳۳۔

(۲۸) ہفت روزہ "الجمعیۃ" امرتسر جلد ۹ شمارہ ۴ بابت ۲۸ جنوری ۱۹۲۶ء ص ۱، ۱۱۔

(۲۹) ماہنامہ "سب رس" کراچی جنوری ۱۹۸۱ء ص ۳۶ تا ۴۸۔

(۳۰) ماہنامہ "طیبہ" ملتان بابت نومبر ۱۹۹۶ء ص ص ۳۲ تا ۳۶، ۴۹۔

(۳۱) ماہنامہ "نیائے حرم" لاہور مارچ ۱۹۹۶ء ص ۷۷ تا ۸۶۔

(۳۲) "میرے زمانے کی دلی" از ماہر القادری مطبوعہ کراچی طبع دوم ص ۴ تا ۷۔

(۳۳) ماہنامہ "پیشوا" دہلی فروری ۱۹۲۶ء ص ۳۔

(۳۵) سہ ماہی "المعلم" کراچی بابت اپریل تا جون ۱۹۹۷ء ص ۳۳، ۳۴۔
(۳۶) "دلائے راز" از سید نذیر نیازی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۷۰، ۱۷۱۔
(۳۷) "سفر نامہ ہند" از پروفیسر محمد اعظم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء ص ۲۲۷۔
(۳۸) ماہنامہ "تہذیب الاخلاق" لاہور بابت جنوری ۱۹۹۸ء ص ۱۶ تا ۱۷۔
(۳۹) "قائد اعظم اور ان کے سیاسی رفقاء" از اقبال احمد صدیقی مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء ص ۱۸۸۔
(۴۰) "تحریک آزادی میں اردو کا حصہ" از ڈاکٹر معین الدین عقیل مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۳۵۰، ۸۰۷۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا عبدالماجد بدایونیؒ

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

میں "آل انڈیا مسلم کانفرنس" کا جلسہ ہوا جس میں پانچ ہزار نمائندہ مسلمانوں نے شمولیت کی۔ اس جلسہ میں "سائمن رپورٹ" کی بڑی سخت اور شدید مذمت کی گئی اور دیگر مسلم مفاد قرار دادیں بھی منظور کی گئیں۔ تائید کرنے والوں میں مولانا آزاد سبحانی (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۵۷ء) اور مولانا محمد شفیع دلاوری (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۳۹ء) کے علاوہ مولانا عبدالماجد بدایونی بھی شامل تھے۔

۱۹۲۹ء ہی میں جب جمعیت علماء ہند مکمل طور پر کانگرس کی گود میں جا گری اور مسلم مفادات کو بالکل نظر انداز کر دیا تو علمائے حق جن میں مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) مولانا ظفر احمد کانپوری (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۴ء) مولانا عبدالکافی الہ آبادی (۱۸۵۸ء۔ ۱۹۳۰ء) مولانا شاہ محمد فاخر الہ آبادی (۱۸۔ ۱۹۳۰ء) مولانا قطب الدین عبدالولی فرنگی محلی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۵۴ء) شاہ محمد سلیمان پھلواروی (۱۸۵۹ء۔ ۱۹۳۵ء) میر غلام بھیک نیرنگ الہ آبادی (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء) مولانا مظہر الدین شیر کوٹی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۳۹ء) مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۴۱ء) مولانا سید حبیب ایڈیٹر "سیاست" لاہور (۱۸۹۱ء۔ ۱۹۵۱ء) پیر غلام مجدد سرہندی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء)، مولانا حسرت موہانی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۱ء) مولانا محمد شفیع دلاوری (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۳۹ء)، مولانا عبدالرزاق دانا پوری (۱۸۵۶ء۔ ۱۹۴۸ء) مولانا نذیر احمد خجندی میرٹھی (۱۸۔ ۱۹۳۶ء) مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۵۴ء) وغیرہم کے ساتھ مولانا عبدالماجد بدایونی نے بھی جمعیت علماء ہند کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا۔ اور جمعیت علماء کانپور کی تشکیل کی جس کے صدر رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر اور سیکرٹری مولانا مظہر الدین شیر کوٹی منتخب ہوئے۔

۲۹۔۳۰ دسمبر ۱۹۳۰ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس الہ آباد جس کی صدارت حکیم الامت علامہ اقبالؒ (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) نے فرمائی، میں سید حسین امام (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۸۵ء) سید حبیب ایڈیٹر "سیاست" لاہور (۱۸۹۱ء۔ ۱۹۵۱ء) حاجی عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء) نواب محمد اسمٰعیل خاں میرٹھی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) شیخ عبدالمجید سندھی (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۸ء) کے ساتھ مولانا عبدالماجد بدایونی بھی شریک تھے۔

گوناگوں مصروفیات کے باوجود آپ نے مندرجہ ذیل کتابیں بھی لکھیں :۔ خلاصۃ العقائد، خلاصۃ المنطق، خطبات عربیہ (جمعہ و عیدین)، خلافت الہیہ، خلافت نبویہ، فلاح دارین، عورت و قرآن، الانکمار، المکتوب، دربار علم، فضل الخطاب در رسم خلافت، جذبات الصداقت، اعلان حق، سمرنا کی خونی داستان، رپورٹ مالابار، التمہید، القول السدید، خلاصۃ الفلسفہ، جواز عرس۔

شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ درجنہ شعر کہتے تھے۔ نعت، منقبت اور غزل کے میدان کے شہسوار تھے مگر زیادہ تر وقت مذہبی، ملی اور سیاسی خدمات ہی میں صرف ہوا۔

دسمبر ۱۹۳۱ء میں "مسلم کانفرنس" کے جلسہ میں شرکت کے لئے لکھنؤ گئے تو اچانک طبیعت خراب ہو گئی۔ دست و قے کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ ۱۴ر دسمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۳ر شعبان ۱۳۵۰ھ بروز پیر تین بجے صبح "یا غفور"، "یا اللہ" کے ذکر جہر کے ساتھ تیسری ضرب "اللہ" لگاتے ہی واصل حق ہو گئے۔ جسد انور بذریعہ موٹر کار لکھنؤ سے بدایوں لایا گیا اور ۱۵ر دسمبر ۱۹۳۱ء بروز منگل کو گیارہ بجے دن آستانہ قادریہ میں تدفین عمل میں آئی۔ نماز جنازہ شاہ عبدالقدیر بدایونی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۶۰ء) نے پڑھائی۔ مولانا قطب الدین عبدالولی فرنگی محلی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۵۴ء) نواب محمد اسمٰعیل خاں میرٹھی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) مولانا حسرت موہانی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۱ء) و دیگر مشاہیر نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

آپ کی وفات حسرت آیات پر برصغیر کے تمام قومی اخبارات، ہفتہ روزوں اور ماہناموں نے اپنے اپنے اداریوں میں زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ اختصار کے طور پر صرف سید سلیمان ندوی (۱۸۸۴ء۔ ۱۹۵۳ء) کے ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ بابت جنوری ۱۹۳۲ء کا اداریہ نقل کیا جا رہا ہے جو خاصے کی چیز ہے :۔

"افسوس ہے کہ اس سال کا خاتمہ بھی ماتم پر ہوتا ہے، خطیب الامت مولانا عبدالماجد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کا ناگہانی سانحہ ء ارتحال ہمارے لئے ذاتی اور قومی دونوں حیثیتوں سے وہ غم ہے جو بھلائے نہیں بھولا جاتا۔

۱۴ر دسمبر ۱۹۳۱ء کی نصف شب کو یہ واقعہ لکھنؤ صدر میں پیش آیا تو میں وہاں اس صبح کو موجود تھا، ۸ بجے صبح کو خبر ہوئی جب ۹ بجے کے بعد وہاں پہنچا تو مرحوم کی آزاد روح خدا

کے بیان اور عمر و اولاد کے حالوں کو مفصل و مکمل کیا تھا۔

مولانا عبدالباسط بدایونی کون تھے؟ لکھنے والے ان کے مجاہدانہ اوصاف حمیدہ پر روشنی ڈالیں گے اور بیان کرنے والے کمالات بیان کریں گے، لیکن اس سارے دفتر کو صرف ایک لفظ میں اگر ادا کرنا چاہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ عاشق جو سر تا پا محبت تھی، خدا سے محبت، رسول ﷺ سے محبت، آل رسول ﷺ سے محبت، اولاد سے محبت، دوستوں سے محبت، کاموں سے محبت، عزیزوں سے محبت۔

معترف علما کے حلقہ میں ان کی ذات ہر حیثیت سے قابل فخر تھی، ان تمام لوگوں پر جنھوں نے طرابلس کے زمانہ سے اسلامی جہاد میں شرکت کی، ان کی زندگی میں مختلف ادوار گذرے، کبھی یکجا آرام و سکون، کبھی یکجا تنگی و محنت، کبھی عزلت گزینی اور کبھی آزادی، کبھی توقف، کبھی تجارت، اس طرح ان کی زندگی کے ایام و لیالی گزرتے رہے، مگر جماعت علماء میں یہی ایک ہستی تھی جس کی زندگی کے ایک لمحہ کو بھی اس وقت سے جبین نصیب نہ ہوا، ہر وقت ہر نفس ان کو کام کی ایک دھن لگی ہوئی تھی، جس کے پیچھے ان کے آرام جین خانگی سکون، اہل و عیال اور جان و مال ہر چیز قربان تھی، یہ بھی یہاں گزرا ہے کہ ان کے گھر میں کفن و دفن کا سامان ہو رہا ہے، اور وہ مرد قوم کی مسیحائی کے لئے کانپور و لکھنؤ کی تگ و دو میں مصروف ہیں، خدام کعبہ، طرابلس، بلقان، کانپور، خلافت، کانگریس، تبلیغ، تنظیم، مسلم کانفرنس، یہ تمام وہ مجالس ہیں جو ان کی خدمات سے گراں بار ہیں، ان مشغولیوں میں اپنے مدرسہ شمس العلوم کو جس کی خود انھوں نے بنیاد ڈالی تھی، یا تمام چھوڑا، اس کے لئے کتب خانہ کی عمارت بنوائی، کتابیں جمع کیں، وہ بھی نامکمل رہا، یہاں تک کہ ان کی زندگی کی حلقہ لیں، دفعۃً پوری ہو گئیں۔

مرحوم کی قوت خطابت غیر معمولی تھی، ان کی تقریر جذبات اسلامی کی ترجمان ہوتی تھی، ان کی شاعری و سخنوری کو مختلف تھی، مگر شاندار تھی، ان کی عالمانہ شان اور معقول و منقول سے پر انی دل آویزی اس عالم میں بھی نمایاں تھی، ان کا دراز قد، بڑی و داڑھی، سیاہ عمامہ، بڑا کرتہ، اس پر جبہ، گلے میں رومال یا چادر، مست چال، مجموعہ مجموعہ کر مشتاق سے چلنا، اب تک نگاہوں کے سامنے ان کی تصویر بنا کر کھڑی کر دیتا ہے۔

مرحوم نے عراق کا سفر اپنے بزرگوں کے ساتھ کیا تھا، اور حجاز و مصر کا سفر میرے

سال تھا ۱۹۲۰ء میں کیا، بیٹے کو گود لے لیا، مگر ان بچوں سے زیادہ ان کے دل میں محبت نہیں۔

وہ بچے بھی تھے، مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اپنے والد کے بہت ہی قریب تھے۔ ان کے محبوب و حبیب تھے۔ ان کا حال جاننے والا کوئی تھا تو وہ اسی سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ ان کی انسی محبت کا آئینہ خانہ تھی، جو آئینہ دل میں وہی ہر طرف چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔

سال کا آغاز تھا کہ میں نے اپنے رفیق یورپ (مولانا محمد علی مرحوم) کا ذکر کیا تھا۔ آج سال کا اختتام ہے کہ اپنے رفیق حجاز و مصر کا ذکر کرتا ہوں۔ وہ رفیق جو اب تمہارے ہیں تمہارے رفیق ما بعد اللہ اور مددگار حزن ہیں، اور سب سے بڑھ کر وہ رفیق اعلیٰ ہے جس کی رفاقت سب رفاقتوں سے بڑھ کر ہے۔ (عربی کے یہ چند شعر ہے اختیار نظم ہو گئے)۔

رحمۃ اللہ علیک	حی الخلاف الکرام
ثم قرر العین فی قبر	لک الی یوم القیام
کنت فی الدنیا سلاما	صرت فی دار السلام
اسکت الموت خطیب	القوم حسان الکلام

بزرگوں کے بھرین خلف تم پر اللہ کی رحمت ہو،
قیامت تک اپنی قبر میں عیش نیند سوتے رہو،
تم دنیا میں باعث سلامتی تھے اب تم دار السلام میں پہنچ گئے،
افسوس اموت نے قوم کے خطیب اور حسان زمانہ کو خاموش کر دیا۔
یہ چند شعر ہیں۔ (آپ کی رحلت پر تعلقات تاریخ وفات کے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

مولانا شاہ ضیاء القادری بدایونی ثم کراچوی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۷۴ء) نے قطعہ کہا۔

صاحب علم و صاحب تصنیف ماہر حق نگار اہل قلم
اے ضیا ایسے با کمال کا سال کہئے "ماہر مصنف اعظم"
۱۳۵۰ھ

دیکھ

۱۹۳۱ء

۱۳۵۰ھ

۱۳۵۰ھ

۱۹۳۱ء

حاشیہ

(۳) "یادِ رفتگاں" از سید سلیمان ندوی، مطبوعہ کراچی ۱۹۵۶ء، ص ۱۹۲، ۱۹۳۔
(۴) "تاریخ پاکستان" از سید صبیح الدین، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء، ص ۵۳۔
(۵) "شاہراہِ پاکستان" از چودھری خلیق الزمان، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء، ص ۳۳۶۔
(۶) "سرگزشتِ حجاج" از سید مقبول حسین (اردو ترجمہ "حج اکبر") مطبوعہ کراچی ۱۹۹۵ء، ص ۲۳۔
(۷) "تذکرہ اولیائے صابرین" از مولوی علی الدین بدایونی، مطبوعہ بدایوں (انڈیا) ۱۹۳۵ء، ص ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۶۰۔
(۸) "تذکرہ علمیہ" از مولانا شاہ نیاز احمد بریلوی، مطبوعہ بدایوں ۱۳۵۱ھ، حصہ صفحات۔
(۹) "اقبال اور ملائے پاک و ہند" از اجمل اجمل قدوسی، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء، ص ۲۳۳، ۲۳۴۔
(۱۰) "تحریک آزادی میں اردو کا حصہ" از ڈاکٹر محی الدین عقیل، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۳۵۴، ۳۶۵۔
(۱۱) "تحریک پاکستان" (نوائے وقت کے اداریوں کی روشنی میں) (۱۹۴۴ء تا ۱۹۴۰ء) از فرزانہ شیخ، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء، ص ۳۰۵۔
(۱۲) "علم و آگہی" از محمد عثمان فضلی، کراچی، خصوصی شمارہ ۱۹۷۴ء، ص ۹۵۔
(۱۳) "نوائے وقت" لاہور، ۱۳ مارچ ۱۹۷۶ء۔
(۱۴) "کتاب زندگی" از الحاج محمد یونس، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء، ص ۲۰۳۔
(۱۵) "تحریک آزادی میں اردو کا حصہ" از ڈاکٹر محی الدین عقیل، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۳۵۴، ۳۶۵، ۳۶۸۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا محمد علی جوہرؒ

رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہرؒ بن عبدالعلی (۱۸۴۸ء۔ ۱۸۸۰ء) بن علی بخش (۱۸۱۳ء۔ ۱۸۶۷ء) بن محبوب بخش (۱۷۷۰ء۔ ۱۸۲۸ء) بن لبان اللہ (ف ۸۶۔ ۱۷۸۵ء) بن طفیل محمد بن فیض محمد بن مدار بخش بن محمد اعظم اللہ بن حیات اللہ کی ولادت ۱۵ ذوالحجہ ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۸۷۸ء بروز منگل رامپور (یوپی، بھارت) کے ایک معزز گھرانے میں ہوئی۔ ابھی آپ کی عمر دو سال سے بھی کم تھی کہ والد گرامی کی رحلت ہو گئی۔ والدہ ماجدہ آبادی بیگم المعروف بی اماں (۱۸۵۲ء۔ ۱۹۲۴ء) کی عمر اس وقت صرف ۲۷ برس کی تھی مگر انہوں نے اپنی باقی عمر اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت میں گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔

مولانا محمد علی نے ابتدائی تعلیم رامپور اور بریلی میں حاصل کی۔ اس کے بعد انہیں علی گڑھ بھیج دیا گیا۔ علی گڑھ کالج میں آپ "باغی طالب علم" شمار ہوتے تھے۔ انگریز سٹاف پر تنقید کرتے اور لڑکوں کو ان کے خلاف منظم کرتے۔ ۱۸۹۸ء میں انہوں نے بی اے کا امتحان اول نمبر میں پاس کیا۔ آپ کی اس غیر معمولی کامیابی نے آپ کے عزیزوں کو چونکا دیا۔ کالج کے پرنسپل نے آپ سے نجات پا کر خوشی محسوس کی۔ بڑے بھائی مولانا شوکت علی

(۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۸ء) نے معاشی حالات نامساعد ہونے کے باوجود آپ کو اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان بھیجا۔ ۱۹۰۲ء میں آکسفورڈ سے تاریخ میں آنرز کی ڈگری حاصل کی۔ سول سروس کا امتحان دیا لیکن ناکام رہے۔

انگلستان سے واپسی پر پہلے رام پور اور بڑودہ میں ملازم رہے لیکن آپ ملازمت کیلئے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ جلد ہی ان کے اندر مزاج نے انہیں صحافت کی طرف مائل کیا۔ آپ نے "پائنیر آف انڈیا" میں "آج کا علی گڑھ" کے زیر عنوان مضامین کا ایک سلسلہ شروع کیا جو علی گڑھ کے طلباء میں بہت مقبول ہوا۔ اور ۱۹۰۷ء میں علی گڑھ میں انگریزی سٹاف کے خلاف ہڑتال ہو گئی، جو بالآخر اس کی علیحدگی پر منتج ہوئی۔ انگریزی استعمار کے خلاف یہ آپ کی پہلی بھرپور ضرب تھی۔

دسمبر ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کی تشکیل کے وقت آپ موجود تھے۔ نواب وقار الملک (۱۸۳۹ء۔ ۱۹۱۷ء) کے کہنے پر آپ نے اس اولین اجلاس کی کارروائی بھی مرتب کی تھی، جو بعد میں "آل انڈیا مسلم لیگ" کے تعارف کے طور پر ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع ہوئی۔ آپ لیگی اور کانگرسی دونوں حلقوں میں مقبول تھے۔ مئی ۱۹۱۵ء میں "جنگ عظیم" چھڑ جانے کی وجہ سے آپ کو نظر بند کر دیا گیا۔ ۱۹۱۷ء میں جب آپ قید و بند میں تھے، آپ کو آل انڈیا مسلم لیگ کا صدر منتخب کیا گیا اور اس کے سالانہ اجلاس میں کرسی صدارت پر آپ کی تصویر رکھ دی گئی۔ اس قومی اعزاز نے آپ کو ملک کا سب سے ہر دلعزیز رہنما بنا دیا مگر آپ کی نگاہ میں ان دنیوی اعزازات کی کوئی اہمیت نہ تھی کیوں کہ آپ کی محبت، آپ کی عداوت، آپ کا جینا، سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے تھا۔ اپنے ذاتی مفاد یا جاہ و وقار کے لئے نہ تھا۔ اس لئے اس قومی اعزاز پر آپ نے فرمایا کہ

"میں اس عزت افزائی کے لئے ملت کا شکر گزار ہوں مگر میری نظر میں اس کی اتنی زیادہ وقعت نہیں۔"

خود فرماتے ہیں۔

یہ صدر نشینی ہو مبارک تمہیں جوہر
لیکن صلۂ روز جزا اور ہی کچھ ہے

۱۴ جنوری ۱۹۱۰ء کو کلکتہ سے "کامریڈ" اخبار جاری کیا۔ ۱۹۱۳ء میں اس کے

ساتھ "ہمدرد" کے نام سے ایک اردو روزنامہ بھی لے آئے۔ یہ دور عالمی سیاسی بحران کا دور تھا۔ برصغیر کے اندر اور باہر مسلمانوں پر خاص ابتلاء کا دور تھا۔ عالم اسلام میں انگریزوں کے استعماری عزائم تباہی مچا رہے تھے۔ ترکی کے حصے بخرے کرنے کیلئے اٹلی اور یونان کو ابھارا جا رہا تھا۔ ملک کے اندر تقسیم بنگال کی تنسیخ کی تحریک، مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کا عناد، انگریز حکومت کا کانپور کی مسجد کے ایک حصے کو شہید کرنا، علی گڑھ یونیورسٹی کے قیام کا مسئلہ، غرضیکہ اتنے مسائل تھے کہ برصغیر کی سیاست ایک اہم موڑ مڑتی نظر آ رہی تھی۔ اس اہم دور میں، کامریڈ" اور "ہمدرد" کے مضامین، تنقیدی نوٹ اور حقائق کے انکشافات نے برصغیر کے لوگوں کو بیدار کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ "کامریڈ" کی زبان اتنی پیاری تھی کہ انگریز اس کو پڑھ کر چٹخارہ لیتے تھے۔

آپ صحافت کے ساتھ ساتھ قومی مسائل میں بھی قوم کی قیادت کرتے تھے۔ تقسیم بنگال کی تنسیخ پر ان کا ردعمل بہت شدید تھا۔ ۱۹۱۲ء کے اجلاس مسلم لیگ میں اس کا انہوں نے بھرپور اظہار کیا۔ مسجد کانپور کے مسئلہ پر ایک وفد لے کر انگلستان گئے اور مذہبی امور میں حکومت کی مداخلت کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ وہیں محمد علی جناح کو مسلم لیگ کا رکن بنایا۔ واپس لوٹے تو جنگ چھڑ گئی۔ انگریزوں نے ترکی کے حامی مسلمانوں کو لیڈر شپ سے محروم کرنے کے لئے علی برادران کو جیل بھیج دیا اور پونے پانچ سال جیل میں رہے۔

دسمبر ۱۹۱۹ء میں رہائی کے بعد کانگرس اور مسلم لیگ کے اجلاسوں میں شرکت کے لئے سیدھے امرتسر پہنچے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب جلیانوالہ باغ کا روح فرسا اور المناک واقعہ رونما ہو چکا تھا اور ہندوستان کی فضا آزادی کے نعروں سے معمور تھی۔ امرتسر کے ریلوے اسٹیشن پر آزادی کے ہزاروں پرستاروں نے ان کا فقید المثال استقبال کیا۔ کانگرس کے اجلاس میں پنڈت موتی لعل نہرو (۱۸۶۱ء۔ ۱۹۳۱ء) نے علی برادران کو خراج تحسین پیش کیا۔ وہاں سے مسلم لیگ کے اجلاس میں تشریف لے گئے، جہاں حکیم الامت علامہ اقبالؒ (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) اور نواب شاہنواز ممدوٹ (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۴۲ء) نے انہیں خوش آمدید کہا اور اس اجتماع میں حکیم الامتؒ نے یوں منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند
قطرۂ نیساں ہے زندانِ صدف سے ارجمند

مشک از فرِ چیز کیا ہے اک لہو کی بوند ہے
مشک بن جاتی ہے ہو کر نافۂ آہو میں بند

ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرت مگر
کم ہیں وہ طاہر کہ ہیں دام و قفس سے بہرہ مند

شہپرِ زاغ و زغن در بندِ قید و صید نیست
ایں سعادت قسمتِ شہباز و شاہیں کردہ اند

تحریک خلافت کا دور آیا تو علی برادران رہا ہو چکے تھے۔ اب خلافت کو آپ جیسے مدبر قائد کی حمایت حاصل ہو گئی۔ آپ خلافت کا وفد لے کر انگلستان گئے مگر ناکامی ہوئی۔ قوم کو تحریک کیلئے تیار کیا گیا اور کئی سال تک تحریک نے برصغیر کے نظم و ضبط کو درہم برہم کئے رکھا اور انگریزوں کے اقتدار کی جڑیں کھوکھلی کر دیں۔ ۱۱ر جولائی ۱۹۲۱ء کو آپ نے "کراچی خلافت کانفرنس" کی صدارت کی۔ آپ کے خطبۂ صدارت کو باغیانہ قرار دے کر آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور آپ پر یہ جرم عائد کیا گیا کہ آپ نے مسلم سپاہیوں میں سرکار انگریزی کے خلاف بددلی اور ناراضی پھیلائی ہے۔

اس ریزولیشن کی تائید میں تقریر کرنے والے پیر غلام مجدد سرہندی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۸ء) مولانا نثار احمد کانپوری (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۴ء) ڈاکٹر سیف الدین کچلو (۱۸۸۴ء۔ ۱۹۶۳ء) وغیرہم بھی گرفتار کر لئے گئے۔ خالق دینا ہال کراچی میں کیس چلا۔ ۲۶ر نومبر ۱۹۲۱ء کو آپ نے ایک طویل بیان دیا اور عدالت کو للکارتے ہوئے کہا:

"ایک ہندوستانی، ایک انسان اور ایک مسلمان کی حیثیت میں برطانوی حکومت کا ساتھ دینا اور اس کی غلامی پر رضامند ہونا ضمیر کی موت اور ایمان کی جان کنی ہے۔"

اس مقدمہ میں آپ کو دو سال قید ہوئی۔ دوران جیل اپنی صاحبزادی آمنہ کی شدید علالت کی اطلاع ملی تو آپ نے اسے خط لکھا، جس سے آپ کی ایمانی کیفیت کا اندازہ کرنا کچھ دشوار نہیں۔

تیری صحت ہمیں مطلوب ہے لیکن اس کو
نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

چنانچہ دہلی نے عجیب کشمکش میں جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔
آپ کو انگریزوں سے حد درجہ نفرت تھی۔ آپ نے ارادہ کیا ہوا تھا کہ انگریزوں کو ملک سے نکال کر دم لیں گے۔ ایک دفعہ دہلی کے محلہ مدن پورہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"نگلینڈ سلون" ترکوں کو یورپ سے باریہ لمٹر سمیت نکال دینے کا حامی تھا لیکن ہم انہیں نکالتے وقت ان سے باریہ لمٹر یہاں رکھوالیں گے کہ یہ ہمارا مال ہے۔"

اسی طرح ایک دفعہ پھر فرمایا:۔

ہم بھی کوئی مسلمان ہیں جو حکومت سے ڈر رہے ہیں، اس سے ڈر رہے ہیں، اس سے ڈر رہے ہیں۔ مسلمان کے لئے مخلوق بھی کوئی چیز ڈرنے اور خوف کھانے کی ہے۔ مسلمان کو تو صرف ایک اور اکیلے خالق ذوالجلال سے ڈرنا چاہیے نہ کہ اس کی مخلوق سے اور مخلوق بھی کون؟ اس کی باغی، اس کی نافرمان، اس کی اطاعت سے خارج۔"

پہلی نظر بندی کے اختتام پر رہا کرتے وقت انگریز گورنمنٹ نے آپ کو اس امر کے ایک عہد نامہ پر دستخط کرنے کو کہا کہ آپ آئندہ غیر آئینی اور متشددانہ طریقوں سے اجتناب کریں گے تو آپ نے اس عہد نامہ میں ان الفاظ کا بھی اضافہ کر دیا کہ

"سب سے پہلے مجھ پر اللہ کی اطاعت فرض ہے اور بادشاہ وقت سے میری وفاداری اس شرط سے مشروط ہو گی کہ اگر دنیاوی قوانین خدائی احکام سے ٹکرائیں گے تو اس صورت میں، میں صرف احکام الٰہی کی اطاعت کروں گا۔"

حکومت نے یہ عہد نامہ نہ صرف مسترد کر دیا بلکہ دونوں بھائیوں کو حکومت کے احکام پر خدائی احکام کو ترجیح دینے کی پاداش میں، وسال کے لئے پھر جیل میں بھیج دیا۔
آپ کو دارالعلوم فرنگی محل، لکھنؤ سے سند فراغت ملی ہوئی تھی اور قیام الدین و طلبت حضرت مولانا محمد عبدالباری فرنگی محلی (۱۸۷۸ء۔۱۹۲۶ء) کے دست حق پر بیعت تھے۔ پیر و مرشد کے دل و جان سے شیدائی تھے۔ عشق رسول ﷺ آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔

اتباعِ رسول ﷺ میں ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔ آپ نے "خلافت کمیٹی" کی ممبری کی شرط ہی نمازِ باجماعت تجویز کی تھی کہ آئندہ اس کے وہی مسلمان ممبر بن سکیں گے جو نمازِ باجماعت کے پابند ہوں گے۔ ہر وقت درودِ پاک آپ کی زبانِ مبارک پر جاری رہتا۔ ذیل کے اشعار آپ نے غزل میں کہے۔ خیال رہے کہ یہ اشعار حضور سید عالم ﷺ کی ذات گرامی سے متعلق ہیں۔

تنہائی کے سب دن ہیں، تنہائی کی سب راتیں — اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں
بے سایہ سہی شاخ وہ بالا تو ملیں گی — بھیجی ہیں ہم نے بھی دروازوں کی سوغاتیں

آپ کا زیادہ تر کلام دورِ زندان کی یادگار ہے جہاں رات کے طویل حصے درود شریف کے ورد میں گزر جاتے تھے اور آسی غازی پوری (۱۸۳۴ء۔ ۱۹۱۷ء) کا یہ شعر اکثر ورد زبان رہتا۔

وہاں پہنچ کے یہ کہیو صبا سلام کے بعد
تمہارے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

آپ کی ساری زندگی عشقِ رسول ﷺ کا پرتو تھی۔ جوں ہی آنحضرت ﷺ کا نام نامی اسم گرامی آتا، آپ کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ جب لاہور کے ایک متعصب اور دشمن اسلام راجپال نے رسوائے زمانہ کتاب شائع کی جس میں حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر نہایت رکیک و بیہودہ حملے کیے گئے تھے۔ لاہر ہائی کورٹ نے بھی جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجرم کو صاف بری کر دیا تو آپ نے ایک ایسا قانون پاس کرانے کی تحریک شروع کر دی جس کی رو سے کسی ایسے شخص کو جو انبیائے کرام اور دیگر مذہبی رہنماؤں کی توہین کا مرتکب ہو سزا دی جا سکے۔ چنانچہ آپ کی کوشش کامیاب ہوئی اور آپ کا تیار کردہ مسودہ حاجی عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء) نے مرکزی اسمبلی میں پیش کیا جو غیر معمولی اکثریت سے منظور ہو گیا۔

سارداایکٹ کا دور آیا (جس کی رو سے کم سنی کی شادی ممنوع قرار دے دی گئی) تو آپ نے مسلمانوں کے لئے استثنائی صورتوں میں اس کے قانونی جواز کا مطالبہ کیا۔ حکومت نے کوئی توجہ نہ دی یہاں تک کہ بل، ایکٹ بن گیا۔ آپ ایک وفد لے کر وائسرائے سے ملے اور

ارون (۱۸۸۱ء۔۱۹۵۹ء) کے پاس پہنچے اور اپنا مطالبہ دہرایا۔
وائسرائے نے اپنا جواب دیا:۔

"ہندوستان میں ہر مذہب کو آزادی حاصل ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مفاد عوامی سے نہ ٹکرائے۔ اس صورت میں حکومت کے قانون کو بالا دستی حاصل ہو گی اور اس کا نفاذ بہر حال کیا جائے گا۔"

آپ نے جواب دیا:۔

"میں قانون پر مذہب کی بالادستی کا قائل ہوں، لہٰذا اسے جلسہ اسی صورت میں مسلمانوں پر نافذ نہیں ہونے دوں گا۔"

وائسرائے نے تھوڑے سے تامل کے بعد کہا:۔

"مجھے یقین ہے اس سے آپ کی مراد قانون شکنی نہیں ہے۔"

آپ نے جواب دیا:۔

"میں اس یقین میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہوں، کیونکہ میری مراد قانون شکنی ہی ہے۔"

اور پھر اس کے بعد اشتہارات میں اعلان کر کے آپ نے قانون شکنی کی تحریک حکومت آپ پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کر سکی۔

۱۹۲۳ء میں آپ نے کانگرس کے اجلاس کو کناڈا کی صدارت کی اور اتحاد کا اصول بتلایا کہ

"سوراج کا مطلب ہے، سب کا راج۔"

لیکن اب کانگرس وہ پہلی کانگرس نہیں تھی جو "سب" میں مسلمانوں کو اپنے برابر حقوق دینے پر آمادہ ہو۔ اب کانگرس، ہندو مہاسبھا کے زیر اثر آ چکی تھی۔ شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں چل پڑی تھیں۔ آپ اتحاد چاہتے تھے لیکن مسلمانوں کے مفادات کو قربان کر کے نہیں۔ آپ مسلم لیگ میں بھی شامل تھے اور کانگرس میں بھی اور جمعیت علماء ہند میں بھی۔ خلافت کمیٹی میں کام کرنا لازم تھا۔ جب ضرورت ہوئی "آل انڈیا مسلم کانفرنس" کے زیر اہتمام مسلمانوں کو جمع کر لیتے۔ آپ جب "دومنین" (DOMINION STATES) نہیں "کامل آزادی" طلب کر رہے تھے۔ اس مقصد کیلئے بنائی

سے اتحاد چاہتے تھے۔

آپ نے کانگرس کو اپنے ساتھ رکھنے کی کوشش کی، جناح کے ساتھ مل کر سائمن کمیشن کا بائیکاٹ کیا، اس کے لئے ملک گیر مہم چلائی۔ آل پارٹیز کانفرنس میں شریک ہوئے۔ نہرو رپورٹ آئی تو لندن میں اس کا علاج تھے۔ واپس آئے تو کانگرس میں "علاج" کو بھی چنداں اہمیت نہ دی۔ آل پارٹیز کانفرنس میں جناح کے ساتھ علیحدگی کی تجاویز پیش کیں اور جناح کی تراجیم کی حمایت کی۔ لیکن جب کانگرسی اور مسلم لیگی ایک بھی ماننے کو تیار نہ ہوئے تو اجلاس سے واک آؤٹ کیا اور کانگرس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا۔ ذاتی اختلافات اور مختلف مزاج رکھنے کے باوجود سر میاں محمد شفیع (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۳۲ء) سے مل کر "آل پارٹیز مسلم کانفرنس" طلب کی۔ سر آغا خاں (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۵۷ء) کو اس کی صدارت کیلئے فرانس سے بلایا اور جداگانہ انتخاب کے اصول کو پوری قوت سے دوبارہ پیش کیا۔ آپ نے "ہندوستانی قومیت" کے تصور کو مسترد کر دیا۔ اور گاندھی جی کی تحریک ترک موالات کی مذمت کی۔

گول میز کانفرنس میں آپ کو شرکت کی دعوت دی گئی تو خلافت کمیٹی کے کانگرسی ممبروں نے آپ کے خلاف سیاہ جھنڈیوں سے مظاہرہ کرنے کی سعی نامسعود کی لیکن مولانا شوکت علی (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۳۸ء) جان کو جوکھوں میں ڈالنے میں کامیاب ہو گئے۔ کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے اعلان کیا کہ:۔

"میں ایک لمحے کیلئے بھی تصور نہیں کر سکتا۔ میں پہلے ہندوستانی ہوں اور پھر مسلمان۔ میں یقیناً پہلے مسلمان ہوں اور کچھ بعد میں۔"

دوسری گول میز کانفرنس میں مہاتما گاندھی (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۴۸ء) بھی شریک تھے جو انگریز کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے ساتھ مذاکرات کر رہے تھے کہ جن کے سوراج کا مطلب ہندو راج کے سوا کچھ نہیں تھا۔ ہندو تو آزادی کا مستحق ہو گا۔ تاہم آپ نے یہاں اعلان کیا کہ:

"میں ہندوستان کا غلام نہیں ہوں۔ میں تو آزادی کا طالب ہوں۔ میں مسلمان قرار دیا جا رہا ہوں۔ میں اس وقت تک اپنے ملک واپس نہیں جاؤں گا جب تک آزادی کا پروانہ میرے ہاتھ میں نہ دیا جائے گا۔ اگر تم نے میرے ہندوستان میں آزادی نہ دی تو تمہیں یہاں

لئے اپنی زندگی کے آخری لمحے تک کوشاں رہی اور اس کے آگے کا مقام ہے
جہاں کی آزادی [illegible] رات کے لئے۔ مشرق کے حقوق کے لئے ان
کی آواز تھی۔ مشرق کے لئے جو اس کی تڑپ تھی وہ ہندوستان کے
باشندوں کے لئے اس کی بے خوفی اسے ہندوستان بھر میں مسلمانوں
میں اس کی آواز کو پیدا کرنے کا باعث ہوئی۔ ہندوستانی اس کی تڑپ
کو فراموش نہیں کریں گے۔ اس نے زندگی میں جہاں کے باشندوں کی
بہتری کے لئے کیا کیا نہیں کیا جا سکتا ہے۔"

بانو نے مل کر اپنے تاثرات اس طرح لکھوایا۔

"میں شاید ہر ہندوستانی سے زیادہ اس کا خواہش مند ہوں کہ غیر ملکی
اقتدار ختم ہو جائے۔ جو ایک بدکار ہوں کی قوم نے ہماری قسمتوں پر
حاصل کر لیا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے کوئی بیرونی فرانس کے بعد
کے جواب میں ہر لیکسلسو ہاسے کو لکھا تھا کہ میں ہر گز
نہیں چاہتا ہوں کہ غیر ملکی بدکاروں کی جائے خود اپنے ملک میں
بدکاروں کے ایک ملکی ٹولہ کو اپنی قسمتوں پر حاوی کر دیا جائے۔"

دیا گھر کے دانشوروں، مختلف شخصیتوں اور علماء فضلاء نے آپ کو بھر پور خراج
تحسین پیش کیا۔ حکیم الامت علامہ اقبال نے [illegible] ۱۹۳۷ء کو فرمایا۔

خاک قوم کو دل کی خوش تر کر گئے
سوئے گردوں رفت ہیں اے کر و فر گئے

بر صغیر کے نامور عالم دین مولانا سید ظفر الحسن کیرانوی [illegible] یوں عقیدت کے پھول نچھاور کئے۔

بدل صدیق دیوانہ بدل خواجہ ملت بدل نہ بدل
بدل ہادی بدل عشق بدل بدل زمزم و تسنیم تر بدل
بدل بدل علم بدل نوائی بدل تواب و زہد شاہد بدل
بدل [illegible] بدل [illegible] بدل
بدل [illegible] بدل [illegible] بدل

[illegible]

[illegible] (۱۹۵۶ء-۱۹۵۰ء) نے ان الفاظ میں تاریخ

[illegible]

"[illegible] کی زبان اور [illegible] قلم رکھتے تھے۔"

[illegible] نے قطعات تاریخ وصال کے علاوہ اکثر [illegible] ایک [illegible]

[illegible]

[illegible] مسعود حسن مسعود عظیم پوری قلم آبادی نے یہ قطعہ تاریخ کہا۔

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

کھل گیا سب پہ یہ اس کی رحمت کا پرتو ہے
عرش کے کنگرے پہ اس کے ہوئے ہیں نثار
ہیبت الصدق ہے پہ ہیبت کے ہالے
اس کے ہوتے ہوئے ہیں نثار

خاک قدس کو ہے آفتاب تحیت و نذر
ہے فرشتوں کو اس کے در کی حضوری ناز

ہے طیبہ میں اس کی قبر کے اندر بھی
پھر یہ ہنگامہ محشر میں کہ ہو گا کیا حال
ہے قبر میں بھی قرآن کے پڑھنے کی صدا
کل حشر میں بھی حضرت ہوں گے ساتھ

ہیں دال ہدایت پہ حیات ان کی حکمت کے نکات
"دفن خاک قدس میں ہیں جو ہو شیر نیستاں"

۱۹۳۱ء

ماخذ

(۱) "تاریخ پاکستان" از شیخ محمد اکرم، فیروز سنز لاہور ۱۹۷۳ء ص ۳۲۲، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۸۔
(۲) "مشاہیر جنگ آزادی" از مفتی انتظام اللہ شہابی مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء ص ۲۸۵۔
(۳) "ہمارے محمد علی جوہر" از کلیم اختر مطبوعہ لاہور سن ندارد ص ۶، ۱۰، ۳۸، ۵۳، ۵۴۔
(۴) "مطبوعہ خورشید حرم" از خان شاہد اکبر آبادی مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء ص ۳۶۳۔
(۵) "مولانا محمد علی کی یاد میں" از سید صباح الدین عبدالرحمن مطبوعہ اعظم گڑھ (بھارت) ۱۹۸۸ء متعدد صفحات۔
(۶) "تاریخ جماعت پاکستان" از مولانا قاری احمد مطبوعہ کراچی ۱۹۷۴ء ص ۳۳۲، ۳۴۵، ۳۴۶۔
(۷) "روح روشن مستقبل" از سید عقیل احمد مگلوری مطبوعہ بدایوں (بھارت) ۱۹۳۶ء ص ۷۰، ۹۳۔
(۸) "مسلمانوں کا ایثار اور آزادی کی جنگ" از عبدالوحید خان مطبوعہ لکھنؤ (بھارت) ۱۹۳۸ء ص ۹۰، ۹۲، ۱۳۲، ۱۳۸، ۱۳۹، ۲۰۲، ۲۱۶۔
(۹) "سیدی وابی" (سوانح مولانا داؤد غزنوی) از پروفیسر سید بشیر غزنوی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء ص ۹۵۔

(۱۰)"کاروانِ گم گشتہ" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء ص ۱۶، ۲۱، ۲۰۔
(۱۱)"مسلمانوں کا روشن مستقبل" از سید طفیل احمد منگلوری مطبوعہ بدایوں (بھارت) ۱۹۴۰ء ص ۳۰۹۔
(۱۲)"حصول پاکستان" از پروفیسر احمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۳۲۲۔
(۱۳)"جنگ آزادی کے مسلم مجاہدین" حصہ سوم از عزیز الرحمٰن جامعی لدھیانوی مطبوعہ ۱۹۷۵ء دہلی ۱۶۹، ۱۷۰۔
(۱۴)"عندلیب تواریخ" از سید مسعود حسن لکھم پوری مطبوعہ الہ آباد (بھارت) ۱۹۶۳ء ص ۵۳۔
(۱۵)"مقدمات دیباچات اکابر" از عبدالرشید ارشد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء متعدد صفحات۔
(۱۶)"مولانا محمد علی جوہر" از ثناء الحق صدیقی مطبوعہ کراچی ۱۹۷۵ء متعدد صفحات۔
(۱۷)"خطبات محمد علی" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ کراچی ۱۹۵۰ء متعدد صفحات۔
(۱۸)"حیات جوہر" از سید آزاد محمود مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء متعدد صفحات۔
(۱۹)"مولانا محمد علی کے یورپ کے سفر" از پروفیسر محمد سرور مطبوعہ لاہور ۱۹۴۱ء متعدد صفحات۔
(۲۰)"مقدمہ" کراچی "مطبوعہ مکتبہ دانش گنیت روڈ لاہور سن ندارد متعدد صفحات۔
(۲۱)"علی برادران اور ان کا زمانہ" از سید محمد ہادی مطبوعہ دہلی ۱۹۷۸ء متعدد صفحات۔
(۲۲)"انجمن خدام کعبہ" از ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری مطبوعہ کراچی ۱۹۸۸ء متعدد صفحات۔
(۲۳)مجلہ گورنمنٹ سٹی کالج کراچی ۷۹۔۱۹۷۸ء "جوہر نمبر" متعدد صفحات۔
(۲۴)مجلہ "علم و آگہی" گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی ۷۹۔۱۹۷۸ء جوہر نمبر متعدد صفحات۔
(۲۵)"تحریک خلافت" از قاضی محمد عدیل عباسی مطبوعہ دہلی (بھارت) ۱۹۷۸ء متعدد صفحات۔
(۲۶)"محمد علی" (ذاتی ڈائری کے چند ورق) از مولانا عبدالماجد دریابادی اعظم گڑھ (بھارت) جلد اول ۱۹۵۴ء، جلد دوم ۱۹۵۶ء متعدد صفحات۔

(۲۷) مجلہ "برگ گل"، گورنمنٹ اردو کالج کراچی "جوہر نمبر" ۱۴۰۱ھ متعدد صفحات۔
(۲۸) "علی برادران" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء متعدد صفحات۔
(۲۹) "سیرت محمد علی" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ دہلی (بھارت) ۱۹۳۲ء متعدد صفحات۔
(۳۰) سہ ماہی "العلم کراچی"، جوہر نمبر اکتوبر تا دسمبر ۱۹۷۸ء متعدد صفحات۔
(۳۱) ماہنامہ "الجامعہ" دہلی، "مولانا محمد علی نمبر" جلد اول اپریل ۱۹۷۹ء جلد دوم جنوری فروری ۱۹۸۰ء متعدد صفحات۔
(۳۲) ماہنامہ "ریاض" کراچی "مولانا شوکت علی نمبر" جنوری ۱۹۵۴ء متعدد صفحات۔
(۳۳) "تذکرہ کاملان رامپور" از حافظ احمد علی خان شوق مطبوعہ دہلی ۱۹۲۹ء ص ۴۵۹ تا ۵۳۸۔
(۳۴) "فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا" مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۳۹۱۔
(۳۵) "اکابر تحریک پاکستان" جلد دوم از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۳۵۱ تا ۳۶۲۔
(۳۶) مجلہ گورنمنٹ سٹی کالج کراچی، "پاکستان نمبر" حصہ اول ۱۹۸۳ء ص ۲۰۹ تا ۲۲۰۔
(۳۷) "تاریخ نظریہ پاکستان" از پیام شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۲۰۲، ۲۱۵، ۲۷۹۔
(۳۸) "قائداعظم اور ان کا عہد" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۵۳، ۴۷۳۔
(۳۹) "قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء" از اقبال احمد صدیقی مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء ص ۲۰۲ تا ۲۱۸۔
(۴۰) "آہنگ بازگشت" از محمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۳۹، ۴۱، ۷۶۔
(۴۱) "خطبات قائداعظم" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۲۹، ۴۷، ۱۴۱، ۵۰۱، ۵۳۷۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا شوکت علیؒ

مولانا صبغۃ اللہ شہید فرنگی محلی (ف ۱۹۶۳ء) نے ایک نوجوان کا نقشہ یوں کھینچا ہے:۔

"کھاری بھرکم لمبا قد، متاثر کرنے والا چہرہ، پیشانی درخشاں، آنکھیں چمکدار، سر پر بالوں والی ٹوپی، داڑھی بالکل صاف، مونچھیں بڑی جن کی نوکیں اوپر کو بلند، قیمتی سوٹ اور اعلیٰ درجہ کا بوٹ پہنے ہوئے، نہایت چست چوڑی دار پاجامہ، چیرو فتار، ہاتھ میں رکار، چہرے پر عجیب دلکشی اور علی گڑھ انداز سے زبان پر السلام علیکم"۔

یہ نوجوان مولانا محمد علی جوہر کا بڑا بھائی شوکت علی تھا جو امام الہند قیام الدین و ملت حضرت مولانا محمد عبدالباری فرنگی محلی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۲۶ء) کے دست اقدس پر بیعت کرکے اور مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ سے "مولانا" کی "سند" پاکر مولانا شوکت علی بن گیا۔

حکیم اسلام مولانا شوکت علی بن عبدالعلی (۱۸۴۸ء۔ ۱۸۸۰ء) بن علی حسن (۱۸۱۳ء۔ ۱۸۶۷ء) بن محبوب حسن (۱۷۷۰ء۔ ۱۸۲۸ء) بن لطف اللہ (۸۶۔

۱۸۷۵ء) ابن طفیل محمد بن فیض محمد بن مدار علی بن محمد اعظم اللہ بن حیات اللہ کی ولادت ۱۸۷۲ء میں رامپور (یوپی۔ بھارت) میں ہوئی۔ بچپن میں ہی والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ ماجدہ بی اماں (۱۸۵۲ء۔ ۱۹۲۴ء) نے تعلیم و تربیت کا بار اٹھایا۔ علی گڑھ سے بی اے کیا۔ دوران تعلیم کرکٹ کے نامور کھلاڑی اور بہترین بلے باز تھے۔ تیز و طرار گفتگو کرتے۔ فطری لیڈر تھے۔ مزاجاً ڈرامہ باز اور ہیرو تھے۔ گریجوایشن کے بعد ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہوئے۔ علی گڑھ مولڈ ہوا تو ایجوکیشنل کانگریس کے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ سر آغا خاں کے ساتھ مل کر علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی بنانے کے لئے چندہ جمع کیا اور سر آغا خاں کے خاص حلقہ سیکرٹری رہے۔ مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) نے میدان سیاست میں قدم رکھا تو آپ نے ان کا دل کھول کر ساتھ دیا۔ اور بی اماں نے ان دونوں کی رہنمائی کی۔ دونوں بھائیوں کی ایک یادگار تصویر "جس میں بی اماں کرسی پر بیٹھی ہیں اور ان کے پیچھے محمد علی اور شوکت علی کھڑے ہیں" کے نیچے جو الفاظ درج ہیں، وہ ان تینوں شخصیتوں کے کردار کا موزوں ترین عکس ہیں۔ تصویر کے نیچے لکھا ہے، "شیر نی اور اس کے بچے۔"

مولانا شوکت علی بہت اچھے منتظم تھے۔ تقریریں کم کرتے تھے اور کام زیادہ۔ تحریک شروع کرنا، اس کے لئے دلائل و خطابت کا زور استعمال کرنا اور عوام میں آگ لگا دینا، محمد علی جوہر کا کام تھا۔ لیکن اسے منظم کرنا، ایک خاص رخ پر جذبات کو چلانا، تحریک کے لئے مالیات فراہم کرنا اور مختلف الخیال لوگوں کو جوڑنا، شوکت علی کا حصہ تھا۔

پہلی تحریک جو آپ نے منظم کی، "انجمن خدام الکعبہ" تھی۔ جو ۱۹۱۳ء میں آپ کے پیر و مرشد مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے دولت خانہ پر قائم ہوئی۔ اس تحریک کا مقصد مقامات مقدسہ کی حفاظت اور برطانوی عزائم (جو ترکی کے خلاف پہلی جنگ کی وجہ سے صاف نظر آ رہے تھے) کا سدباب تھا۔ یہی وہ پہلی انجمن ہے، جس نے حکومت برطانیہ کے خلاف برملا تحریک شروع کی۔ یہی انجمن ہے جس نے ممالک اسلامیہ کی طرف مسلمانان ہند کو متوجہ کیا۔ خلافت کی تحریک کے لئے فضا تیار کی، ہندو مسلم اتحاد کا بیج بویا۔ آپ اس کے معتمد (سیکرٹری) تھے اور مولانا عبدالباریؒ، خادم الخدام (صدر)۔ اسی انجمن کے نام پر آپ عمر بھر اپنے نام کے ساتھ "خادم کعبہ" لکھتے رہے اور آپ کی ٹوپی پر بھی "خادم کعبہ" کا بیج ہوتا تھا۔

جنگ عظیم کے زمانے میں ترکی کی حمایت کی پاداش میں اپنے بھائی محمد علی جوہر کے ساتھ پونے پانچ سال قید رہے، واپس لوٹے تو "تحریک خلافت" کے لئے وقف ہو گئے۔ ملک بھر کا دورہ کیا۔ بمبئی سے اخبار "خلافت" جاری کیا۔ کراچی کے معروف خالق دینا ہال کیس میں آپ نے عدالت سے گرج کر کہا کہ :۔

"اگر حکومت، مسئلہ خلافت کے متعلق ہمیں مطمئن نہ کر سکی یا پنجاب (جلیانوالہ باغ امرتسر) کے بارے میں انصاف سے کام نہ لیا اور ہمیں مکمل آزادی نہ دی تو میرا فرض ہے کہ حیثیت ہندوستانی مسلمان اس حکومت کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی پوری کوشش کروں۔"

اس کیس کی بنا پر آپ کو دو سال قید بامشقت ہوئی جو آپ نے نہایت استقلال کے ساتھ برداشت کی۔

زندگی میں آپ نے فاقہ کشی بھی دیکھی مگر آپ کے عزم صمیم میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آئی۔ اس سلسلہ میں رئیس احمد جعفری (۱۹۱۲ء۔ ۱۹۶۸ء) لکھتے ہیں :۔

"شوکت صاحب خوش خوراک تھے، خوش لباس تھے، خوش اوقات تھے۔ لیکن اس وقت تک جب تک ان کے پاس دھن تھا، پیشن ضبط ہوئی، جائیداد بک گئی، وہ قلندرانہ زندگی بسر کرنے لگے، بھنے گزر جاتے تھے گوشت کی صورت دیکھنے میں نہیں آتی تھی، یہ واقعہ ہے بیویں نے مایوس ہو کر خلافت ہاؤس کی اقامت ترک کر دی تھی لیکن شوکت صاحب کی شاہانی کوئی چھین نہ سکا۔ دال روٹی اس شوق سے اور تعریفیں کر کر کھاتے تھے جیسے من و سلویٰ کھا رہے ہوں، دن میں دو مرتبہ غسل کرنا اور لباس تبدیل کرنا ان کا معمول تھا۔ وہ کہا کرتے تھے، غربت کسی آدمی کو میلا کچیلا رہنے پر مجبور نہیں کرتی، پیسے نہ ہوں تو آدمی خود اپنے کپڑے روز دھو سکتا ہے، لباس پھٹا ہو تو پیوند لگا سکتا ہے اور اجاڑ ہو سکتا ہے اور خود ان کا عمل بھی یہی تھا۔ ان کا جامہ و تار تار کئی مرتبہ میں نے پیوند اور رفو ہوتے دیکھا ہے، دوستوں کی جیب پر ڈاکہ مارنے میں وہ کمال رکھتے تھے، لوگ "خلافت" کو چندہ

دیتے تھے لیکن شوکت صاحب کا مطالبہ رد کر دیں یہ نہیں ہو سکتا تھا۔ بابائے اردو (مولوی عبدالحق) ایک مرتبہ اورنگ آباد سے انجمن کیلئے چندہ وصول کرنے کا پروگرام لے کر حیدر آباد (دکن) تشریف لائے، ان کی وجاہت، ان کا اثر و رسوخ، پھولوں اور ہاروں سے ان کا سواگت، اس امر کا غماز تھا کہ جھولی بھر کر واپس آئیں گے لیکن حیدر آباد پہنچے تو شوکت صاحب کی صورت میں ایک قد آور حریف موجود تھا اور قبل اس کے کہ مولوی صاحب حرف مطلب زبان پر لائیں وہ حریف بے درنگ مشترک دوستوں کی جیبیں خالی کرا لیتا تھا۔ اسی بے بسی کے ساتھ سید ہاشمی فرید آبادی کو مولوی صاحب نے شوکت صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

"یہ شخص تو ڈاکہ ڈال رہا ہے، میں کیا کروں؟" لیکن ڈاکے کی رقمیں اس ڈاکو نے کبھی اپنی ذات پر یا اپنے اہل و عیال پر خرچ نہیں کیں۔ اس کا ایک بیٹا، کلکتے کی ایک مل میں کام کرتا رہا اور یہ رقمیں لا لا کر خلافت فنڈ میں جمع کرتا رہا۔ فقر و فاقے کے اس عالم میں بھی علی گڑھ کا کوئی دوست آجائے، علی گڑھ کی کوئی ٹیم آجائے، علی گڑھ کا کوئی وفد آجائے تو خلافت ہاؤس ان مہمانوں کیلئے وقف، قرض لے کر خاطر تواضع کا حق ادا کیا جا رہا ہے، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے "کولمبو آئز ایسوسی ایشن،" "علی گڑھ سے" "خلافت ہاؤس" منتقل ہو گئی ہے، قہقہے، قہقہے، پرانی داستانیں، دوستوں کا ذکر، یاروں کا تذکرہ، محفل آرائیوں کی داستان، بلا سے ان مہمانوں کے رخصت ہونے کے بعد فاقہ مستی رنگ لائے، لیکن اب تو آرام سے گزرتی ہے۔"

۱۹۲۰ء میں جب مولانا محمد علی جوہر مولانا شوکت کے ساتھ لندن گئے ہوئے تھے، مسلم لیگ کو فعال کرنے کا ایک اجلاس الہ آباد میں سر سید رضا علی (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۴۹ء) کے مکان پر ہوا۔ پنڈت جواہر لعل نہرو (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۶۴ء) کا بیان ہے کہ اجلاس میں ترک موالات کا جو نقشہ گاندھی (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۴۸ء) نے پیش کیا، اس کو سن کر سب گھبرائے ہوئے تھے

لیکن "مولانا شوکت علی وہاں موجود تھے تاکہ قدم نہ اکھڑنے دیں۔" انہوں نے ترک موالات کی قرارداد پاس کرادی۔ تحریک میں دونوں بھائی ساتھ ساتھ رہے۔ دونوں اکٹھے قید ہوئے، اکٹھے رہا ہوئے۔ آخر میں کانگریس کے طرز عمل سے دونوں بھائی مایوس ہو گئے۔

۱۹۲۴ء میں کوہاٹ میں ہندو مسلم فساد ہوا تو گاندھی کے ساتھ وہاں تحقیقات کے لئے گئے۔ گاندھی نے جس طرح ہندوؤں کی طرف داری کی اور مسلمانوں کو فساد کا ذمہ دار قرار دیا، اس پر آپ نے گاندھی کو بالکل بے نقاب کیا۔ اس کی ہندو دانہ ذہنیت کی وجہ سے پھر اس کے ساتھ مل کر کام کرنے کو تیار نہ ہوئے۔ اور جب ۱۹۲۸ء میں "نہرو رپورٹ" پر ان کی پیش کردہ ترامیم کو منظور نہ کیا گیا تو انہوں نے کانگرس سے قطع تعلق کر کے مسلم لیگ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔

مولانا محمد علی جوہر کے انتقال کے بعد مولانا شوکت علی نے خلافت کمیٹی کے اندر کانگرسی مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑی جن کا حال یہ تھا کہ ۱۹۳۰ء میں مجلس خلافت کے اجلاس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری (۱۸۹۱ء۔۱۹۶۱ء) نے باقاعدہ ایک قرارداد پیش کی کہ کانگرس میں غیر مشروط طور پر شمولیت اختیار کر لی جائے۔ مولانا شوکت علی نے مسلمانوں کو اس اجتماعی خودکشی سے باز رکھنے کی کوشش کی۔

آپ نے جس خلوص کے ساتھ مسلم لیگ کی خدمت کی، اسے ہر دلعزیز اور مقبول بنایا، اسے عوامی جماعت کے درجے تک پہنچایا۔ اس کے قائداعظمؒ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) بھی معترف تھے۔ قائداعظمؒ ہمیشہ نازک مواقع پر ان کے تدبر اور فراست کے جویا ہوئے۔ ۱۹۳۴ء میں مرکزی کونسل کے انتخابات کا مرحلہ آیا تو آپ نے بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر الیکشن لڑنے سے معذوری ظاہر کی لیکن قائداعظمؒ کے کہنے پر سر تسلیم خم کر دیا۔ اور یوپی کے اہلِ شہری حلقہ (دہلی وغیرہ) سے بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی۔ پھر کونسل کے اندر اور باہر مسلم لیگ کی ڈھال اور کانگرس کیلئے دردِ سر بنے رہے۔ کونسل میں فوجی بھرتی کے قانون کے مسئلہ پر بحث کے دوران صوبہ سرحد کے خان عبدالقیوم خان (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۸۱ء) (جو اس وقت کانگرسی تھے) کی جیسے گت بنائی، وہ ان کی ظرافت، بذلہ سنجی اور خوش طبعی کی عمدہ مثال ہے۔

۱۹۳۵ء میں انڈیا ایکٹ کے ماتحت جب صوبائی مجالسِ قانون ساز کا انتخاب ہوا تو

جھانسی کے الیکشن کو کانگرس اور لیگ نے معیار بنا لیا تھا، جواہر لعل نہرو (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۶۴ء) نے بار بار اعلان کیا کہ ہم مسلم لیگ کو شکست دے کر رہیں گے۔ قائداعظمؒ نے یہ علم آپ کے سپرد کی۔ آپ بمبئی سے سیدھے جھانسی روانہ ہو گئے۔ کانگرسی امیدوار کیلئے رفیع احمد قدوائی (۱۸۹۴ء۔ ۱۹۵۴ء) کی سرکردگی میں جمعیت علماء ہند، مسلم مجلس، مسلم نیشنلسٹ پارٹی کے اکابر اور کارکنوں کا قافلہ تھا۔ کانگرس کے پاس دولت کی کمی نہیں تھی، مسلم لیگ اب ابھرنا شروع ہوئی تھی اور قائداعظمؒ عام چندے کے خلاف تھے لہٰذا لیگ کے ذرائع اور وسائل محدود تھے، مگر آپ کی جواں ہمتی اور اولوالعزمی نے یہ مرحلہ آسانی کے ساتھ طے کر لیا۔ گرمی کی جان پر بن گئی، گرمی کا موسم تھا، وہ بھی بندیل کھنڈ کی گرمی، جہاں آفتاب سوا نیزے پر آتا ہے۔ ووٹروں کو متظلم اور متحد کرنے کے لئے دور دراز کے دیہاتوں اور قصبوں کا دورہ بھی ضروری تھا، سواری کہیں یکہ، کہیں تانگہ، کہیں بیل گاڑی جو مل جائے، چلچلاتی ہوئی دھوپ میں ایک روز کی میل کا سفر بیل گاڑی پر کرنا پڑا۔

آپ کچھ تو قحم بھی اور ذیابیطس کے مریض بھی تھے۔ سفر ختم ہوا تو خون کا پیشاب کئی مرتبہ آیا، لیکن ان کے عزم و ہمت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہی زندہ دلی، وہی بذلہ سنجی، وہی حاضر جوابی، وہی جوش و خروش۔ لوگوں نے اصرار کیا، "آج آرام کر لیجئے، جلسہ کل سہی"۔ لیکن آپ کہاں ماننے والے تھے۔ اسی حالت میں جلسہ گاہ تک پہنچے اور ایک زوردار تقریر کی۔ کانگرس یہاں عرصے سے کام کر رہی تھی اور بہت پر امید تھی، لیکن آپ نے پانسہ پلٹ دیا۔ یہ معرکے کا انتخاب تھا، اس میں مسلم لیگ کو "فتح مبین" حاصل ہوئی اور کانگرس کو شکست فاش۔

اس الیکشن میں آپ کی ناقابل فراموش خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۵۶ء) نے کانگرسیوں کو یوں مخاطب کیا اور للکارتے ہوئے کہا۔

لیا شوکت علی نے ہاتھ میں اسلام کا ڈنڈا
میں سب جانوں کہیں اک چوٹ بھی اس نے سہے کی

۱۹ اپریل ۱۹۳۸ء کو محمد علی پارک کلکتہ میں مسلمانوں کا ایک شاندار جلسہ ہوا۔ آپ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں آپ کی خدمات جلیلہ کو زردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا میری زندگی اسلام اور قوم کے لئے وقف ہے اور انشاء اللہ

تعالیٰ اسی راستے پر چلاتے رہیں گے۔

جولائی ۱۹۳۸ء میں ہزارہ (صوبہ سرحد) کی دو نشستوں پر مسلم لیگ اور کانگرس میں کانٹے دار مقابلہ ہوا۔ یہ مہم بھی آپ کے سپرد تھی۔ آپ کے ساتھ مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء-۱۹۷۰ء) اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی (۱۹۱۹ء-) نے مختلف مقامات پر جلسے کر کے رائے عامہ کو ہموار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

ایبٹ آباد میں مسلم لیگ کے ایک تاریخ ساز جلسے سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

"اس صوبہ پر میرا بھی حق ہے کیونکہ یہ پٹھانوں کا صوبہ ہے اور میں بھی پٹھان ہوں۔ میں پٹھان بھائیوں پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے میں بھی کانگرس میں تھا۔ ہم دونوں بھائیوں نے کانگرس کو کامیاب بنانے کیلئے ہر ممکن جدوجہد کی۔ ہم نے گاندھی جی کو عوام سے روشناس کرایا لیکن جب ہم نے دیکھا کہ گاندھی اور ہندو لیڈروں کی نگاہیں صرف ہندو مفاد پر لگی ہوئی ہیں تو ہم نے کانگرس کو چھوڑ دیا۔"

کانگرس کو ان دونوں نشستوں پر شکست فاش ہوئی اور مسلم لیگ کے امیدواران رابہ منیر اور عبدالرشید سرحدی کامرانی سے ہمکنار ہوئے۔ اس موقعہ پر مولانا ظفر علی خان نے یہ اشعار موزوں کئے:۔

جب بہت لیگ کی ہوئی اور کانگرس کی ہار
روتی تھی سر پیٹ کے گورنمنٹ "خان" کی

گاندھی جی بھی رو دیئے تھے یہ کہہ کر ہائے ہائے
سرحد میں ناک کٹ گئی ہندوستان کی

بلقی بھی دھوتیاں تھیں دو سب ڈھیلی ہو گئیں
کیا بات ہے پھلے ہوئے تھے کی شان کی

شوکت علی کے جاتے ہی آیا اک انقلاب
رنگت معاً بدلنے لگی آسمان کی

میدان میں جم سکا نہ قدم سرخپوش کا
جس وقت سر پہ آئی گھڑی امتحان کی

اسلام نے ہزارہ میں اعلان کر دیا
فطرت کبھی بدل نہیں سکتی پٹھان کی

نومبر ۱۹۳۷ء کے آخری ہفتے میں آپ پر گلگت لیجس کا شدید حملہ ہوا۔ اسی حالت میں مسلم لیگ کے کام کے لئے آسام کے شہر شیلانگ کے دورے پر پہنچ گئے اور یکم

دسمبر تاریخ روانگی ہے پہلی۔ ۲۸ نومبر کو مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء ۔ ۱۹۳۱ء) کی قیام گاہ دہلی کے محسن میں لیٹے ہوئے، خوب کھا رہے تھے کہ طبیعت ناگوار محسوس ہوئی، دیا کرایہ کمرے میں لیٹ رہے، ڈاکٹروں کے بعد مولانا محمد علی جوہر بیگم صاحبہ کو لے کر کمرے میں پہنچیں تو آپ اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔

سبک بار مردم سبک تر روند

آپ کی آخری آرامگاہ دہلی میں درگاہ حضرت شیخ (۱۳۵۴ھ ۔ ۱۹۳۵ء) کے جوار میں بنی۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

سید مسعود حسن مسعود محمد پوری الہ آبادی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا۔

رہنمائے قوم مسلم خوش خصال دہر میں تھے آپ اپنی خود مثال
سوختن دل میں خلافت کا خیال چل دیے شوکت علی با حال و قال
کہہ دیا مسعود نے بلبلائے اوج
صاف ہے "دار الخلافت" پھر سال

_____ ۱۳۴۲ھ

عباس شاہد اکبر آبادی (ف ۱۹۹۳ء) کراچی نے بھی تاریخ کہی۔

وہ کہ تحریک خلافت ان سے تھی کتنے تھے بالا شمائل شوکت علی
خادم کعبہ تھے کیوں ہوتے نہ پھر نسبت خلد بریں شوکت علی
مستحق ہیں مطلع تاریخ کے آخریں صد آخریں شوکت علی
"قطعہ علم و یقیں شوکت علی"

_____ ۱۳۵۷ھ

"شوکت پر کیف دیں شوکت علی"

_____ ۱۹۳۸ء

آپ کی وفات حسرت آیات پر پورے عالم اسلام میں رنج و الم کی لہر دوڑ گئی۔ برصغیر کے ہر مسلمان نے خون کے آنسو بہائے۔ ملکی اور غیر ملکی پریس نے آپ کی خدمات

جیلہ کا ہے اسے قرآن تعلیم دیتی ہے یہ کی تلقین کرتے ہے مگر پورا جدید و عقیدت نذر کیے
زلی شہر بلکہ ایک تحریکی پیغامات اور رنج کے جواب ہے ہیں جس سے آپ کی عظمت، سلوت کا
اندازہ ہوتا ہے

حضرت آغا اختر نے فرمایا۔

"مولانا شوکت علی کے انتقال سے مسلمانان ہند ایک ایسے
بلند پایہ لیڈر سے محروم ہو گئے ہیں جو اپنی قوم کا ایک جوانمرد سپاہی تھا
انہوں نے قوم کی بے لوث قربانی کرنے سے کبھی دریغ نہیں کیا اور ہر
موقعے کے وقت قوم کے لئے سینہ سپر ہو کر آگے آجاتے تھے
مسلمان اگر کسی سے جان کی قربانی مانگتے تو اس کے لئے بھی تیار رہتے تھے،
ان کی گزشتہ ربع صدی کی سیاسی زندگی کا یہی بنیادی اصول تھا۔

جہاں تک میرے اور ان کے ذاتی مراسم کا تعلق ہے،
مرحوم میرے نہایت عزیز دوست تھے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے
ساتھ ان کی وفاداری غیر متزلزل تھی اور مسلم لیگ کے صدر کی
حیثیت سے وہ تعلق نبھی میرے ذاتی سے تعلقات بھی نہایت مستحکم تھے
حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک بزرگ کی طرح ہمارے پشت پناہی کرتے تھے۔
ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے وہ جو خدمات سرانجام کر گئے ہیں اس کی
تلافی مشکل ہی سے کبھی ہو سکے گی۔"

بلند پایہ مدبر، عظیم سپہ سالار، عظیم مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک
نہایت اعلیٰ درجہ کے شاعر بھی تھے۔

"تحریک خلافت آزادی کے بعد ہندوستان کی سیاسی ایک ایک کر کے الجھتے
جارہے ہیں اور کون کہہ سکتا ہے کہ مولانا شوکت علی کا تحریک آزادی کے
بعد اور ایک سیاسی میدان میں ہونا تحریک ہندوستان کے مسلمانوں میں
آزادی کی روح کو کس قدر پھونک دیتا اس کے بغیر یہ مظہر مولانا شوکت
علی اور مولانا محمد علی تھے۔ تحریک خلافت شروع ہوئے جب ترک موالات کی
تحریک چلی تو مولانا شوکت علی کی بدولت تحریک ہندوستان

کے ۱۸۵۷ء کو شاہی محل پر قبضہ مستحکم کر لیا گیا تھا۔

سولہ سال تک مجھے ان سے قریب رہ کر ایک رشتے کی حیثیت سے کام کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اور اگرچہ گزشتہ پچاس سال سے ہمارے درمیان محض سیاسی اختلافات پیدا ہو گئے، لیکن ان اختلافات کے باوجود بھی کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے کبھی بھی مسلمانوں اور ان کی تہذیب کے بارے میں کوئی تعصب یا بغض کا اظہار کیا ہے۔ اس کتاب کے لکھنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد میں مسلمانوں نے جو حصہ لیا ہے۔ مولانا شوکت علی صحیح معنوں میں ایک سپاہی تھے اور سپاہی کی طرح انہوں نے گھوڑے کی پشت پر جان دی۔ میری دعا ہے کہ خدا ان کی سپاہی کی روح کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔

---

(۱) تحریک پاکستان اور شیخ محمد رفیق مرحوم، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۰ء، ص ۲۲۰ تا ۲۲۲

(۲) مسلمانوں کا پارٹیشن اور آزادی کی جنگ، مرتبہ ابوسعید بزمی، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۰ء، ص ۲۲۰

(۳) مسلمانوں کا روشن مستقبل، مرتبہ ابوسعید بزمی، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۰ء، ص ۲۲۰

(۴) کاروان، مرتبہ ابوسعید بزمی، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۰ء، ص ۲۲۰

(۵) غالب، مرتبہ ابوسعید بزمی، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۰ء، ص ۲۲۰

(۶) ہندوستان کی جدوجہد آزادی، مرتبہ ابوسعید بزمی، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۰ء، ص ۲۲۰

(۷) [illegible]، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۰ء، ص ۲۲۰

(۸) [illegible]، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۰ء، ص ۲۲۰

(۹) مطبوعہ [illegible]

(۱۰) "مخطوطات سرحد" از پروفیسر محمد شفیع ساہر، مطبوعہ پشاور ۱۹۹۰ء، ص ۵۷۔
(۱۱) "تاریخ سرحد" از پروفیسر محمد شفیع ساہر، مطبوعہ پشاور ۱۹۸۶ء، ص ۴۲۹۔
(۱۲) "مخطوطات فارسی" از سید آل احمد رضوی، مطبوعہ ایبٹ آباد (سرحد) ۱۹۹۴ء، ص ۳۰۵۔
(۱۳) "تاریخ بلوچستان" از غلام نبی احمد بلیدی بھوتانی، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۴ء، ص ۳۳۶، ۳۳۷۔
(۱۴) "پختون" از مولانا ظفر علی خان، مطبوعہ لاہور ۱۹۲۴ء، ص ۱۵۸، ۱۹۵، ۱۹۹، ۱۹۷، ۱۹۶، ۱۹۳۔
(۱۵) "پاکستانی مخطوطات" از ڈاکٹر سلیمان شاہجہانپوری، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۸ء، متعدد صفحات۔
(۱۶) "علی برادران اور ان کا زمانہ" از سید محمد ہادی، مطبوعہ دہلی ۱۹۷۸ء، متعدد صفحات۔
(۱۷) "تذکرہ علمائے راجپور" از حافظ احمد علی خان شوق، مطبوعہ دہلی ۱۹۲۹ء، ص ۳۵۹، ۳۵۸۔
(۱۸) "علی برادران" از ڈاکٹر عابد احمد جعفری، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء، متعدد صفحات۔
(۱۹) "پاکستان کے مخطوطات" از ڈاکٹر سلیمان شاہجہانپوری، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۸ء، متعدد صفحات۔
(۲۰) "مقدمہ دیوان کراچی" مطبوعہ مکتبہ دانش کدہ، لاہور، سن ندارد، متعدد صفحات۔
(۲۱) "مقدمات دیوان اقبال" از عبدالرشید تمنا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، متعدد صفحات۔
(۲۲) "مشاہیر بلوچ آزادی" از مفتی انعام اللہ شہابی، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۵ء، شہابی، مطبوعہ کراچی، ص ۲۹۳۔
(۲۳) "جامع اردو انسائیکلوپیڈیا" جلد اول، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۷ء، ص ۸۹۱۔
(۲۴) "مخطوطات کالج آف پیلا مقصود آباد، محمد ناصر، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء، ص ۴۰۴۔
(۲۵) ماہنامہ "ریاض" کراچی، مولانا شوکت علی نمبر، جنوری ۱۹۵۴ء، متعدد صفحات۔
(۲۶) "اکابر تحریک پاکستان" جلد دوم از محمد صادق قصوری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۱۲۲ تا ۱۲۳۔

(۲۷) ہفت روزہ "چٹان" لاہور، ۱۲ فروری ۱۹۷۹ء، ص ۶۔
(۲۸) "پاکستان کے چراغ" از واحد ندوی چاند پوری مطبوعہ ۱۹۷۶ء، ص ۹۵، ۱۰۴، ۱۰۳۔
(۲۹) "تاریخ نظریہ پاکستان" از پیام شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۰ء، ص ۲۱۴۔
(۳۰) "قائداعظم اور ان کا عہد" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۶ء، ص ۸۲، ۲۲۵، ۲۱۱۔
(۳۱) "قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء" از اقبال احمد صدیقی مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء، ص ۲۱۴۔
(۳۲) "آہنگ پاکستان" از محمد سعید مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۹ء، ص ۷۔۵۔
(۳۳) "خطبات قائداعظم" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۶ء، ص ۱۳۸، ۱۵۸۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.CO

مولانا محمد مظہر الدین شیر کوٹیؒ

شہید ملت مولانا محمد مظہر الدین بن شیخ علی حسن ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۸ء میں شیر کوٹ ضلع جھنگ (بھارت) کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابھی عمر عزیز کی چند کلیاں ہی توڑی تھیں کہ سایہ پدری سے محروم ہو گئے۔ برادر اکبر میاں رحیم الدین نے آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

ابتدائی تعلیم کے بعد آپ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو گئے اور ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۹ء میں سند فراغت حاصل کی۔ کچھ عرصہ دارالعلوم دیوبند میں پڑھاتے رہے، اس کے بعد "مدرسہ الٰہیات کانپور" میں بھی درس و تدریس کے گوہر لٹائے۔ دیوبند میں قیام کے دوران ہی آپ کا ذہن ملکی سیاست کی طرف منتقل ہوتا گیا۔ چنانچہ مراد آباد، میرٹھ اور شملہ کی موتمر الانصار کے جلسوں میں شرکت کی۔

مولانا مظہر الدین کو صحافت سے خصوصی دلچسپی تھی۔ آپ کی طبیعت میں قومی خدمت کا جوش اور ولولہ قدرت نے کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ آپ نے صحافت کے ذریعے قوم کی خدمت کا بیڑا اٹھایا۔ چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۵۸ء) کے اخبار "الہلال" اور "البلاغ" میں بطور مدیر معاون کام کرتے رہے۔ بعد ازاں قاضی عبدالغفار

(۱۸۸۸ء۔۱۹۵۶ء) کے اخبار "جمہور" کلکتہ میں کام کیا۔ وہاں سے اپنے وطن شیر کوٹ تشریف لے آئے اور حکیم انوار الحق کے اخبار "دستور" کی ایڈیٹری قبول کر کے اپنی قابلیت کے جوہر دکھانے لگے۔

تحریک خلافت کا دور آیا تو مولانا نے اس اخبار میں گورنمنٹ کے خلاف اداریے لکھے جس کے نتیجے میں اخبار کی ضمانت ضبط ہو گئی اور "دستور" بند ہو گیا۔ یہاں سے آپ کو مجید حسن نے اپنے اخبار "مدینہ" بجنور میں بلا لیا۔ چنانچہ کچھ عرصہ تک آپ نے "مدینہ" میں خدمات انجام دیں۔ بعد ازاں منشی نذیر احمد رئیس گمینہ نے گمینہ میں اقامت اختیار کرنے کی دعوت دی۔

۱۹۱۹ء میں مولانا نے ہفت روزہ اخبار "الامان" گمینہ سے جاری کیا۔ یہ پرچہ شاہ امان اللہ والی کابل (۱۸۹۲ء۔۱۹۶۰ء) سے منسوب کیا گیا کیونکہ شاہ امان اللہ نے برطانیہ سے جنگ کر کے ان دنوں اپنا ملک آزاد کرایا تھا۔ "الامان" اخبار بڑا مقبول ہوا چنانچہ اس کو ہفتے میں دو بار کر دیا گیا۔

۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم کے نتیجے میں ترکی کو شکست ہوئی اور خلافت کو زوال آ گیا۔ ترکی کو تین حصوں میں تقسیم کر کے روس، اٹلی اور برطانیہ نے تقسیم کر لیا۔ اس کی وجہ سے ہندوستان میں مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔۱۹۳۱ء) اور مولانا شوکت علی (۱۸۷۳ء۔۱۹۳۸ء) نے ۱۹۱۹ء میں "تحریک خلافت" شروع کی۔ یہ تحریک مسلمانوں میں ایک شعلہ جوالہ کی طرح بھڑک اٹھی۔ آن کی آن میں ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل گئی اور ہر شہر اور ہر قصبے میں بے تحاشا جلسے ہوئے اور انگریزوں کے لوسان خطا ہو گئے۔

مولانا مظہر الدین اپنے دور کے جادو بیان مقرر تھے۔ انہوں نے تحریک خلافت کے بڑے بڑے جلسوں میں دھواں دھار تقریریں کیں اور ان کی شعلہ نوائی کا سکہ بڑے بڑے لیڈروں پر بیٹھ گیا۔ ایک زبردست فعال آدمی دیکھ کر مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں دہلوی (۱۸۶۳ء۔۱۹۲۷ء) نے انہیں دہلی بلا لیا۔ چنانچہ ۱۹۲۲ء میں مولانا نے اپنا اخبار دہلی سے نکالنا شروع کر دیا۔ علی برادران، ڈاکٹر انصاری (۱۸۸۰ء۔۱۹۳۶ء) حکیم اجمل خان جیسے لوگوں کی جماعت میں مولانا کا شمار ہونے لگا۔ آپ ضلع بجنور "خلافت کمیٹی" کے صدر بھی تھے۔ چنانچہ تمام اضلاع سے زیادہ روپیہ آپ نے ضلع بجنور سے اکٹھا کر کے بھیجا جس

کی مقدار ۵۰ ہزار روپیہ تھی۔

آپ جمعیت علمائے ہند کے خیال رکن تھے۔ تحریک خلافت کے دور میں جب مولانا احمد سعید (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۵۹ء) گرفتار ہوئے تو آپ کو ان کی جگہ جماعت کا سیکرٹری بنا دیا گیا۔ آپ جمعیت کی ہر رنگ میں مدد بھی کرتے رہے اور بہت سی خدمات انجام دیں۔ لیکن جب جمعیت علمائے ہند، کانگرس کی تشکیل کی اسیر ہو گئی اور کانگرس کی مسلم دشمن پالیسیوں کی حمایت کرنے لگی تو آپ بھی دیگر علما کے حق مثلاً مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) شیخ محمد سلیمان بھٹواروی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۳۵ء) میر غلام بھیک نیرنگ (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۵۲ء) مولانا عبدالماجد بدایونی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۳۱ء) وغیرہم کے ساتھ جمعیت علماء ہند سے مستعفی ہو گئے اور ۱۹۲۶ء میں کانپور میں جمعیت علماء ہند کانپور کی بنا ڈالی۔ آپ اس جمعیت کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے اور تادم زیست دامے درمے قدمے سخنے اس کی خدمت کرتے رہے۔

۱۹۲۶ء میں آگرہ کے گرد و نواح میں شدھ کا تنظیم و غیرہ کی طرف سے ملکانہ مسلمان قوم میں شدھی کی تحریک چلی تو مولانا مظہر الدین نے اس مسلم دشمن تحریک کو کچلنے کیلئے دن رات ایک کر دیا۔ اس مقام پر مولانا نے ہندو مسلم اتحاد کے نقصان کا بغور مشاہدہ کیا اور اس سے تائب ہو کر پھر اسلام اور مسلمین کی خدمت کیلئے اپنے آپ اور اپنے امکانات کو وقف کر دیا۔ چنانچہ کفار و ہنود کے مقابلے میں جو خدمات آپ نے انجام دیں ان کا احاطہ کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

بے پور ریاست کے ایک علاقے چوموں میں حکام نے بڑا زبردست فتنہ برپا کرنے اور اذان دینے کی ممانعت کر دی تھی۔ یہ سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ مولانا گرمی کی پروا نہ کرتے ہوئے رمضان المبارک کے مہینے میں وہاں پہنچے اور زبردست تقریر کرتے ہوئے دھمکی دی کہ اگر یہ حکم واپس نہ لیا گیا تو ریاست میں مسلمانوں کا تابوت باندھ دیا جائے گا۔ چنانچہ مولانا کو کامیابی نصیب ہوئی۔ اس طرح جب نظام حیدر آباد دکن کے خلاف کانگریسیوں اور ہندوؤں نے پروپیگنڈے شروع کئے تو بھی مولانا شمشیر بے نیام ہو کر نکلے اور نظام کی زبردست حمایت کی۔

مولانا سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ ہر سال عید میلاد النبی ﷺ کے جلسوں میں

ان کی تقریریں عشق و محبت سے لبریز ہوتی تھیں۔ ہر سال ربیع الاول شریف کے مبارک مہینے میں اپنے انتظار کا "میلاد نمبر" نکالتے تھے۔ چنانچہ ۱۳۵۳ھ کے ربیع الاول کا استقبال یوں کرتے ہیں

"یہ ماہ مبارک وہ مہینہ ہے جس میں خدا کی سرزمین نے آمنہ کے لال (رؤف خدا ہو) کے قدموں کو چوما اور عرش الٰہی کا مقدس تارا اس عالم کی تاریک فضا میں چمکا۔ اگرچہ وہ ظلمتوں کی دعا اور مسیح کی ولادت تھا لیکن غافل دنیا سے فراموش کر چکی تھی۔ یہی ماہ سعید ہے جس میں یہ ماہ سعادت مطلع انوار کے افق پر طلوع ہوا تاکہ دنیا کو فراموش شدہ سبق یاد دلائے۔ پر جاہل دنیا نے اسے نہ پہچانا۔

وہ طوفان نوحؑ کا بانی تھا۔ وہ حضرت زکریاؑ کا تھا۔ وہ خلیل کا تھا۔ وہ موسیٰؑ کے ید بیضا کی ضیاء تھا۔ وہ حضرت یوسفؑ کے رخساروں کی چمک تھا۔ چاند اس کی بارگاہ میں نور کی بھیک مانگنے آتا تھا اور خورشید اس کی جلوہ گاہ ناز پر نثار ہوتا تھا۔ وہ آنے والا اسی ماہ مبارک میں آیا۔ فرشتوں کے جھرمٹ میں آیا۔ ظلوت نشینان عرش سے سرگوشیاں کرتا ہوا آیا۔ اور ملائکہ کی پلکوں سے اپنی ننھی ننھی ایڑیاں رگڑتا ہوا آیا۔ بہر حال یہی وہ ماہ مقدس ہے جب قندیل وحدت کی شمع آمنہؓ کے گھر میں اس طرح جلوہ ریز ہوئی کہ عالم لاہوت و ناسوت جگمگا اٹھے۔"

تحریک شہید گنج میں آپ کا کردار بڑا جاندار ہے۔ تحریر و تقریر کے ذریعے آپ نے مسلمانوں کی مکمل حمایت کا حق ادا کر دیا۔ اس تحریک میں آپ کو سنی مسلم امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) کے زیر سایہ کام کرنے کا موقعہ ملا۔ آپ حضرت قدس سرہ سے بہت متاثر ہوئے۔ چنانچہ ۱۹ نومبر ۱۹۳۵ء کو جب حضرت امیر ملت نے بادشاہی مسجد لاہور میں نماز جمعہ ادا کی اور اس کے بعد حسب پروگرام لاکھوں افراد پر مشتمل جلوس نکالا تو اس جلوس میں مولانا مظہر الدین بھی شامل تھے۔ جلوس کے اختتام پر نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد باغ بیرون دہلی دروازہ لاہور میں حضرت امیر ملت کی زیر صدارت ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں مولانا مظہر الدین نے

بھی زور دار تقریر کی اور قرارداد پیش کی کہ "مسجد شہید گنج" کے سلسلہ میں گرفتار اور نظر بند کیے جانے والوں کو خوار رہا کیا جائے۔ ضیغم اسلام مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۸ء) اور مولانا عبدالقدیر بدایونی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۶۰ء) نے آپ کی اس قرارداد کی بھرپور تائید کی۔

جیسا کہ اوپر میں تحریر کیا جا چکا ہے کہ مولانا مظہر الدین، دار العلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے اور کچھ عرصہ تک دار العلوم دیوبند میں مدرس بھی رہے اور پھر جمعیت علماء ہند کے ناظم اعلیٰ کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ مگر جب انہوں نے اپنے دیوبندی اکابر کو ہندوؤں کی زلف گرہ گیر کا اسیر دیکھا اور مشاہدہ کیا کہ جمعیت علماء ہند، کانگرس کے روپے پیسے پر پل رہی ہے اور گاندھی جی کی محبت میں اندھی ہو کر شعائر اسلام کی دھجیاں اڑا رہی ہے تو وہ دیوبندی نظریات سے متنفر ہوتے گئے اور سواد اعظم کے عقائد و افکار ان کے قلب و جگر کو جلاتے گئے۔ علی برادران، مولانا حسرت موہانی، مولانا قطب الدین عبدالولی فرنگی محلی، مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی، مولانا نثار احمد کانپوری وغیرہم کی صحبت بالآخر نے سونے پر سہاگے کا کام کیا اور مولانا نے دیوبندیت کو ہمیشہ ہمیشہ کی لئے خیرباد کہہ دیا۔ جیسا کہ پاکستان کے نامور مورخ اور صاحب قلم پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری (۱۹۲۶ء۔ ۱۹۸۳ء) مؤلف کے نام اپنے ایک خط محررہ ۳۱ر دسمبر ۱۹۷۶ء از کراچی میں رقمطراز ہیں:

> "مولانا مظہر الدین مرحوم، دیوبند کے فارغ التحصیل، ضلع جھنگ ان کا وطن تھا۔ والد کا نام شیخ علی حسن تھا۔ لیکن دیوبندیت کے مبلغ تھے، کٹر مسلم لیگی تھے، اسی وجہ سے کسی کانگرسی نے ان کو شہید کر دیا تھا۔"

مولانا مظہر الدین شروع ہی سے مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے۔ مسلم لیگ کی کامیابی و کامرانی کے لئے انہوں نے نہ صرف شب و روز محنت کی بلکہ اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کر دیا۔ اپنے دونوں اخباروں "الامان" اور "وحدت" کو مسلم لیگ کی پبلسٹی کیلئے وقف کر دیا۔ لیکن ان کی خدمات صرف یہاں تک ہی محدود نہیں رہیں بلکہ انہوں نے دامے درمے قدمے سخنے، ہر طرح سے مسلم لیگ کی خدمت کی۔ اس خدمت اور خدمت کی اہمیت کا صحیح

اندازہ لگانے کیلئے دو چیزیں خاص طور پر پیش نظر رکھنی چاہئیں، ایک تو یہ کہ مولانا شہید کوئی ایسے آدمی نہیں تھے جنہیں نفاذ اصلاحات کے وقت مسلمان قوم کے ساتھ کانگرس کے اندوہناک طرز عمل کی بنا پر پیدا شدہ ہیجان نے میدان میں لا کھڑا کیا ہو اور لیڈر بنا دیا ہو بلکہ وہ ایک مسلمہ لیڈر تھے اور ملک کی طول و عرض میں ان کا اور ان کے اخبارات کا اثر تھا، اس لئے مسلم لیگ میں شامل ہو جانے سے ان کی وقعت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا بلکہ مسلم لیگ کو ان کے اور ان کے اخبارات کے اثر سے فائدہ پہنچا۔ دوسری چیز یہ ہے کہ مولانا شہید نے مسلم لیگ کا جو ساتھ دیا، کسی ذاتی منفعت کی خاطر نہیں بلکہ محض اللہ جل شانہ اور حضور سرور کائنات ﷺ کی رضا جوئی کیلئے دیا۔

اگر مسلم لیگ کے حق میں مولانا کی خدمات پر نظر ڈالی جائے جو انہوں نے ذاتی کوششوں سے مختلف طریقوں پر انجام دیں تو ان خدمات کی روداد تین عنوانات کے تحت بیان کی جا سکتی ہے۔ ایک عنوان تو یہ ہوگا کہ ان کے معتقدین نے، جو طول و عرض ہند میں پھیلے ہوئے تھے، محض اپنی عقیدت کی بنا پر مختلف مواقع (مثلاً عید میلاد النبی ﷺ و محرم الحرام وغیرہ) پر بلایا، جیسے کہ وہ بلایا کرتے تھے، مولانا نے انہیں مسلم لیگ کا راستہ دکھایا اور مسلم لیگ کا بنا دیا۔ اس طرح نہ معلوم کتنی مسلم لیگ کمیٹیاں قائم ہوئیں جو مسلم لیگ کے نظام کی توسیع کے ساتھ "آل انڈیا مسلم لیگ" کی شاخیں بن گئیں۔ دوسرا عنوان یہ ہے کہ ہندوستان میں مسلم لیگ کے اثر و نفوذ کے پھیلنے میں سب سے زیادہ مدد مولانا کے اخبارات "الامان" اور "وحدت" نے دی۔ تیسرا عنوان یہ ہے کہ مسلم لیگ کے آل انڈیا اجتماعات ہی میں نہیں بلکہ بہت سے صوبائی، شہری اور دیہی اجتماعات میں تشریف لے گئے اور مسلم لیگ کی تقویت و استحکام میں حصہ لیا۔ لیکن یاد رہے کہ مولانا اخراجات سفر کی سخت سے بہت بلند تھے۔ چنانچہ مسلم لیگ کے مندوب کی حیثیت سے عالمگیر مسلم کانگریس قاہرہ کی شرکت کے سلسلے میں انہیں اپنی جیب سے ایک ہزار روپے سے زیادہ خرچ کرنے پڑے۔

یہ تھے تین عنوانات جن کے تحت مسلم لیگ کے حق میں مولانا کی خدمات کا مختصر لحاظ کیا گیا ہے۔ لیکن اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ مولانا کس خلوص اور کس ذوق کے ساتھ مسلم لیگ کا کام کر رہے تھے تو چند ایک واقعات ملاحظہ فرمائیے:

ایک مسلم نیشنلسٹ اخبار (الجمعیۃ) نے کانگرس کے صدر پنڈت جواہر لال نہرو

(۱۸۸۶ء۔ ۱۹۶۳ء) کو اپنے فکر میں ڈالا اور ایک تجویز پیش کی۔ اس فکر نے مولانا کے دل پر گویا ایک اٹک کا کام کیا۔ فرمانے لگے، پنڈت جی تو عمل کے لحاظ سے مسلمانان ہند کی حیثیت کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں، مگر کس قدر عبرت کا مقام ہے کہ ایک مسلمان اخبار انھیں اپنے فکر میں بلا کر تجویز پیش کرتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ان حکومت ہند کے اسلامی اظہارات "الامان" اور "وحدت" آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر قائداعظم محمد علی جناح کو اپنے ہاں بلائیں گے اور تجویز پیش کریں گے۔ چنانچہ آپ نے مسلم لیگ کے دو لیڈروں کو بلا کر ایڈریس دیے اور تجویز بھی پیش کیں۔ ایک ضخیم اسلام مولانا شوکت علی کو جبکہ وہ مرض مقدس میں رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر کی تدفین سے فارغ ہو کر ہندوستان تشریف لائے تھے اور دوسرا حضرت قائداعظم کو صدر آل انڈیا مسلم لیگ کی حیثیت سے۔

دہلی کے مخصوص حالات اور مخصوص فضا کے پیش نظر وہاں مسلم لیگ کی کسی زندہ اور عملی شاخ کا قیام اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ مولانا نے اپنی اور اپنے مخصوص رفقاء کی کوششوں سے دہلی میں مسلم لیگ کی ایک زندہ اور با عمل شاخ قائم کی لیکن خود کوئی عہدہ قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں معمولی رکن رہ کر ہی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔

میونسپل بورڈ سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ کی عمارت پر مسلم لیگ کا جھنڈا لہراتے ہوئے ایک پرجوش اور بصیرت افروز تقریر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا

"یہ اسلامی جھنڈا ہے، جس کے سایہ میں ہر شخص کے لئے امن و امان ہے۔ یہ پست اقوام اور مظلوموں کی حمایت کے لئے آج سے تیرہ سو برس قبل مکہ معظمہ میں بلند ہوا تھا۔ اور اس کی حفاظت اور عزت کے لئے ہمیں اپنے آخری قطرہ خون کی بھی اگر ضرورت پڑے تو اس سے دریغ نہ ہوگا۔"

آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس پٹنہ ۱۹۳۸ء میں مولانا مظہر الدین نے آزادی و فلسطین کے لئے نفرو مستانہ بلند کیا۔ اس سیشن کے تیسرے کھلے اجلاس میں تلاوت قرآن پاک اور چند نظموں کے بعد حضرت قائداعظم کی صدارت میں آپ نے اپنی

معرکہ آرا تقریر فرمائی۔ چنانچہ جونہی نواب وزیر علی خان (ف ۱۹۵۱ء) نے اعلان کیا کہ پاکستان پوزیشن فلسطین کے متعلق مولانا محمد مظہر الدین پیش کریں گے تو تمام پنڈال نعرہ تکبیر سے گونج اٹھا۔ مولانا مائیک پر تشریف لائے اور فرمایا:۔

"جناب صدر! اور معزز حضرات!! اس وقت جو تجویز میرے ہاتھ میں ہے یہ اس سرزمین سے تعلق رکھتی ہے جہاں کے باشندے اپنے خون سے اسے پاک کر رہے ہیں۔ فلسطین اسلام کا قبلہ اول ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ روح اللہ تک صدہا انبیاء نے اس کی طرف نماز پڑھی اور سید الانبیاء خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی تحویل قبلہ سے پہلے سالہا سال تک اور تمام مسلمان اس کی جانب نماز پڑھتے رہے۔

برطانوی وسائس کی مکروہ مثال :۔

اس تجویز میں جس "اعلان بالفور" کا تذکرہ ہے۔ یہ برطانوی وسائس کی ناقابل فراموش مکروہ مثال ہے۔ یہ کوئی اعلان نہ تھا بلکہ ایک پرائیویٹ چٹھی تھی جو ایک یہودی لیڈر مسٹر روتھلڈ کو نومبر ۱۹۱۷ء میں لکھی گئی۔ کئی ماہ تک یہ خط کسی برطانوی الماری میں پڑا رہا اور کسی کو بھی اس زہریلے خط کی خبر نہیں ہوئی۔

یہ وہ وقت تھا کہ جب جنگ عظیم میں برطانوی اقتدار مرغ کے پر کی طرح لوھر لوھر ڈولتا پھر رہا تھا۔ کبھی وہ امریکہ کے سایہ میں چھپنا چاہتا تھا اور کبھی کسی دوسری طاقت کو تلاش کر رہا تھا۔ پھر یہی وہ وقت تھا کہ برطانوی اقتدار کی حفاظت میں عرب اپنی قربانیاں کر چکے تھے۔ اور اس اثناء میں وہ فوق شریف حسین کے ذریعے ۱۹۱۵ء سے بار بار عربوں کی مکمل آزادی کے اعلانات ہو چکے تھے اور انہیں یقین دلایا گیا تھا کہ وہ سب "متحدہ عرب اسٹیٹ" کی شکل میں کاملاً آزاد ہوں گے۔ عربوں نے اپنی آزادی کے عشق میں سب کچھ کیا اور کئی بار برطانیہ کی عزت کو ڈوبنے سے بچایا۔ باوجود یہ کہ یہ وعدے برطانوی اعلانات اور پارلیمنٹ کی تاریخ میں موجود تھے مگر بالفور کی پرائیویٹ چٹھی کو اعلان بالفور کی شکل دے دی گئی، اور اس کا کچھ خیال نہ آیا کہ اس سے برطانوی مواعید کا چہرہ اسقدر سیاہ ہو جائے گا کہ اسے

قیامت تک کھانے کو دور کا پانی بھی نہیں ملا سکتا۔ (نعوذ باللہ تکبیر)

انگلستان میں یہودیوں کا قتل عام:۔ حضرات! کیا یہ فریب وعدہ شکنی یہودیوں کے لئے عمل میں آئی؟ ہرگز نہیں، ہمیں یورپ کی تاریخ معلوم ہے کہ اس نے یہودیوں کے ساتھ کیا کیا ہے۔ انگلینڈ میں یہ یہودی کس طرح ذبح کئے گئے۔ اٹلی، فرانس اور جرمنی میں ان کا کس طرح قتل عام ہوا۔ ہمیں پندرھویں صدی کے آخر کی تاریخ یاد ہے کہ جب سپانیہ اور اطالیہ کی سڑکوں پر انہیں جانوروں کی طرح ذبح کیا گیا اور جو باقی رہ گئے تھے وہ نہایت ذلت و خواری کیساتھ نکال دیئے گئے۔ روس میں انہیں دسویں صدی میں ان کے ساتھ یہی ہوا۔ اور انیسویں صدی کے آخر تک اسی قسم کے مظالم ہوتے رہے۔ آج مدراس میں اچھوت اس قدر ذلیل نہیں، جتنے ذلیل یہودی یورپ میں تھے۔ پندرھویں صدی میں برطانیہ کے اندر جو کچھ یہودیوں کے ساتھ ہوا وہ بھی تاریخ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ اطالیہ، فرانس، جرمنی یا سپانیہ میں یہودیوں کا قتل عام ہوا اس کی ابتدا پہلے برطانیہ سے ہی ہوئی تھی۔ جو خونیں سبق یہاں پندرھویں صدی میں سکھایا گیا وہی بعد کی صدیوں میں جرمنی، اطالیہ، روس اور سپانیہ وغیرہ میں یہودیوں کے ساتھ دہرایا گیا۔ اس کا سبب وہی مسیحیت اور یہودیت کی قدیم عداوت دینیہ پر مبنی تھی۔ پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے جو ہم زمین یہودیوں کے لئے صدیوں تک خونخوار ثابت ہوئی وہ آج ارض مقدس کی گود میں (نہیں نہیں کی تو لاؤ) تو کیا پھر یہودیوں نے اپنی عادت قدیمہ بدل دی۔ (تو لاؤ دیر تو نہیں) اگر یہ بھی نہیں تو کیا برطانیہ نے اپنی سابقہ عداوتوں سے توبہ کر لی۔ اور اب وہ پشیمان ہو گئی (ہرگز نہیں) اگر ایسا ہے تو اسے عربوں کے سامنے اپنی پشیمانی کا ثبوت پیش کرنا چاہئے اور اس وعدہ خلافی کو پورا کرنا چاہئے جو اس نے عربوں سے دو سال پہلے عربوں سے کیا تھا۔ (نعوذ باللہ تکبیر)

ہر روم میں برطانوی اغراض:۔ ہمیں یہ ہے کہ فلسطین ہر روم کے ساحل پر واقع ہوا ہے ہر ہر روم اور ہر روم سے برطانوی مقاصد اس قدر وابستہ ہیں کہ وہ ان اسباب سے پوشیدہ نہیں۔ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ علاقہ ہری (برطانیہ) کے تاج کے تمام جواہر ہر ہر روم کے حاصل شدہ موتیوں

اور قائم شدہ اقتدار کا تحفظ ہیں۔ ان ہی میں ملوکیت کا چکدار ہیرا بھی شامل ہے۔ اگر ان دونوں حدود میں بر طانوی اقتدار خطرہ میں پڑ جائے تو ملوکیت آنے کا سہل ترین راستہ اور ہر ممکن وسیلہ بر طانیہ کے لئے ہو سکتی ہیں۔ پس بر طانوی وزیر نے خیال کیا ہوگا کہ اگر کبھی نہ کبھی انہیں ہوش آیا تو ہر روم میں بر طانوی جہازوں کے لئے خطرہ پیدا کر سکتے ہیں۔ لہذا اس نے اعلان بالفور کے ساتھ تقسیم فلسطین کا ضمیمہ شامل کیا اور اس کی رو سے عربوں کو پیچھے دھکیل دیا اور یہودی اسٹیٹ کے نام پر "یافہ" کے ماسوا وہ تمام بندرگاہ یہودیوں کو دے دیئے گئے جو حیفا سے شروع ہو کر مگدلہ تک ہیں۔ دوسرا میں، اصر اشدود، قلیہ اور جزیرہ بھی یہودی اسٹیٹ میں شامل ہیں۔ میں نے فلسطین کیلئے "وصیت" میں جو نقشہ شائع کیا ہے اس میں یہ دکھایا ہے کہ مذکورہ بالا تمام بندرگاہ اور غیر ساحلی مقامات عربوں سے چھین کر یہودیوں کو دیئے گئے اور صرف یافہ عربوں کو دیا گیا۔ مگر اس تک پہنچنے کے راستے بر طانوی اسٹیٹ یا یہودی اسٹیٹ میں سے رکھے گئے۔ تاکہ جب یہ دونوں چاہیں عربوں کا راستہ یافہ تک پہنچنے کا بند کر دیں۔ وہ یہاں بندرگاہ کی سہولت دینے کے بعد بھی اس بندرگاہ کو آزادی سے استعمال نہ کر سکیں اور بندرگاہوں میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں۔ عرب قوم بیدار قوم ہے۔ اس کی رگوں میں شہادت کا خون ہے۔ اس نے ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دی اور وطن کی آزادی کے لئے سر سے کفن باندھ کر میدان میں آ گئی (فرمودہ مکرم)

حضرات! جب تک ایک عرب بھی فلسطین میں زندہ ہے اور جب تک ساری مسلمان عالم میں ایک حقیقی گلہ بھی موجود ہے وہ اس قسم کے خائنانہ فیصلوں کے بارے میں کبھی جھکنا نہیں جانتا (فرمودہ مکرم) لیکن ان چار دن کی تقسیم کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۴۸ء سے پہلے جس جگہ سے یہ ابھی تھی وہیں دفن کر دی گئی۔ اور مجھے یقین ہے کہ قیامت تک کوئی مسیحا اسے زندہ نہ کر سکے گا۔

چھ لاکھ عرب اور ۳۳ کروڑ ہندو ستانی۔ حضرات آپ نے دیکھ لیا کہ بر طانوی اقتدار کی بقا کے لئے انہوں نے کتنی بڑی تعداد میں عربوں کو ہمیشہ کیلئے بے گھر کر دیا۔ اپنے معاہدات کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ مگر آج تک کامیابی نہیں ہوئی۔ ان کے مقابلہ میں فلسطین کی اس لاکھ آبادی میں چھ

لاکھ یہودی اور صرف چھ لاکھ عرب ہیں۔ ان میں وہ عیسائی بھی شریک ہیں جو مسلمانوں کی طرح یہودیوں کے سخت مخالف ہیں۔ اور عربوں کے دوش بدوش برطانوی فوجوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے لباس بھی وہی اختیار کر لیا ہے جو عربوں کا ہے۔ ترکی ٹوپی جو فلسطین میں یہودی اوڑھتے ہیں تمام عربوں نے اتار دی ہے اور سفید رومال و عقال سر پر پہنتے ہیں اور مسئلہ آزادی پر ان میں پورا اتحاد ہے۔ برطانیہ کو مٹھی بھر یہودیوں کی خاطر مسلمانوں اور تمام عربوں اور ساٹھ کروڑ مسلمانان عالم کو چیلنج نہیں دینا چاہیے۔ بہر حال تین سال کی مدت میں چھ لاکھ عربوں کی قربانیوں نے برطانوی مدبرین کو اس حد تک متاثر کر دیا ہے کہ کانگرس پچاس سال کے عرصہ میں بھی نہیں کر سکی۔ اور میرا خیال ہے کہ جو عرب تقسیم فلسطین کی تنسیخ کرانے میں کامیاب ہوئے ہیں وہ آزادی و کامل حاصل کرنے میں بھی ضرور کامیاب ہوں گے۔ اور اگر فلسطین کے دس لاکھ افراد برطانوی حلق سے اپنی آزادی کا نگلا ہوا لقمہ واپس لے رہے ہیں تو ہندوستان کے نو کروڑ مسلمان بھی اپنے مستقبل سے مایوس اور اپنے فرض سے غافل نہیں ہیں۔ (غرہ و تکبیر)

فلسطین کے متعلق یہودیوں کے ناپاک منصوبے :

المطلب وغیرہ بعض جرائد میں ایسی تصاویر بھی شائع ہوئی ہیں جو یہودی مذہبی دیوانوں کی ناپاک آرزوؤں سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ ارض مقدس فلسطین میں صرف سیاسی اقتدار ہی نہیں چاہتے بلکہ مسلمانوں اور مسجدوں کے متعلقہ مقدس مقامات کو بگاڑ کر اور بدل کر اپنے مذہبی نشانات کی شکل دینا چاہتے ہیں۔ مسجد اقصیٰ شریف کو جہاں آنحضور ﷺ نے شب معراج کو نماز پڑھی تھی، یہودی ہیکل میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ایک ایسی شکل میں اسے تبدیل کرنا چاہا ہے کہ دونوں طرف شیروں کی تصاویر ہیں، وسط میں یہودی جھنڈا ہے اور اس پر یہودی تاج ہے۔ اس طرح قبۃ صخرہ مسجد، براق شریف اور ان جیسوں مقدس مقامات کو جنہیں عیسائی اور مسلمان دونوں مقدس و مشرف سمجھتے ہیں۔ یہ ذلیل قوم انہیں مٹانا اور بدلنا چاہتی ہے اور اس قسم کے کاغذات اور تصاویر جرائد میں شائع ہوئی ہیں، اور کمشن کے سامنے بھی پیش کی گئی ہیں۔ یاد رہے کہ دنیا بدل سکتی ہے، لیکن جب تک ہم مسلمان زندہ ہیں کوئی طاقت ہمارے قبلہ اول کی ایک اینٹ اور حرم

جالت کے نشان کو بھی نہیں بدل سکتی (غرہ و تحمیر)

فلسطین سے مسلمانانِ عالم کا تعلق آپ نے ارض مقدس فلسطین کے فضائل میں متعدد روایات و احادیث پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ: خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے "ضربت علیہم الذلۃ و المسکنۃ و باؤ بغضب من اللہ"۔ (یہودیوں پر ذلت و مسکینی تھوپ دی گئی اور وہ خدائی غضب کے ساتھ ہوئے۔) اس کے یہ معنی ہیں کہ ذلت و مسکینی کا عذاب قیامت تک مسلط کر دیا گیا کیونکہ آیت مطلق ہے اور اس میں کسی وقت یا صدی کی قید نہیں۔ اسی حکم کو قیامت تک برقرار رکھنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اخرجو الیہود و النصاری من جزیرۃ العرب۔ ظاہر ہے کہ فلسطین متفقہ طور پر جزیرۃ العرب کا حصہ ہے اور اس حدیث کے حکم میں داخل ہے۔ پس اگر کوئی طاقت یہودیوں کو فلسطین میں برسر اقتدار لانے کے درپے ہے تو وہ یاد رکھے کہ قرآن کریم و حدیث کو چیلنج دیتی ہے اور ہر مسلمان کر فرض ہے کہ وہ ایسے چیلنج کو اپنے خون کا آخری قطرہ قربان کر کے بھی قبول نہ کرے۔ (بلد جوش غرہ و تحمیر)

برطانیہ کو تنبیہ: اگر برطانوی مدبرین عرروم میں برطانوی اقتدار کو اپنی قومی حیات کی شہ رگ سمجھتے ہیں، تو کیا ضرور ہے کہ وہ یہودیوں سے سازباز کریں یا ان کی حمایت کا نقاب ڈال کر سامنے آئیں۔ اس کی ایک آسان شکل یہ بھی ہو سکتی تھی کہ عربوں سے دوستی کریں، ان کے دل ہاتھ میں لیں، اپنے وعدے پورے کریں، انہیں آزادی دیں اور ایک دوستانہ معاہدے کے ذریعے اپنے مفاد کا تحفظ کر لیں۔ ورنہ مجھے خطرہ ہے کہ یہودیوں کی حمایت میں عرروم میں برطانوی اقتدار کے تحفظ کے لئے انگریز جو کچھ کر رہے ہیں، کہیں یہی برطانوی اقتدار کو عرروم میں غرق کرنے کا باعث نہ بن جائے۔

جرمنوں اور اطالویوں کی امداد: اگر برطانیہ نے عربوں کی طرف جلد دوستی کا ہاتھ نہ بڑھایا تو بہت ممکن ہے کہ عرب، جرمنوں اور اطالویوں کی دوستی کے ہاتھ کو پکڑیں۔ جرمنی اور بالخصوص اطالیہ، عرروم میں، شمر سویز میں اور عرالحمر میں جو خواہشات رکھتا ہے وہ مجھ سے زیادہ برطانوی مدبرین کو معلوم ہیں۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اب دونوں طاقتوں نے عرروم میں اپنا اقتدار بڑھانے اور برطانیہ پر

اتحاد ملت" کے زیر اہتمام محمد علی پارک (بالمقابل پارلیمنٹ لائبریری) میں منعقد ہوا جس کی صدارت مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۵۶ء) نے کی۔ اس جلسہ میں دس ہزار کے قریب مسلمان شریک تھے اور سید حسین امام (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۸۵ء) نے کی۔ اس جلسہ میں دس ہزار کے قریب مسلمان شریک تھے اور سید حسین امام (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۸۵ء) مولانا عبدالغنی ممبر مرکزی اسمبلی، شہاب الملک حکیم نور الحسن خان بھوپالی، مولانا حامد جلالی (۱۹۰۳ء۔ ۱۹۷۳ء) میاں عبدالکریم صدر مجلس اتحاد ملت دہلی وغیرہم بھی شریک تھے۔

مولانا ظفر علی خان نے صدارت کی طرف سے جمعیت علماء ہند کے فیصلہ کی تنسیخ کا ریزولیوشن پیش کیا۔ آپ کی تقریر میں چند معلومہ افراد نے شور و غل کیا اور کہا کہ "جمعیت کا فیصلہ درست ہے۔" اس پر تمام جلسہ میں شدید ہی پھیل گئی اور ہر طرف سے کانگریسی اجیروں کو باہر نکال دو کی آوازیں بلند ہوئیں۔ مولانا ظفر علی خاں نے کہا کہ اس جلسہ عام میں فیصلہ اکثریت کی رائے پر ہوگا۔ چنانچہ آپ نے عوام سے پوچھا کہ کیا آپ کو جمعیت علماء ہند کا بلا شرط شرکت کانگرس منظور ہے؟ ہر طرف سے انکار کی آوازیں آئیں اور جمعیت علماء ہند کا بلا شرط شرکت کانگرس کا فیصلہ ایک آزاد عوامی جلسہ میں مسلمانوں نے منسوخ کر دیا۔

اس جلسہ میں دوسری تجویز جو سید احمد آباد دکن میں کانگرس اور تریوی و صاحبانی سازشوں سے متعلق تھی، سید حسین امام نے پیش کی تھی۔ جس کی تائید میں مولانا ظفر الدین نے وہ معرکہ آرا تقریر کی جس کے بعد دونوں کے اندر آپ شہید کر دیے گئے یہ تقریر کیا تھی، دولت اسلام، مسلم لیگ اور حضرت قائد اعظم کے طرز عمل کی ستائش میں ایک بحر مواج تھا۔ جس کے تھپیڑوں سے کانگرسی کشتیاں غرق ہو رہی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کا خلوص پسند آیا تھا اور آپ کی شہادت منظور تھی۔ لہذا شہادت سے ۴۸ گھنٹہ قبل جس طرح میدان کربلا میں امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مخالفین سے آخری مرتبہ اتمام حجت کیا، اسی طرح شہید کربلا کے اس محب صادق نے بھی دس ہزار مسلمانوں کے مجمع میں آخری مرتبہ اتمام حجت کرنے کے بعد جام شہادت پیا۔ قول مولانا محمد علی جوہر

"یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

حضرت مولانا کی تقریر درج کرنے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ تجویز بھی درج کردی جائے جس پر آپ کی آخر تقریر ہوئی تھی۔ تجویز کے الفاظ یہ ہیں :-

"مسلمانان دہلی کا یہ نمائندہ اجتماع "دولت لبدمدت آصفیہ" کے خلاف ہندو مہاسبھائیوں اور آریہ سماجیوں کی چو طرفہ یورش کو جس کا مقصد اس "دولت لبدمدت" کے سیاسی ناموس کو تباہ کرنا ہے، انتہائی غم و غصہ اور تشویش و اضطراب کے ساتھ دیکھتا ہے اور اپنے اس یقین کا اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ ممالک محروسہ سرکار نظام میں ریاستوی ہند سے ہندو جتھوں کے اس تکاپو اور اقدام کے خلاف مدافعانہ اقدام از بس ضروری ہے۔

یہ اجتماع "مجلس مرکزیہ اتحاد ملت" کے اس فیصلہ کا جوش و خلوص کے ساتھ خیر مقدم کرتا ہے کہ اس مدافعانہ اقدام کے لئے مناسب پروگرام کی تیاری کا کام مجلس کے صدر نظر الملت مولانا ظفر علی خاں کے سپرد کردیا جائے اور اس بارہ میں انہیں کامل اختیارات حاصل ہوں۔ یہ جلسہ مولانا موصوف سے توقع رکھتا ہے کہ وہ جلد سے جلد مدافعانہ اقدام کا کوئی موثر پروگرام تجویز کریں گے۔"

اس تجویز کے بعد مولانا نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا

"میدرآباد کے متعلق جو تجویز آنریبل سید حسین امام نے پیش کی ہے میں اس کی طرف طرف تائید کرتا ہوں۔ ہندوستان میں ہماری شوکت ماضی کی ایک نشانی دولت نظام باقی ہے۔ آج ہمارے اختلافات ہیں کہ اغیار اس "دولت لبدمدت" کی طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ مگر میں بانگ دہل اعلان کرتا ہوں کہ حضور نظام کے وقار و عزت کی خاطر اگر ضرورت پڑی تو ہمارا چپہ چپہ میدان میں اتر آئے گا (ٹک ٹک کی آوازیں) دولت نظام کو ہم اپنے دل و جگر کے ٹکڑوں سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں۔ جب تک ہندوستان میں نو کروڑ مسلمان موجود ہیں کوئی طاقت اس اسلامی سلطنت کو برباد نہیں کر سکتی۔ کوئی مسلمان جب تک کہ اس کی رگوں میں خون کا آخری قطرہ موجود ہے، سلطنت آصفیہ کی موت و تباہی کو نہیں دیکھ سکتا۔ بھائیو! میں تم سے پوچھتا ہوں، یہ سچ ہے، یہ ٹھیک ہے؟" (آوازیں،

ہو چکا ہے یہ راستہ ہے اگر یہ راستہ ہے تو کہاں ہم حیدر آباد کو بچانے کے لئے قربان گاہ استحصال کی طرف قدم بڑھائیں گے۔ مگر آج کیا ہو رہا ہے، ہم میں ہی سے ایک طبقہ ہے جو بد قسمتی سے ہم سے کٹ کر غیروں سے مل گیا ہے۔ وہ "سواد اعظم" سے چھٹکارہ پا کر ان طاقتوں کی حمایت کر رہا ہے جو تقسیم ہندوستان سے مغلیہ سلطنت کی یادگار اور تو کروڑ مسلمانوں کی امیدوں کے مرکز "دولت نظام" کو تباہ کرنے کے لئے ہر ممکن سعی کر رہی ہیں۔

حضرات میں یہ کچھ صاف صاف باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ جو مسلمان علاوہ حق کیلئے ناجائز طاقت استعمال کرتا ہے یا ان سے سانٹھ گانٹھ رکھتا ہے وہ اسلام کا مجرم ہے۔ لیکن جو علاوہ "سواد اعظم" سے کٹ کر غیروں سے جا ملیں، ان لوگوں سے اشتراک عمل کریں جو مسلمانوں اور ان کی تنظیموں اور لیڈروں کو سبوتاژ کریں، میں ان کا قائل نہیں ہوں، اگرچہ میری یہ خواہش ہے کہ خدا نہیں راہ راست پر لائے کیونکہ وہ پھر بھی ہمارے بھائی ہیں، ہمارا ان سے اختلاف بے جا طاقت نہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں، کیا میں نے اپنے اخبار میں یہ اعلان نہ کر دیا تھا کہ ۳۰۔ ۳۱ مارچ کو جو علاوہ دہلی آنے والے ہیں، مسلمان دہلی ان کے خلاف کسی قسم کا مظاہرہ نہ کریں اور ان کے جلسوں میں کسی قسم کی مزاحمت نہ کریں (تالیاں۔ کھلا تھا) مگر آپ نے اس کا جواب دیکھا۔ آج ہمارے جلسہ میں چار چار لاکھ آدمی کر کے تھے ایران فروشوں کو ان کا ایران خریدکر بھیجا جا رہا ہے کہ وہ کر دکھائیں۔ ہم بھی یہ سب کچھ کر سکتے ہیں مگر ہم ایک مسلمان کے ایمان کی قیمت چار آنے یا آٹھ آنے نہیں سمجھتے بلکہ ہندوستان سمجھتے ہیں، جو تحفظ و سلامتی و ایمان کے لئے قوی جا سکتی ہے مگر ایران فروشی کے لئے نہیں۔ ہم مسلمانوں کا چار آنے یا آٹھ آنے پر ایمان خریدنا نہیں چاہتے۔ (مظفر الدین زندہ باد۔ مظفر علی خان زندہ باد کے نعرے)

آج سارے ہندوستان کے مسلم علماء کے دل دہلے پر بیٹھ کر مسلم لیگیوں اور اس کے لیڈروں مسٹر جناح وغیرہ کو گالیاں دی جاتی ہیں اور یہ اشتراک کانگرس کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ہمارے جلسوں میں چونی اور اٹھنی والوں کو جمع کر کے جلسہ کرائی جاتی ہے مگر اس کھلے جلسہ میں، اسی آسمان کے نیچے اور اسی زمین کے اوپر مسلم رائے عامہ کا فیصلہ و باحق آپ کے سامنے ہے۔ مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ ان چونی اور اٹھنی والوں کا جو خلاف ایک سے بچے کے

لئے سیاسی پلیٹ فارم میں داخل ہو رہے ہیں، کیا حشر ہوا؟ بھائیو! یہ کشتی لڑنے ایک دوسرے کے سر پھوڑنے کا اکھاڑا نہیں ہے۔ یہ تو ایسی اکھاڑا ہے جہاں ہوائے اور آٹھ آنے کی طاقت بے کار ثابت ہوئی۔ یہاں عمل صالح کی طاقت کام کر رہی ہے اور سچے دل کی لگن۔ جس نے خطرہ لازم کو بھگل کر رکھ دیا۔

بھائیو! آج ہندوؤں کے جگت گرو سری شنکر آچاریہ نے اعلان کیا ہے کہ وہ اپنے چھ لاکھ سنگھی بندوق سنبھالیوں کو لے کر حیدر آباد پر حملہ کر دیں گے۔ اس اعلان کے وقت میں منتظر تھا اور میری یہ تمنا تھی کہ کوئی مفتی و اعظم یا شیخ الاسلام میدان میں تشریف لائے اور دولت آصفیہ کے تحفظ کے لئے سینہ سپر ہو جائے۔ یہ دولت نظام جس کے روپے سے علماء دین پل رہے ہیں۔ حضور نظام، جن کے ذریعہ ہزار روپے ماہوار جامعہ نظامیہ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کو تنخواہیں دیتی ہیں۔ اگر یہ دولت نظام برباد ہو گئی تو کیا دارالعلوم دیوبند زندہ رہ سکتا ہے؟ بحیثیت علماء ہند کے جلسہ میں مسلم لیگ اور جناح کو کوسا جا سکتا ہے مگر اسلام اور ایک اسلامی بادشاہ کے لئے یہ لوگ سامنے نہیں آتے، اور برا شرما شرکت کانگرس کا فیصلہ تو کر سکتے ہیں مگر بھلے حقوق مسلمین کے لئے آواز بلند نہیں کرتے، ان کے منہ سل جاتے ہیں۔ (آوازیں کانگرس کی سفری سوئی سے لاپتہ کرانے کے لئے کانگرس جلسوں کو برباد کرانے کی سعی کی جاتی ہے، جو حرامزادے لگا ہوا اسلام میں پیدا شرما شرکت کانگرس کے فیصلوں کو مسترد کرنے کے لئے منعقد کئے جائیں۔ اگر انہیں ہماری رائے سے اختلاف ہے تو اظہار اختلاف کا یہ طریقہ نہیں۔ وہ خود ہمارے جلسوں میں تشریف لائیں۔ سامنے آئیں مجھے اور سواد اعظم کو اپنی دلیل سے سمجھا دیں یا سمجھ لیں۔ یہی انسانیت اور شرافت کا تقاضہ ہے۔ (بے شک بے شک کی آوازیں)

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ آج مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے جو اسلام کا جھنڈا ہے اپنے تو بے فیصلہ کی مسلمان ہیں۔ (آوازیں۔ وہ فیصلہ) کیا خدا اور رسول اکرم ﷺ کا فرمان غلط ہو گیا۔ اگر نہیں نہیں) تو پھر یہ ہمارے کرم فرما "سواد اعظم" سے کیوں علیحدہ ہیں؟ آج ریاستوں میں جمہوریت کے ہاتھ پر کانگرس کی شکست ہو رہی ہے۔ جمعیتی اور احرار لوگ بھی اسی جمہوریت کے حق میں آواز بلند کرتے ہیں مگر جب بے پار میں لیتے اور بے قصور مسلمانوں پر اندھا دھند گولیاں

چلائی جاتی ہیں اور پچاس سے زائد مسلمانوں کو خاک و خون میں تڑپا دیا جاتا ہے، سیکڑوں بچے یتیم کر دیے جاتے ہیں، سہاگنوں کا سہاگ لٹ جاتا ہے تو اس وقت جمہورت کی حامی کانگرس حرکت میں نہیں آتی، کانگرس اور گاندھی جی جو صرف جمنا لال بجاج کے داخلہ پر پابندی عائد کرنے کے سبب بے پور کے خلاف کارروائی کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں، چپ سادھ لیتے ہیں۔ اگر مہاراجہ راج کوٹ مسلمانوں کو کچھ حقوق دیتے ہیں تو گاندھی جی اور پٹیل بگڑ کر ستیہ گرہ شروع کر دیتے ہیں۔ گاندھی جی مرن بھرت رکھتے ہیں مگر یہ مرن بھرت ہندو مسلم اتحاد کے لئے نہیں رکھا جاتا، دولت نظام کے خلاف شورش بند کرنے کے لئے نہیں رکھا جاتا، جہاں ہندوؤں کے ساتھ روادارانہ سلوک کیا جاتا ہے جس کی مثال ہندو ریاستوں میں بھی نہیں ملتی۔ کیا حیدر آباد میں گائے کشی حتما ممنوع نہیں؟ حیدر آباد میں سال بھر میں ایک سو پچاس مندر بنائے گئے مگر مساجد نہیں۔ تقریباً ۱۵۰ مسجدیں ایسی ہیں جن کے متولی ہندو ہیں۔ کیا کسی ہندو ریاست بے پور، کشمیر وغیرہ میں ایسی مثال موجود ہے کہ کسی ایک مندر کا انتظام، مسلمان کے سپرد ہو۔

دولت نظام کے تحفظ کے لئے مجلس اتحاد ملت اور مسلم لیگ کے اراکین ہر قربانی دیں گے۔ وہ مجاہد ملت (مولانا ظفر علی خاں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) جس کی زندگی کا بیشتر حصہ جیلوں کی نذر ہوا، میدان میں آ چکا ہے۔ مسلمانو! باہمی اختلافات مٹا کر مسلم لیگ کے واحد پلیٹ فارم پر متحد و منظم ہو جاؤ۔ جب تک مسلمان آپس میں متحد و منظم نہ ہوں گے۔ ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی عزت و ناموس اور قومی زندگی محال ہے۔

میں ان الفاظ کے ساتھ اس تجویز کی تائید کرتا ہوں جسے آنریبل سید حسین امام نے آپ کے سامنے پیش کیا۔ (تقریر کے اختتام پر تمام مجمع نے کئی منٹ تک "مظفر الدین زندہ باد" کے پرجوش نعرے بلند کئے اور ایک جم غفیر نے انہیں گھیر کر پرجوش نعروں کے درمیان موٹر تک پہنچایا۔ جہاں سے آپ عربک کالج تشریف لے گئے اور مسئلہ شہادت پر آخری تقریر فرمائی۔)

آپ کی روز افزوں ملی خدمات نے کانگرس، جمعیت علماء ہند، احرار پارٹی وغیرہ کی نیندیں حرام کر دیں۔ آپ کی محنت اور کوشش سے مسلم لیگ روز بروز مقبول اور ہر دلعزیز جماعت بن رہی تھی، جو مخالفین کی آنکھ میں خار بن کر کھٹکتی تھی۔ اس لئے تمام کانگرسی،

جمعیتی، احراری اور دیگر مسلم لیگ دشمن طاقتیں آپ کے خلاف صف آراء ہو گئیں۔ اسی طرح ۱۹۳۸ء میں جب آپ فلسطین کانفرنس قاہرہ سے واپس دہلی تشریف لائے تو جامع مسجد فتح پوری دہلی کے پٹے کا معاملہ چھیڑ دیا گیا۔ مسجد کے پس پشت گنڈوریہ سیٹھ کا عالی شان مکان تھا اور وہ پٹے کو اپنی ملکیت بتاتا تھا۔ مسجد کمیٹی نے گنڈوریہ کے حق میں فیصلہ دے دیا تھا لیکن دہلی کے مسلمانوں میں ہیجان برپا تھا۔ مولانا نے مسجد کمیٹی اور سیٹھ گنڈوریہ کی حامی جمعیت علماء ہند کے خلاف اپنے اخبار "الامان" اور "وحدت" میں زبردست مضامین لکھے جس سے تمام ہندو اور جمعیت علماء ہند آپ کی جانی دشمن ہو گئی۔

۲۲ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۴ مارچ ۱۹۳۹ء بروز منگل مولانا مظہر الدین اپنے اخبار "الامان" اور "وحدت" کے دفتر میں بیٹھے کام کر رہے تھے کہ بارہ بجے کے قریب دو شخص دفتر میں آئے۔ ایک کا نام محمد احمد اور دوسرے کا نام محمد شفیق تھا۔ مولانا اس وقت سخت مصروف تھے۔ محمد شفیق نامی شخص کرسی کے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا اور محمد احمد سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ مؤاخر الذکر نے کہا کہ ہمیں آپ سے کچھ عرض کرنا ہے۔ آپ کے پاس صبح سے شام تک بے شمار آدمی اپنی اپنی غرض کے لئے آتے تھے۔ آپ نے انھیں خوش آمدید کہا اور پیچھے کھڑے ہوئے شخص کو بھی کرسی پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ لیکن اسی اثناء میں محمد شفیق نے خنجر سے گردن پر بھرپور حملہ کیا اور اس کے بعد دونوں بھاگ نکلے۔ مولانا کی شہ رگ پر خنجر لگا اور خون کا فوارہ ابلنے لگا۔ زخم کھا کر دو چار قدم بھاگے اور چلائے کہ قاتل کو پکڑو لیکن دہلیز آمدے میں گر گئے۔ دفتر کے لوگ نکل پڑے مگر مولانا کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی اور زبان حال سے پکار کر کہہ رہی تھی۔

تم یونہی سمجھنا کہ فنا میرے لئے ہے
پر غیب سے سامان بقا میرے لئے ہے
پیغام ملا تھا جو حسینؓ ابن علیؓ کو
خوش ہوں وہی پیغام قضا میرے لئے ہے

(مولانا محمد علی جوہرؒ)

یہ دونوں شخص جنہوں نے قتل میں حصہ لیا دہلی کے اوباش تھے اور دونوں کے پس پردہ محمد اسمٰعیل چوٹی ایک غنڈے کا ہاتھ تھا۔ دہلی کے جب کسی شخص کو قتل کرانا ہوتا تو محمد اسمٰعیل چوٹی کی مدد لی جاتی۔ محمد اسمٰعیل کو دہلی کے بعض مقتدر کانگرسی اور جمعیتی لوگوں نے اپنے ہاتھ میں لے کر یہ کام کرایا اور اسمٰعیل نے محمد شفیق اور محمد احمد کو آگے بڑھا کر اس کو

انجام دیا۔ دونوں قاتل پکڑے گئے۔ امرناتھ بھنڈاری امرتسری سیشن جج کی عدالت میں مقدمہ چلا۔ محمد شفیق کو پھانسی اور محمد احمد کو عبور دریائے شور (کالے پانی) کی سزا ملی۔ ہائی کورٹ میں ایک انگریز جج کے سامنے اپیل ہوئی لیکن سزا بحال رہی۔

اگلے دن نماز جنازہ میں دہلی کی خلقت امڈ آئی۔ ساٹھ ہزار کے قریب فرزندان توحید نے جامع مسجد دہلی کے بیرونی میدان میں نماز جنازہ ادا کی اور پھر اس نابغہ روزگار شخصیت اور عدیم النظیر خادم قوم کو کوٹلہ فیروز شاہ تغلق، دہلی کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی شہادت کی خبر آناً فاناً پوری دنیا میں پھیل گئی۔ ہر سو تعزیتی اجلاس منعقد ہوئے اور شہید کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا گیا۔ پیشتر اس کے کہ ہم مشاہیر کی طرف سے شہید کو خراج عقیدت کی تفاصیل درج کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قتل کے بارے میں کچھ روشنی ڈال دی جائے۔ یہ قتل جمعیت علماء ہند نے کرایا تھا جس کے ثبوت میں ہم غیر متزلزل دلائل پیش کریں گے۔

مولانا کی شہادت کے بعد جمعیت علما ہند کے کارکنوں نے مولانا اشرف علی تھانوی کو بھی مسلم لیگ کی حمایت کے جرم میں قتل کی دھمکیاں دیں۔ ذیل میں ہم ایک ایسا خط نقل کر رہے ہیں جس سے اظہر من الشمس ہے کہ مولانا مظہر الدین کا قتل جمعیت علماء ہند کی ہی کارگزاری ہے۔ یہ گمنام خط مولانا اشرف علی تھانوی کو ۱۵ر اپریل ۱۹۳۹ء کو ملا تھا۔ لیجئے! پڑھئے اور اسلام و پاکستان کے دشمنوں کے مکروہ عزائم پر سر پیٹئے:۔

"مولوی اشرف علی تھانوی! یہ بات بہت تشویش اور ہمارے لئے شرم کی ہے کہ کانگرس، جمعیت علماء ہند، احرار اور مومن کانفرنس کی تمام کوششوں کے باوجود مسلم لیگ کا فتنہ تمام ملک میں پھیلتا جا رہا ہے اور آپ نے علماء کے خلاف مسلم لیگ کے موافق فتویٰ دیا ہے جس کا بہت اثر ہوا ہے۔ اب ہماری پارٹی مسلم لیگ کے بد دین لیڈروں، مولویوں کو مزا چکھانے کے لئے میدان میں آگئی ہے۔ اس لئے آپ کو بھی یہ تاکیدی نوٹس دیا جاتا ہے کہ آپ ایک ماہ کے اندر اندر اپنا فتویٰ واپس لے لو اور حضرت امیر الہند مولانا حسین احمد مدنی کا

مسلک قبول کر لو اور کانگریس کی حمایت کرو، ورنہ پورا یقین رکھو کہ تم کو بھی مولوی مظہر الدین "الامان" والے کی طرح تمہاری خانقاہ میں چھرے سے ذبح کر دیا جائے گا۔ یہ قسمیہ اور ایمانا اطلاع بھیجی جاتی ہے، ایک ماہ کی مدت غنیمت جاننا۔ ایک ماہ بعد تمہارے بیان کی انتظاری کر کے ہمارا آدمی روانہ ہو جائے گا جو پستول یا چھرے سے تم کو ختم کر دے گا۔ پھر مردود جینا (جناح) اور بد عتی مولوی بدایونی (مولانا عبدالحامد بدایونی) کی باری ہو گی۔ یہ چٹھی کوئی دھمکی نہیں ہے۔ فقط کانگریس زندہ باد، جمعیت علماء ہند زندہ باد۔" (پروفیسر احمد سعید، "مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی" مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۷۲ء ص ۱۲۷، ۱۲۸)

مولانا مظہر الدین کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے برصغیر کے مشاہیر لیڈران کرام اور علمائے عظام نے ایک مشترکہ بیان جاری کر کے آپ کو بھرپور خراج عقیدت پیش کیا۔ اور عوام کو آپ کے مشن پر چلنے اور اسے قائم و دائم رکھنے کی اپیل کی۔ ان مشاہیر میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔ بیگم صاحبہ مولانا محمد علی جوہر، مسیح الملک حکیم محمد جمیل خان دہلوی، سر عبداللہ ہارون، ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد، نواب محمد اسمٰعیل خان، نوابزادہ لیاقت علی خاں، عزیز ملت سید عبدالعزیز صدر مسلم لیگ صوبہ بہار، نواب صدیق علی خاں سالار آل انڈیا مسلم لیگ نیشنل گارڈ، مولانا سبحان اللہ رئیس گھور کھپور، مولانا سید احمد امام مسجد شاہی دہلی، حضرت پیر جی کرار حسین سجادہ نشین درگاہ صابریہ دہلی، مولانا مفتی محمد برہان الحق جبل پوری، مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی، مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی، مولانا صبغۃ اللہ شہید فرنگی محلی، مولانا شاہ عبدالواحد عثمانی بدایونی، مولانا عبدالحامد قادری بدایونی، مولانا شاہ حسین میاں پھلواروی اور مولانا مفتی شاہ محمد مظہر اللہ امام شاہی مسجد فتحپوری دہلی وغیرہم۔

حضرت قائد اعظمؒ نے آپ کے حادثہ شہادت کی خبر سن کر فوراً پریس کو یہ بیان دیا:

"مجھے مولانا مظہر الدین کے قتل ہو جانے کا بے حد صدمہ

ہے۔ وہ مسلم لیگ کی اور ان کے اخبارات "وحدت" "نور" "الامان" "مسلم لیگ گزٹ" کی ہر دی پر جوش حمایت کرتے رہے ہیں۔ ان کے انتقال سے ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ علیحدہ نمائندہ مسلم لیگ، "فلسطین کانفرنس" کی شرکت کے سلسلے میں انہوں نے بڑے ایثار سے کام لیا۔ مسلمانوں اور مسلم لیگ لیڈروں کو چاہیے کہ ان کی یادگاروں کو زندہ رکھیں، جو "وحدت" "نور" "الامان" ہیں۔"

شہید ملت کے واقعہ شہادت کی خبر پر کر حضرت اقدس مولانا قطب الدین عبدالولی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۵۴ء) (جانشین قیام الملت والدین حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی) کو جو قلبی تکلیف پہنچی، اس کی کیفیات حضرت ممدوح کے ذیل کے بیان سے ظاہر ہیں

"شہید ملت مولانا مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ جن خائنانہ طریقوں سے اور جن انتقامانہ جذبات کے ماتحت شہید کیے گئے، وہ واقف کار مسلمانوں سے پوشیدہ نہیں۔ جس ہمت و استقامت اور مجاہدانہ سرگرمی سے وہ خدمت اسلام کر رہے تھے اس کی نظیر اس زمانہ میں نہیں ملتی۔ دہلی آیا اور میں نے مولانا کا فرش پر پڑا ہوا خون ناحق دیکھا۔ میرا دل پاش پاش ہو گیا۔ ان کے پسماندگان اور احباب سے دلی تعزیت کے ساتھ انا للہ وانا الیہ راجعون کہتا ہوں۔ اور ان سب سے میری دلی تمنا ہے کہ وہ اپنی زندگیاں مولانا کے اٹھائے ہوئے کاموں کے واسطے وقف کر دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بچے مسلمان ان کا ساتھ دیں گے۔ ان کے خاص مخالفین سے گزارش ہے۔

قریب ہے یار روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر تو لہو پکارے گا آستین کا

مسلمان اللہ کے فضل سے اب بیدار ہو چکے ہیں۔ انشاء اللہ بہت سے مظہر الدین پیدا ہوں گے جو عزت اسلام کے مقابل میں تمہاری عزتوں کو جس کے بچانے کے واسطے تم بدترین حرکتوں پر آمادہ ہو چکے ہو، چشم زدن میں مٹا دیں گے۔ وما ذالک علی اللہ العزیز۔ قطب الدین

عبدالولی۔"

حکیم الامت حضرت علامہ اقبال کے یار غار اور قائداعظم کے معتمد ساتھی سید غلام بھیک نیرنگ الہ آبادی (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء) ممبر اسمبلی نے اپنے رنج والم کا یوں اظہار کیا:

"مولانا محمد مظہر الدین کی شہادت سے جہاں قومی و اسلامی جد و جہد کے دیگر متعدد شعبوں میں مولانا کا سوگ ہو رہا ہے وہاں تبلیغ اسلام بھی ایک قابل اور مخلص قوم کا ماتم کر رہی ہے۔ تبلیغ و حفاظت اسلام کے میدان میں مولانا کا کام نہایت مسلسل اور مرتبت تھا۔ غور سے دیکھنے والے "الامان" کے اس مستقل کالم کو جس میں ہندو دنیا کا مرقع دکھایا جاتا تھا، حفاظت اسلام کے نقطہ نظر سے نہایت موثر اور پر اثر کہتے تھے۔ جس مقصد سے یہ کالم شائع کیا جاتا تھا (اور الحمد اللہ مرحوم کے بعد اب تک شائع ہو رہا ہے) اسی مقصد سے راقم نے بھی ایک مستقل کتاب "غبار افق" شائع کی ہے۔ رسالہ "الامان" کی اشاعت بھی تبلیغ ہی کی خدمت تھی۔ ۱۹۲۵ء سے مرحوم نے "جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام" کے کاموں میں حصہ لینا شروع کیا اور جب اس جمعیت نے رنگون کو اپنا وفد بھیجا تو آپ بھی مولانا معین الدین اجمیری اور سید محمد عبدالحی کے ساتھ شریک وفد ہو کر رنگون تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ آخری دم تک اس جمعیت کے نائب صدر رہے۔ طبقہ علماء کے جو حضرات اس جمعیت کے نہایت قوی دست و بازو تھے، ایک ایک کر کے رخصت ہوتے گئے۔ مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا شاہ محمد فاخر الہ آبادی، مولانا ثناء احمد کانپوری رخصت ہو چکے تھے۔ افسوس صد افسوس کہ مولانا مظہر الدین بھی چل بسے۔ مگر ہو محبت آپ کو جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام سے تھی، اس کا ایک ثبوت مرتے مرتے بھی دے گئے۔ یعنی مرحوم نے اپنی جائیداد سے متعلق جو دستاویز وقف الاولاد اپنی شہادت سے چند ماہ پیشتر لکھی

اس میں مصارف نجم کی ادائیگی میں اس جمعیت کے لئے بھی ایک رقم مقرر کی۔ افسوس ہے کہ میں اس وقت تفصیلات نہیں لکھ سکتا۔ مگر اس موقع پر کہ مرحوم کے کارناموں کا تذکرہ "الامان" کے "شہید ملت نمبر" کی شکل میں شائع ہو رہا ہے، میرا بالکل خاموش رہنا بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے محبت بے فرصتی کے عالم میں یہ چند الفاظ لکھے گئے۔"

القصہ مولانا کی شہادت پر پورے عالم اسلام میں غم کی لہر دوڑ گئی۔ درون ملک اور بیرون ملک سے پانچ سو تعزیتی تار اور اڑھائی ہزار تعزیتی خطوط موصول ہوئے، اس سے بڑھ کر ان کی عظمت و مقبولیت کا کیا اظہار ہو سکتا ہے۔

بہت سے شعرائے کرام نے قطعات تاریخ وفات لکھے، طوالت کے خوف سے چند ایک پر ہی اکتفا کی جاتی ہے۔ لسان الحسان مولانا ضیاء القادری بدایونی (۱۸۸۳ء-۱۹۷۳ء) نے "نوحہ تاریخ عزا" (۱۳۵۸ھ) کے نام سے طویل قطعہ لکھا۔ جس کا آخری شعر نقل کیا جاتا ہے۔

سال مرحوم ضیا کے پہ غم کیجے۔ "ہوائے شہید اعظم"

۱۳۵۸ھ

محمد خلیل الدین نوشہ عباسی ہاشمی بدایونی نے یہ تاریخ نکالی۔

اوس کا ہے چہل جس کو کیجے نظر دین و شہید ملت

فاتحہ کی تاریخ ہے نوشہ "عرس شہید حق و صداقت"

۱۳۵۸ھ

مولانا مرحوم نے گوناگوں مذہبی، سیاسی، علمی، ادبی اور سماجی مصروفیات کے باوجود چند کتابیں بھی لکھیں جو بہت مقبول ہوئیں بلکہ بعض کے تو کئی کئی ایڈیشن چھپے۔

(۱) شیر دل خاتون: یہ کتاب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ، سیف الاسلام حضرت خالد بن ولید کے جنگی کارناموں اور حضرت خولہ کی بہادری کی داستانوں سے مزین ہے۔ اس کتاب کے چھ ایڈیشن مولانا کی حیات مبارکہ ہی میں طبع ہو چکے تھے۔

(۲) مشہور ہندو ائمی ریاست کی داستان عشق۔ (۳) سندھ کی راجکماری (۴) کا منی یارائے کی بیٹی۔

پاکستان کے معروف صحافی لارڈ انشور پروفیسر وارث میر (۱۹۳۸ء۔ ۱۹۸۷ء) نے اپنے ایک مضمون "تحریک پاکستان میں غیر معروف صحافیوں کا کردار" مطبوعہ روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۷ اگست ۱۹۸۲ء صفحہ ۸، میں مولانا کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا ہے:

"دہلی کے اردو اخباروں میں الجمعیت، ملت، غریبوں کا اخبار اور منادی بہت مشہور ہوئے۔ الجمعیت، ہفت روزہ کے اجراء کے ایک سال بعد، جمعیت علماء ہند نے شائع کیا تھا۔ الجمعیت کی قوم پرستانہ پالیسی کا مقابلہ کرنے کے لئے مولوی مظہر الدین نے دہلی سے سہ روزہ "الامان" اور روزنامہ "وحدت" جاری کئے۔ مولوی مظہر الدین کے اخبارات کی پالیسی، مسلم لیگ کی دوٹوک حمایت پر مبنی تھی۔ ان کی اپنوں یعنی مسلمان نیشنلسٹوں سے بھی لڑائی تھی اور غیر تو ان کے خون کے پیاسے تھے ہی۔ کسی لمبے چوڑے عملے کے بغیر مولوی صاحب نے "الامان" کا اجراء کیا۔ خود ہی مرتب تھے اور خود ہی دفتری تھے۔ نہایت عسرت کی زندگی گزارتے تھے۔ انہیں کسی جاگیر دار کی اعانت حاصل نہیں تھی۔ لوا الکلام کے "ابلاغ" میں کام کر چکے تھے اور "الامان"، "وحدت" تک پہنچتے پہنچتے ان کے قلم کی کاٹ میں زیادہ گہرائی آچکی تھی۔ مولانا مظہر الدین نیشنلسٹ مسلمانوں اور ہندوؤں کی سازش کے نتیجے میں شہید کر دیئے گئے تھے۔"

ممتاز محقق خواجہ ظفر نظامی (۱۹۲۵ء۔ ء) نے اپنے مضمون "قائداعظم، پنڈ دادنخ اور یادگار تحریریں" مطبوعہ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۷۶ء میں مولانا کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

"محمد علی جناح کے لئے "قائداعظم" کا لقب سب سے پہلے مولانا مظہر الدین نے استعمال کیا۔ وہ دہلی سے سہ روزہ "الامان" شائع

کرتے تھے۔ مولانا سیاسی پالیسی کے اعتبار سے کو مسلم لیگی تھے۔ آپ کے اخبارات کانگریسیوں اور جمعیت علماء کی مخالفت کے لئے ہمیشہ وقف رہتے تھے اور ان وجوہ کے باعث آپ کے مخالفین کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ چنانچہ مارچ ۱۹۳۹ء میں کسی نے ان کو شہید کر دیا۔

مولانا نے اخبار میں پہلی اجلاس (۱۹۳۸ء) سے کی ماہ محمد علی جناح کے ساتھ "قائداعظم" کا لقب استعمال کر رہے تھے۔ اسی کے جواب "مخبر خیال" (کانگری، ماہنامہ، دہلی) نمبر ۱۹۳۸ء میں طنزاً "قائداعظم" کا لفظ شائع کیا گیا اور اس کے ایک ماہ بعد پٹنہ میں مسلم لیگ کا اجلاس ہوا تو میاں فیروز الدین احمد نے "قائداعظم زندہ باد" کا نعرہ لگا کر اس "لقب" کو تمام ہند صغیر میں مشہور کر دیا۔

ماخذ

(۱) ہفت روزہ "الامان" دہلی، "شہید ملت نمبر" مئی ۱۹۳۹ء۔

(۲) "کاروان احرار" جلد دوم از جانباز مرزا، لاہور ۱۹۷۷ء ص ۸۔

(۳) ماہنامہ "سرحد" کراچی بابت جون جولائی ۱۹۷۴ء ص ۲۶۔

(۴) روزنامہ "مشرق" لاہور ۱۴ مارچ ۱۹۷۱ء۔

(۵) "سیرت امیر ملت" از سید اختر حسین علی پوری / پروفیسر محمد طاہر فاروقی، علی پور سیداں، ۱۹۷۵ء ص ۳۶۲ تا ۳۶۳۔

(۶) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۱۳ دسمبر ۱۹۷۳ء، ۲۵ دسمبر ۱۹۷۶ء، ۲ اگست ۱۹۸۲ء۔

(۷) مکتوب گرامی ڈاکٹر محمد ایوب قادری مرحوم بنام مؤلف از کراچی محررہ ۳۱ دسمبر ۱۹۷۶ء۔

(۸) ماہنامہ "فیض الاسلام" راولپنڈی، "اقبال نمبر" جنوری ۱۹۷۸ء ص ۱۸۱۔

(۹) مجلہ "بزم کہن" اردو کالج کراچی، قائداعظم نمبر ۱۹۷۶ء ص ۳۷۴۔

(۱۰) "مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی" از پروفیسر احمد سعید، راولپنڈی ۱۹۷۲ء ص ۱۲۷ تا ۱۲۸۔

(۱۱) "فروغ صحافت میں اخبار کا کردار" از شاہ حسین گردیزی مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء، ص ۱۴۔
(۱۲) "صحافت ہندو پاکستان میں" از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۲۶۷۔
(۱۳) "میرے زمانے کی دلی" از ملا واحدی دہلوی مطبوعہ کراچی طبع دوم ص ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۹۲۔
(۱۴) "دلی و جہانی دلی" از شہاب دہلوی مطبوعہ ریوڑ ۱۹۸۷ء، ص ۹۳۔
(۱۵) ہفت روزہ "الحق" کراچی ۲۳ اپریل ۱۹۸۰ء، ص ۱۵ تا ۲۰، ۵۸۔
(۱۶) "پاکستان و ہند میں مسلم صحافت کی مختصر ترین تاریخ" از ڈاکٹر مسکین علی حجازی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء، ص ۵۸۔
(۱۷) "نمود سحر" مطبوعہ محکمہ قومی تعمیر نو حکومت مغربی پاکستان لاہور ۱۹۷۰ء، ص ۲۳۰۔
(۱۸) "اقبال اور علمائے پاک و ہند" از اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء، ص ۲۲۶ تا ۲۲۹۔
(۱۹) "تاریخ کانپور" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء، ص ۵۳، ۷۷، ۱۹۲۔
(۲۰) "خطبات قائد اعظم" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۱۳۶۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا عنائت اللہ فرنگی محلیؒ

مولانا محمد عنائت اللہ بن مولوی شرافت اللہ بن مولوی کرامت اللہ بن مولوی عبدالرب محمد مشائخ بن مولوی سعد الدین کی ولادت باسعادت ۲۳ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ ۲۷ نومبر ۱۸۸۸ء بروز جمعۃ المبارک فرنگی محل لکھنؤ میں ہوئی۔ قرآن پاک نواب ظہیر الدولہ کے نبیرہ نواب حافظ عبدالوہاب سے پڑھا۔ باقی تمام علوم منقول و معقول کا حصول مولوی عبدالعزیز فرنگی محلی، مولوی نجیب اللہ، خواجہ حسان الدین لکھنوی، منشی شمس الدین، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا ہدایت اللہ (برادر بزرگ) مولانا عبدالباقی، مولانا عظمت اللہ، مولانا عین القضاۃ، مفتی محمد یوسف بن مولوی قاسم نبیرہ و مفتی محمد یوسف، مولانا عبدالعزیز پنجابی شاگرد مولانا عبدالحق خیر آبادی، مولانا عبدالغفار (نبیرہ ملا بحر العلوم)، حکیم حافظ عبدالولی بن حکیم حافظ عبدالعلی کشمیری وغیرہم سے کیا۔ کتب حدیث، مولانا عبدالباری فرنگی محلی سے پڑھ کر سند و اجازت حاصل کی۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۲۶ء) جب پہلی بار حج مبارک کی سعادت حاصل کرنے کے لئے گئے تو شیخ الدلائل سے اجازہ دلائل اور سید احمد زینی سے اجازہ حدیث آپ کے لئے لائے۔

۱۳۴۵ھ / ۲۷۔ ۱۹۲۶ء میں پیر سید عبدالقادر حموی گیلانی، لکھنؤ تشریف

لائے تو آپ کو اجازت حدیث مرحمت فرمائی۔

محرم ۱۳۲۱ھ اپریل ۱۹۰۳ء میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے دست اقدس پر بیعت کی۔ جب مولانا عبدالباری کا آخری وقت نزدیک آیا تو ان کے حکم کے مطابق مولانا عبدالرؤف بن مولانا عبدالوہاب سے تجدید بیعت کی۔ مولانا عبدالباری نے اپنے وصیت نامے میں جن لوگوں کو اجازت ارشاد دینا تحریر فرمایا ان میں آپ کا نام بھی شامل تھا۔

۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۶ء میں مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ میں مدرس مقرر ہوئے۔ بعد ازاں صدر مدرس بنا دیئے گئے اور پھر تازیست اسی منصب پر فائز رہ کر خدمت دین متین سرانجام دیتے رہے۔ درمیان میں ایک سال کیلئے مدرسہ حنفیہ جون پور میں صدر مدرس کے عہدہ پر متمکن رہے لیکن ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء میں مولانا عبدالباریؒ کے حکم پر استعفیٰ دے کر واپس آ گئے۔ معقولات سے آپ کو خصوصی دلچسپی تھی۔ مولانا عبدالباریؒ کی رحلت (۱۹۲۶ء) کے بعد مدرسہ نظامیہ کی تمامتر علمی ذمہ داریاں آپ پر آپڑیں اور آپ نے خصوصی توجہ اور محنت سے اپنے فرائض سرانجام دیئے۔

گوناگوں علمی مشاغل کے باوجود آپ نے مختلف سیاسی تحریکوں میں بھرپور حصہ لیا۔ ۲۳ر اگست ۱۹۲۵ء کو جب یہ منحوس خبر آئی کہ سعودی فوجوں نے روضہ اطہر کو بھی نقصان پہنچایا ہے تو آپ نے ایک جلسہ منعقد کر کے ابن سعود کے خلاف غیظ و غضب کا اظہار کیا۔ ۲۴ر ستمبر ۱۹۲۶ء کو مسلم یونیورسٹی بورڈ نے اپنے اجلاس مراد آباد میں جمعیت علماء ہند (دہلی) کا یہ مطالبہ تسلیم کر لیا کہ بورڈ، شریعت کے معاملات میں جمعیت کا مشورہ قبول کرے گا تو اس پر جمعیت علماء (کانپور) کے سیکرٹری مولانا مظہر الدین شیر کوٹی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۳۹ء) نے اسکی تردید کر دی اور ساتھ ہی اپنی جمعیت کا اجلاس طلب کر لیا جس میں مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) شاہ محمد سلیمان پھلواروی (۱۸۵۹ء۔ ۱۹۳۵ء) حکیم الامت علامہ محمد اقبال (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) مولانا سید حبیب (ایڈیٹر "سیاست" لاہور (۱۸۹۱ء۔ ۱۹۵۱ء) مولانا محمد شفیع دلاوری (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۴۹ء) اور دیگر بہت سے علمائے کرام کے علاوہ مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ اس اجلاس میں مسلم یونیورسٹی بورڈ کی حمایت کا فیصلہ ہوا اور جمعیت علماء ہند سے علیحدگی و لاتعلقی کا اعلان کیا گیا۔ اسی سال ہی مسلم یونیورسٹی بورڈ نے انتخابات میں اپنے نمائندوں کو ٹکٹ دینے کے

لئے جو اجلاس طلب کیا اس میں مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی بھی خصوصی طور پر شامل تھے۔

جون ۱۹۳۶ء میں قائداعظم نے لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کا پہلا اجلاس طلب کیا۔ پہلا جلسہ ۸ر جون ۱۹۳۸ء کو میاں عبدالعزیز بیرسٹر (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۷ء) کے مکان پر ہوا اور باقی جلسے لیڈوز ہوٹل میں ہوئے۔ یہ جلسہ بہت اہم تھا کیونکہ اس میں مسلمانان ہند سے متعلق کئی فوری اور اہم معاملات زیر غور تھے جن میں نئے آئین کے تحت شروع ہونے والے انتخابات کا مسئلہ بھی تھا۔

اس اجلاس میں سب سے بڑا اجتماع یوپی سے آیا جس میں مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۸ء) نواب محمد اسمٰعیل خاں (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) نوابزادہ لیاقت علی خان (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۱ء) راجہ صاحب محمود آباد امیر احمد خاں (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء) چوہدری خلیق الزماں (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء) راجہ صاحب سلیم پور سید احمد علی خاں (۱۸۹۱ء۔ ۱۹۶۳ء) اور مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی نے شرکت کی۔

۱۹۳۷ء میں یوپی اسمبلی کے انتخابات کے سلسلہ میں مسلم لیگ کے نامزد امیدواروں کی حمایت کے لئے مولانا شوکت علی اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی کے ساتھ پورے صوبہ کا دورہ کیا۔ مگر مسلم لیگ کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور کانگرس کی امیدیں خاک میں مل گئیں۔

جون ۱۹۳۷ء میں جھانسی سے مسلم لیگ کے ممبر خان بہادر حبیب اللہ کا انتقال ہو گیا تو اس نشست کے لئے مسلم لیگ نے ضمنی الیکشن لڑا۔ مولانا عنایت اللہ نے مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۸ء) مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) مولانا کرم علی ملیح آبادی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۷۲ء) اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی کے ساتھ مل کر جھانسی میں جمعیت علماء ہند کا مقابلہ کیا۔ جمعیت علماء ہند نے اپنی پوری طاقت صرف کر دی مگر کامیابی مسلم لیگ کا ہی مقدر رہی۔

۱۹۳۷ء ہی میں جب کانگرس اور جمعیت علماء ہند نے مسلم لیگ کی کامیابی سے دکھلا کر اپنی قوم پر پروپیگنڈا اعظم زور و شور سے جاری کی تو مولانا عنایت اللہ، مولانا جمال میاں اور دیگر حضرات نے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں جا جا کر مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ جس سے بہت اچھے نتائج برآمد ہوئے اور کانگرسی اور جمعیتی مکر و فریب کا جال تار تار ہو گیا۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لکھنؤ ۱۹۳۷ء کے موقعہ پر صوبہ یوپی کی نئی تنظیم کے صدر نواب محمد اسمٰعیل خان (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) منتخب ہوئے اور انہوں نے ایکس آفیشو ارکان پر مشتمل ورکنگ کمیٹی بنائی جس میں مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا کرم علی جلیح آبادی، مولانا جمال میاں فرنگی محلی کے علاوہ مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی بھی شامل تھے۔

۱۹۳۷ء ہی میں ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں امروہہ و بلند شہر کی نشست پر کانگریس اور مسلم لیگ کا مقابلہ ہوا۔ مولانا حسین احمد مدنی دیوبندی (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۵۷ء) اور پنڈت جواہر لال نہرو (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۶۴ء) نے مسلم لیگ کے خلاف زبردست پروپیگنڈا کیا۔ اس سلسلے میں بلند شہر میں مسلم لیگ کا عظیم الشان جلسہ ہوا جس سے مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی نے ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔ اس کے بعد مولانا جمال میاں، مولانا شوکت علی، اور چودھری خلیق الزمان کے ساتھ گھر پور دورہ کر کے مسلم لیگ کو کامیاب و کامران کیا۔

اکتوبر ۱۹۳۷ء کے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لکھنؤ میں کانگریس کی اقتصادی پالیسی پر سخت تنقید کی گئی کیونکہ اس کی ضرب خصوصاً مسلم زمینداروں پر پڑتی تھی حالانکہ بنگال میں جہاں ۵۵ فیصد کاشتکار مسلمان تھے۔ کانگریسی ہندو بنگال میں زمینداروں کی جن میں کثیر تعداد ہندوؤں کی تھی، پشت پناہی کرتے تھے مگر یوپی میں جہاں ۹۵ فیصد آبادی ہندو کاشتکاروں کی تھی وہ زمینداریوں کو ختم کرانا چاہتے تھے کیونکہ زمینداروں میں مسلمانوں کی تعداد کافی زیادہ تھی۔ کانگریسی اپنی اس پالیسی کے جواز میں مزارعین اور کاشتکاروں سے ہمدردی ظاہر کرتے تھے۔

مسلم لیگ کے اجلاس کے ایک دن بعد علمائے کرام کا ایک جلسہ طلب کیا گیا جس میں ان علماء سے کہا گیا کہ وہ مزارعین اور کاشتکاروں کے حقوق کے متعلق شرعی نقطۂ نظر سے کوئی معقول حل پیش کریں تاکہ مسلم لیگ اسے اپنا اقتصادی پروگرام قرار دے کے جو کانگریس کا جواب ہو گا۔ اس اجلاس میں دوسرے علمائے کرام کے علاوہ مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی بھی شامل تھے۔

۱۹۳۸ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے پٹنہ سیشن میں دیگر علمائے کرام کے علاوہ مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی نے بھی شرکت کی اور حضرت قائداعظم سے بعض مسائل پر گفتگو کی۔

۱۹۳۹ء میں قائداعظم نے جیکب آباد (سندھ) کا دورہ کیا۔ میر جعفر خاں جمالی (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۶۷ء) نے شاندار استقبال کیا۔ عید گاہ جیکب آباد میں قائداعظم نے خطاب کیا۔ جس سے سندھ میں مسلم لیگ کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس دورے میں سر عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء) محمد ہاشم گزدر (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۶۸ء) راجہ امیر خان آف محمود آباد (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء) کے علاوہ مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی بھی قائداعظم کے ہمراہ تھے۔

مارچ ۱۹۴۰ء میں آپ نے قرارداد پاکستان لاہور والے اجلاس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی و دیگر ساتھیوں کے ساتھ مل کر اجلاس کی رونق کو دوبالا کیا اور پھر قرارداد پاکستان کی نشر و اشاعت کو حرز جاں بنالیا۔

درس و تدریس اور سیاسی مصروفیات کے باوجود مولانا عنایت اللہ نے تصنیف و تالیف پر بھی توجہ دی اور مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں۔

(۱) زبدۃ المنطق: منطق کے ضروری مسائل کو بصورت متن عربی میں تحریر کیا گیا ہے۔

(۲) ہدایۃ المنطق:۔ منطق سادہ کے تمام مسائل مع حل و وضاحت اردو میں لکھے گئے ہیں۔

(۳) ارجوان حدیثا:۔ سلطنت و امارت کے متعلق چہل حدیث، سلطان افغانستان کی خدمت میں تحفہ بھیجنے کے لئے لکھی گئی تھی۔

(۴) الاقتصاد فی فسخ النکاح بالارتداد، (۵) زجر الاولیاء عن النکاح الصغار فی الصباء (۶) رسالہ تدوین حدیث (۷) ترتیب مسند امام احمد بن حنبل مع اسماء الرجال (۸) رسالہ احوال حضرت نعومیت (۹) الفوائد المطرقۃ من الکتب المنشقۃ (۱۰) تذکرہ علمائے فرنگی محل (۱۱) شرعیہ اور سلم العلوم کا اردو ترجمہ (نامکمل) سلم کی شرح عربی میں کافی محنت سے لکھنا شروع کی تھی اور بحث تشکیک تک لکھا جا چکا تھا کہ ایک سعادت مند شاگرد نے دیکھنے کے لئے لی اور پھر واپس نہ کی۔ علاوہ ازیں بھی کچھ کتابیں اور رسالے لکھے مگر ہمیں ان کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۶ر جولائی ۱۹۴۱ء / ۱۰ر جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ بروز اتوار فرنگی محل لکھنؤ میں ہوئی۔ رحلت کی خبر پورے ملک میں بجلی کی سی سرعت کے ساتھ پھیل گئی۔ ہر طرف صف ماتم بچھ گئی۔ مختلف اخبارات اور رسالوں نے زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ ذیل میں ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ کا اداریہ نقل کیا جا رہا ہے جس سے

آپ کی علمی، ادبی اور سیاسی خدمات کا اظہار ہوتا ہے:

"یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ فرنگی محل کے ممتاز عالم مولانا عنایت اللہ صاحب فرنگی محلی نے ۶ر جولائی ۱۹۴۱ء کو دفعتہً وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ابھی ۲۴، ۲۵، ۲۶ر جون کو ہمارے ساتھ بھوپال میں عربی مدارس کی اصلاح کے کام میں شریک تھے، وہیں درد شکم میں مبتلا ہوئے، جس کے باعث وہ کئی دن تک وہاں علیل رہے، سوء ہضم، تسلسل بول اور ضعف قلب کے عوارض ان کو پہلے سے لاحق تھے، بھوپال میں مرض کی تخفیف کے بعد وہ لکھنؤ روانہ ہوئے، اور میں بھی انہی کی وجہ سے انہی کے ساتھ لکھنؤ تک آیا۔ لکھنؤ اسٹیشن پر پہنچ کر مرحوم نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کی زحمتوں اور خدمتوں کا شکریہ اس لئے نہیں ادا کروں گا کہ میں آپ کو اپنے سے علیحدہ نہیں سمجھتا، یہ کہہ کر سلام کے بعد ہم دونوں الگ ہو گئے، یہ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ سلام رخصت آخری سلام ہے۔

مرحوم فرنگی محل کے خانوادہ میں تنہا جامع علوم و فنون ہستی باقی رہ گئے تھے، معقولات اور منقولات پر ان کو یکساں دسترس حاصل تھی، مسائل پر وہ مبصرانہ اور ناقدانہ نظر رکھتے تھے، اردو میں تاریخ، حدیث و رجال پر کئی رسالے لکھے تھے، مدرسہ نظامیہ کے صدر مدرس اور اچھے مدرس تھے، سیاسیات سے بھی دلچسپی رکھتے تھے، خلافت اور مسلم لیگ کے کاموں میں حصہ لیتے رہتے تھے، کل ۵۴ برس کی عمر پائی، اللہ تعالیٰ، مرحوم کو اپنی عنایتوں سے سرفراز فرمائے"

حضرت صفدر ہاری ثم کراچوی نے مندرجہ ذیل تاریخ وفات کہی:

بے شک فرنگی محلی علماء کے تذکرے سے
روشن تھے مصنف حضرت عنایت اللہ
ہاتف نے یہ صدا دی صفدر سن الم لکھ
"ہیں تیز فہم فرد جنت عنایت اللہ"

۱۹۴۱ء

ماخذ

(۱) "تذکرہ علمائے فرنگی محل" از مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۳۰ء ص

۱۵۲،۱۵۳۔
(۲) ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، ڈاکٹر محمد یوسف خان، تحقیق اور اس کے طریقے، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء، ص ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳۔
(۳) ڈاکٹر جمیل جالبی، ڈاکٹر، تدوین کی اصول، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۸۰۔
(۴) ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر، تاریخ نویسی کے اصول، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۱۷۰۔
(۵) ڈاکٹر عطیہ بیگم، ڈاکٹر، تدوین متن کے اصول، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۸۰۔
(۶) ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان، ڈاکٹر، تدوین متن، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء، ص ۵۳، ۵۴۔
(۷) ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، ڈاکٹر محمد یوسف خان، تحقیق اور اس کے طریقے، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء، ص ۱۴۳، ۱۴۴۔
(۸) ڈاکٹر سید عبداللہ، مشکلات بخاری، مطبوعہ کراچی ۱۹۵۵ء، ص ۲۵۳۔
(۹) ڈاکٹر سید عبداللہ، مقالات سید عبداللہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء، ص ۲۸۵۔
(۱۰) ماہنامہ "نقوش" لاہور، فروری ۱۹۷۴ء، ص ۱۵۰ (حاشیہ)۔
(۱۱) ماہنامہ "نقوش" لاہور، جنوری ۱۹۵۶ء، ص ۱۳۰۔
(۱۲) ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ، اگست ۱۹۳۱ء۔
(۱۳) مجلہ "تذکرہ" شعبہ اردو کالج لاہور، "قائداعظم نمبر" ۱۹۷۶ء، ص ۱۴۳، ۱۴۴۔
(۱۴) روزنامہ "جنگ" لاہور، ۲۳ مارچ ۱۹۸۳ء۔
(۱۵) روزنامہ "جنگ" کراچی، ۲۱ اپریل ۱۹۹۸ء۔
(۱۶) پروفیسر شریف الدین پیرزادہ، ڈاکٹر، سفر حضر، کراچی ۱۹۸۷ء، ص ۱۷۹۔
(۱۷) تحریک آزادی میں اردو کا حصہ، ۱۲، از ڈاکٹر معین الدین عقیل، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء، ص ۱۰۵، ۸۱۴۔
(۱۸) مولانا ظفر علی خاں، ڈاکٹر، کلام، تعین، زاویے، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء، ص ۲۹۸، ۲۹۹۔
(۱۹) پروفیسر آزاد، ڈاکٹر، پاکستان کا آئین، از ڈاکٹر محمد اسلم، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء، ص ۴۴۸۔
(۲۰) روزنامہ "مشرق" لاہور، ۸ فروری ۱۹۸۸ء۔
(۲۱) تاریخ پاکستان، از ڈاکٹر محمد اسلم، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء، ص ۵۴۔

نواب بہادر یار جنگ

Nafse Islam

نکلس آرنالڈ سے بھی پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ اسلام کے ایک جانباز سپاہی تھے اور اس میدان میں ان کے کارنامے اس دور سے لے کر آج تک ہر طرح ہیں جس کے کئی پہلو ہوں اور ہر پہلو ایک نئی تابانی رکھتا ہو۔

محمد بہادر خاں المخاطب بہ نواب بہادر یار جنگ کی ولادت باسعادت ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ مطابق ۳ فروری ۱۹۰۵ء روز جمعۃ المبارک حیدر آباد، کن میں نواب لعیب یار جنگ کے ہاں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم دارالعلوم حالیہ اور مفید الانام میں ہوئی۔ پھر دارالعلوم جامعہ میں داخل کیے گئے۔ ابھی ہائر کا امتحان دینے نہ پائے تھے کہ والد گرامی کا انتقال ہو گیا اور ہر قسم کی ذمہ داریوں کا بوجھ ان کے کندھوں پر آ گیا۔ مگر انہوں نے اپنی تعلیم جاری رکھی۔ مولوی سید اللہ خاں سلہ وزیری اور مولوی سید اشرف علی (صاحب تحفۂ شکری) سے عربی ادب، تفسیر، حدیث اور فقہ کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ پھر آگے چل کر ان کی ذاتی کاوش، ذہانت و سعیٔ مطالعہ کار ہیں منت ہوا۔ خود فرماتے تھے کہ

"میں نے فارسی کی ابتدائی کتابیں تک کسی سے نہیں پڑھیں، صرف عربی ہی کی تعلیم ہوئی ہے۔"

مگر ۳۵ برس کی عمر میں قرآن فہمی کے ایک خاص نظریہ، علم اور تاریخ اسلام کی اتھارٹی بن چکے تھے، اور اردو زبان تو ان کی تھی ہی۔ عربی، فارسی اور انگریزی پر بھی اچھا خاصا عبور اور اختیار رکھتے تھے۔

درسی تعلیم سے ہٹ کر نواب صاحب نے خود اپنی کوشش سے بہت کچھ حاصل کی۔ ۱۹۳۱ء میں پہلی بار حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ مدینہ شریف میں حاضر ہو کر حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کیے۔ ابھی آپ مدینہ شریف سے باہر ہی تھے کہ مسجد نبوی اور گنبد خضریٰ پر نظر پڑی۔ آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے اور زبان سے بے ساختہ "السلام علیک یا رسول اللہ" کے نعرے نکلنے لگے۔ اس واقعہ کی بھی زیادہ کی "حضوری" کی ملکہ حاصل ہوئی، پھر تو یہ ان کی روزانہ کی حاضری اور اظہار عقیدت کے جذبات کی بن گئی۔

نواب صاحب نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی سہالوی (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۲۵ء) سے بھی ملاقات کی جو قیام الدین مجدد مولانا عبدالباری فرنگی محلی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۲۶ء)

کے اجلاس اور قرارداد کے وقت پانچ برس سے وہ ہندوستان میں مقیم تھے۔ اس کے بعد آپ نے یورپ، فلسطین، مصر، شام، ترکی، عراق، ایران اور افغانستان کی سیاحت کی اور مزارات مقدسہ پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔

۱۹۲۷ء میں آپ نے مجلس انجمن تبلیغ الاسلام کی بنا ڈالی۔ اور مسلسل کئی سال تک حیدرآباد دکن کے گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ میں گھوم کر تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیا۔ ۱۹۳۲ء میں مجلس اتحاد المسلمین حیدرآباد دکن معرض وجود میں آئی تو آپ اس میں شامل ہو کر پوری سرگرمی سے کام شروع کر دیا۔ ۱۹۳۹ء میں آپ اس انجمن کے صدر منتخب ہوئے اور پھر تادم واپسیں مسلمانان حیدرآباد دکن کے لیڈر اور قائد اتحاد کی حیثیت سے اس منصب پر فائز رہے۔

نواب صاحب نے تحریک پاکستان میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ مسلم لیگ کی تبلیغ و ترویج اور اس کو مستحکم بنانے کے لئے شب و روز کام کیا۔ آپ کی خدمات جلیلہ سے متاثر ہو کر بعض قائداعظم آپ پر جان چھڑکتے تھے اور آپ بھی قائداعظم کے مدبر و مفکر کی وجہ سے ان کے گرویدہ تھے۔ قائداعظم سے اس طرح ملتے تھے جیسے ایک معمولی، وفادار اپنے سپہ سالار سے ملے، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ قائداعظم کا اتنا پر خلوص، قابل اعتماد اور چاہنے والا کوئی اور نہ تھا۔ وہ قائداعظم جن کی زبان اپنے ساتھیوں اور ملک کے عام لوگوں کی تعریف میں کبھی نہیں تھکتی تھی، بہادر یار جنگ کی تعریف و تحسین میں یوں رطب اللسان ہوتی ہے:

"اہل حضور نظام کی رعایا کی حیثیت سے اگر یہ نواب بہادر یار جنگ کا کوئی، سلوک تعلق مسلم لیگ سے نہیں، لیکن بڑے بڑے نازک مواقع پر نواب صاحب میرے لئے سہارا اور رہبر ثابت ہوئے ہیں، نواب صاحب نے مسلمانان حیدرآباد دکن کی تنظیم میں اپنی ہمہ گیر قابلیت کا ثبوت دیا ہے، وہ سب کے لئے باعث فخر و مسرت ہے۔ خدا انہیں عمر دراز عطا فرمائے۔ آمین"

یہ اظہار حقیقت تو ان کی حیات میں ہوا، اب وہ رحلت فرما گئے تو قائداعظم، قائداعظم ہو گئے، اب سمجھے تو صرف اتنا فرمایا!

"وہ ایک مسلمان تھے قلب و روح کی مسلمانی کے ساتھ۔"

اور یہ بھی سنا ہے کہ جب مسلم لیگ کی عاملہ میں قرارداد تعزیت پیش ہو رہی تھی تو قائداعظم کے ضبط کا جام پُر ہو چکا تھا اور حسرت آمیز محبت کی شراب ساغر چشم سے چھلک چھلک کر جا رہی تھی۔ قائداعظمؒ کی یہ کیفیت عمر میں صرف دوبار دیکھی گئی، ایک بار مولانا محمد علی جوہر (ف ۱۹۳۱ء) کی وفات پر، دوسرے اس مردِ مومن کی رحلت پر۔

نواب صاحب کو بھی قائداعظمؒ کی ذات سے ایسی ہی عقیدت و محبت تھی۔

۱۹۴۳ء میں جب قائداعظمؒ پر جب قاتلانہ حملہ ہوا تو رات کے بارہ بجے نواب صاحب کو یہ منحوس خبر ملی۔ یہ خبر سنتے ہی دل و دماغ پر رنج و غم اور ساتھ ہی شکر و امتنان کی متضاد کیفیات چھا گئیں، آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے، دیکھتے ہی دیکھتے سسکیاں بندھ گئیں۔ جب گھنٹہ بھر برس کر مطلع کچھ چھٹ گیا تو پاس بیٹھے ہوئے اپنے ایک نہایت ہی مخلص کارکن حبیب محمد خاں سے فرمانے لگے:

"خاں صاحب! آپ کیا جانیں قائداعظمؒ کو، ہمیں معلوم ہے کہ وہ کیا ہیں۔ اگر آج خدانخواستہ کچھ ہو جاتا تو ملت اسلامیہ ہند کی کشتی کو سنبھالنے والا تھا بھی کوئی اور؟"

اس کے بعد پھر رونے لگے، رات اسی طرح کٹی، صبح ہوئی تو پہلی ٹرین سے بمبئی چل پڑے۔ یہ تھا قائداعظم سے محبت کا عالم۔ اکثر دفعہ آپ نے اپنے ملنے جلنے والوں کے سامنے اس امر کا اظہار کیا کہ:

"اگر میری دعا مقبول ہوتی تو میں التجا کرتا کہ اے اللہ! تو میری عمر کو گھٹا کر قائداعظمؒ کو عمر طویل عطا فرما۔"

حضرت قائداعظمؒ پر سب سے بڑا حملہ ان کے مغرب زدہ ظاہر پر کیا جاتا تھا، اس کے جواب میں نواب صاحب نے ۱۹۴۳ء میں راولپنڈی میں تقریر کرتے ہوئے (جب کہ وہ کشمیر سے نکالے گئے تھے) پہلے قائداعظمؒ کی قابلیت اور قائدانہ صلاحیتوں کو بہت سراہا، پھر فرمایا:

"مجھے رسول اکرم ﷺ کی وہ حدیث یاد آتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں پر ایک وقت آئے گا جبکہ فاسق و فاجر اٹھ کر ان کی رہنمائی کریں گے، میں جناح کو اچھی طرح

جانتا ہوں، کیونکہ مجھے ان کے ساتھ رہنے کا موقعہ ملا ہے وہ افرنگ زدہ مغربیت میں رنگے ہوئے ہیں، مجھے آنحضرت ﷺ کی حدیث (انّ اللّٰہ لیؤ یّد ھذا لدّین بالرّجل الفاجر۔") کی صداقت پر اب پورا یقین ہو چکا اور اس وقت کے مسلمانوں کی حالت اس کی پوری طرح تائید کر رہی ہے۔"

مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے نواب صاحب نے (۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۴ء) گرانقدر خدمات انجام دیں۔ وہ "آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ" کے صدر اور "آل انڈیا مسلم لیگ" کے مرکزی قائدین میں سے تھے انہوں نے قائداعظم کے بڑے بڑے کام انجام دیئے۔ سرحد میں سرحدی گاندھی عبدالغفار خاں (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۸۸ء) کا سحر توڑا، جنوب میں راس کماری تک مسلم لیگ کا جھنڈا لہرایا۔ لاہور کا وہ تاریخی جلسہ (مارچ ۱۹۴۰ء) جس میں "قرارداد پاکستان" پیش ہوئی اس کی کامیابی کی سہرا نواب صاحب کے سر پر ہے۔ آپ نے اس اجلاس کی آخری نشست سے خطاب فرماتے ہوئے واقعات اور تاریخ کی روشنی میں ان حقائق کی پوری وضاحت کے ساتھ نشاندہی کی تھی کہ اسلامیان ہند نے تقسیم ملک کی قرارداد کو کیوں اور کس لئے پیش کیا ہے، آپ کی تقریر کے دوران کامل سکوت تھا اور آپ تمام مجمع پر چھائے ہوئے تھے، آپ کی تقریر نے کچھ ایسا جادو کیا کہ قرارداد متفقہ طور پر منظور ہو گئی۔ آپ کی اس تقریر کے بعد قائداعظم کھڑے ہوئے اور فرمایا:

"بہادر یار جنگ کی تقریر کے بعد کسی اور شخص کا کچھ بولنا بہت بڑی غلطی ہے۔"

اور اجلاس فوراً ہی برخاست کر دیا گیا۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ کراچی دسمبر ۱۹۴۳ء میں آپ نے خطاب کرتے ہوئے ارشاد کیا:

"سن لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ جس سیاست کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر نہیں ہے وہ شیطانی سیاست ہے۔ میرے دوست! جسمانی ناپاکی دور ہو سکتی ہے لیکن ذہن و فکر اور قول و عمل کی ناپاکی وہ گندگی ہے جس کو دھونے کے لئے خدا نے انبیاء جیسی ہستیاں پیدا کی تھیں، کیا ان ناپاکیوں کا مرکز بن کر، جھوٹ کو روزمرہ کا شعار بنا کر،

مکر و فریب میں مبتلا رہ کر، ظلم و استبداد کو جاری رکھ کر، ہم یہ توقع کر سکتے ہیں کہ ہم پاک ہیں؟ اور اگر ہم ان گندگیوں سے پاک نہ ہوئے اور ہمیں ہندوستان کے دونوں شمالی گوشوں میں خود مختار حکومتیں مل بھی گئیں تو کیا وہ پاکستان کہلانے کی مستحق ہوں گی؟

پاکستان بننے کی اس کوشش کو آج سے شروع کرو اور یاد رکھو کہ نہ صرف پاکستان میں رہنے کے لئے پاک بننے کی ضرورت ہے بلکہ پاکستان کے حصول کے لئے بھی پاک بننے کی ضرورت ہے۔ مکر و فریب کی سیاست، طالبانِ پاکستان کی سیاست نہیں ہو سکتی، آپ کی کونسل آف ایکشن کا سب سے پہلا طریقہ یہ ہو گا کہ پاکستان کی جنگ لڑنے والے سپاہیوں کو آج سے پاک کرنا شروع کرے، مگر آہ! یہ ایک حقیقت ہے کہ سپاہی اس وقت تک پاک نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک ایک سپہ سالار پاک نہ ہو جائے۔ سُن لو اور یاد رکھو! اسلام کے عہد آخر کا سب سے بڑا مفکر کیا کہہ رہا ہے۔

عطارؒ ہو، رومیؒ ہو، رازیؒ ہو غزالیؒ ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی
دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی طبیعت میں بوئے اسد اللہی

اور ڈائس پر بیٹھنے والوں کی طرف متوجہ ہو کر:

اے طائرؔ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی"

نواب صاحب، حیدر آباد دکن کی رعایا ہونے کے سبب مسلم لیگ کے رکن نہ تھے اور نہ ہی جلسوں کے وقت اس کی کاروائیوں میں حصہ لیتے تھے لیکن مسلم لیگیوں میں غیر سرکاری طور پر شعور پیدا کرنے اور ان میں عزم و یقین کو راسخ کرنے اور حصول پاکستان کے لئے تن من دھن کی بازی لگانے کا ولولہ آپ ہی پیدا فرمایا کرتے تھے، اور سب کو تیار کر کے مسلم لیگ کے تاریخی جلسوں میں لاتے اور خود تماشائی بن کر پورے جلسہ کی کاروائی دیکھتے

اور جب پوری کاروائی ختم ہو جاتی اور قانونی حیثیت سے جلسہ برخاست ہو جاتا تو قائداعظم کے حکم سے خود اجلاسِ عام کو مخاطب کرتے تھے۔ لیکن عوام کیلئے تو کاروائی کا اختتام ہی جلسہ کا آغاز ہوتا تھا۔ آدھ پون گھنٹہ نہیں تین تین گھنٹہ تقریر ہوتی اور مجمع میں سے کوئی شخص انگڑائی تک نہ لیتا، تاثیر کا وہ دریا بہتا کہ لوگ ان کے ہاتھ میں ایک آلہ بے جان بن جاتے۔ یہی وجہ تھی کہ جب انہوں نے مسلم لیگ کی "دس لاکھ کی اپیل" کے سلسلے میں مسلمانوں کو جھنجھوڑنا شروع کیا تو ایک گھنٹہ کے اندر (الہ آباد کے سالانہ جلسہ میں) ہزاروں روپیہ نقد، ہزاروں کے وعدے اور زیورات کا ڈھیر لگ گیا۔ یہی کیفیت کراچی کے جلسہ میں بھی دیکھی گئی۔

اسی طرح دہلی کے سالانہ جلسہ میں قائداعظمؒ نے نواب صاحب سے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اس جلسہ کے اخراجات، جس کا تخمینہ ایک لاکھ ہے، اسی جلسہ سے پورے ہو جائیں، میں نے اپیل کی تھی لیکن اب تک صرف چند ہزار جمع ہوئے ہیں۔

جلسہ کا آخری روز ہے، کاروائی ختم ہو چکی، برخاست کا اعلان ہو چکا، لوگ جائے اٹھنے کے سنبھل کر بیٹھنے لگے، اشتیاق سے ڈائس کی طرف نظریں اٹھنے لگیں، کس کا انتظار ہے؟ وہی قائد ملت نواب بہادر یار جنگ کا! قائداعظمؒ نے اعلان کیا کہ "اب نواب صاحب تقریر فرمائیں گے۔" مسرت و حیات کی ایک لہر دوڑ گئی۔ قائداعظمؒ پہلے ہی اشارہ کر چکے تھے، پاکستان کی اہمیت و افادیت پر گفتگو ختم ہوئی اور نواب صاحب نے مسلمانوں کی عملی کمزوریوں کا شمار شروع کیا اور یہ فرمایا کہ:

"جو مال کا ایثار نہیں کر سکتے وہ جان کیا دے سکیں گے۔"

یہ سننا تھا کہ روپوں اور چیزوں کی بارش ہونے لگی، قائداعظم نے اعلان فرمایا کہ "میں صرف نقد لوں گا۔" صبح جب حساب لگایا گیا تو سوا لاکھ رقم وصول ہو چکی تھی۔

صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کے استحکام کیلئے جان جوکھوں میں ڈال کر کام کیا۔ سرحد مسلم لیگ کے صدر سردار اورنگ زیب خاں (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۵۷ء) اور قاضی محمد عیسیٰ صدر مسلم لیگ بلوچستان (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۷۶ء) ہمراہ تھے۔ سرحد میں فقیر ایپی (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۶۱ء) کی ہولناک سرگرمیاں پوری دہشت انگیزی سے جاری تھیں، سرحد کی سڑکوں پر سفر کرنا موت کی راہ پر چلنے کے مترادف تھا، ایسی پر خطر حالت میں تین عظیم

مسلم لیگی موٹر پر چلے جا رہے تھے، قاضی محمد عیسیٰ موٹر چلا رہے تھے، کوئی دشمن لیگ گولی چلاتا تو اس کا پہلا نشانہ قاضی عیسیٰ بنتے، شیر دل بہادر یار جنگ نے موقع کی نزاکت کو محسوس کر کے قاضی عیسیٰ کے ہاتھ سے اسٹیئرنگ لینے کی کوشش کی، قاضی صاحب، نواب صاحب کی زندگی کو اپنی جان سے زیادہ عزیز اور گرانقدر سمجھتے تھے اس لئے وہ اسٹیئرنگ چھوڑنے پر آمادہ نہ تھے، نواب صاحب کا کہنا تھا کہ قاضی صاحب کی جان زیادہ قابل قدر ہے، غرض باہمی ایثار کی اس کشمکش میں نواب بہادر یار جنگ غالب آگئے اور اب موٹر اللہ کے ایک بہادر سپاہی کے ہاتھ میں تھی اور فرائے بھرتی ہوئی چلی جا رہی تھی کہ ایک شخص نے موٹر روکنے کا اشارہ کیا، موٹر رکی، وہ قریب آیا اور اس نے پوچھا، "آپ میں بہادر یار جنگ کون ہے"؟ نواب صاحب نے اپنے سینہ کی طرف ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ "میں"۔ اس نے تنہائی میں چل کر بات کرنے کی خواہش کی اور بتایا کہ فقیر ایپی کا پیام سنانا ہے، ساتھیوں نے بہادر یار جنگ کو منع کیا کہ ہرگز اس شخص کی بات کو نہ مانیں، مگر بہادر یار جنگ بے خطر اس شخص کے ساتھ چلے، اس شخص نے علیحدگی میں بڑے ادب و احترام سے عرض کیا:

"فقیر نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ پیغام بھیجا ہے کہ ہمیں آپ کی یہاں تشریف آوری کی اطلاع تھی، اس لئے آپ کے سفر کے انتظامات کر دیئے گئے ہیں، آپ جہاں جہاں سفر کرنا چاہیں ہمیں اطلاع دے دیجئے تاکہ حفاظتی انتظامات کر دیئے جائیں"۔

یہ تھی کرامت قائد ملت نواب بہادر یار جنگ کی، بقول جلیل۔

جو میں چلوں تو سایہ بھی میرا نہ ساتھ دے
جو تم چلو، زمین چلے، آسمان چلے

اب کیا تھا، آگ شعلہ بار ہو چکی تھی، قائد ملت کی زبان نے اہل سرحد کے دلوں کو مسخر کر لیا اور ان پر مسلم لیگ کا نقش بٹھا دیا اور ایسا بٹھایا کہ جب انتخابات ہوئے تو اسی سرحد میں جہاں مسلم لیگ کا نام لینا جرم تھا، لیگ ہی لیگ کی کامیابی رہی۔

نواب صاحب کو عشق رسول ﷺ سے وافر حصہ ملا تھا۔ بلکہ یہی ان کی اصل پونجی تھی۔ علماء و مشائخ کے ساتھ نہایت گہرے روابط تھے۔ مکاتیب بہادر یار جنگ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ حسن نظامی دہلوی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۵ء)، میر غلام بھیک

نیرنگ الہ آبادی (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء) مولانا قطب الدین عبدالولی فرنگی محلی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۵۴ء) مولانا نذیر احمد خجندی میرٹھی (ف ۱۹۳۶ء) مولانا عبدالحامد ایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) مولانا کرم علی ملیح آبادی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۷۲ء) مولانا عبدالقدیر بدایونی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۶۰ء) مولانا آزاد سبحانی (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۵۷ء) امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) مولانا مفتی برہان الحق جبلپوری (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۸۴ء) اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی مدظلہ سے خصوصی تعلقات تھے۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ، سے تو نواب صاحب کو خصوصی ارادت تھی، حضرت اب بھی حیدر آباد دکن تشریف لاتے، نواب صاحب بصد ادب و احترام حاضر خدمت ہو کر ماثمی فیوض حاصل کرتے۔

نواب صاحب اپنی زیست کی آخر سانس تک مذہب و ملت کی خدمتوں منہمک رہے۔ ۲۵ر جون ۱۹۴۴ء اتوار کے دن ساڑھے گیارہ بجے آخری تقریر فرمائی۔ اسی شام آپ کے دولت کدے میں درس اقبال کی محفل تھی۔ آپ ہمیشہ کی طرح اس مقدس محفل میں شریک رہے۔ البتہ دو چار روز سے یہ مصرعہ مرد زباں تھا اور بار بار تعجب پر اثر انداز میں پڑھتے جاتے تھے۔

حیات ذوق سفر کے سوا کچھ اور نہیں

غرض زبان سے اور اپنے حال سے تشریح اقبال میں معاونت فرماتے رہے۔ اقبال کی مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" کی جلال آفریں نظم "حکمت کلیمی" کا یہ شعر آیا ہے۔

مرد حق افسوں این دیر کہن
از دو حرف رفی الاعلی شکن

شوکی توضیح ہو چکی تو آپ نے فرمایا کہ یہ مقامات جلد گزرنے کے نہیں، آج یہیں ٹھہر جائیں، درس ختم ہو گیا۔

اسی رات نواب صاحب کی اپنے ایک قدیم دوست جسٹس ہاشم علی خاں کے ہاں دعوت تھی، کسے خبر تھی کہ یہ دراصل دعوت مرگ ثابت ہو گی، مغرب کی نماز پڑھ کر آپ اپنے دوست کے گھر "نجار ہل" تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ گوالیاری نواب،

[illegible] نواب صاحب سے
[illegible] کے لیے آئے تھے اور نواب صاحب نے
[illegible] ہاشم علی خاں کے گھر پہنچے تو وہاں
[illegible] نواب صاحب پہلے ہی سے موجود تھے۔ نواب
[illegible] کی تحریک پر بات چیت کر رہے تھے اور ابھی یہ طے نہ ہوا تھا کہ ان اخراجات کی
[illegible] کے لیے کہاں سے رقم فراہم کی جائے۔ کہا جاتا ہے کہ نواب صاحب نے اس
[illegible] کے لیے اپنی جائداد کا کچھ حصہ فروخت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اس
[illegible] نواب صاحب کے اس ارادے سے باز رکھا۔ بہرحال یہ طے ہوا کہ
[illegible] کے لیے ہاشم علی خاں سے کہا جائے کہ وہ اس کام کی ذمہ داری قبول کریں۔
[illegible] ہاشم علی خاں اس کام میں لگ گئے اور عرصہ کی سے ایک طرف
[illegible] نواب صاحب کے آگے ہاتھ پھیلا رہے تھے کہ ایک زمانہ دیکھ رہا تھا اور
[illegible] ایک "گمنامی" روپیہ اکثر دوستوں کے پاس آ رہا تھا اور ابھی لوگ سمجھ نہ پائے تھے
[illegible] کہ یہ "گمنامی" کون ہے۔ [illegible] ہاشم علی خاں سے چار سال پہلے
[illegible] انتقال فرما چکے تھے۔

[illegible] سے عمل کمر ہوئی۔ [illegible] کے ہوا کھوں کے لشکر جمع ہوئے اور اسلام
[illegible] کے نعرے بلند ہوئے۔ [illegible] اور یہاں سے اپنے گھوڑے گاڑی کی طرف کر کے
[illegible] نواب صاحب سے چار میل دور [illegible] کے ایک گاؤں میں [illegible] کرنے لے آئے۔

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] ہاشم علی خاں کے گھر سے اٹھایا گیا تو لوگوں نے دیکھا اور اطمینان بخش سے دیکھا کہ
[illegible] ہاشم علی خاں سے [illegible] روتے روتے [illegible] ہو رہے تھے اور [illegible]
[illegible] کا ہاتھ اگر کوئی تھامے ہوئے تھا تو وہ [illegible]

"آپ ہم کس کے سہارے چھوڑے جا رہے ہیں؟"

لوگ کہتے تھے کہ [illegible] کی [illegible] اہل محلہ [illegible]

WWW.NAFSEISLAM.COM

(۴) [illegible] ص ۵۸، ۵۱
(۵) [illegible] ص ۱۱۰
(۶) [illegible] ص ۱۸۰
(۷) [illegible] ص ۲۱۶
۱۱۲۔
(۸) [illegible] ص ۲۱۹
(۹) [illegible] ۵۸(۴۹)۔
(۱۰) [illegible] ۲۳۶(۴۳۱)۔
(۱۱) [illegible] ص ۳۶۵۔
(۱۲) [illegible] ۳۱(۴۳۱)۔
(۱۳) [illegible] ۸۹، ۱۹۳۱۶ء

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا عبدالعلی خاں اخوندزادہؒ

مولانا علامہ عبدالعلی خاں اخوندزادہ بن ملا عبدالخالق اخوندزادہ بن ملا عبدالرحمن اخوندزادہ کی ولادت ۱۸۷۲ء میں خانوزئی تحصیل پشین ضلع کوئٹہ (بلوچستان) کے کاکڑ قبیلہ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی۔ ان کی رحلت کے بعد اپنے چچا ملا عبدالغفار اخوندزادہ اور علمائے قندھار سے مزید استفادہ کیا۔ بعد ازاں بدستاں کے مشہور علماء مولوی محمد صدیق اور مولوی دوست محمد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے دستار فضیلت حاصل کی۔ پھر طب و حکمت میں دسترس حاصل کر کے نامور حکیم بھی بن گئے۔

آپ بلوچستان کے نامور عالم دین تھے۔ آپ کی ذہانت اور علم کا چرچا بلوچستان کے علاوہ قندھار، کابل اور ہندوستان میں بھی تھا۔ دور و نزدیک کے علماء آپ کے پاس آتے اور ہفتوں علمی مباحث میں مشغول رہتے۔ عربی، فارسی میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ پشتو مادری زبان تھی۔ پشتو اور فارسی میں خوب شعر کہتے تھے۔ ذاتی کتب خانہ میں بہت سے قلمی نوادرات بھی موجود تھے۔ بلوچستان کے نواب، سردار اپنے علاج یا پیچیدہ گتھیاں سلجھانے کے لئے آپ کے پاس آتے۔ ۱۹۳۰ء کے لگ بھگ خانہ قلات نے آپ کو اپنی ریاست قلات کا "وزیر معارف" اور "قاضی القضاء" مقرر کیا۔ دو تین سال تک حسن و خوبی فرائض سرانجام دینے کے بعد مستعفی ہو کر خانگی امور، طب اور زمینداری کی جانب متوجہ ہو گئے۔

۱۹۱۱ء میں "پشتو لغت" تیار کرنا شروع کی مگر پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔ آپ کے

فارسی کلام میں معرفت عرفان الٰہی کے نئے نئے باب کھلتے ہیں اور پند و نصائح میں سعدیؒ اور حافظ شیرازیؒ کا تتبع پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے آپ کے کلام پر ان ہر دو کی شاعری کا گمان ہوتا ہے۔

چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

سیاہ زلفان بر خسارت کہ چوں شام است چوں شام است
مئے لعل لبت مارا کہ بر کام است در کام است
نگار و مطرب و ساقیست در بوستاں بر بوستاں
بہار باد نو روزیست ایام است ایام است
کہ اشک عبدالعلی از دیدہ می ریزد چو می ریزد!
کہ از بحر پری پیکر نہ لوحام است اسلام است

عشق رسول ﷺ آپ کے رگ و ریشہ میں سمایا ہوا تھا۔ آپ کی ایک پشتو نعت کا ترجمہ ہمارے دعوے کی تصدیق کے لئے شاہد عادل ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

"وہ جو شفیع محشر ہیں ان پر خدائے کبیر کا درود و سلام ہو۔
تمام دنیا ان کے نور سے پیدا ہوئی اور تمام جہاں ان کے چہرے سے منور ہوا۔
امت ان کی خیر الامم ہے اور خدا تعالیٰ نے انہیں خیر البشر کہا ہے۔
لولاک کی حدیث قدسی کی رُو سے وہ اولین ہیں۔
اور آیت خاتم کی رُو سے وہ مؤخر ہیں۔ آخر (میں پیدا ہوئے)۔
ان کا لقب سید المرسلین ہے۔ ان کے نام پر مکرر صلوٰۃ ہو۔ ان کے چہار یار دین کے چار ستون ہیں اور ان میں سے ہر ایک شرع انور کا ستارا ہے۔ اے نبی ﷺ! آپ پر درود و سلام ہو اور اے شفیع محشر! آپ پر سلام ہو۔
عبدالعلی کا ہاتھ اور آپ کا گریبان ہے (یعنی دامنگیر ہوں) کہ اسے سخت سفر آخرت درپیش ہے اور زادِ راہ مفقود ہے"۔

علامہ عبدالعلی خاں نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ بلوچستان میں مسلم لیگ کا قیام ۱۹۳۹ء میں ہوا۔ قاضی محمد عیسیٰ (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۷۶ء) نے حضرت قائداعظمؒ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) کے ارشاد پر مسلم لیگ بلوچستان کی باگ ڈور سنبھالی تو مولانا

عبدالعلی نے سب سے پہلے فارم رکنیت پر کیا۔ چنانچہ قاضی محمد عیسیٰ کا بیان ہے کہ:

"میرے ہاتھوں پہلا شخص جس نے بلوچستان میں مسلم لیگ کی ممبری قبول کی وہ مرحوم اخوندزادہ عبدالعلی خاں تھے۔ علاوہ ازیں جدوجہد میں جو دورہ میں نے مسلم لیگ کے قیام کے لئے کیا، مرحوم اخوندزادہ نے میرا ساتھ دیا۔"

۱۰۔۱۱ر جون ۱۹۳۹ء کو کوئٹہ میں پہلی مسلم لیگ کانفرنس منعقد ہوئی تو اخوندزادہ نے اس کی کامیابی و کامرانی کے لئے بھرپور کام کیا۔ اپریل ۱۹۴۰ء میں قاضی محمد عیسیٰ صدر بلوچستان مسلم لیگ کی دعوت پر مجاہد تحریک پاکستان مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔۱۹۷۰ء) نے بلوچستان کا دورہ کیا تاکہ مسلم لیگ کے کام کو آگے بڑھایا جاسکے۔ ۱۹ر اپریل کو جب مولانا بدایونی، کوئٹہ پہنچے تو بلوچستان کے مشہور مسلم لیگی لیڈروں اور کارکنوں نے ریلوے اسٹیشن پر شاندار استقبال کیا۔ اخوندزادہ عبدالعلی خاں بھی پیش پیش تھے۔

۲۶ر جون ۱۹۴۳ء کو حضرت قائداعظمؒ نے کوئٹہ کا دورہ فرمایا تو اخوندزادہ نے کوئٹہ ریلوے اسٹیشن پر زبردست استقبال کیا۔ ہزاروں لوگوں نے فلک شگاف نعرے لگائے۔ سب سے پہلے اخوندزادہ نے بڑھ کر قائداعظمؒ کو خوش آمدید کہا اور چند اشعار بھی پیش کئے۔ افسوس کہ وہ اشعار دستیاب نہیں ہوسکے۔ اُن کے ایک شعر کا مفہوم کچھ یوں ہے:۔

"میرے وطن کا ہر کانٹا میرے لئے پھول کی طرح نرم و نازک ہے لیکن اس کا ہر پھول وطن دشمنوں کے لئے خارزار کی مانند ہے۔"

اس کے بعد جب قائداعظمؒ کا شاہانہ جلوس جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہوا تو اخوندزادہ صاحب، قائداعظمؒ کی موٹر کے ساتھ ساتھ پیدل جلسہ گاہ پہنچے۔ پھر جب قائد تاریخ ساز اجتماع سے انگریزی میں خطاب فرمارہے تھے تو اخوندزادہ رونے لگے۔ ان کے ساتھی سردار محمد عثمان خان جوگیزئی (۱۹۔ء) نے حیرت زدہ ہوکر پوچھا، "آپ انگریزی تو سمجھتے نہیں، روتے کیوں ہیں۔" ؟جواب ملا۔ "اس شخص کی آواز سے اس کے دل کا درد عیاں ہے اور اس نے مجھے مضطرب کردیا ہے۔" مسلم لیگ سے آپ کی محبت آپ کے اس ارشاد

سے ظاہر ہے:۔

"مسلم لیگ اتفاق و اتحاد کی علامت ہے اور اس لحاظ سے یہ جماعت ہمارا دین اور ہمارا ایمان ہے۔"

آپ کی رحلت ایک سال کی علالت کے بعد ۱۶ر شوال ۱۳۶۳ھ مطابق ۳ر اکتوبر ۱۹۴۴ء بروز منگل ہوئی۔

حضرت صابر براری ثم کراچوی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کہا۔

ہوئے آہ وہ آج دنیا سے رخصت — جو شاعر بھی تھے عالم دیں بھی ذیشاں
کہو مصرع سالِ غم اُن کا صابر — "ہیں جنت میں پُر نور عبدالعلی خاں"

۱۹۴۴ء

ماخذ

(۱) "جدوجہد آزادی میں بلوچستان کا کردار" از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۲۴، ۲۵، ۴۹، ۵۰، ۱۰۱، ۳۱۳۔

(۲) "بلوچستان میں فارسی شاعری" از ڈاکٹر انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۶۸، ص ۲۰۳ تا ۲۰۸۔

(۳) "جوئے کوثر" از ڈاکٹر انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۷۶ء ص ۳۷۳۔

(۴) "نبی کریم ﷺ کا ذکر بلوچستان میں" از ڈاکٹر انعام الحق کوثر مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء ص ۴۳، ۲۰۸، ۲۱۵،

(۵) "پشتو میں سیرت نگاری" از پروفیسر صاحبزادہ حمید اللہ مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۸۷ء ص ۱۴۱۔

(۶) "سرور کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں" از ڈاکٹر انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۹۷ء ص ۲۳، ۱۵۴ تا ۱۵۸۔

(۷) "تقویم ہجری و عیسوی" از ابو النصر محمد خالدی، محمود احمد خان مطبوعہ کراچی طبع سوم ۱۹۷۴ء ص۔

(۸) "ششماہی مجلہ تاریخ و ثقافت پاکستان" اسلام آباد بابت جنوری تا جون ۱۹۹۰ء ص ۲۲، ۲۵، ۲۶، ۲۷۔

(۹) "بلوچستان آزادی کے بعد" از ڈاکٹر انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۹۷ء ص ۸۸، ۹۰۔

مولانا یار محمد ہندیالوی

تحریک پاکستان کا آغاز ہوا تو آپ نے بھی دیگر علماء اہلسنت کے شانہ بشانہ بھرپور
جدوجہد کی۔ اس وقت صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) تحریک کے مراکز تھے۔ آپ کے
والد گرامی قاضی عبدالرحیم (ملک بھیلی کے سرداری نظام کا خاتمہ ہو) کو پاکستان
بنانے کے حق میں تھے۔ لیکن کے خلاف بات کرنا یا ان کی حمایت کرنے کے مترادف
تھا۔ ان علاقے میں مسلم لیگ کی حمایت کرنا جان جوکھوں کا کام تھا۔ مگر اس علاقہ کے ایک
بڑے عالم دین کی حیثیت رکھنے والے ملک مفتی سید محمد خان کوثر (والد ماجد علامہ
ڈاکٹر محمد علی کوثر) کی وجہ سے پاکستان اور مسلم لیگ کے خلاف دھواں دھار تقریریں کیا
کرتے اور فتاویٰ کفر کا اجرا کیا کرتے تھے۔

اس نازک موقع پر آپ نے برملا کھلے الفاظ میں اعلان فرمایا کہ "مسلم لیگ کی حمایت کرنا
ضروری ہے۔" اس پر آپ کو دھمکیاں بھی دی گئیں لیکن آپ نے صاف صاف فرمادیا
کہ:

"مسلم لیگ کو دے دو یہ سمجھ کو دے دو یہ ہے اور اگر یہ کہ
دے دو یہ سمندر کو دے دو یہ ہے ایک طرف اسلام کا جھنڈا ہے جبکہ
دوسری طرف کفر کا۔ چونکہ مسلم لیگ مسلمانوں کی جماعت ہے اس
لئے اس سے کٹنا اسلام سے کٹنا ہے۔"

آپ کے بھتیجے اسی سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں کہ علاقہ میں عام طور پر خواہ مخواہ
ہر ایرے غیرے مسلم لیگ کی مخالفت ہو گئی۔ اس پر ہمارے والد مرحوم کے ایک دوست نے آپ کی
خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ آپ مسلم لیگ کی حمایت ترک کر دیں۔ ورنہ آپ سے ملاقات کرنا
کفر ہے۔

"یہ ملک کی معاملہ ہے فقیر ایزد بھوپیرا کیجیے اور بنائے رکھے مگر
مسلم لیگ کی حمایت ترک نہیں کرے گا۔"

جواب ملا:

"میں اعلان کر دوں گا کہ میں آپ سے دور ہوں اور تم سے ہے
اور ہو جاؤ گے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے مقابلے میں تمہاری کوئی
پرواہ نہیں کرتا۔"

یہ سن کر تمام اہل اسلام خاموش رہے اور خاموشی سے واپس چلے گئے۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۲۲ محرم الحرام ۱۳۶۷ھ / ۱۶ دسمبر ۱۹۴۷ء بروز ہفتہ ہوئی۔ مزار مقدس بدیالہ ضلع سرگودھا میں ہے۔ ہر سال ۲۲ محرم میں آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

خلد میں شاداں رہے وہ کملی والے کے خلیل
اس کے مرقد پر ہو اجمل رحمت رب غفور

جناب عارف سلطانپوری نے یہ قطعہ و تاریخ سال کہا۔

"معرفت وہ لکا خورشید"

۱۹۴۷ء

عالم اہل خبر، رہبر ارباب نظر
صاحب فہم و ذکاء، ماہر علم و حکمت
تھوم دانش و خورشید جہان عرفاں
دور کرتا رہا جہل و جنوں کی ظلمت
خلعت دین نبی کے لئے کوشاں وہ رہا
حق تعالیٰ نے عطا کی بڑی اس کو عزت
بزم گاہ حق و باطل میں اسے حاصل تھی
اپنے "اللہ کی امداد" "حسینی غیرت وہ"
کشور پاک کی تشکیل کی تھی جو تحریک
اس میں بھرپور کی اس بندہ حق نے شرکت
راست گوئی، عمل و جہد و جسارت کا نشاں
کر سکی خوف زدہ اس کو نہ کوئی طاقت
دیوی جادو و تمول اسے مرغوب نہ تھا
صعب حالات میں کی دین کی اس نے خدمت
سنگ ریزوں کو دُرِ نایاب بنایا اس نے
کی عطا بادیوں کو اس نے چمن کی زینت
حق فراموشوں کو حق دان و خود آگاہ کیا
دشت غفلت میں تھا وہ خضر کی صورت
ابر فیضان نظر دور تک اس کا برسا
سبز و شاداب ہوئی چار سو کشت ملت
ہو لحد مطلع انوار الٰہی اس کی
منکر روضہ و فردوس ہو اس کی تربت

صابری سلسلہ و چشت کے اس عارف کا
"سرکو دائرہ و فیض" ہے سال رحلت

۱۳۶۷ھ

---

* شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

** حضرت صوفی محمد حسین اللہ آبادیؒ (حضرت بدیالویؒ کے پیر و مرشد)

حضرت صابر براری آف کراچی نے بھی تاریخ کہی:

یوں تو ظاہر ہو گئے رخصت ہر جہاں سے بڑی طریقت
دل میں ہمارے اب بھی مکیں ہیں یار محمد یار محمد
عالم و فاضل، واعظ و قاری اہل حق کے مناظر
عاملِ شرع دین متیں ہیں یار محمد
ان کا چہرہ جس نے دیکھا شاداں ہو کر دل میں بولا
مست دلائے سرور دیں ہیں یار محمد یار محمد
آئی صدائے ہاتف غیبی سال رحلت کہ دے صابر
"نیک فکر علکم رہیں ہیں یار محمد یار محمد"

۱۹۹۷ء

ماخذ

(۱) "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۲۷۵ تا ۲۷۷۔

(۲) "انگریز کا ایجنٹ کون" از پروفیسر صاحبزادہ محمد ظفر الحق ہزاروی مطبوعہ جوہر آباد (خوشاب) طبع اول ص ۸۰ تا ۸۴۔

(۳) "حیات استاذ العلماء" از مولانا غلام رسول سعیدی مطبوعہ بدایاں شریف (سرگودھا) ۱۳۸۹ھ متعدد صفحات۔

(۴) "تذکرہ علماء اہلسنت" از شاہ محمود احمد قادری مطبوعہ کانپور (بھارت) ۱۹۷۱ء ص ۶۴۔

(۵) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۳۱۱۔

(۶) ماہنامہ "ترجمان السنت" کراچی بابت مارچ ۱۹۷۵ء ص ۶۳، ۶۵۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا عبدالرؤف داناپوریؒ

(KAMALISTS)

کے دفاع کے لئے یکجا ہو سکے۔ شریعت کا حوالہ دیتے ہوئے مولانا نے کہا کہ ہندوستان جیسے ممالک جو اسلام کے کنٹرول سے نکل چکے ہیں۔ ان ممالک میں خلیفہ کو اپنے نمائندے بھیجنے چاہئیں جو انہیں صحیح راستہ دکھا سکیں۔ انہوں نے یہ امید ظاہر کی کہ جمعیت العلماء اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرے گی۔

ہندوستان کے سیاسی مسائل کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ ترکِ موالات نے ہندوستانیوں کو کافی بیدار کر دیا ہے۔ انہوں نے کونسل پر قابو پانے کے تخیل کا تمسخر اڑایا اور کہا کہ یہ ملک و قوم کے پیسہ کو ضائع کرنا ہے۔ کانگرس کے امیدوار کونسلوں میں موجودہ عہدیداروں سے زیادہ کچھ حاصل نہ کر پائیں گے اور گورنمنٹ کو کونسل کے ذریعے مفلوج کر دینے کی گفتگو اتنی ہی بے معنی ہے جتنی کی سوراج کو تین مہینے میں حاصل کرنے کا وعدہ۔"

اگست ۱۹۲۸ء میں نہرو رپورٹ سامنے آئی جس میں مسلمانوں کے حقوق کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ پنجاب اور بنگال کے ہندوؤں نے اس رپورٹ کی دل و جان سے حمایت کی اور مسلمانوں کی مخالفت کا طوفان کھڑا کر دیا۔ رپورٹ میں سفارش کی گئی تھی کہ ایک مضبوط مرکزی حکومت ہو اور جسے صوبوں کے دستور کالعدم کرنے کا پورا اختیار ہو۔ اور جداگانہ انتخابات کو سخت مضر قرار دیا گیا۔ یہ رپورٹ دسمبر ۱۹۲۸ء میں "آل پارٹیز" کے تیسرے اجلاس کلکتہ میں پیش ہوئی۔ مسلم لیگ حیثیت اسلامی سیاسی جماعت کے شریک ہوئی۔ قائداعظمؒ کی ہدایت پر مسلم لیگ کے نمائندوں نے ترمیمات پیش کیں مگر ہندو مہاسبھا کے دباؤ سے کانگرس نے کان بھی نہیں دھرے۔ اب مسلمانوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ مسلم لیگ نے زبردست مخالفت کی۔ دیگر رہنماؤں کے ساتھ مولانا عبدالرؤف نے بھی نہرو رپورٹ کے خلاف آواز اٹھائی۔ نیز اسی سال "آل انڈیا خلافت کانفرنس کلکتہ" کی مجلس استقبالیہ کے چیئرمین بھی بنے۔

۱۹۲۹ء میں جمعیت علماء ہند نے نہرو رپورٹ کے مسئلے پر کانگرس کی حمایت کی تو مولانا عبدالرؤف پر اس جماعت کی اسلام دشمنی اور ہندو نوازی پوری طرح عیاں ہو گئی۔ ملی

وجود کو خطرے میں دیکھ کر آپ نے بھی دیگر اکابرین اہلسنت مثلاً شاہ محمد سلیمان پھلواروی (۱۸۵۹ء۔ ۱۹۳۵ء) مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) پیر غلام مجدد سرہندی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) مولانا حسرت موہانی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۱ء) مولانا نثار احمد کانپوری (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۴ء) مولانا شاہ محمد فاخر الہ آبادی (۱۸ء۔ ۱۹۳۰ء) مولانا عبدالماجد بدایونی (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۳۱ء) مولانا قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۵۴ء) مولانا غلام بھیک نیرنگ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء) مولانا نذیر احمد خجندی (۱۸ء۔ ۱۹۳۶ء) مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۵۴ء) مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۴۱ء) مولانا مظہر الدین شیر کوٹی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۳۹ء) مولانا عبدالکافی الہ آبادی (۱۸۵۸ء۔ ۱۹۳۰ء) اور مولانا محمد شفیع داؤدی (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۴۹ء) وغیرہم کے ساتھ جمعیت علماء ہند کو خیرباد کہہ دیا۔

جمعیت علماء ہند سے مستعفی ہونے کے بعد مولانا عبدالرؤف نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لی اور پھر بعد ازاں جمعیت علمائے اسلام کی رکنیت بھی اختیار کر لی اور اس طرح وہ بنگال کی اسلامی سیاست پر بہت اثر انداز ہو گئے۔ انہوں نے جمعیت علماء ہند کے مؤقف کی خوب تردید کی اور رائے عامہ کو مسلم لیگ کے لئے ہموار کیا۔ جولائی ۱۹۳۷ء میں کلکتہ ہوڑا ضلع مسلم لیگ کے صدر چنے گئے اور تازیست (فروری ۱۹۴۸ء تک) اس عہدہ پر فائز رہے۔

نومبر ۱۹۴۵ء میں کلکتہ میں ایک عظیم الشان علماء کانفرنس ہوئی جس میں مولانا آزاد سبحانی (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۵۷ء) اور دوسرے مقتدر علماء نے ایک قرارداد کے ذریعے مسلم ووٹروں سے اپیل کی کہ مسلم لیگ کے نمائندے کے سوا کسی دوسرے نمائندے کو ووٹ دینا اتحاد ملت، مفاد ملت اور وقار اسلام کے خلاف ہے کیونکہ پاکستان کے سوال کا یہ فیصلہ بڑی حد تک ان انتخابات کے نتائج پر مبنی ہے۔ اس قرارداد کو منظور کرانے میں مولانا عبدالرؤف پیش پیش تھے۔

دسمبر ۱۹۴۵ء کے انتخابات میں بنگال میں مرکزی اسمبلی کی کل چھ مسلم نشستیں تھیں جو سب کی سب مسلم لیگ نے حاصل کر لیں۔ فروری ۱۹۴۶ء میں بنگال اسمبلی کی ۱۱۹ مسلم نشستوں میں سے ۱۱۲ نشستیں مسلم لیگ نے جیت کر ۹۴ فیصد کامیابی حاصل کر کے

کانگرس کو ورطہ ء حیرت میں ڈال دیا۔ ان انتخابات میں مولانا عبدالرؤف نے مسلم لیگی امیدواروں کی حمایت میں تن من دھن کی بازی لگادی۔ اُن کی یہ سرفروشانہ اور مخلصانہ خدمت کبھی بھی فراموش نہیں کی جائے گی۔

سیاسی ذوق رکھنے اور بلند پایہ طبیب ہونے کے علاوہ مولانا عبدالرؤف اعلیٰ پائے کے مصنف بھی تھے۔ اُن کی تصنیفات میں سب سے اہم کتاب "اصح السیر فی ہدیٰ خیر البشر ﷺ" ہے جس کا پہلا ایڈیشن ستمبر ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا تھا۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۲ء میں کراچی سے طبع ہوا ہے۔ اس کتاب کی جلد دوم لکھنے کی انہیں مہلت نہ مل سکی۔ ۲۰ فروری ۱۹۴۸ء / ۱۳۶۷ھ بروز جمعۃ المبارک یہ متواضع، سادہ مزاج اور خلیق شخص اپنی رہائش گاہ چونا منڈی کلکتہ میں اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔ اور مانک تلہ کے قبرستان میں آخری آرام گاہ میں۔

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے
زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے

جناب طارق سلطانپوری نے یہ قطعہ ء تاریخ وصال کہا۔

"بابِ عزیمت و عظمت"

_____ ۱۹۴۸ء _____

پائے گا اجرِ جزیل ان کا خدا سے بعد مرگ
کر گیا ہے زیست میں جو کار ہائے خوب وہ
اس کا سالِ وصل یوں ہاتف نے طارق سے کہا
"پیکرِ تعلیم و حکمت، والدہ محبوب وہ"

_____ ۱۳۶۷ھ _____

راقم الحروف محمد صادق قصوری نے بھی اُن کی تاریخ کہی۔

"علم پرور شخصیت"

_____ ۱۹۴۸ء _____

نام نامی، حکیم عبدالرؤف وہ عالم ذی شان
شاہ بطحا کا عاشق صادق کس قدر خوش نصیب تھا انساں

قوم کے درد مند نے آخر زندگی کر دی قوم پر قرباں
سال رحلت کا یوں کہو صادق
"غنچۂ فیض" صاحب ایماں

۱۹۴۸ء

ماخذ

(۱) "یادِ رفتگاں" از سید سلیمان ندوی مطبوعہ کراچی ۱۹۵۵ء، ص ۳۱۰ تا ۳۱۳۔
(۲) "سیاسی مکتوبات رئیس الاحرار" (مولانا محمد علی جوہر) مرتبہ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۸ء، ص ۲۸۶ تا ۲۸۷۔
(۳) "تاریخ ہند و پاک" از مولانا قاری احمد پیلی بھیتی مطبوعہ کراچی ۱۹۷۴ء، ص ۱۲۹۔
(۴) "جمعیت علماء ہند" جلد اول از پروین روزینہ مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۸۰ء، ص ۱۳۸ تا ۱۳۹۔
(۵) "جامع اردو انسائیکلو پیڈیا" جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۹۹۱۔
(۶) "عظیم قائد عظیم تحریک" جلد اول از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء، ص ۳۷۴ تا ۳۷۵، ۳۹۸، ۳ تا ۴۰۸۔
(۷) مکتوب گرامی جناب پروفیسر محمد اسلم سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی محررہ ۱۷ لاہور ۱۷ فروری ۱۹۹۸ء۔
(۸) "تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء" از چوہدری حبیب احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۹۳۔
(۹) "تحریک پاکستان میں صوبہ سرحد کا حصہ" از پروفیسر محمد شفیع صادق مطبوعہ پشاور ۱۹۹۰ء ص ۱۶۸، ۱۶۹۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ

صدر الافاضل مولانا حکیم سید محمد نعیم الدین بن مولانا سید محمد معین الدین نزہت (۱۸۴۳ء۔۱۹۲۱ء) بن مولانا سید محمد امین الدین راسخ بن مولانا سید محمد کریم الدین آرزو کی ولادت مبارک ۲۱ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ مطابق یکم جنوری ۱۸۸۳ء روز سہ شنبہ مراد آباد (یو پی، بھارت) میں ہوئی۔ آٹھ سال کی عمر میں حفظ قرآن کے بعد اردو اور فارسی کی کتابیں والد بزرگوار مولانا شاہ فضل احمد سے پڑھ کر مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں مولانا سید کفایت محمد رحمۃ اللہ علیہ سے درس نظامی اور دورہ حدیث کی تکمیل کر کے ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں دستار فضیلت حاصل کی۔

اپنے استاد گرامی مولانا سید کفایت محمد رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اور اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی (۱۸۵۶ء۔۱۹۲۱ء) سے خلافت پائی۔ ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں مراد آباد میں "مدرسہ انجمن اہل سنت وجماعت" کی بنیاد رکھی جس میں علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم کا اعلیٰ پیمانے پر بندوبست کیا گیا تھا۔ ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء میں آپ کی نسبت سے اس کا نام "جامعہ نعیمیہ" رکھا گیا۔ جلد ہی یہ مدرسہ یونیورسٹی کی حیثیت اختیار کر گیا اور غیر ممالک کے طلباء بھی یہاں آکر مستفیض ہوئے۔

آپ ممتاز عالم دین، نامور شیخ طریقت، صف اول کے مقرر، بہترین ادیب، شعلہ بیان خطیب، خوش نوا شاعر اور بہت بڑے مناظر تھے۔ تحریک خلافت، شدھی تحریک، فتنہ ارتداد اور تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

تحریک خلافت (۱۹۱۹ء۔ ۱۹۲۳ء) کے دوران مشترکہ ہندو مسلم جدوجہد کا آغاز ہوا تو ہندو مسلم تعلقات اس حد تک پہنچ گئے کہ ہندو مقتدا اور مسلمان لیڈر مقتدی بن گئے۔ ہندوؤں کی خوشنودی کی خاطر شعائر اسلام کا بھی پاس نہ کیا گیا۔ ایسے موقعہ پر صدر الافاضل خاموش نہ رہ سکے اور مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی۔ آپ نے اس موقعہ پر ارشاد کیا۔

"سلطنت اسلامیہ کی تباہی و بربادی اور مقامات مقدسہ بالخصوص مقبوضات اسلام کا مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل جانا ہر مسلمان کو اپنی اور اپنے خاندان کی تباہی و بربادی سے زیادہ اور بدرجہا زیادہ شاق اور گراں ہے اور اس صدمہ کا جس قدر بھی درد ہو، کم ہے۔ سلطنت اسلامیہ کی اعانت و حمایت، خادم الحرمین کی نصرت و مدد مسلمانوں پر فرض ہے لیکن یہ کسی طرح جائز نہیں کہ ہندوؤں کو مقتدا بنایا جائے اور دین و ایمان کو خیرباد کہہ دیا جائے۔ اگر اتحاد ہو تو کہ مسلمان مطالبہ کرتے اور ہندو ان کے ساتھ متفق ہو کر "گاہے، درست ہے" پکارتے۔ مسلمان آگے ہوتے اور ہندو ان کے ساتھ ہو کر ان کی موافقت کرتے تو بے جا نہ تھا لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندو امام بنے ہوئے آگے آگے ہیں، کہیں ہندوؤں کی خاطر قربانی اور گائے کا ذبح ترک کرنے کی تجاویز پاس ہوتی ہیں، ان پر عمل کرنے کی صورتیں سوچی جاتی ہیں، اسلامی شعائر مٹانے کی کوششیں عمل میں لائی جاتی ہیں، کہیں پیشانی پر قشقہ کھینچ کر کفر کا شعار (ٹریڈ مارک) نمایاں کیا جاتا ہے، کہیں ہوں پر پھول اور ریوڑیاں چڑھا کر توحید کی دولت برباد کی جاتی ہے، کروڑوں سلطنتیں ہوں تو دین پر فدا کی جائیں مگر دین کو کسی سلطنت کی طمع پر برباد نہیں کیا جا سکتا۔"

۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء میں آپ نے مرادآباد سے ماہنامہ "السواد الاعظم" جاری

کیا۔ اس پرچے میں "دو قومی نظریہ" کی بھرپور حمایت اور ہندوؤں کی عیاریوں کی خوب قلعی کھولی۔ ربیع الآخر ۱۳۴۷ھ / اکتوبر ۱۹۲۸ء کے شمارہ میں مدرسہ اہل سنت مراد آباد میں ۱۸ ستمبر ۱۹۲۸ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس میں پاس ہونے والی قرارداد کا ذکر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ

"یہ جلسہ "نہرو کمیٹی رپورٹ" کو مسلمانوں کے حق میں نہایت مضر سمجھ کر اس سے عدم رضامندی کا اظہار کرتا ہے۔"

۱۹۳۰ء میں حکیم الامت علامہ اقبال (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) نے خطبہ الہ آباد میں ان افکار کا اظہار کیا جو ہماری قومی جدوجہد میں ایک نئے موڑ کا پیش خیمہ ثابت ہوئے اور اسی موڑ سے تحریک کا قافلہ اس شاہراہ پر آگیا جس پر گامزن ہو کر یہ قافلہ قیام پاکستان کی منزل تک پہنچ گیا۔ تاہم اس دور میں جب علامہ اقبال اپنے افکار کا اظہار کر رہے تھے، ان کی تائید کرنے والا کوئی نہ تھا۔ بقول چوہدری خلیق الزمان (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء) "خود الہ آباد مسلم لیگ کے اجلاس میں بھی بے رخی اور لاتعلقی کی کیفیت پائی جاتی تھی۔" تاہم علماء السنت چونکہ شروع ہی سے ایسے افکار کے داعی تھے اور مسلمانوں کے الگ وجود کے تحفظ کی خواہش چاہتے تھے، اس لئے انہوں نے اقبال کی واضح طور پر تائید کی، علامہ اقبال نے اپنے خطبے میں کہا تھا:

> "ہندوستان دنیا میں سب سے بڑا اسلامی ملک ہے اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام حیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں دینی مرکزیت قائم کر سکے۔ اس طرح نہ صرف ہندوؤں کا مسئلہ حل ہو جائے گا بلکہ خود اس سے مسلمانوں کے احساسات ذمہ داری قومی ہو جائیں گے اور ان کا جذبہ وحب الوطنی بڑھ جائے گا۔"

حضرت حکیم الامت کے انہی افکار پر جہاں دیگر مسلمان لیڈر بے تعلق اور خاموش تھے وہاں دوسری طرف ہندو لیڈروں اور اخبارات نے اقبال کے خلاف اپنے بغض کا اظہار شروع کر دیا۔ اس وقت صدر الافاضل نے "اسوۃ الاعظم" شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ / جنوری ۱۹۳۱ء کے شمارے میں اقبال کے افکار کی تائید کرتے ہوئے لکھا:۔

"ڈاکٹر اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے ایک حصہ ہندوؤں کے زیر اقتدار ہو، دوسرا مسلمانوں کے، ہندوؤں کو کس قدر اس پر غیظ آیا، یہ ہندو اخبارات دیکھنے سے ظاہر ہو گا۔ کیا یہ کوئی انسانی بات تھی؟ اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا تو ہندوؤں کو بھی اس نسبت سے نفع ہوتا اس کو تو کون جانتا ہے کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہو گا اور مستقبل کیا صورتیں سامنے لائے گا؟ لیکن ہندو اس وقت خالی بات بھی تو ک زبان پر لانے کو تیار نہیں ہیں، جو مسلمانوں کو اچھی معلوم ہو، اس حالت میں بھی کوئی مسلمان کہلانے والی جماعت ہندوؤں کا حصہ بنی ہے اور اپنی اس پرانی فرسودہ لکیر کو پیٹا کرے تو اس پر ہزار افسوس! کاش اس وقت یہ حضرات خاموش ہو جائیں اور کام کرنے والوں کو کام کر لینے دیں۔"

تقسیم ہند کی تجویز کی تائید کرتے ہوئے اسی ماہنامے میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں :-

"جب ہندو اپنی حفاظت اس میں سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے محلوں سے علیحدہ ہو جائیں اور اپنے حدود علیحدہ کر لیں تو مسلمانوں کو بھی ان کے محلوں میں جانے اور ان کے ساتھ کاروبار رکھنے سے احتیاط رکھنا چاہیئے۔ دونوں اپنے اپنے حدود جداگانہ قرار دیں اور اس نقطہ کو ملحوظ رکھیں کہ سیاسی مباحث کو طے کر لیں، یعنی ہندوستان میں ملک کی تقسیم سے ہندو مسلم علاقے جدا جدا بنا لیں تاکہ باہمی تصادم کا اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے۔ ہر علاقے میں اسی علاقے والوں کی حکومت ہو، مسلم علاقہ میں مسلمانوں کی اور ہندو علاقوں میں ہندوؤں کی۔"

۱۹۴۰ء میں اقبال پارک لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو علماء اہلسنت نے اس کی پرزور تائید و حمایت کی، ان میں سے ایک حضرت صدر الافاضل بھی تھے۔ آپ نے تقریری اور تحریری میدان میں تحریک پاکستان کی زبردست خدمت کی۔ کانگرسی مولویوں

[illegible]

[illegible] (۱۹۴۰ء) [illegible]

[illegible]

[illegible] پاکستان [illegible]

[illegible]

[illegible] پاکستان [illegible] کے لئے [illegible]

[illegible] مسلم لیگ [illegible] قیامِ پاکستان [illegible] تحریکِ پاکستان [illegible]

[illegible] (۱۸۹۶ء [illegible]

پاکستان کی تحریک [illegible]

[illegible]

پاکستان کے [illegible]

[illegible] مسلم لیگ [illegible]

[illegible] مسلم لیگ پر کوئی احسان نہیں [illegible]

شروع ہی سے اسلامی تعلیمات کے ساتھ تھا۔ اس نے اسلام سے دور
ہی کچھ غیر مسلموں پر انحصار کیا۔ اب جو ایک قدم
مسلمانوں نے قرآن و سنت اور اس کے اسلامی احکام کی ترویج کا اس
انہی تو علماء نے اسلام کی سربلندی کیلئے مسلم لیگ کے طریقوں کا مقابلہ
کیا اور ان تمام پابندیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جو انہوں نے پہلے حکومت
علیہ کے دور میں انگریزوں کی بھلائی میں بڑی بڑی رکاوٹیں لگیں جس
کے صلے میں "خان بہادر" کے خطابات پائے۔
جاگیریں لیں اور وہی سب جاگیرداں کے ٹکڑوں پر پل کر مسلمانوں کی
قیادت پر قابض رہنے کا کام انجام دے رہے ہیں۔"

بالآخر علماء اہلسنت کی مساعی سے پاکستان معرض وجود میں آگیا۔ اور ۱۹۴۸ء میں
آپ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی دعوت پر محدث اعظم ہند سید محمد محدث کچھوچھوی
(۱۸۷۸ء۔ ۱۹۶۱ء) مولانا محمد عمر نعیمی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۷۲ء) اور مفتی غلام محیی الدین
نعیمی (۱۹۲۳ء۔ ۱۹۷۱ء) کے ساتھ بذریعہ ہوائی جہاز دہلی سے لاہور پہنچے۔ مقامی علماء
سے اسلامی دستور کے بارے میں گفتگو کے بعد کراچی تشریف لے گئے۔ وہاں علماء سے
گفتگو کرنے کے بعد اسلامی دستور کا خاکہ تیار کرنے کا وعدہ فرمایا۔ مگر آپ کراچی ہی میں
علیل ہو گئے اور اپنے قیام کو مختصر کر کے لاہور، ہر دو آباد پہنچے اور علالت کے باوجود خاکہ
کی تیاری شروع کر دی۔ ابھی چند دفعات ہی تیار کی تھیں کہ موت کے بے رحم ہاتھوں نے
انہیں ہمت چھوڑ دیا۔

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

اگر حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کو خاکہ مرتب کرنے کی مہلت مل جاتی تو
پاکستان میں دستور سازی کا کام کبھی کا مکمل ہو چکا ہوتا اور ارض پاک پر لادینیت، سوشلزم اور
کمیونزم کے نعرے بلند نہ ہوتے۔ یہ صورت "علماء اہلسنت" کے لئے ایک زبردست چیلنج
ہے کہ اگر یہاں نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ نہ ہوا اور وہ اب بھی
خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے تو پھر

نہ ہوگی داستاں تک بھی تمہاری داستانوں میں

آپ کی مندرجہ ذیل کتب یادگار ہیں :۔

(۱) تفسیر خزائن العرفان (۲) اطیب البیان رد تقویۃ الایمان (۳) زاد الحرمین (۴) آداب الاخیار (۵) الکمۃ العلیاء (۶) سیرت صحابہ (۷) سوانح کربلا (۸) التحقیقات الرفع التکبیرات (۹) کتاب العقائد (۱۰) کشف الحجاب (۱۱) اسواط العذاب (۱۲) گلبن غریب نواز (۱۳) ہدایت کاملہ قنوت نازلہ (۱۴) دیوان اردو۔ وغیرہم۔

۱۸ر ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ / ۲۲ر اکتوبر ۱۹۴۸ء بروز جمعۃ المبارک بارہ بجکر پچیس منٹ پر آپ کی روح مقدس قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ مزار مبارک مسجد جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے بائیں گوشے میں مرجع خواص و عام ہے۔

بہت سے شعراء نے قطعات تاریخ وفات کہے، چند ایک درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت مولانا پروفیسر حامد حسن قادری آگروی ثم کراچوی (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۶۴ء) مصنف "داستان اردو"۔

بے سروپا ہو گئے ایسا تھا مولانا کا غم — ہیں رونما اب درد و غم، مہر و جفا، رنج و الم
اے قادری خستہ جگر تاریخ رحلت کر رقم — "فضل و سخا، رشد و ہدیٰ، حلم و حیا، عدل و کرم"

_____ ۱۹۴۸ء _____

(۲) مولانا مفتی محمد ابراہیم فریدیؒ شیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم بدایوں (بھارت)

شوق نعیم خلد میں حضرتِ نعیم دیں — دارِ فنا سے دارِ بقا کو ہوئے رواں
رضواں نے دی ندا کہ فریدی سن وصال — کہہ دو "ملا بہشتِ بریں میں انہیں مکاں"

_____ ۱۳۶۷ھ _____

(۳) مولانا حکیم مفتی غلام معین الدین نعیمیؒ مدیر اعلیٰ "السواد الاعظم" لاہور

ز دنیا رفت سوئے باغ جنت — ادیب و عالم علم محمد
بجو مخدوم سال ارتحاش — "نعیم الدین نعیم فضل ایزد"

_____ ۱۳۶۷ھ _____

دیگر

کردہ سفر بجنت صدر الافاضل آقا — پیدا شود بتلبیش شوق بجمال مولا

تاریخ ایں نوشتہ مخدوم بندہ او "ذی الحجہ نوزدہ شب پیک وصال مولا"

_____ ۱۳۶۷ھ _____

(۴) جناب طارق سلطان پوری، محلہ حطاراں، حسن ابدال ضلع اٹک

ماہِ چرخ بصیرت و دانش آفتاب سپہر فضل و کمال
شیرِ حق، جس سے خائف و مرعوب دجل و مکر و منافقت کے شغال
کوئی اس کو شکار کر نہ سکا کم نہ غیروں کی سازشوں کے تھے جال
متحرک برائے پاکستان تھا سراپا عمل وہ خوب خصال
شاملِ اجتماعِ بنارس میں تھے جہاں اور بھی فرشتہ خصال
عز اسلام کے ساتھ سب طالب نہ مفادات ذات کا تھا سوال
آج بھی اس کا ذکر ہوتا ہے جذبہ عشق کو نہیں ہے زوال
آج بھی اس کی یاد باقی ہے ہو گئے اس کے وصل کو کئی سال
باغِ فردوس اس کا مسکن ہو رحمت حق ہو اس کے شاملِ حال
"رہنمائے عظیم ما" طارق اس حق اندیش کا ہے سال وصال

_____ ۱۳۶۷ھ _____

(۵) حضرت صابر براری، کورنگی، کراچی

ہوئے ہیں راہی سوئے عدم صدر الافاضل بھی
تھے جو مشہور نکتہ سنج و نکتہ داں و نکتہ چیں
لکھی ہے آپ نے تفسیر قرآن مبین ایسی
ہے جملہ اہلسنت کے لئے وہ باعثِ تسکیں
نعیمی جو مبلغ دین کے ہیں سارے عالم میں
ہیں سب ہی معتقد ان کے، ہیں ان کے در کے خوشہ چیں
حقیقت خوب روشن ہو گئی ہے خلق میں صابر
"امام، عالم و فاضل تھے مولانا نعیم الدین"

ماخذ

(۱) "حیات صدر الافاضل" از مولانا حکیم غلام معین الدین نعیمی مطبوعہ لاہور طبع دوم

متعدد صفحات۔

(۲) "تذکرہ علمائے اہلسنت" از شاہ محمود احمد قادری مطبوعہ کانپور (بھارت) ۱۳۹۱ھ ص ۲۵۲، ۲۵۳۔

(۳) "تحریک آزادی میں اردو کا حصہ" از ڈاکٹر معین الدین عقیل مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۳۶۶۔

(۴) "تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۲۶۶، ۲۶۷۔

(۵) "مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی" از پروفیسر اشتیاق طالب مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور۔ متعدد صفحات۔

(۶) "حضرت امیر ملت اور تحریک پاکستان" از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء ص ۶۷، ۶۸، ۷۳۔

(۷) "امیر ملت اور آل انڈیا سنی کانفرنس" از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء متعدد صفحات۔

(۸) "تاریخ ساز شخصیات" از مولانا محمد صدیق ہزاروی مطبوعہ لاہور ۱۹۹۲ء ص ۲۴۳ تا ۲۴۴۔

(۹) ماہنامہ "جہان رضا" لاہور جنوری ۱۹۹۸ء ص ۴۴ تا ۴۷۔

(۱۰) ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور جنوری ۱۹۷۴ء ص ۶۵، ۶۶۔

(۱۱) "ماہنامہ "ترجمان اہلسنت" کراچی اگست ۱۹۷۱ء ص ۴۳۔

(۱۲) "تحریک آزادی ہند اور السواد اعظم" از پروفیسر محمد مسعود احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء متعدد صفحات۔

(۱۳) ماہنامہ "نور الحبیب" بصیر پور ضلع اوکاڑہ اپریل ۱۹۹۸ء ص ۳۶، ۳۷۔

(۱۴) "تاریخ فرشتگاں" جلد دوم از صادر براری مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء ص ۲۰۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا حکیم معراج الدین احمد امرتسریؒ

مولانا حکیم معراج الدین احمد ۷ راپریل ۱۸۸۶ء کو امرتسر (بھارت) کے مشہور معروف طبیب حکیم محمد ابراہیم کے ہاں پیدا ہوئے۔ مڈل پاس کرنے کے بعد "پٹھانے طب" حکیم غلام رسول امرتسری کے حضور زانوئے تلمذ تہ کر کے علوم دینیہ کی تحصیل کی اور طب بھی پڑھی اور پھر والد گرامی کی زیر نگرانی مطب شروع کر دیا۔

مطب کے ساتھ ساتھ حکیم صاحب کو علم و ادب سے بھی گہرا لگاؤ رہا۔ ۱۹۰۴ء میں آپ نے اخبار "کامریڈ" جاری کیا جس نے کانگرس کی اسلام دشمن پالیسی کو بے نقاب کر کے مسلمانان برصغیر کی رہنمائی کی۔ اس کے بعد آپ نے ایک کتاب "کانگرس کا کچا چٹھا" لکھی جو بہت مقبول ہوئی اور اس کے کئی ایڈیشن چھپے۔ "اخبار" "نصیحہ سودا" جاری کر کے آپ نے "اکالی تحریک" کے خلاف محاذ قائم کر کے شاندار خدمات انجام دیں۔

مختلف مواقع پر آپ اخبار "ہمدرد"، "رفیق صادق"، "حق" اور "اخبار جماعت" کے ایڈیٹر رہے۔ اخبار "المعین" کی ادارت بھی کی۔ "المعین" میں ایک قابل اعتراض مضمون چھپنے پر حکومت نے ضمانت طلب کی۔ حکومت کی طرف سے اخبار ضمانت طلبی کا یہ پہلا وار تھا جو "المعین" سے شروع ہوا اور اب تک رائج ہے۔ اخبار نے ضمانت کے لئے رقم کی فراہمی

کش کی مگر آپ نے حکومت کو ایک کوڑی تک دینا گوارا نہ کیا۔

ستمبر ۱۹۱۴ء میں آپ نے "انجمن راعیان ہند" کی بنیاد رکھی اور "راعین میگزین" کا اجرا کیا۔ ارائیں قوم کی تنظیم کے اس اولیں داعی نے قوم کے لئے جو خدمات سر انجام دیں وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ کی کوششوں سے "انجمن راعیان ہند" کا سب سے پہلا اجلاس لاہور میں سر میاں محمد شفیع (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۳۲ء) کی صدارت میں ہوا۔ اس عظیم الشان اجلاس میں علامہ محمد حسین عرشی امر تسری (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۸۵ء) نے اپنی نظم میں حکیم صاحب کو یوں خراج عقیدت پیش کیا۔

راہبر کون وہ سوتوں کو جگایا جس نے — جرس قافلہء شوق بجایا جس نے
مژدہء منزل مقصود سنایا جس نے — مدد قوم کا بیڑا ہے اٹھایا جس نے
حامل کلفت ایثار جناب معراج — راہبرو جادہء ابرار جناب معراج

اس اجلاس کی کامیابی نے برصغیر میں پھیلی ہوئی "ارائیں قوم" کو متحرک کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے دیگر اقوام کے مقابلہ میں سب سے پہلے "تاریخ ارائیاں" تصنیف کر کے ارائیں ذوق کا ثبوت فراہم کیا۔ قاضی فتح محمد امر تسری بھی آپ کی دریافت تھے جنہوں نے لاہور کی انجمن راعیان کے تعاون سے ہفتہ وار "الراعی" جاری کیا۔

ارائیں قوم کی بیش بہا خدمات کے پیش نظر علامہ محمد حسین عرشی امر تسری (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۸۵ء) نے آپ کو اپنی ایک نظم میں راعیوں کا "سر سید" لکھا تھا۔ جب انجمن راعیان کی تنظیم و اشاعت کا کام لاہور والوں نے سنبھال لیا تو حکیم صاحب نے اپنی تمام تر توجہ دین و مذہب کی طرف مبذول کر لی۔

آپ نے اوائل عمر میں ہی سلسلہ نقشبندیہ امیریہ حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) کے دست حق پرست پر بیعت کر لی تھی۔ بیعت کے بعد آپ اپنے زہد و تقوی، مذہبی و ملی خدمات اور اطاعت مرشد کی بدولت حضرت امیر ملت قدس سرہ، کے خاص مریدوں میں شمار ہونے لگے تھے، حتی کی فنا فی الشیخ کی منزل تک جا پہنچے۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ، کے خلیفہء خاص مولانا غلام احمد افگار امر تسری (۱۸۶۴ء۔ ۱۹۲۷ء) نے امر تسر سے اخبار "اہل فقہ" جاری کر کے اہل سنت و جماعت کی

جو خدمات انجام دیں وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہیں۔ لیکن ایک ایسا وقت آیا کہ حضرت افکر کو مجبوراً یہ اخبار بند کرنا پڑا تو جولائی ۱۹۱۸ء میں مولانا افکر اور مولانا محمد شریف کوٹلوی (۱۸۶۱ء۔ ۱۹۵۱ء) کی تحریک پر حکیم صاحب نے "اخبار الفقیہ" کی ذمہ داریاں قبول کر لیں۔ اس پرچہ کی ترتیب کا سارا کام مولانا افکر اور فقیہ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلوی فرماتے تھے۔ ۱۹۲۷ء میں مولانا افکر کی رحلت ہوئی تو علمائے امرتسر کا ایک وفد مولانا محمد عالم آسی امرتسری (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۴۴ء) سے ملا اور درخواست کی کہ مولانا افکر کی رحلت سے الفقیہ کی علمی حیثیت ختم ہو گئی ہے لہذا آپ سرپرستی قبول فرمائیں۔ حضرت آسی نے یہ ذمہ داری قبول فرمالی۔ چنانچہ مولانا آسی اور استاذی حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری مدظلہ' کے برادر اکبر حضرت حکیم غلام قادر (۱۹۰۸ء۔ ۱۹۷۵ء) نے پرچہ کی ترتیب کا کام سنبھالا یعنی ان کے علمی معاون رہے اور یہ ایک ایسا مخلص تعاون تھا کہ ان دونوں بزرگوں کا اخبار میں حیثیت مدیر یا مدیر معاون کبھی بھی نام نہیں چھپا۔

حکیم صاحب نے اپنے پیر و مرشد حضرت امیر ملت محدث علی پوری قدس سرہ، کی زیر قیادت تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا۔ لیکن وہ ہندو مسلم اتحاد کو مسلمانوں کے لئے انتہائی مہلک سمجھتے تھے جیسا کہ بعد میں حالات نے ثابت بھی کر دیا۔ حکیم صاحب نے "الفقیہ" کی اشاعت مورخہ ۲۰ر مارچ ۱۹۲۴ء کے صفحہ ۹ پر "کانگرسی مسلمانوں" کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ:

"ہمارے دوستوں کو ابھی تک "ہندو مسلم اتحاد" کا شوق ہے مگر وہ نہیں جانتے کہ ایسا اتحاد مسلمانوں کے لئے سم قاتل ہے۔ ملک کے ہندو لیڈر قومی میثاق کے متعلق جو رویہ اختیار کر رہے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ابھی "انگریزی راج" ہے، جب "انگریزی راج" میں ہندوؤں کے ظلم و ستم کا یہ حال ہے تو مسلمان یاد رکھیں کہ اگر سوراج مل گیا تو ہندو لوگ، مسلمانوں کو کان سے پکڑ کر ہندوستان سے باہر نکال دیں گے، یا ان کی زندگی دشوار کر دیں گے۔ اردو زبان اور رسم الخط کا نام و نشان مٹا دیں گے اور تمام اسلامی حقوق غصب کر لئے جائیں گے۔"

حکیم صاحب "انجمن خدام الحرمین" کے نائب صدر بھی رہ چکے تھے۔ اس کا پہلا اجلاس مدرسہ [illegible] منعقد ہوا جس میں [illegible] کے علاوہ مولانا [illegible] شوکت علی [illegible] مولانا حسرت موہانی (۱۸۷۵ء – ۱۹۵۱ء) مولانا سید حبیب مدیر "سیاست" لاہور (۱۸۹۰ء – ۱۹۵۱ء) شیخ صادق حسن امرتسری (۱۸۸۰ء – ۱۹۵۹ء) میاں محمد شفیع (۱۸۶۹ء – ۱۹۳۲ء) ڈاکٹر سیف الدین کچلو (۱۸۸۸ء – ۱۹۶۳ء) مولانا محمد داؤد غزنوی امرتسری (۱۸۹۵ء – ۱۹۶۳ء) مولانا [illegible] محمد خان (۱۸۷۴ء – ۱۹۵۶ء) نے شرکت کی۔ حکیم صاحب نے اس اجلاس کی کامیابی اور ترقی کے لئے سعی بلیغ کی۔

حکیم صاحب کو دور تحریک خلافت میں قید و بند کی صعوبتوں سے بھی دو چار ہونا پڑا۔ پہلی بار ۱۹۲۱ء میں جلیانوالہ باغ امرتسر کے سانحہ پر گرفتار ہوئے اور دوسری دفعہ ۱۹۳۰ء میں تحریک آزادی [illegible] میں [illegible] ہوئے مگر یہ گرفتاریاں، سختیاں اور پریشانیاں انہیں احقاق حق اور ابطال باطل سے نہ روک سکیں۔ بقول رئیس الاحرار مولانا حسرت موہانی:

اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی
ہے مشق سخن جاری اور چکی کی مشقت بھی

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو حکیم صاحب نے "الفقیہ" کے صفحات تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے وقف کر دیے۔ آل انڈیا مسلم لیگ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کی خبریں نمایاں طور پر شائع کرتے اور تحریک پاکستان کے حق میں اداریے لکھ کر تحریک کو تقویت بخشی۔ حضرت امیر ملت محدث علی پوری قدس سرہ کے اس مرید نے قیام پاکستان کے سلسلے میں جو بے مثال خدمات انجام دیں "الفقیہ" کی فائلیں آج بھی ان کی گواہی دے رہی ہیں۔

"الفقیہ" کی خدمات جلیلہ کی ایک جھلک آپ ۱۹۴۲ء اور ۱۹۴۳ء کے ان عکسوں سے لگا سکتے ہیں جو آئندہ صفحات پر دیے جا رہے ہیں۔ سواد اعظم اہل سنت کے اس ترجمان نے ۱۹۴۲ء کے اوائل سے "امرتسر" کے ساتھ ساتھ لفظ "پاکستان" کا اضافہ کر دیا تھا۔ منتخب [illegible] شماروں کے سرورق کا عکس شامل کیا جا رہا ہے۔ جنگ عظیم دوم کے دوران حالات انتہائی نازک تھے۔ اس ہنگامی دور میں "پاکستان" کے لفظ کا اظہار حکومت برطانیہ کے

[illegible]

[illegible] "الفقیہ" [illegible]

[illegible]

قیام پاکستان کے بعد حکیم صاحب سب کچھ چھوڑ کر لاہور [illegible]

[illegible] "الفقیہ" کے اجراء کے لئے درخواست [illegible]

[illegible]

[illegible]

حکیم صاحب کی وفات حسرت آیات [illegible]

[illegible]

[illegible]

ذیل میں [illegible]

[illegible]

اے اجل ترے ستم کی داستاں ہے دلگداز
کاتبِ رہتی ہے تو اس باغِ ہستی کے نہال!

تیرے دامِ مرگ سے کوئی بھی بچ سکتا نہیں!
وسعتِ عالم میں پھیلا ہے ترا خونریز جال!!

پیاری پیاری صورتیں لاکھوں کو جن کی چاہ تھی
مل گیا ہے خاک میں ہر ایک کا حسن و جمال

کیسے کیسے نامور تو نے مٹائے ہائے ہائے
عالم و فاضل، ادیب و شاعر و اہلِ کمال

اُف! بچن کو بھائی سے ماں باپ کو لاڈلو کو
کر دیا تو نے جدا کیسی ہے جمع انفصال

وہ حکیم نامور معراج الدین امرتسری
باعثِ صد رنج و غم ہے آن کا انتقال!!

حنفیوں کا ملک بھر میں ایک ہی اخبار تھا
حامیِ و احناف یعنی "الحکیم" خوش خصال

آپ کے زیرِ ادارت مدتوں چھپتا رہا
اس کے ہوتے تھے مضامیں لاجواب و بے مثال

ان کے مرنے کی حوائی ہو نہیں سکتی کبھی
بھول سکتا ہی نہیں اس موت کا رنج و ملال

اہلِ نسبت سے کوئی پوچھے کہ کیا صدمہ ہے یہ
کیوں نہ مصروفِ بکا ہو آپ کا اہل و عیال

یہ دعا خلاص سے اے جانِ جاں کے حق میں ہے
ہوں غریقِ رحمت و الطافِ ملکِ لایزال

کٹ گیا ہجرے کا سر کیونکر نہ روئے تاجِ زار
"گریہ و غم ان کی تو" تو جانِ سال

۱۳۶۸ھ

ماخذ

(۱) ہفت روزہ "الحکیم" امرتسر لاہور۔ ۱۹۳۲ء تا ۱۹۳۹ء کی فائلیں۔

(۲) روزنامہ "نیشنلسٹ" لاہور بابت ۱۲ نومبر ۱۹۳۸ء۔

(۳) روزنامہ "غازی" لاہور بابت ۱۲ نومبر ۱۹۳۸ء۔

(۴) "ذاتی یادداشتیں" استاذی حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری مدظلہ۔

(۵) "خفتگانِ خاک لاہور" از پروفیسر محمد اسلم، لاہور ۱۹۹۳ء ص ۱۳۱۔

(۶) مکتوب گرامی علامہ محمد حسین عرشی امرتسری (عم زاد حکیم معراج الدین احمد) نام مؤلف از قلعہ قادر آباد ضلع ساہیوال محررہ ۱۲ ستمبر ۱۹۸۰ء۔

(۷) "قائداعظم، مسند سے لحد تک" از قمر تسکین مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء ص ۷۶۲ تا ۷۶۵۔

(۸) روزنامہ "امروز" لاہور ۳۰ دسمبر ۱۹۷۶ء۔

(۹)روزنامہ "صداقت" لاہور ۱۸ر جون ۱۹۸۰ء۔
(۱۰)روزنامہ "مشرق" لاہور ۲۲ر نومبر ۱۹۸۰ء، ۲۹ر نومبر ۱۹۸۴ء، ۱۱ر اپریل ۱۹۸۸ء۔
(۱۱)ماہنامہ "راہِ اعتدال" لاہور، اکتوبر ۱۹۸۹ء ص ۱۲، ۱۳۔
(۱۲)"مجلہ دارالعلوم" دانوت نمبر ص ۱۹۳ مطبوعہ کراچی ۸۴۔ ۱۹۸۳ء۔
(۱۳)ماہنامہ "شفاء الملک" لائل پور ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ سمبر ۱۹۶۸ء ص ۳۰۔
(۱۴)"پاکستان و ہند میں مسلم صحافت کی مختصر ترین تاریخ" از ڈاکٹر مسکین علی حجازی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء ص ۷۔۵۔

ہندوستان بھر میں اہل سنت و جماعت کا واحد ترجمان

الفقیہ

امرتسر (پاکستان)

فی پرچہ ۳۰

جلد ۲۰ | مطبوعہ ۲۵ رجب سنہ ۱۳۶۳ھ ۵ جولائی سنہ ۱۹۴۴ء یوم جمعہ | نمبر ۲۵

خدا کی رحمت مدام تم پر امام اعظم ابو حنیفہ

اطلاع

ہندوستان بھر میں اہل السنۃ والجماعۃ کا واحد ادارہ
الفقیہ امرتسر (پاکستان)
فی پرچہ ۲
ہر شکرپوری ماہ کی ۱۷ تا ۲۱ تاریخ کو امرتسر سے شائع ہوتا ہے
اغراض و مقاصد
شرح چندہ
تاریخ اجرائے الفقیہ ۸ جولائی ۱۹۱۸ء
ایڈیٹر ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری
معراج الدین احمد

جلد ۲۵ | مطبوعہ ۶ شعبان ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۱ اگست ۱۹۴۲ء یوم جمعہ | نمبر ۳۱ و ۳۲

درِ حضور پہ حاضر غلام ہو جائے

(از مفتی محمد کریم صاحب، دیوبندی)

وہ مدینہ میں بار بار مقام ہو جائے
میری جناب مقدس میں سر در عالم
جو جان جائے شہیدی کی طرح روضہ پہ
زمیں ہے دل سے بھوسازی شفاعت پہ
یہ آرزو ہے کہ اک بار زندگانی میں
طلب نہ باغ ارم کی نہ خواہش جنت
خدا کے واسطے اب تو نگاہ لطف کرم

وہیں یہ عمر دو روزہ تمام ہو جائے
قبول میرا درود و سلام ہو جائے
گو ما شقانِ محمد میں نام ہو جائے
بلا سے آج ہی یوم القیام ہو جائے
در حضور پہ حاضر غلام ہو جائے
عطا مجھے در خیر الانام ہو جائے
پھر اس کے بعد اے شیدا الاستقام ہو جائے

زباں سے کہتا ہوا لا الٰہ الا اللہ
کرم کریم الٰہی تمام ہو جائے

نایاب تحفہ

سالہائے گذشتہ اخبار الفقیہ ۱۹۲۳ء تا ۱۹۴۱ء کے مکمل فائیل ایک ایک سال کے لئے الگ الگ جو نہایت محنت و جانفشانی سے اکٹھے کئے گئے ہیں قابل دید تحفہ ہیں جس سال کی ضرورت ہو لکھ بھیجیں بہت تھوڑی تعداد میں موجود ہیں قیمت فی سال علاوہ محصول ڈاک ایک روپیہ۔ جلد درخواست کریں ورنہ پچھتانا پڑیگا

منیجر اخبار الفقیہ امرتسر

اطلاع

WWW.NAFSEISLAM.COM

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ

تحریک پاکستان گولڈ میڈل

تحریک پاکستان میں نمایاں خدمات کے اعتراف کے طور پر
جناب حکیم معراج النبین احمد کو ۱۴ اگست ۱۹۶۶ء یوم آزادی کے موقع پر
تحریک پاکستان گولڈ میڈل کا نذرانہ تشکر پیش کیا گیا۔
انہوں نے مسلمانانِ برصغیر کے نصب العین اور منزلِ مقصود کو قریب تر لانے میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں، انہیں ہمیشہ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہے گا۔
یہ سند قوم کی جانب سے اُن خدمات اور قربانیوں کا اعتراف ہے جو انہوں نے حصولِ پاکستان کیلئے پیش کیں۔

تاریخ ۱۴ اگست ۱۹۶۶ء
نمبر ۔۔۔۔۔

ڈاکٹر جاوید اقبال
چیئرمین سنٹر کمیٹی
تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ

میکر ٹری سنٹر کمیٹی
تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ

WWW.NAFSEISLAM.COM

ڈاکٹر سید ظفر الحسن انبالویؒ

مولانا ڈاکٹر سید ظفر الحسن بن سید دیوان محمد کی ولادت ۱۴ر فروری ۱۸۷۹ء کو سیالکوٹ میں ہوئی۔ آبائی وطن قصبہ کھرڑ ضلع انبالہ (مشرقی پنجاب) تھا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایم اے (فلسفہ) کرنے کے بعد جرمنی سے فلسفہ کے مضمون REALISM پر پی ایچ ڈی کی اور واپس آتے ہی علی گڑھ میں فلسفہ کے استاد ہو گئے اور پھر ترقی کرتے کرتے صدر شعبہ فلسفہ کے عہدہ تک جا پہنچے۔ آپ پہلے ہندوستانی تھے جنہوں نے فلسفہ کے مضمون REALEM پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

ڈاکٹر صاحب کی شادی برصغیر کے نامور ادیب، شاعر اور صوفی بزرگ سید غلام بھیک نیرنگ انبالوی (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء) کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ آپ علوم عربیہ اسلامیہ اور غربیہ المانیہ وانگلزیہ کے امام عصر تھے۔ حق یہ ہے کہ علوم اسلامیہ حاضرہ کے اندر حضرت علامہ اقبالؒ (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) کے بعد ان کے پایہ کا کوئی دوسرا محقق، حکیم و عارف اس زمانہ میں یورپ و ایشیا میں نہیں تھا۔ اور اُن کا یہ درجہ و مرتبہ مشرق و مغرب نے تسلیم کر لیا تھا۔

وہ نہ صرف حکیم و فیلسوف اعظم تھے بلکہ بڑے زبردست صاحب طریقت، صاحب ذوق و بصیرت، صاحب باطن و حال اور پکے مومن مسلمان تھے۔ اُن کا قول تھا کہ

مشرق و مغرب کے علوم حکمت کو کھنگال ڈالنے کے بعد صرف دو باتیں سیکھی ہیں۔ وہ یہ کہ دنیا میں صرف ایک کتاب ہے اور وہ قرآن اور دنیا میں صرف ایک انسان ہے اور وہ ہے محمد ﷺ! ڈاکٹر صاحب کے امتیازی اور مستقل فلسفہ کو جرمنی میں بھی تسلیم کیا گیا۔

فلسفہ و حکمت میں ڈاکٹر سید ظفر الحسن، علامہ اقبالؒ کی طرح اپنے ایک مستقل جداگانہ ممتاز مذہبِ حکمت کے بانی ہوئے ہیں جس کو حکماء مغرب نے تسلیم کیا تھا۔ ان کے رشد و کمال کا یہ درجہ تھا کہ ان کی تھیوری اور حکمت پر لوگوں نے مقالات اور تھیس (THE-SIS) لکھ کر برلن اور جرمنی کی دوسری یونیورسٹیوں سے ڈاکٹری کی ڈگریاں حاصل کی تھیں۔ ایک صاحب نے "ڈاکٹر ظفر الحسن کا نظریہ حقیقت و عینیت" (DR. ZA-FAR- UL- HASSANA,S THEORY OF REALISM) پر مقالہ خصوصی لکھ کر جرمنی میں پیش کیا تھا۔ جس پر حکمائے جرمنی اور فلاسفہ مغرب نے صاحب مقالہ کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی تھی۔

علامہ ڈاکٹر سید ظفر الحسن نے REALISM اور فلسفہ اسلام اور حکمت کے مختلف شعبوں پر شہرہ آفاق طبع زاد مجتہدانہ کتابیں جرمنی اور آکسفورڈ سے شائع کی تھیں اور کئی غیر مطبوعہ کتابیں موجود ہیں۔

ڈاکٹر صاحب صورتاً و سیرتاً مسلمان تھے۔ چہرہ پر شاندار لمبی داڑھی رکھتے تھے۔ نماز اور وظائف کے پابند تھے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی طور معتقد تھے۔ سنوسئی ہند امیر ملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ (۱۸۴۱ء۔۱۹۵۱ء) سے شرف بیعت رکھتے تھے۔ اور فنافی الشیخ کے مقام پر پہنچ چکے تھے۔ اپنی تقریروں اور نجی گفتگوؤں میں اکثر اپنے پیر و مرشد کا ذکر فرماتے رہتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب بڑے بالغ نظر اور روشن ضمیر تھے۔ حسن و اخلاق، سیر چشمی، ہمدردی و محبت کی زندہ تصویر تھے۔

آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہندی کفر اور ہندو اتحاد کی تفسیر جدید یعنی گاندھیت کی تحلیل ہے۔ ہندی کفر جدید یعنی گاندھیت جب کانگرس پارٹی کے مذہب مسلط اور دین قاہرہ کی صورت میں ظاہر ہوئی اور وارد ھا تعلیمی اسکیم کے ذریعے اس نے مسلمانوں کو مرتد کرنے کی ترکیب نکالی تو یہ مرد حکیم، مرد مسلم و مجاہد ین کے ظاہر ہوا۔ بلائے ملت حضرت

قائداعظمؒ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) نے آل انڈیا مسلم لیگ کے ماتحت ایک مسلم تعلیمی کمیٹی قائم کی جس کے صدر ڈاکٹر سید ظفر الحسن تھے اور سیکرٹری ان کے شاگرد ڈاکٹر افضال حسین قادری (۱۹۱۲ء۔ ۱۹۷۴ء) تھے۔ سید صاحب کی بلند پایہ رپورٹ وار دھا سکیم کیلئے پروانہء موت ثابت ہوئی۔ بعد ازاں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس نے مسلم تعلیمی اسکیم، سید صاحب کی نگرانی میں تیار کی۔ سید صاحب کی رپورٹ اور اسکیموں کو آج پاکستان میں بروئے کار لانے کی اشد ضرورت ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ علی گڑھ پاکستان اسکیم کو ستمبر ۱۹۳۹ء میں کتابی، علمی و عملی شکل میں پیش کرنا تھا۔ پاکستان کی آواز تو بلند ہو رہی تھی لیکن کوئی اس کی علمی و عملی صورت اور اس کی فلسفیانہ اور منطقی بنیاد کو واضح اور معین شکل میں اب تک پیش نہ کر سکا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے پیر و مرشد حضرت امیر ملت قدس سرہ، کے ارشاد پر اپنے شاگرد خاص ڈاکٹر افضال حسین قادری (ف ۱۹۷۴ء) کے تعاون سے یہ سکیم مع چارٹ و نقشہ جات اور مقدمہ بعنوان "ہندوستان کے مسلمانوں کا مسئلہ اور اس کا حل" مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے سامنے پیش کی جس نے "علی گڑھ پاکستان اسکیم" کے نام سے شہرت عام بقائے دوام حاصل کی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے تمام اساتذہء کرام اور پروفیسران کا زبردست بیان سکیم کی تائید و حمایت میں شائع ہوا اور جلد ہی یہ سکیم پورے برصغیر میں ہر دل کی دھڑکن بن گئی۔ چنانچہ تحریک پاکستان کی تاریخ میں "علی گڑھ سکیم" ایک نشان اعظم کا درجہ رکھتی ہے۔

اس سکیم کی تیاری کے سلسلہ میں حضرت امیر ملت قدس سرہ، کے مشورہ پر ڈاکٹر صاحب اور علامہ اقبالؒ کے مابین کچھ عرصہ خط و کتابت بھی رہی اور بعض باتوں کی وضاحت کے لئے ڈاکٹر صاحب نے اپنے شاگرد خاص ڈاکٹر برہان احمد فاروقی (۱۹۰۴ء۔ ۱۹۹۵ء) کو بارہا حکیم الامت علامہ اقبالؒ کی خدمت میں بھیجا۔

ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا کہ ہندوستانی کے مسلمانوں کی اپنی ایک علیحدہ قومی شناخت ہے جو ہندی حد تک غیر مسلموں سے مختلف ہے۔ اس اسکیم میں ہندوستان کو تین خود مختار وفاقوں میں تقسیم کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا جن میں سے ایک شمال مغرب میں واقع چار مسلم اکثریتی صوبوں اور متعدد چھوٹی ریاستوں پر، دوسرا بنگال (باؤنڈ، مدناپورہ، بہار کا ضلع

پورنیا اور آسام کا ضلع سہلٹ نکال کر) پر اور تیسرا باقی ماندہ ہندوستان (چند علاقے مستثنیٰ کر کے) پر مشتمل ہو جس کے لئے انہوں نے خصوصی حیثیت کی ٹھوس تجویز پیش کی۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی تجویز پیش کی کہ ان تینوں وفاقوں کو دفاع اور حملہ کے لئے باہمی اتحاد کی اجازت دی جائے۔

ڈاکٹر صاحب کا ایک اور بہت بڑا کارنامہ حضرت قائداعظمؒ کو جو ابتک پاکستان سکیم کے قائل نہیں ہوئے تھے، انہیں سکیم کی بنیاد پر مسلسل مذاکرات و مباحثات و مکالمات کے ذریعہ قائل کرنا تھا۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ قائداعظمؒ نے مارچ ۱۹۴۰ء میں اجلاس لاہور آل انڈیا مسلم لیگ میں قرارداد پاکستان پیش کی۔ یہ غالباً لوگوں کو معلوم نہیں کہ حضرت قائداعظمؒ کے خطبہ لاہور کا وہ تمام حصہ جو "نوٹیشن تھیوری" پر ہے وہ سب ڈاکٹر صاحب کا لکھا ہوا ہے۔ قرارداد لاہور، اس کی منطقی فلسفیانہ تھیوری پر قائداعظمؒ کا خطبہ لاہور، اس عارفِ علی گڑھ کا فیضانِ روحانی تھا۔ اور ایسا ہونا ہی تھا کیونکہ ساری تحریک پاکستان، تحریک علی گڑھ کا ثمرہ تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے علی گڑھ یونیورسٹی میں اپنے زیرِ ہدایت ایک خفیہ سوسائٹی بھی قائم کر رکھی تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے اکثریتی صوبوں میں ایک آزاد حکومت قائم کی جائے۔ اس وقت تک ابھی "پاکستان" کا نام ایجاد نہیں ہوا تھا۔ ڈاکٹر صاحب اس سوسائٹی میں شامل ہونے والوں سے دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اور پڑھوا کر بیعت لیا کرتے تھے۔ سوسائٹی کا ہر ممبر ہر روز بعد از نماز فجر مندرجہ ذیل حلف نامہ ایک وظیفہ کی طرح پڑھا کرتا تھا۔

"بیعت، میں فلاں بن فلاں خدا کو حاضر ناظر جان کر پورے صدق اور خلوص کے ساتھ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ

ہندوستان میں مسلمانوں کا عروج و اقبال ہمیشہ میری غایت ہو گی اور اس غایت کو حاصل کرنے کے لئے میں اپنی جان و مال، عزت اور آسائش ہر چیز قربان کرنے کو ہمیشہ تیار اور آمادہ رہوں گا اور ہر طرح جد و جہد کرتا رہوں گا..... اور میں قرآن پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کرتا ہوں کہ اس غایت کو حاصل کرنے کے لئے جو حکم آپ بہ حیثیت امیر مجھے دیں گے اس کی بے چون و چرا بدل و جان تعمیل کروں گا.....

میں فلاں بن فلاں، بیعت کے تحت نہایت پکا وعدہ کرتا ہوں کہ.....

(۱)..... غایت معلومہ کو حاصل کرنے کے لئے میں ملک کی سیاسیات میں اپنا نصب العین یہ رکھوں گا کہ اولاً مسلمان صوبوں میں اتحاد کلی قائم ہو جائے۔ اور ثانیاً پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کی ایک فیڈریشن بن جائے۔ جو باقی ہندوستان سے بالکل علیحدہ ہو۔ صوبوں میں نیابت بہ اعتبار آبادی ہو، مسلمانوں کا جداگانہ انتخاب ہو اور ان کے حاصل کرنے کی پوری سعی کروں گا۔

(۲)..... ہمیشہ کسی نہ کسی قسم کی ورزش کیا کروں گا تاکہ میری صحت و قوت قائم رہے۔ نیز اجتماعی و انفرادی مدافعت کے طریقے سیکھوں گا۔

(۳)..... میں حتی الامکان قرض نہیں لوں گا۔ اگر قرض کے بغیر چارہ نہ ہو تو اس صورت میں مسلمان سے قرض لوں گا۔ غیر مسلم سے ہرگز قرض نہیں لوں گا۔ اور اپنی جائیداد غیر مسلم کے ہاتھ ہرگز رہن یا بیع نہیں کروں گا۔

(۴)..... کسی پر بوجھ بن کر نہیں رہوں گا۔ اپنی معاش خود پیدا کروں گا اور اس کے لئے کوئی حرفت سیکھوں گا۔

(۵)..... حتی الامکان مسلمانوں سے خریداری کروں گا اور مسلمانوں سے اجرت پر کام لوں گا۔

(۶)..... اپنی ذات میں وہ اخلاق پیدا کروں گا جو ہماری غائت کے لئے مفید ہیں۔ یعنی اطاعت، رازداری، وفاداری، جسارت، استقامت، خودداری، صداقت، ایثار، کفایت شعاری، سادگی اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہوں گا۔ مسائلِ مذہبی میں اختلافات سے اجتناب کروں گا اور حتی الامکان اسلام اور اسلامیات کی پابندی کروں گا اور ان میں نظر پیدا کروں گا۔

(۷)..... دوسرے ارکان کے ساتھ محبت و اخوت کے ساتھ رہوں گا۔ اور حتی الامکان ان کی مدد کروں گا۔ کبھی کسی رکن کو دھوکا نہیں دوں گا۔ اور جماعت میں شریک ہو جانے کو ذاتی فائدہ اٹھانے کا ذریعہ نہیں بناؤں گا۔ اور امیر کی نسبت بدگمانی نہیں کروں گا۔

(۸)..... امیر کی اجازت کے بغیر کسی سیاسی جماعت میں شریک نہیں ہوں گا اور اس کی مرضی کے خلاف ملکی انتخابات میں ووٹ نہیں دوں گا۔ اس کی رضا کے بغیر ملازمت

اور شادی نہیں کروں گا اور نہ ممالک غیر میں جاؤں گا۔

(۹)..... حتی الامکان دوسروں کو اپنا ہم خیال بناؤں گا۔ کہ وہ جماعت میں شریک ہوں اور مسلمانوں میں جماعت کے خیالات کو پھیلاؤں گا۔

(۱۰)..... شودروں کو مسلمان بنانے کی کوشش کروں گا۔ اور اس کوشش میں مدد کروں گا۔

(۱۱)..... بہ طیب خاطر جماعت کو..... ماہوار پابندی کے ساتھ ہمیشہ چندہ دیتا رہوں گا اور اس کی مالی امداد کرنے سے دریغ نہیں کروں گا۔

(۱۲)..... صبح کو اٹھتے وقت اور رات کو سوتے وقت بہ خشوع و خضوع یہ دعا مانگوں گا۔

"یا اللہ! اپنے خاص فضل و کرم سے مجھے اپنی بیعت پر قائم رکھ اور وعدوں کو پورا کرنے کی توفیق دے۔"

اس کے بعد عہد بیعت کو دہراؤں گا اور ہر ہفتہ جمعۃ المبارک کے دن صبح کے وقت اپنے وعدوں کو بھی دہراؤں گا۔"

۱۹۴۴ء میں "آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کی سرگرمیاں عروج پر تھیں۔ مختلف مقامات پر تربیتی کیمپوں کے انعقاد نے فیڈریشن کی کارکردگی کا لوہا منوالیا۔ اس تربیت کا مقصد مسلمان طلباء کو "مسلم انڈیا" اور "منصوبہ ء پاکستان" کے مسائل سے آگاہ کرنا تھا۔ اسی قسم کا ایک خاص کیمپ ۱۸ر تا ۲۸ر اکتوبر ۱۹۴۴ء کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں لگایا گیا جس میں طلباء کے علاوہ ڈاکٹر افضال حسین قادری (۱۹۱۲ء۔ ۱۹۷۴ء) پروفیسر ابو بکر احمد حلیم (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۷۵ء) پروفیسر جمیل الدین احمد (۱۹۱۰ء۔ ۱۹۷۰ء) اور ڈاکٹر سید ظفر الحسن نے مقالے پڑھے جس سے طلباء میں حصول پاکستان کے لئے ایک نیا ولولہ اور جذبہ پیدا ہوا۔

پاکستان بننے کے بعد آپ نے سر آغا خاں کے ساتھ مل کر کراچی میں ایک "عالمگیر حائمی انسٹی ٹیوٹ" "اسلامی اکیڈمی"، "یونیورسٹی" اور "مرکز علوم معارف و تحقیقات" قائم کرنے کا منصوبہ بنایا مگر افسوس کہ یہ منصوبہ پروان نہ چڑھ سکا۔ اور حکومت پاکستان نے بھی آپ کی بالکل قدر نہ کی۔

ڈاکٹر صاحب کی رحلت ۲۲ر شعبان المعظم ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹ر جون ۱۹۴۹ء بروز پیر راولپنڈی میں ہوئی۔ جسد مبارک کو لاہور لا کر قبرستان میانی صاحب میں میر غلام بھیک نیرنگ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء) کی قبر سے متصل جانب مشرق سپرد خاک کر دیا گیا۔

جناب طارق سلطان پوری نے یہ قطعہ ء تاریخ وصال کہا۔

"خورشید جاہ حسن بصیرت"

۱۹۴۹ء

بہت اس کا ہے نام علم و فراست کی مجالس میں
جہان حکمت و دانش میں ہے اس کی بڑی شہرت

محقق شہرہ آفاق، عالمگیر دانشور
رئیس شہر فکر و فلسفہ وہ نازش ملت

حکیم و فیلسوف و مرد مومن، عارف و صوفی
فضائل کا حسین پیکر جہانگیر اس کی حیثیت

بصیرت، وسعت فکر و نظر، تدبیر و دانائی
ہوئی اس کی پر فراواں بخشش و فیاضی ء قدرت

تفکر اجتہادی، سوچ اس کی انقلابی تھی
مبر ہن کی جہاں پر حکمت اسلام کی عظمت

ہوئی مشہور عالم میں علی گڑھ کی سکیم اس کی
مدلل، منطقی بنیاد پاکستان کی صورت

وہ تھا تحریک پاکستان اک حامی، وہ شامل تھا
ہوا جب جادہ پیما کاروان جرأت و ہمت

مقام فکر اس کا اس حقیقت سے ہویدا ہے
علی پوریؒ زعیم معرفت کا تھا وہ بانسبت

قریبی حضرت اقبالؒ سے بھی ربط تھا اس کا
جہان فلسفہ میں اک سند ہے جن کی حیثیت

عظیم ارباب سائنس اس کی شاگردوں میں شامل ہیں
تو دیکھے تو اس کی بارگاہ علم کی رفعت

کریں فخر اہل ملت جس قدر اس پر، نہیں بے جا
وجود اس کا متاع بے بہائے دامن ملت

ہے تائید سروش غیب، تاریخ وصال اس کی
کہی طارق "بزرگ با وقار دانش و حکمت"

۱۳۶۸ھ

ماخذ

(۱) "اقبال کا سیاسی کارنامہ" از محمد احمد خاں مطبوعہ کراچی ۱۹۷۷ء ص ۹۳۰۔
(۲) "فدائیان امیر ملت" از محمد صادق قصوری مطبوعہ نرنج کلاں (قصور) ۱۹۸۱ء ص ۲۰ تا ۲۶۔
(۳) "حضرت امیر ملت اور تحریک پاکستان" از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء ص

۳۴،۳۳۔
(۴)"خفتگان کراچی" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۱۹، ۲۰۔
(۵)"خفتگان خاک لاہور" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۱۹، ۲۰۔
(۶)"قرار داد پاکستان صحافتی محاذ پر" از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۹۰ء ص
۱۴۶۔
(۷)"معاصرین" از مولانا عبدالماجد دریا آبادی مطبوعہ کراچی سن ندارد ص ۲۰۰۔
(۸)"وفیاتِ مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۱۲۳۔
(۹)"کاروان شوق" از حکیم آفتاب احمد قرشی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۴۰۲۔
(۱۰)"قائداعظم محمد علی جناح اور پاکستان" از شریف الدین پیرزادہ مطبوعہ اسلام آباد
۱۹۸۹ء ص ۴۶ تا ۵۱۔
(۱۱)"کتابِ زیست" از الحاج محمد زبیر مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء ص ۲۵۵ تا ۲۵۶۔
(۱۲)ہفت روزہ "قندیل" لاہور بابت ۶ ستمبر ۱۹۴۹ء ص ۱۱، ۱۲۔
(۱۳)روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۱۷ دسمبر ۱۹۸۰ء۔
(۱۴)مکتوب گرامی سید عقیل ظفر الحسن (صاحبزادہ ڈاکٹر سید ظفر الحسنؒ) بنام مؤلف از لاہور
محررہ یکم / فروری ۱۹۸۱ء۔
(۱۵)مکتوب گرامی الحاج محمد زبیر سابق اسسٹنٹ لائبریرین مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بنام مؤلف
از کراچی محررہ ۹ نومبر ۱۹۸۰ء۔
(۱۶)مکتوب گرامی جناب طارق سلطانپوری بنام مؤلف از حسن ابدال ضلع اٹک محررہ ۳۱
مئی ۱۹۹۸ء۔
(۱۷)"تاریخ نظریہ پاکستان" از پیام شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۳۰۰۔
(۱۸)"تحریک آزادی میں اردو کا حصہ" از ڈاکٹر معین الدین عقیل مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء
ص ۱۰۵، ۸۱۳۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا محمد شفیع داؤدیؒ

مولانا محمد شفیع داؤدی ۱۸۷۹ء میں داؤد نگر ضلع مظفر پور (صوبہ بہار، بھارت) میں پیدا ہوئے۔ کلکتہ یونیورسٹی سے بی اے اور ایل ایل بی کیا۔ کلکتہ ہائی کورٹ اور پٹنہ ہائی کورٹ میں کامیاب وکالت کی۔ دینی علوم پر بھی اچھی خاصی نظر تھی۔ مظفر پور میں "شفیع منزل" کے نام سے ایک شاندار رہائش گاہ تعمیر کی جس میں تازیست رہائش پذیر رہے۔

مولانا داؤدی نے تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا اور اپنے آپ کو اس کے لئے وقف کر دیا۔ علی برادران کے خاص الخاص مخلصین میں سے تھے۔ ۱۹۲۵ء میں "بہار، اڑیسہ خلافت کانفرنس" کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۲۶ء میں سنٹرل اسمبلی کے ممبر چنے گئے۔ فروری ۱۹۲۷ء میں "آل انڈیا خلافت کانفرنس" کے اجلاس لکھنؤ کی صدارت کی۔ "تحریکِ ترکِ موالات" میں وکالت چھوڑ کر نیم فقیرانہ لباس زیب تن کر لیا۔ اس وقت تین ہزار روپے ماہوار کی آمدن تھی۔ اس تحریک میں قلندرانہ کردار ادا کرنے کی پاداش میں ۱۹۲۰ء میں دفعہ ۱۰۸ تعزیرات ہند کے تحت آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ آپ نے ضمانت نہ دی اور تقریباً ایک سال کے لئے قید و بند کی تکالیف برداشت کرتے رہے۔

اس گرفتاری کے لئے انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس جب "شفیع منزل" پہنچا تو تین چار سیڑھیاں چڑھ کر ہی مولانا کے کمرے کے سامنے والے برآمدے میں لا کھڑا کیا۔ یہ مولانا

کی شخصیت اور حب قومی کا رُعب تھا جس نے اتحاد دہشت زدہ کر دیا تھا کہ وارنٹ گرفتاری بھی مشکل دکھا سکا۔ مولانا نے اسے بڑی فراخ دلی سے خوش آمدید کہا اور بتایا کہ وہ ساتھ چلنے کو تیار ہیں، گھبرانے اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

مسلم لیگ نے دہلی اجلاس (۱۹۲۶ء) میں آئینی اصلاحات کے لئے سکیم وضع کرنے کی خاطر جو کمیٹی مقرر کی تھی اس نے فروری ۱۹۲۷ء کے شروع میں قائداعظم کی رہائش گاہ ویسٹرن کورٹس دہلی میں اپنی میٹنگ بلائی۔ لیگ کی ۱۹۲۴ء۔ ۱۹۲۵ء۔ ۱۹۲۶ء کی قراردادوں میں جن مطالبات اور تحفظات کا تعین کیا گیا تھا ہندو لیڈر انہیں قبول کرنے میں متامل تھے۔ وہ بدستور مخلوط طریق انتخاب پر مصر رہے۔ اس لئے کمیٹی نے ایک ایسا فارمولا تیار کرنے کی سعی کی جو انہیں قابل قبول ہو۔ جوں جوں کمیٹی کی میٹنگز ہوتی رہیں ان کی اہمیت بڑھتی گئی۔ قائداعظمؒ نے مباحثوں میں حصہ لینے کے لئے دوسرے لیڈروں کو بھی مدعو کیا۔ ایسی آخری میٹنگ ۲۰ مارچ ۱۹۲۷ء کو قائداعظم کی زیر صدارت ہوئی جس میں درج ذیل اصحاب نے شرکت کی۔ مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) سر محمد شفیع (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۲۳ء) نواب محمد اسمٰعیل خاں (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) سر محمد یعقوب خاں (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۴۲ء) میاں شاہنواز (۱۸۷۵ء۔ ۱۹۳۸ء) صاحبزادہ عبدالقیوم خاں آف سرحد (۱۸۶۴ء۔ ۱۹۳۷ء) نواب ذوالفقار علی خاں (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۳۳ء) عبداللہ سہروردی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۳۵ء) ڈاکٹر مختار احمد انصاری (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۶ء) راجہ غضنفر علی خاں (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۶۳ء) مہاراجہ علی محمد خاں محمود آباد (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۳۱ء) عبدالمتین چوہدری (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۴۸ء) امام صاحب جامع مسجد دہلی اور مولانا محمد شفیع دائودی۔

اس اجلاس میں سندھ کو الگ صوبہ بنانے، صوبہ سرحد اور بلوچستان میں اصلاحات نافذ کرنے اور بنگال میں مسلمانوں کو قانون ساز مجالس میں آبادی کے تناسب سے نمائندگی دینے اور مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی ایک تہائی مقرر کرنے کے مطالبات کئے گئے تھے۔ ان تجاویز کو "تجاویز دہلی" کے نام سے موسوم کیا گیا تھا، دوسرے رہنماؤں کے علاوہ مولانا دائودی نے بھی اس پر دستخط کئے تھے۔

مولانا دائودی نے اس اجلاس میں سرگرمی سے حصہ لیا اور اس کی کامیابی کے لئے

سعی و تبلیغ فرمائی۔ تجاویز کی تیاری میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔

۲۵ر اگست ۱۹۲۸ء کو آل پارٹیز کانفرنس کا جلسہ لکھنؤ میں ڈاکٹر انصاری کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مولانا داؤدی رکن مرکزی مجلس قانون ساز (ممبر سنٹرل اسمبلی) نے زور دیا کہ وہ تجاویز جو دہلی میں مسلمانوں نے ۱۹۲۷ء میں بنائی تھیں اور جن کو مسلم لیگ اور کانگرس دونوں نے منظور کر لیا ہے ان کو نہرو رپورٹ میں شامل کیا جائے۔ لیکن ڈاکٹر انصاری اور ان کے ساتھی کانگرسیوں نے انکار کر دیا۔ مولانا داؤدی ہندوؤں اور کانگرسی مسلمانوں کی ہٹ دھرمی سے مایوس ہو کر رنجیدہ واپس ہوئے۔

۴ر ستمبر ۱۹۲۸ء کو شملہ میں سنٹرل اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا۔ وہاں پنڈت موتی لعل نہرو (۱۸۶۱ء۔ ۱۹۳۱ء) نے کوشش کی کہ اسمبلی میں اپنی تجاویز ریزولیشن کے ذریعے منوالیں۔ اپنی پارٹی کے ایک ممبر گنگا نند سنہا سے ریزولیشن کا نوٹس دلوادیا جو ملٹ میں آکر اس کے لئے تاریخ مقرر ہو گئی۔ مولانا داؤدی جو لکھنؤ سے دلبرداشتہ ہو کر آئے تھے اور نہرو رپورٹ کے زبردست مخالف تھے۔ انہوں نے اپنی پارٹی "خلافت کمیٹی" کے ممبروں سے مشورہ کیا اور دیگر ممبروں کے سامنے ذکر کیا تو سب نے طے کیا کہ تمام مسلمانوں کی ایک کانفرنس دہلی میں منعقد کی جائے جس کی صدارت کے لئے سر آغا خاں (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۵۷ء) کو لندن سے بلایا جائے۔ ۳۸ مسلمان ممبران اسمبلی و کونسل آف اسٹیٹ نے یہ تجویز منظور کر کے دستخط کر دیئے۔ صرف چار کانگرسی مسلمان ممبران رفیع احمد قدوائی (۱۸۹۴ء۔ ۱۹۵۴ء) تصدق احمد خاں شروانی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۵ء)، یوسف امام (۱۹ء) اور شاہ محمد زبیر (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۳۰ء) نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ قائداعظمؒ اس وقت لندن گئے ہوئے تھے۔ ۱۰ر دسمبر ۱۹۲۸ء کو مسلمان ممبران کی طرف سے اخبارات میں اعلان کر دیا گیا کہ مسلمانوں کی تمام جماعتوں کی نمائندہ ایک کانفرنس (آل پارٹیز مسلم کانفرنس) دہلی میں زیر صدارت سر آغا خاں ہوگی۔

اس کانفرنس کے بلانے والے جن ممبران نے دستخط کئے ان کے نام صوبہ وار مندرجہ ذیل ہیں۔

پنجاب :۔ نواب سر ذوالفقار علی خاں (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۳۳ء) سر عبدالقادر (۱۸۷۴ء۔ ۱۹۵۰ء)، میاں شاہ نواز (۱۸۷۵ء۔ ۱۹۳۸ء) لیفٹیننٹ سردار محمد نواز خاں (۱۹۰۱ء۔

۱۹۶۸ء) میاں عبدالحی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۴۶ء) سید راجن شاہ گیلانی ملتانی (۱۸۷۰ء۔ ۱۹۳۶ء)۔

صوبہ متحدہ (یوپی)۔ مولوی محمد یعقوب (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۴۲ء) نواب محمد اسمٰعیل خاں (۱۸۳۸ء۔ ۱۹۵۸ء) سر محمد یامین خاں (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۶۶ء)۔

بنگال :۔ عبداللہ سہروردی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۳۵ء) عبدالحلیم غزنوی (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۳ء) محمد رفیق، حاجی چوہدری محمد اسمٰعیل خاں (ء۔ ۱۹ء) انوار العظیم (۱۸۹۷ء۔ ۱۹ء) عبدالمتین چوہدری (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۴۸ء) محمود سہروردی (۔۔ ۱۸ء۔۔ ۱۹ء)۔

بہار :۔ مولانا محمد شفیع داؤدی (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۴۹ء) نوابزادہ سید اشرف الدین (۔۔ ۱۸ء۔۔ ۱۹ء) بدیع الزمان (ء۔ ۱۹ء)۔

سندھ :۔ حاجی عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء) محمد پناہ خاں (۱۸ء۔ ۱۹ء) وحید بخش بھٹو (۱۸ء۔ ۱۹ء)۔

بمبئی :۔ سر ابراہیم ہارون (۱۸ء۔ ۱۹۳۵ء) فاضل ابراہیم رحمت اللہ (۱۸ء۔ ۱۹ء)۔

مدراس :۔ مولوی سید مرتضیٰ (۱۸ء۔ ۱۹ء) عبداللطیف فاروقی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹ء)۔

سرحد :۔ صاحبزادہ نواب سر عبدالقیوم خان (۱۸۶۴ء۔ ۱۹۳۷ء)۔

سی پی :۔ عبدالقادر صدیقی (۱۸ء۔ ۱۹ء)۔

اس کے بعد مفصلہ ذیل ممبران نے بھی دستخط کر دیئے : راجہ غضنفر علی خاں (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۶۳ء) حاجی عبداللہ حاجی قاسم (۱۸ء۔ ۱۹۳۵ء) کبیر الدین احمد بیرسٹر (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۳۹ء) سید حسین شاہ (۱۸ء۔ ۱۹ء) ممبران اسمبلی۔ پرنس اکرم حسین (۱۸ء۔ ۱۹ء) (پسر نواب واجد علی شاہ آف لکھنؤ) کرنل نواب سر عمر حیات ٹوانہ آف سرگودھا (۱۸۷۴ء۔ ۱۹۴۴ء) میجر نواب محمد اکبر خان ہوتی (۱۸ء۔ ۱۹۵۳ء) نواب سر سید مہر شاہ آف جلالپور شریف ضلع جہلم (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۸۰ء) سید محمد پادشاہ (۱۸ء۔ ۱۹ء) غلام مصطفیٰ چوہدری (۱۸ء۔ ۱۹ء) علی بخش محمد حسین (۱۸ء۔ ۱۹ء) ممبران کونسل آف اسٹیٹ۔

۲۲ ستمبر کو اعلان کیا گیا کہ ۱۱ نومبر (۱۹۲۸ء) کو دہلی میں سر آغا خاں کی زیر صدارت جلسہ میں نہرو رپورٹ پر غور ہوگا۔

جب موتی لعل نہرو نے دیکھا کہ اسمبلی میں مسلمان ممبر اس کی رپورٹ مخالفت کریں گے تو اس کی دقت کہ وہ متفق علیہ بنے جاتی رہے گی اور لارڈ برکن ہڈ (LORD BIRKEN HEAD) کا چیلنج درست ہو جائے گا کہ ہندوستان کی سب قومیں مل کر کوئی آئین نہیں بنا سکتیں لہذا اور اندیش پنڈت نے اپنے ممبر کمار گنگا نند سنہا کو اسمبلی سے غائب کر دیا اور جس وقت اس کا نام پکارا گیا کہ ریزولیشن پیش کرے وہ غائب تھا۔ اس طرح پنڈت موتی لعل نہرو اپنی رپورٹ جس میں مسلمانوں کی خوب کھل کر حق تلفی کی گئی تھی، پاس کرانے سے رہ گئے۔ اس کا سہرا مولانا محمد شفیع داؤدی کے سر ہے۔

یکم جنوری ۱۹۲۹ء کو سر آغا خاں کی صدارت میں دہلی میں "آل پارٹیز مسلم کانفرنس" کا جلسہ ہوا جس میں پانچ ہزار نمائندہ مسلمان شامل ہوئے۔ نہرو رپورٹ کی بڑی سخت اور شدید مذمت کی گئی اور دیگر مسلم مفاد قرار دادیں بھی منظور کی گئیں۔ تائید کرنے والوں میں مولانا آزاد سبحانی (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۵۷ء) مولانا عبدالماجد بدایونی (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۳۱ء) کے علاوہ مولانا داؤدی بھی شامل تھے۔ مولانا داؤدی نے اس کانفرنس کے سیکرٹری کی حیثیت سے گراں قدر خدمات انجام دیں۔

۱۹۲۹ء میں جب جمعیت علماء ہند مکمل طور پر کانگرس کی گود میں جا گری اور مسلم مفادات کو بالکل نظر انداز کر دیا تو علمائے حق جن میں مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) مولانا عبدالماجد بدایونی (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۳۱ء) مولانا نثار احمد کانپوری (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۴ء) مولانا عبدالباقی الہ آبادی (۱۸۵۸ء۔ ۱۹۳۰ء) مولانا محمد فاخر الہ آبادی (۱۸۔ ۱۹۳۰ء) مولانا قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۵۴ء) شاہ محمد سلیمان پھلواروی (۱۸۵۹ء۔ ۱۹۳۵ء) میر غلام بھیک نیرنگ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء) مولانا مظہر الدین شیر کوٹی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۳۹ء) مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۴۱ء) مولانا سید حبیب ایڈیٹر "سیاست" لاہور (۱۸۹۱ء۔ ۱۹۵۱ء) پیر غلام محمد دسر بندی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) مولانا حسرت موہانی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۱ء) مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۵۴ء)، مولانا نذیر احمد خجندی (۱۸۔ ۱۹۳۶ء)،

مولانا عبدالرؤف دانا پوری (۱۸۷۴ء۔ ۱۹۴۸ء) وغیرہم شامل تھے، کے ساتھ مولانا محمد شفیع داؤدی نے بھی جمعیت علماء ہند کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیا۔ اور جمعیت علماء کانپور کی تشکیل کی جس کے صدر مولانا محمد علی جوہر اور سیکرٹری مولانا مظہر الدین شیر کوٹی منتخب ہوئے۔ نیز ۲۵ر دسمبر ۱۹۲۹ء کو "دی مدراس پریذیڈنسی مسلم کانفرنس مدراس" کی صدارت کی۔

اسی سال مسلم لیگ میں شامل ہو کر مسلمانوں کے مفادات کے حصول کی جنگ میں تن من دھن کی بازی لگادی اور پھر تازیست اسی نصب العین پر اپنی تمامتر توانائیاں صرف کر دیں۔ ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کی حمایت پر جمعیت علماء ہند کو خوب تنقید کا نشانہ بنایا۔ ۲۵۔ ۲۶ر نومبر ۱۹۳۳ء کو دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کا جلسہ زیر صدارت خان بہادر حافظ ہدایت حسین بیرسٹر ایٹ لاء آف کانپور (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۳۶ء) ہوا جس میں صوبوں اور ریاستوں سے تین سال کیلئے مسلم لیگ کے نائب صدور چنے گئے۔ صوبہ بہار کی طرف سے مولانا داؤدی کو تین سال (۱۸۳۳ء تا ۱۹۳۶ء) کیلئے آل انڈیا مسلم لیگ کا نائب صدر بنایا گیا۔ اس اجلاس میں مولانا داؤدی نے جمعیت علماء ہند پر بوجہ حمایت "آل انڈیا نیشنل کانگرس کڑی تنقید کی اور ایک قرارداد پیش کی جس میں کیمونل ایوارڈ کے مخالفین کی مذمت کی گئی۔

۱۹۳۰ء میں گول میز کانفرنس انعقاد پذیر ہوئی۔ ۱۲ر نومبر ۱۹۳۰ء کو لندن میں جارج پنجم (۱۸۶۵ء۔ ۱۹۳۶ء) نے پہلی گول میز کانفرنس کا افتتاح کیا۔ ۱۲ر نومبر ۱۹۳۰ء تا ۱۹ر جنوری ۱۹۳۱ء یہ کانفرنس جاری رہی۔ اس وقت گاندھی جی (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۴۸ء) جیل میں تھے۔ ہندو قوم نے اپنی روایتی دوہری چال کا مظاہرہ کرتے ہوئے کانفرنس کا بائیکاٹ کیا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ کانگرس کے بائیکاٹ کے باوجود مہاسبھا کے نمائندے ہندو ذہنیت کی ترجمانی کیلئے موجود تھے۔ باقی تمام جماعتیں بھی اس میں شریک تھیں۔ مسلمانوں کے نمائندوں میں قائداعظم محمد علی جناح (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) مولوی اے کے فضل الحق (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۶۲ء) نظام حسین ہدایت اللہ (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۴۸ء) سر میاں محمد شفیع (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۳۲ء) حافظ ہدایت حسین (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۳۶ء)، سر شفاعت احمد خاں (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۴۷ء) سر آغا

خاں (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۷۳ء) نواب احمد سعید چھتاری (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۸۲ء) نواب سر صاحبزادہ عبدالقیوم خاں (۱۸۷۴ء۔ ۱۹۴۳ء) سر سلطان احمد (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۶۳ء) میاں شاہنواز (۱۸۷۵ء۔ ۱۹۳۸ء) راجہ شیر محمد (۱۸ء۔ ۱۹ء) دیگم شاہنواز (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۷۹ء) کے غیر اہم شامل تھے۔

گول میز کانفرنس کا دوسرا دور ۷ ستمبر ۱۹۳۱ء تا یکم دسمبر ۱۹۳۱ء جاری رہا۔ اس میں گاندھی جی، کانگرس کے واحد نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ مسلم وفد میں اب مولانا شوکت علی (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۳۸ء) سر علی امام (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۳۲ء) اور مولانا محمد شفیع دلاوری بھی شامل ہو گئے۔ گاندھی کی زبردست خواہش کے باوجود ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۵۸ء) اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۶ء) کو اس اجلاس میں شریک نہ کیا گیا۔ گاندھی نے انگلستان روانہ ہونے سے پہلے کراچی میں اقلیتی امور کے بارے میں ایک فارمولا پیش کر دیا جس میں تین نکات، مخلوط انتخاب، نشستوں کا تعین اور ۲۵ فیصد سے کم آبادی والی اقلیت کے لئے عمومی نشستوں سے انتخاب لڑنے کا حق، شامل تھے۔ کانفرنس کا اجلاس شروع ہوا تو گاندھی نے اپنے علاوہ کسی اور کو ہندوستان کا نمائندہ ماننے سے انکار کر دیا اور اعلان کیا کہ "کانگرس ہندوستان کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور میں اس کا واحد نمائندہ۔" اس نے کوشش کی کہ اقلیتی امور پر تصفیہ کو ملتوی کر کے دستور کی باقی شقیں طے کر لی جائیں مگر اس کی ایک نہ چلی۔ کانفرنس میں اس کی غیر معقولیت بالکل بے نقاب ہو گئی۔ واپس آ کر گاندھی نے تحریک چلانے کا اعلان کیا۔ گاندھی کو پہلی مرتبہ مسلمانوں کی مخالفت کے باوجود تحریک چلانے کا اتفاق ہو رہا تھا۔ یہی وجہ تحریک بہت جلد فیل ہو گئی۔

کانفرنس میں گاندھی کی ناکامی اور واپس آنے پر تحریک چلانے کی مذموم کوشش بار آور نہ ہونے پر اسے جو ہزیمت اٹھانا پڑی، اس سے کانگرس کو سخت دھچکا لگا۔ برطانوی وزیر اعظم مسٹر ریمزے میکڈونلڈ (۱۸۶۶ء۔ ۱۹۳۷ء) نے ۱۶ اگست ۱۹۳۲ء کو فیصلہ سنا دیا جس کے اہم نکات یہ تھے:

(۱) جداگانہ انتخاب کا حق صرف مسلمانوں ہی کو نہیں تمام اقلیتوں کو دے دیا گیا۔

(۲) مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کو ۳/۱ نشستیں دی گئیں۔

(۳) صوبائی مجالس میں اقلیتوں کو اپنے تناسب سے قدرے زیادہ نشستیں دے دی گئیں۔

اس تمام تگ و دو میں مولانا محمد شفیع دلاوری نے اپنی تمام تر صلاحیتیں مسلمانوں کے مفاد کے لئے وقف کر کے مسلم وفد اور قائداعظمؒ کا پورا پورا ساتھ دیا۔ اور اپنے گرانقدر مشوروں اور کوششوں سے گاندھی کے مکر و فریب کے جال کا تار تار کیا۔ ہندو ذہنیت پر مولانا دلاوری کی گہری نظر تھی۔ جیسا کہ معروف مسلم لیگی رہنما چوہدری خلیق الزماں (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء) اپنی کتاب "شاہراہ پاکستان" میں لکھتے ہیں :۔

"شفیع دلاوری بہت صابر اور ہوش گوش کے آدمی ہیں وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ ان کے صوبے بہار میں "کانگرس کمیٹی" آئندہ مہاسبھا کا مکمل روپ دھارن کرے گی اور یہ کہ وہاں کیا نرا انجام ہو گا۔"

(ص ۸۷)

۱۹ر فروری ۱۹۳۳ء کو مولانا محمد شفیع دلاوری نے "انگلیکنو بورڈ آل پارٹیز مسلم کانفرنس" کا اجلاس دہلی میں طلب کیا کہ برطانوی حکومت کے شائع کردہ وائٹ پیپر (قرطاس ابیض) پر غور کیا جائے۔ اس جلسہ کی صدارت سر محمد یامین خاں (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۶۶ء) نے کی۔ اس جلسہ میں ہندوستان بھر کے چالیس نمائندوں نے شرکت کی۔ جن میں مولانا عبدالقدیر بدایونی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۶۰ء) مولانا عبدالصمد مقتدری بدایونی (۱۸ء۔ ۱۹۶۴ء) میر غلام بھیک نیرنگ انبالوی (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) سید حبیب ایڈیٹر "سیاست" لاہور (۱۸۹۱ء۔ ۱۹۵۱ء) وغیرہم شامل تھے۔ اس میں پندرہ قرار دادیں منظور کی گئیں۔ مولانا دلاوری نے حیثیت سیکرٹری اس کانفرنس کی کامیابی کیلئے بڑی محنت اور تگ و دو کی۔

۲۴ر ستمبر ۱۹۳۴ء کو "مسلم یونٹی بورڈ" نے اپنے اجلاس مراد آباد میں جمعیت علماء ہند (دہلی) کا یہ مطالبہ تسلیم کر لیا کہ بورڈ شریعت کے معاملات میں جمعیت کا مشورہ قبول کرے گا تو اس پر جمعیت علماء (کانپور) کے سیکرٹری مولانا مظہر الدین شیر کوٹی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۳۹ء) نے اس کی تردید کر دی اور ساتھ ہی اپنی جمعیت کا اجلاس طلب کر لیا جس میں شاہ محمد سلیمان پھلواروی (۱۸۵۹ء۔ ۱۹۳۵ء)، حکیم الامت علامہ اقبالؒ (۱۸۷۷ء۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تحریک عدم تعاون کے سلسلے میں جن طلباء نے گورنمنٹ اداروں سے اپنے نام کٹوا لئے تھے۔ ان کی تعلیم کے لئے مولانا دلاوری نے اپنی کوٹھی کے وسیع و عریض ان میں قومی اسکول اور کالج قائم کئے تھے۔ روپیہ فراہم کرنے کی خاطر محب وطن خواتین کھانا پکانے سے قبل ایک مٹھی آٹا چالیا کرتی تھیں۔ زیادہ خاتوں طلباء کی غذا و صحت کا خاص خیال رکھتی تھیں۔ خصوصاً ان کا کھانا وہ اپنی نگرانی میں تیار کراتی تھیں۔ ان کے ۷ بیٹے جس نے خود گورنمنٹ ادارے سے اپنی تعلیم منقطع کرنی تھی میزبانی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ لیکن مالی مشکلات اور حکومت کی طرف سے مستقل پریشان کئے جانے کے سبب یہ ادارے زیادہ عرصے تک نہ چل سکے۔

مولانا دلاوری کی تین سالہ طویل علالت کے دوران زیدہ خاتون ان کی تیمارداری میں مشغول رہیں۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ زیدہ کو اپنا رہائشی مکان کرایہ پر دے کر ایک مختصر مکان میں کرایہ پر رہنا پڑا۔ گزر بسر کی خاطر زیبنیں بھی فروخت کیں مگر حکومت ہند کے سامنے دست سوال دراز نہ کیا۔

شوہر کی رحلت کے بعد کراچی (پاکستان) آگئیں اور پھر زندگی گوشہ نشینی میں گزار کر ۲۰ جون ۱۹۷۰ء کو داعی اجل کو لبیک کہہ گئیں۔ گلشن اقبال کراچی کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

ماخذ

(۱) "جامع اردو انسائیکلو پیڈیا" جلد اول مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۸۷ء ص ۵۹۳۔

(۲) "سیاسی مکتوبات رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر" از ڈاکٹر محمد سلمان شاہجہانپوری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۸ء ص ۲۸۰۔

(۳) "شاہراہ پاکستان" از چوہدری خلیق الزمان مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء ص ۵۳۹،۸۷۔

(۴) "تحریک پاکستان" از منصور احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۹۷ء ص ۹۹،۹۸۔

(۵) "جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء ص ۲۷۳۔

(۶) "نقوش کراچی" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۱۲۵۔

(۷)"نامہ و اعمال" جلد اول از سر محمد یامین خان مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۲۹۱ تا ۲۹۳، ۴۳۲ تا ۴۳۸، ۵۱۵۔
(۸)"ہندوستان کی جنگ آزادی میں مسلم خواتین کا حصہ" از ڈاکٹر عابدہ سمیع الدین مطبوعہ پٹنہ (بھارت) ۱۹۹۰ء ص ۱۹۰ تا ۱۹۲۔
(۹)"مین مسٹر جناح" از سید شمس الحسن مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۳۰، ۳۱۔
(۱۰)"تحریک و تاریخ پاکستان" (۱۸۵۸ء۔ ۱۹۷۷ء) از شیخ محمد رفیق، چوہدری نثار احمد، سید مسعود حیدر عطاری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء ص ۲۵۳ تا ۲۵۹۔
(۱۱)"تحریک پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء ص ۲۴۸۔
(۱۲)"تخلیق پاکستان" از فاروق ملک مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۷۶ تا ۳۸۹۔
(۱۳)"تاریخ پاکستان" از محمد بشیر احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۷۹، ۳۸۰۔
(۱۴)"پاکستان ناگزیر تھا" از سید حسن ریاض مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء ص ۱۶۷ تا ۱۷۶۔
(۱۵)"عظیم قائد عظیم تحریک" جلد اول از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص ۳۸۸ تا ۳۹۰۔
(۱۶)"آزادی کی کہانی، میری زبانی" (سوانح سردار عبدالرب نشتر) مرتبہ آغا مسعود حسین مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء ص ۲۰۔
(۱۷)"صرف مسٹر جناح" از سید شمس الحسن (اردو ترجمہ از منیر احمد منیر) مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء ص ۴۳، ۴۵۔
(۱۸)"تحریک خلافت" از قاضی محمد عدیل عباسی مطبوعہ دہلی ۱۹۷۸ء ص ۲۶۵، ۲۶۶۔
(۱۹)"مولانا محمد علی کی یاد میں" از سید صباح الدین عبدالرحمن مطبوعہ اعظم گڑھ (بھارت) ۱۹۷۷ء ص ۱۵۷، ۲۰۴۔
(۲۰)"سیرت محمد علی" (مولانا محمد علی جوہر) از سید رئیس احمد جعفری مطبوعہ دہلی ۱۹۳۲ء ص ۴۹، ۴۹۲۔
(۲۱)"محمد علی، ذاتی ڈائری کے چند اوراق" حصہ اول از مولانا عبدالماجد دریابادی مطبوعہ اعظم گڑھ (بھارت) ۱۹۵۴ء ص ۲۳۶، ۳۹۸۔
(۲۲)"محمد علی، ذاتی ڈائری کے چند اوراق" حصہ دوم از مولانا عبدالماجد دریابادی مطبوعہ

اعظم گڑھ (طبع ت) ۱۹۵۲ء ص ۷۹، ۸۳، ۸۶، ۹۷، ۱۰۷، ۱۵۴۔
(۲۳) مکتوب گرامی مولانا عبدالقدوس ہاشمی بنام مؤلف از کراچی مؤرخہ ۱۷/ دسمبر ۱۹۸۰ء۔
(۲۴) "اقبال کے حضور" از سید نذیر نیازی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء ص ۱۵۰، ۱۵۱۔
(۲۵) "پاکستان کونسل کو نذر" از پروفیسر رشید احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۹۷ء ص ۷۹۔
(۲۶) "تاریخ پیر پور" از سید اشتیاق اکبر مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء ص ۵۴، ۱۹۲۔

مولانا سیّد حبیب مدیر "سیاست" لاہور

مولانا سید حبیب اللہ شاہ ابن سید سعد اللہ شاہ (۱۸۵۵ء۔ ۱۹۴۵ء) کی ولادت ۵ ستمبر ۱۸۹۱ء کو جلالپور جٹاں ضلع گجرات (پنجاب) میں ہوئی۔ مشن ہائی سکول وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ سے میٹرک کیا۔ مختلف اساتذہ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ پہلی عالمی جنگ سے پہلے شمس العلماء مولوی سید محمد مہتدی علی (۱۸۶۰ء۔ ۱۹۳۵ء) کے دارالاشاعت پنجاب لاہور سے بطور کلرک ملازمت کا آغاز کیا۔ اور پھر ماہنامہ "پھول" اور "تہذیب" کے ایڈیٹر رہے۔ بعد ازاں مشہور کشمیری مورخ منشی محمد دین فوق (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۴۵ء) کے "کشمیری میگزین" سے وابستہ ہو گئے۔ اس کے بعد فوج کے کسی محکمے میں بھرتی ہو کر شعبہ ای (ایجنٹ) چلے گئے۔ ۱۹۱۰ء میں فوج کی ملازمت سے سبکدوش ہو کر لکھنے پڑھنے اور اخبار "رسالت" میں ملازمت اختیار کر لی۔ بعد ازاں اپنا ذاتی اخبار "ترقی" کے نام سے جاری کیا۔ اس وقت صورت حال یہ تھی کہ پنجاب میں گورنر سر مائیکل اڈوائر (۱۸۶۴ء۔ ۱۹۲۴ء) کی سخت گیری کے باعث اخبارات بند ہو چکے تھے اور یہاں کے لوگوں کو جنگ کی خبروں کے لیے دوسرے صوبوں کے اخبارات دیکھنے پڑتے تھے۔ اس طرح "ترقی" بھی لاہور میں بکنے لگا۔ "ترقی" کے پنجاب میں داخلے پر پابندی لگی تو "رہبر" جاری کیا، اس کا اجازت نامہ ہوا تو "نقاش" نکال لیا۔ اس کے بعد لاہور آکر ۱۹۱۹ء میں روزنامہ "سیاست" نکالا

جو ۱۹۳۷ء تک باقاعدگی کے ساتھ اشاعت پذیر ہوتا رہا۔

سید حبیب صحافی بھی تھے اور قومی رضاکار بھی۔ چنانچہ جب کوئی تحریک اٹھتی تو اس میں آپ کا جو کردار ہوتا، اس کی عکاسی ان کے اخبار "سیاست" میں ہوتی۔ آپ کو مشائخ عظام خصوصاً سنوسی ہند امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) کا تعاون اور سرپرستی حاصل تھی۔ آپ اعلیٰ درجے کے اخبار نویس، بہت اچھے مقرر اور اسلامی تاریخ سے خوب واقف تھے۔ شعر و شاعری سے بھی اچھا خاصا لگاؤ تھا۔ "بھگوت گیتا" کا منظوم ترجمہ یادگار ہے۔ زندگی کا بیشتر حصہ لاہور میں گزرا۔ نہایت محنتی، جفاکش، باہمت، دوستوں کے مخلص دوست اور دشمنوں کے سخت دشمن تھے۔ بڑے سے بڑے آفیسر اور لیڈر سے ٹکرا جانے میں تامل نہ کرتے تھے۔

آپ کا اخبار مسلم رائے عامہ کا ہمنوا تھا۔ مسلمانوں نے جب بھی کسی مسئلے پر آواز بلند کی، "سیاست" نے بھرپور انداز سے حقیقی کردار ادا کیا اور ملت اسلامیہ کے جوش و جذبے کو بلند سے بلند تر کیا۔ رولٹ ایکٹ ایجی ٹیشن اور جلیانوالہ باغ امرتسر کے سانحے کے سلسلے میں قومی پالیسی کا حامل رہا۔ سنسر شپ کی پابندیاں لگیں، طرح طرح کے عتاب نازل ہوئے مگر "سیاست" کے اصولوں میں لرزش نہیں آئی۔ مغل پورہ ایجی ٹیشن اور تحریک کشمیر میں سرفروشانہ کردار ادا کیا۔

سید حبیب، تحریک خلافت کے زبردست حامی اور علی برادران کے مخلص ساتھی تھے۔ آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعے تحریک خلافت میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ آپ کے اخبار "سیاست" نے تحریک خلافت کیلئے جو خدمات انجام دیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ۱۹۲۱ء میں آپ کو تحریک خلافت میں تن من دھن کی بازی لگانے کی پاداش میں تین سال کی قید ہوئی جو آپ نے نہایت پامردی کے ساتھ میانوالی جیل میں کاٹی۔ اس تحریک میں پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) کی زیر قیادت پنجاب میں اک آگ لگا دی۔ چونکہ آواز میں گونج اور گرج تھی لہٰذا مجمع پر چھا جاتے اور سامعین مسحور ہو جاتے۔ آپ کی سرفروشانہ خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے قوم نے آپ کو "فدائے ملت" کا لقب دیا۔

۲۴ مئی ۱۹۲۴ء کو مسلم لیگ کا ایک خاص اجلاس لاہور میں منعقد ہوا جس میں

قائداعظم محمد علی جناح (۱۸۷۶ء۔۱۹۴۸ء)، مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔۱۹۳۱ء)، مولانا مظہر الدین شیر کوٹی (۱۸۸۸ء۔۱۹۳۹ء) کے علاوہ سید حبیب نے بھی شرکت کی۔

۱۹۲۵ء میں "تحریک خدام الحرمین" میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ابن سعود نے حجاز پر حملہ کیا تو خاندان شریفی بے دخل ہو کر آوارہ روزگار ہو گیا۔ ابن سعود (۱۸۸۱ء۔۱۹۵۳ء) نے مزارات مقدسہ کے قبے خلاف شریعت قرار دے کر گرا دیئے تو انجمن خدام الحرمین اور انجمن حزب الاحناف لاہور نے اس ناپاک جسارت کے خلاف تحریک چلائی۔ اس تحریک کے روح رواں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری (۱۸۴۱ء۔۱۹۵۱ء) تھے۔ سید حبیب نے بھرپور ساتھ دے کر تحریک کو تقویت بخشی۔ سید صاحب کی خدمات کی بنا پر مقدمہ چلا اور ۱۹۲۷ء میں دو سال کیلئے پابند سلاسل کر دیا گیا۔

اس سزا کے بارے میں..... ماہنامہ "یادگار رضا" بریلی جلد ۲ شمارہ نمبر ۵ بابت یکم رجب المرجب ۱۳۴۶ھ (۱۹۲۷ء) نے صفحہ ۳۳ پر "سید برادران اور "سیاست" کے زیر عنوان یہ اداریہ لکھا:۔

"فدائے ملت سید حبیب شاہ اور ان کے برادر (اصغر) سید عنایت شاہ صاحب کی ذات اپنی دینی و ملی قربانیوں کے باعث محتاج تعارف نہیں۔ عالم اسلام کو ان ہر دو حضرات کی دینی خدمات کا نہ صرف اعتراف ہی ہے بلکہ ان کی مذہبی مخلصانہ سرفروشیوں کی بنا پر ان کی محبت نے دنیائے اسلام کے قلوب کی عمیق ترین پہنائیوں میں اپنا گھر کر لیا ہے۔ اس خبر نے کہ "ان ہر دو حضرات کو لاہور کی کچہری سے "جمعیت خدام الحرمین" والے مقدمہ میں دو سال کی سخت سزائے قید دی گئی۔ "اہل اسلام کے قلوب کو بے چین بنا دیا۔ عالم اسلام کو اس سے کافی صدمہ پہنچا۔ آج سید برادران اور اخبار "سیاست" پر جن مصائب کا ہجوم ہے، اگر اس پر مسلمان خون کے آنسو روئیں جب بھی کم ہے۔ "سیاست" کے لئے اس سے زیادہ کوئی نازک اور پُر خطر وقت نہیں آسکتا۔ میں مسلمانانِ عالم کی خدمت میں نہایت پُر زور اپیل کرتا ہوں کہ اگر ان کو "سید برادران" کی مخلصانہ سرفروشیوں کا اعتراف ہے اور ان سے قلبی تعلق ہے تو اس نازک ترین وقت میں "سیاست" کی امانت کو ہر امکانی صورت سے اپنا فرض سمجھیں۔ "سیاست" کی توسیع و اشاعت میں کافی کوشش کریں۔ خود خریدیں، اپنے اعزہ و

احباب، محققین کے ہم اس کو جاری کرائیں۔ اور ہر نماز کے بعد جناب باری ۳۶ سر میں بعد
خشوع و خضوع سید اور ان کی رہائی کیلئے دعا کریں۔ (مدیر ایوالمعالی محمد انوار حسن صدیقی
محمدی)۔

۷ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو ریگل لاہور میں "جمعیت خدام الحرمین" کا جو خصوصی
اجلاس منعقد ہوا اس کی کامیابی کامرانی کے لئے سید حبیب نے اپنی تمام تر توانائیاں صرف
کر دیں۔ اجلاس بہت کامیاب و نتیجہ خیز ثابت ہوا۔ سب نے سید صاحب کی خدمات کی
تعریف کی۔

۱۹۲۹ء میں "غازی علم الدین شہید کیس" میں دیوانہ وار خدمات انجام دیں۔
غازی صاحب کی نعش کی حصولی کے سلسلے میں مسلمانان لاہور سے خطاب کرتے ہوئے
فرمایا:

"کل عصر کے وقت لاہور میں میانوالی سے کئی تار موصول ہوئے جن سے معلوم
ہوا کہ آج صبح صادق کے وقت غازی علم الدین کو شہید کر دیا جائے گا۔ یہ خبر بجلی کے ذریعہ
آئی اور بجلی ہی کی تیزی سے تمام شہر میں پھیل گئی۔ صدہا مسلمان رات کے دس بجے دفتر
"سیاست" میں آئے، اس لئے کہ اس خبر کے ساتھ یہ اطلاع بھی درج تھی کہ حکومت نے
شہید کی لاش کو لاہور لانے کی اجازت نہیں دی۔ میاں علم الدین نے جو کام کیا ہے وہ
ظاہر ہے۔ آپ نے صفحہ دہر پر انتہ الفاظ میں اپنے خون سے یہ حقیقت نقش کر دی ہے
کہ

مسلمان لاکھ مرے ہوں، مگر ہم محمدؐ پر
دو تیکے ہیں ہر حالت میں اپنا سر کٹانے کو

میاں صاحب، شہید ہیں اور ہم ان کا لاش حکومت سے طلب کرتے ہیں۔ اس
لئے کہ ملت پرست، ہر خدا پرست، ہر عیسائی اور موسائی غرض ہر مذہب کے لوگ مرنے
والے کی وصیت کو پورا کرنا فرض سمجھتے ہیں اور شہید مرحوم نے وصیت کی ہے کہ ان کو لاہور
میں دفن کیا جائے۔ اس فرض کو پورا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ شہید مرحوم اب اپنے اہل
و عیال و رشتہ داروں کا مال نہیں رہے۔ وہ خدا اور اس کے رسول پاک ﷺ کا مال ہیں۔ وہ ہم
مسلمانوں کا ورثہ ہیں۔ ان کی عزت ہماری عزت ہے اور خدا اور رسول ﷺ کی عزت ہے۔

یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ان کے مرنے والے بھی ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ ان کا فیض مرنے سے ختم نہیں ہو جاتا۔ شہید تو زندہ ہوتے ہیں۔ ہر شہید گناہ سے پاک ہوتا ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نماز جنازہ، مرحوم اور زندہ دونوں کے لئے مفید ہوتی ہے۔ مرحوم نیک ہو تو نماز ادا کرنے والے بخشے جاتے ہیں اور اگر نمازیوں میں ایک بھی مرحوم نہ ہو تو مرنے والے اور نمازیوں کے سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔"

سید صاحب نے بتلایا تو سکھا ہی نہیں تھا۔ جس بات پر ڈٹ جاتے ڈٹے رہتے۔ "پورٹ ایمرسن گورنر پنجاب" سے ایک دفعہ کے ہمراہ ملنے کے لئے گئے تو دونوں کے دان تھے انتظار کا وقت ہو گیا۔ پانی آیا تو گورنر نے گلے کی طرف اشارہ کر دیا۔ سید صاحب نے گورنر کو وہیں تڑے ہاتھوں لیا۔ اگلے روز "سیاست" میں مقالہ لکھا کہ ایمرسن نے اس بے تہذیبی کا مظاہرہ کر کے انگریز قوم کے اخلاق کو مجروح کیا ہے۔ محکمہ اطلاعات نے گورنر کی طرف سے تردید کی تو آپ نے اداریہ لکھا، "گورنر کا جھوٹ"۔

اعادہ تردید آئی تو لکھا، "گورنر نے پھر جھوٹ بولا"۔ حق تو یہ ہے کہ تن گئے۔

لالہ ہرکشن لال گلیا (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۲۷ء) پنجاب میں تجارت کے بادشاہ تھے، دیوالیہ ہو گئے۔ عدالت میں مقدمہ چل رہا تھا۔ عام تاثر یہ تھا کہ لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس ریگ (۱۸۹۰ء۔ ۱۹۰۰ء) نے انہیں تباہ کیا ہے۔ سید حبیب نے ریگ پر تنقید لکھی۔ توہین عدالت کا مقدمہ چلا۔ آپ کے چھوٹے بھائی سید عنایت شاہ (۱۸۹۰ء۔ ۱۹۳۲ء) "سیاست" کے پرنٹر پبلشر تھے۔ انہیں طلب کیا گیا۔ جس جج نے سماعت کی وہ دیوان رام لعل اور سر ولیم ریگ پر مشتمل تھا۔ شاہ صاحب کی طرف سے کوئی وکیل نہ تھا۔ ریگ نے دیوان رام لعل کی وساطت سے پوچھا، "آپ کے ساتھ کوئی وکیل ہے؟"

"جی نہیں۔"

"کیا آپ نے کوئی وکیل نہیں کیا؟"

"اس مقدمہ میں کوئی وکیل پیش ہونے کو تیار نہیں۔"

"کیوں؟"

"وہاں عدالت سے خوف زدہ ہیں۔"

"آپ غلط کہہ رہے ہیں۔ آپ فیس نہیں دینا چاہتے ہوں گے۔"

"ایسی بات نہیں جناب، میں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ صحیح ہے"۔
"آپ ہاتھ ہٹا سکتے ہیں؟"
"جی نہیں! میں کسی کے خلاف شکایت نہیں کرنا چاہتا"۔
"آپ انگریزی میں بات کریں"۔
"مجھے انگریزی نہیں آتی"۔
"آپ نے جو کچھ لکھا، معافی مانگنے کے لئے تیار ہیں"؟۔
"جی نہیں۔ میں نے جو کچھ لکھا، صحیح لکھا ہے"۔
جگ غصے سے کانپنے لگا۔
"اگلی تاریخ پر وکیل ساتھ لے کر آنا"۔
"میں کوشش کروں گا لیکن میں نے جو لکھا ہے اس عدالت کے خلاف لکھا ہے لہذا یہ عدالت مستغیث ہو سکتی ہے منصف نہیں"؟

آکسفورڈ پریس جگ نے گیارہ سو روپیہ جرمانہ اور ایک ماہ قید محض کی سزا دے دی۔ اس زمانہ میں گیارہ سو روپیہ بہت بڑی رقم تھی۔ جلالپور جٹاں میں شاہ صاحب کا ذاتی مکان تھا، فروخت کر کے جرمانہ ادا کر دیا۔

ایک دفعہ سید حبیب نے جگ کو ایک خط لکھا کہ وہ ان سے ملنا چاہتے ہیں۔ اس نے پرسنل اسٹنٹ سے لکھوا دیا کہ "وقت نہیں ہے"۔ سید صاحب کو غصہ آگیا۔ اپنے چپڑاسی کی معرفت تحریر کیا کہ "سید صاحب بھی آپ سے مل کر راضی نہیں ہیں۔ آپ کے خلاف کچھ الزامات تھے جن کی وضاحت کیلئے وہ آپ سے ملنا چاہتے تھے"۔ لطف یہ کہ اس تحریر پر چپڑاسی کے دستخط بھی نہیں تھے۔

۲۹ر دسمبر ۱۹۳۰ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس علامہ اقبال (۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء) کی زیر صدارت شمس آباد کے محلہ یاقوت گنج کے تمبا کو فروش شیخ رحیم بخش کے مکان میں ہوا تو مولانا عبدالماجد بدایونی (۱۸۸۷ء۔۱۹۳۱ء)، سید حسین امام وارثی (۱۸۹۷ء۔۱۹۸۵ء) جیسے قائدین کے ساتھ سید حبیب نے بھی شرکت کی۔

۲۴ر اکتوبر ۱۹۳۴ء کو مسلم یونیٹی بورڈ نے اپنے اجلاس میں جمعیت علماء ہند

(دلی) کا یہ مطالبہ تسلیم کر لیا کہ ہر ڈویژن کے معاملات میں جمعیت کا مشورہ قبول کرے گا۔ تو اس پر جمعیت علماء (کانپور) کے سیکرٹری مولانا مظہر الدین شیر کوٹی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۳۶ء) نے اس کی تردید کر دی اور ساتھ ہی اپنی جمعیت کا اجلاس طلب کر لیا جس میں مولانا عبدالقادر بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) شاہ محمد سلیمان پھلواروی (۱۸۵۹ء۔ ۱۹۳۵ء) علامہ اقبال (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۴۶ء) مولانا محمد شفیع دلاوری (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۴۹ء) وغیرہم کے علاوہ سید حبیب نے بھی شرکت کی۔ اس اجلاس میں مسلم یونیورسٹی بورڈ کی حمایت کا فیصلہ ہوا اور جمعیت علماء ہند سے اخراج کا اعلان کیا گیا۔

۱۰ر جنوری ۱۹۳۵ء کو برکت علی اسلامیہ ہال بیرون موچی گیٹ لاہور میں شیخ صادق حسن امرتسری (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۵۹ء) کی زیر صدارت ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں میاں عبدالحی ایم اے ایل شیخ محمد حسین سیکرٹری مسلم بک آف انڈیا لمیٹڈ، مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۵۶ء) کے علاوہ سید حبیب نے بھی شرکت کی۔

اس اجتماع کا مقصد یہ تھا کہ اس امر پر غور کیا جائے کہ کس طرح صوبے کے مسلمانوں کو تجارتی لحاظ سے منظم کیا جا سکتا ہے۔ قرار پایا کہ مسلمان صرف اسی صورت میں بہتر طور پر ترقی کر سکتے ہیں کہ وہ تجارت کو اختیار کریں اور تجارتی لحاظ سے اپنی شیرازہ بندی کریں۔ ایک "مرکزی ایوان تجارت" قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس کی شاخیں صوبہ بھر میں قائم کی جائیں۔

۱۹۳۵ء کے زلزلے سے قبل سید حبیب نے نواب خاران (بلوچستان) کی دعوت پر ریاست خاران کی سیاحت کی اور ایک تذکرہ "تذکرہ خاران" کے نام سے مرتب کیا۔ جو اپنی اہمیت کا حامل تھا۔ ۱۹۳۵ء ہی میں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کی زیر قیادت "تحریک مسجد شہید گنج" میں بھرپور حصہ لیا۔

۱۹۳۶-۳۷ء میں جب مسلم لیگ کو دوبارہ ایک فعال اور عوامی جماعت کا روپ دیا گیا۔ حضرت قائداعظم کی قیادت میں سید حبیب نے بھی مسلم لیگ کے لئے ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔ آپ کے اخبار روزنامہ "سیاست" نے مسلمانوں میں جاری اور شریعت کا جذبہ پیدا کرنے کے مقدس مشن میں بڑی مصروفیت اور سرگرمی

دکھائی۔ مسلم لیگ کی حمایت میں اپنے ہندو معاصرین "دیش"، "کیسری"، "پرتاب"، "بندے ماترم" اور "ملاپ" کے خطرناک حملوں کا مشترکہ طور پر ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ان کی ان ہی کوششوں کے نتیجے میں مسلمانوں میں اتحاد، فکر اور قومی یکجہتی کا جذبہ بیدار ہوا۔ اور پھر سید حبیب نے قیام پاکستان کی کوششوں میں اپنے آپ کو انتہائی مصروف کر لیا حتیٰ کہ ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک حقیقت بن کر ابھرا۔

۱۹۴۷ء میں سید حبیب نے سر سکندر حیات خاں وزیراعظم پنجاب (۱۸۹۲ء ۱۹۴۲ء) کی مسلم لیگ دشمن پالیسیوں پر کڑی تنقید کی۔ سر سکندر آپ کی حق گوئی و بیباکی کی تاب نہ لا سکا اور حکومت نے آپ کے اخبار "سیاست" سے سات ہزار روپیہ ضمانت طلب کی جو اوانہ کی جا سکی اور "سیاست" ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ اس کے بعد روزنامہ "منشور" جاری کیا۔ ۱۹۴۹ء میں روزنامہ "غازی" نکالا۔

میانہ قد اور کھلتا ہوا گندمی رنگ والے سید حبیب نے تمام زندگی حق و صداقت کا پھریرا لہرایا۔ کئی بار قید و بند کی صعوبتوں سے نبرد آزما ہوئے۔ ہر ظالم و جابر سے ٹکرانے میں ذرہ بھر بھی تامل نہ کیا۔ تمام زندگی لوگوں کی سفارشیں کرنے، محتاجوں کی امداد کا جتن کرنے اور مظلوموں کی داد رسی کے لئے افسروں سے جھگڑنے والے اس بے لوث مرد مجاہد کی آخری عمر نہایت افلاس، غربت اور تنگی میں گزری۔ اور اس حال میں ۲۳ر فروری ۱۹۵۱ء مطابق ۱۶ر جمادی الاول ۱۳۷۰ھ بروز جمعۃ المبارک آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور لاہور کے مشہور و معروف قبرستان میانی صاحب میں تدفین ہوئی۔

حضرت طارق سلطانپوری نے یہ قطعہ تاریخ کہا۔

سید حبیب مرد خدا صاحب صفا — وہ قوم کا زعیم وہ ملت کا رہنما
مرد جسور غیرت ارباب حق کا عکس — جب تک جیا مجاہدوں کی شان سے جیا
ہر مصلحت کو چھوڑ کر احرار کی طرح — اس نے چنا جہاد و عظیمت کا راستہ
ہر معرکہ باطل و حق میں بادوق و شوق — کردار اس نے مرد حق آگاہ کا کیا
قومی معاملات سے آگاہ و باخبر — وہ دیدہ ور رموز سیاست سے آشنا

حاصل تھا اس کو پیر جماعت کا قرب حاصل اس دور کا عظیم طریقت کا رہنما
"وہ آفتاب فکر و نظر" اس کا وصال
طارق سروش غیب نے برجستہ یوں کہا

_____ ۱۹۵۱ء

حضرت صابر براری ثم کراچوی نے بھی یہ قطعہ کہا۔

بے باک رہنما تھے مقبول تھے صحافی ایڈیٹر سیاست سید حبیب صاحب
سال وفات ان کا کیا خوب ہے یہ صابر "ماہ منیر حضرت سید حبیب صاحب"

_____ ۱۹۵۱ء

ماخذ

(۱) ماہنامہ "نقوش" لاہور، "لاہور نمبر" بابت فروری ۱۹۶۲ء ص ۹۲۶، ۱۰۴۲ء۔
(۲) "جامع اردو انسائیکلو پیڈیا" جلد اول از شیخ علی اینڈ سنز مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۸۰۵۔
(۳) "شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا" از مقصود الیاز، محمد ناصر مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۲۳۱، ۲۳۲۔
(۴) "خفتگان خاک لاہور" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۷۷، ۷۸۔
(۵) "بلوچستان میں بولی جانے والی زبانوں کا تقابلی مطالعہ" از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۱ء ص ۱۸۔
(۶) "قرار داد پاکستان صحافتی محاذ پر" از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۹۰ء ص ۲۰۲، ۲۰۴۔
(۷) "وے صورتیں الٰہی" از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۰۹، ۱۱۰۔
(۸) "مقررشتے" از رائے محمد کمال مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۷۲، ۷۳۔
(۹) "یاران کہن" از عبدالمجید سالک مطبوعہ لاہور ۱۹۶۷ء ص ۱۸۵ تا ۱۹۶ء
(۱۰) "قائد اعظم اور صحافت" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء ص ۵۳۔
(۱۱) "غازی علم الدین شہید" از رائے محمد کمال مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۱۲۵، ۲۰۱۔
(۱۲) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۶۲۔
(۱۳) "فیروز سنز اردو انسائیکلو پیڈیا" مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۳۲۱۔

(۱۴)"نور تن" از شورش کاشمیری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۷ء ص ۱۲۵ تا ۱۳۶۔
(۱۵)" تحریک پاکستان" (نوائے وقت کے اداریوں کی روشنی میں) (۱۹۴۴ء۔ ۱۹۴۷ء) از سرفراز حسین مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ب۔
(۱۶)"فروغ صحافت میں اہل سنت کا کردار" از مولانا شاہ حسین گردیزی مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء ص ۱۴۔
(۱۷)"صحافت ہندو پاکستان میں" از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۲۲۲،۲۲۶۔
(۱۸)"انجمن اسلامیہ امرتسر" از پروفیسر احمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۲۷۸۔
(۱۹)ماہنامہ "یادگار رضا" بریلی (بھارت) بابت رجب المرجب ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۷ء۔
(۲۰)روزنامہ "سیاست" لاہور بابت ۱۴ دسمبر ۱۹۲۸ء ص ۸۔
(۲۱)" ششماہی مجلہ "تاریخ و ثقافت پاکستان" اسلام آباد بابت اپریل تا ستمبر ۱۹۹۶ء ص ۵۷،۵۸۔
(۲۲)"گجرات میں اردو شاعری" از پروفیسر کلیم احسان بٹ مطبوعہ جلالپور جٹاں (گجرات) ۱۹۹۶ء ص ۱۰۶۔
(۲۳)"جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء ص ۳۰۶۔
(۲۴)"تحریک آزادی میں پنجاب کا کردار" از ایم بے اعوان مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۳ء ص ۲۷۱،۲۷۔
(۲۵)"پاکستان و ہند میں مسلم صحافت کی مختصر ترین تاریخ" از ڈاکٹر مسکین علی حجازی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء ص ۴۳۔
(۲۶)"آہنگ بازگشت" از محمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۳۷،۵۷۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا حسرت موہانی رح

سید الاحرار مولانا سید فضل الحسن حسرت بن سید ازہر حسن بن سید مہر الحسن بن سید مظہر حسن ۱۸۷۸ء میں قصبہ موہان ضلع اناؤ (یوپی، بھارت) میں پیدا ہوئے۔ والدہ ماجدہ کا اسم گرامی شہر بانو بیگم بنت نیاز حسن تھا۔ دنیائے علم و ادب، شریعت و طریقت اور صحافت و سیاست میں مولانا حسرت موہانی کے نام سے شہرت پائی اور بقائے دوام حاصل کی۔ خاندان کے بزرگ اعلیٰ سید محمود، نیشاپور سے ہندوستان آئے اور موہان کو جائے سکونت بنایا شجرہ، نسب حضرت امام علی موسیٰ کاظم رضا رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے جن کا مزار مقدس نیشاپور (ایران) میں مرجع خلائق ہے۔ مولانا حسرت موہانی نے اپنے نیشاپوری ہونے کے تعلق کو یوں بیان کیا ہے۔

کیوں نہ ہوں اردو میں حسرت ہم نظیری کی نظیر
ہے تعلق ہم کو آخر خاک نیشاپور سے

حسرت نے ۱۸۹۴ء میں موہان سے مڈل کا امتحان پاس کیا اور پورے صوبے میں اول آئے۔ ۱۸۹۸ء میں گورنمنٹ مڈل سکول فتح پور ہسوہ سے فسٹ ڈویژن میں میٹرک پاس کیا۔ ۱۹۰۳ء میں علی گڑھ سے عربی اور ریاضی کے ساتھ بی اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا اور ساتھ ہی ساتھ دارالعلوم فرنگی محل لکھنؤ سے درس نظامی

کی تکمیل کی۔ شاعری میں سید فخر الحسن فطرت موہانی (۱۸ء۔ ۱۹ء) اور منشی امیر اللہ تسلیم لکھنوی (۱۸۲۰ء۔۱۹۱۱ء) سے تلمذ تھا۔ مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ حضرت شاہ عبدالرزاق فرنگی محلیؒ (۱۸۲۲ء۔ ۱۸۸۹ء) سے بیعت تھی، ان کی رحلت کے بعد حضرت شاہ عبدالوہاب فرنگی محلی (۱۸۴۶ء۔ ۱۹۰۳ء) سے تجدید بیعت کی اور قیام الدین و الملت حضرت مولانا محمد عبدالباری فرنگی محلیؒ (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۲۶ء) سے اجازت و خلافت پائی۔ پہلا حج ۱۹۳۲ء میں اور آخری حج ۱۹۵۰ء میں کیا۔ اس طرح کل ۱۳ حج کئے اور ۱۴ مرتبہ روضہ رسول ﷺ پر حاضری دی۔ پہلے حج کے موقعہ پر حضرت مولانا محمد عبدالباقی فرنگی محلی مہاجر مدنی (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۴۵ء) سے سلاسلِ حدیث کی اجازت حاصل کی۔

۱۹۰۳ء میں علی گڑھ سے ماہنامہ "اردو معلیٰ" نکالا۔ ۱۹۱۴ء میں سہ ماہی "تذکرۃ الشعراء" جاری کیا اور ۱۹۲۸ء میں کانپور سے روزنامہ "مستقل" کا اجراء کیا جو بعد میں دو روزہ، سہ روزہ، ہفت روزہ اور ماہنامہ ہو کر بالآخر "اردو معلیٰ" میں ضم ہو گیا۔ ۱۹۰۳ء میں سیاسی مضامین کا آغاز کیا۔ ۱۹۰۴ء سے عملی سیاست میں دخیل ہو گئے۔ ۱۹۱۳ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ ۱۹۲۰ء میں سالانہ اجلاس مسلم لیگ میں شرکت کی۔ ۳۰ر دسمبر ۱۹۲۱ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا چودھواں سالانہ اجلاس احمد آباد میں ہوا تو صدارت کے لئے نظر انتخاب مولانا حسرت موہانی پر پڑی۔ مولانا نے اپنے خطبہ صدارت میں کہا کہ بدلے ہوئے حالات میں مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد پر نظر ثانی کی جائے، مسلم لیگ کے دروازے عام لوگوں پر کھول دیئے جائیں۔ مولانا نے اپنے اس تاریخی خطبے میں کامل آزادی کا ذکر کیا۔ انگریز حکومت نے یہ خطبہ صدارت ضبط کر لیا اور گرفتار کر کے مقدمہ بغاوت قائم کر دیا۔

۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کی تنظیم جدید سے وابستہ ہو گئے۔ مسلم لیگ یوپی پارلیمانی بورڈ کے ممبر اور یوپی مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے مستقل ممبر بن گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مسلم لیگ کو نوابوں اور امیروں کی جماعت سمجھا جاتا تھا، مولانا کا وجود اس اعتراض کا مسکت جواب تھا۔ آپ نے مسلم لیگ کو عوام میں مقبول بنانے کیلئے سب سے زیادہ کام کیا۔ قائداعظم کا تعارف کراتے ہوئے اسٹیج سے بارہا یوں کہا جاتا تھا کہ یہ مولانا حسرت موہانی کے

تسلیم شدہ قائد ہیں اور اس بات کا سامعین پر نہایت خوشگوار اثر پڑتا تھا۔

قائداعظمؒ کی قیادت میں جب مسلم لیگ ایک ہمہ گیر سیاسی جماعت بن گئی تو مولانا حسرت موہانی نے ۱۹۳۷ء میں سالانہ اجلاس لکھنؤ کے موقعہ پر "مکمل آزادی" کی قرارداد پیش کی:۔

"آل انڈیا مسلم لیگ کا مقصد ہندوستان میں مکمل آزادی کا قیام ہوگا جو آزاد جمہوری ریاستوں کی وفاقیہ پر منحصر ہوگا۔ اس کے دستور کے تحت مسلمانوں اور دیگر تمام اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کا جائزہ اور مؤثر تحفظ فراہم کیا جائے گا۔"

اس قرارداد کا پُرشور، پُرجوش طویل تالیوں سے خیر مقدم کیا گیا۔ مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۵۶) چوہدری خلیق الزمان (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء) سید حسین امام (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۸۵ء)، مولانا مظہر الدین شیر کوٹی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۳۹ء)، عبدالرحمٰن صدیقی (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۵۳ء)، بیگم مولانا محمد علی جوہر (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۴۷ء) اور دیگر بہت سے لوگوں نے مولانا کی قرارداد کی تائید میں تقریریں کیں۔ "اسلام زندہ باد" اور "اللہ اکبر" کے نعروں کی گونج میں قرارداد منظور ہوئی۔

اس اجلاس میں مولانا حسرت موہانی کی کوششوں سے مسلم لیگ کا نصب العین "کامل آزادی" اور ایسا وفاقی طرز حکومت معین ہوا جس کے صوبے اندرونی طور پر آزاد ہوں۔ جدید نصب العین کی تحریک کرتے ہوئے مولانا نے صاف طور پر اعلان کر دیا کہ وفاق ہند کے صوبوں کو اس لئے وہ آزاد رکھنا چاہتے ہیں کہ مرکزی حکومت مسلمانوں کی اکثریت کے اصولوں کے ساتھ انصاف نہ کرے تو یہ صوبے وفاق ہند سے باہر نکل آئیں اور اگر ہندو اکثریتی صوبے نوآبادیاتی طرز حکومت پر قناعت کر لیں تو اسلامی اکثریت کے صوبے آزاد حکومت بنالیں اور ضرورت ہو تو "جمہوریہ شوریہ رومیہ" سے مل جائیں۔ اس اجلاس کے بعد مولانا مسلم لیگ کے ہر سالانہ اجلاس اور آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی ہر نشست میں پابندی سے شریک ہوتے رہے۔

۱۹۳۷ء میں بلند شہر اور امروہہ کے الیکشن میں مولانا حسرت موہانی نے مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء)، مولانا شوکت علی (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۳۸ء) سولانا

عنایت اللہ فرنگی محلی (۱۸۸۸ء۔۱۹۳۱ء) اور مولانا برہان میاں فرنگی محلی (۱۹۱۹ء۔) کے ساتھ مل کر ان ہدایات پر عمل کرنے کا عزم کیا اور مسلم لیگ کی رکنیت اختیار کی۔ مولانا حسین احمد مدنی (۱۸۷۹ء۔۱۹۵۷ء) مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء۔۱۹۵۸ء) اور جمعیت جو ہر لال نہرو (۱۸۸۹ء۔۱۹۶۴ء) کو تیز رہم نے مسلم لیگ کے خلاف ہونے پر ہیجان انگیز تحریک چلائی۔ قدم مسلم لیگ کے چوٹی کے ہندو اور اردو دانوں کی رکنیت کا سبب بنی۔

۱۹۳۸ء میں مسلم لیگ کی وسیع تنظیم کا کام شروع ہوا تو مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔۱۹۷۰ء)، مولانا کرم علی شیخ آبادی (۱۸۹۳ء۔۱۹۷۳ء)، مولانا سید عبداللہ شہید فرنگی محلی (۔۱۹۴۳ء) مولانا شوکت علی (۱۸۷۳ء۔۱۹۳۸ء) پروفیسر عنایت اللہ بلگ (۱۹۰۰ء۔۱۹۶۶ء) اور مولانا برہان میاں فرنگی محلی (۱۹۱۹ء۔) کے ساتھ مولانا حسرت موہانی نے بھی اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر کے شہر شہر اور گاؤں گاؤں مسلم لیگ کے مقاصد کو روشناس کرایا اور مسلم لیگ کے جھنڈے کو بلند رکھا۔ اسی سال سہارنپور میں صوبائی اسمبلی کے ضمنی الیکشن کا معرکہ بھی سر کیا۔

۳۰۔۳۱ جولائی ۱۹۳۸ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس دہلی میں ہوا جس میں فلسطین کے مسئلہ میں برطانوی حال کے مسلک پر غور کرنے کے لئے کونسل نے جو کمیٹی بنائی اس میں مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی خاں، عبدالرحمن صدیقی، مولانا قطب الدین عبدالولی فرنگی محلی اور مولانا مظہر الدین شیر کوٹی کے علاوہ مولانا حسرت موہانی بھی شامل تھے۔

۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو برصغیر کے کونے کونے میں ایک ہی نعرہ سنائی دیتا تھا۔ "مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ"۔ مولانا حسرت موہانی نے اس نعرے کو مقبول عام بنانے کے لئے ہندوستان کی چپے چپے کا دورہ کر کے مسلمانوں کو بیدار کیا۔ اپنی تحریروں اور تقریروں سے مسلم لیگ کی جس قدر خدمت کی اس کی مثال اور کہیں نہ ملے گی۔ ان کی دلی تمنا تھی کہ ہوا یا ہی سر گرمیاں، ان سب کا مقصد حصول آزادی ہوتا تھا۔ اسی لئے آج ہم تحریک آزادی کے دیگر رہنماؤں کا ذکر کرتے وقت اس مرد مجاہد کے کارناموں کو کسی صورت میں بھی فراموش نہیں کر سکتے۔ اس مرد حریت شعار کو فرنگی کے

ہزار بار بھانے کی کوشش کی مگر حسرت کو بھلانے کی حسرت کبھی پوری نہ ہو سکی۔ خود فرماتے ہیں۔

ہم قول کے صادق ہیں اگر جان بھی جاتی
دامن نہیں چھوٹ انگریز نہ کرتے

تحریک آزادی کے سلسلے میں مولانا حسرت سیاسی قیدی بنائے گئے۔ کڑی اور قید بامشقت کی سزائیں ان کو اخلاق حق اور اعتدال سے باز نہ رکھ سکیں۔ پہلی گرفتاری ۱۹۰۸ء میں "اردوئے معلی" میں ایک مضمون "مصر میں انگریزوں کی پالیسی" شائع کرنے پر ہوئی۔ مولانا نے کمال جرأت و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مضمون نگار کا نام بتانے سے انکار کر دیا۔ ۳ جون ۱۹۰۸ء کو مقدمہ کا آغاز ہوا اور ۱۳ اگست ۱۹۰۸ء کو فیصلہ۔ دو سال قید بامشقت اور پانچ سو روپیہ جرمانہ کی سزا ہوئی۔ ہر روز ایک من آٹا پیسنا پڑتا تھا۔ یہ شعر اسی دور کی یادگار ہے۔

ہے مشق سخن جاری، چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

دوسری بار مئی ۱۹۱۶ء کو دو سال قید بامشقت ہوئی۔ علت پور، بھاگلپور، الہ آباد، پرتاب گڑھ، فیض آباد، لکھنؤ اور میرٹھ کی جیلوں میں ایذائیں برداشت کرتے رہے۔ جرم یہ تھا کہ مولانا مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے قیام کو ایک آزاد اور خود مختار تعلیمی ادارہ دیکھنا چاہتے تھے جبکہ فرنگی حکومت اس کے قیام کی اجازت اس صورت میں دینے کو تیار تھی کہ اس پر حکومت کا کنٹرول رہے۔ بہت کم لوگوں کو یہ بات معلوم ہے کہ مولانا کی دوسری قید سخت، آزادی، علم کی خاطر ہوئی اور انہوں نے اپنی بارہ ورسگاہ کی آزادی کی خاطر خود کو مصائب زنداں میں گرفتار کروا دیا تھا۔

تیسری گرفتاری ۱۹۲۱ء میں مسلم لیگ کے اجلاس احمد آباد کے صدر اجلاس ہونے اور صدارتی خطبہ پڑھنے پر ہوئی۔ یہ خطبہ حکومت نے ضبط کر لیا۔ اس خطبہ میں مولانا نے "آزادی کامل" کا مطالبہ کیا تھا۔ یہ مطالبہ فرنگی کی نازک مزاجی پر گراں گزرا اور دو سال کیلئے بامشقت کے سزاوار ٹھہرے۔

یہ بات تو عام تذکروں میں لکھی گئی ہے کہ مولانا کی آواز باریک تھی لیکن اس بات کا

کھوج لگانے کی کسی نے زحمت گوارا نہیں کی کہ ایسا کیوں تھا۔ دراصل پہلی کر فتاری کے دوران برطانوی حکومت نے جیل میں آپ کو دستور الخلاء دیا تھا تاکہ یہ آواز ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے۔ مگر "جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے" کے مصداق حکومت اپنے اس مذموم مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی۔ مولانا کی آواز خراب تو ضرور ہو گئی مگر جذبہ و حریت میں کسی قسم کی کمی نہ آئی۔ جب بھی جیل سے باہر آتے، نئے جوش اور نئے عزم کے ساتھ جہاد آزادی میں شریک ہو جاتے۔ آپ کے دم سے ہی بہت سے کم ہمتوں کی ہمتیں بندھیں اور بہت سے اولوالعزم لوگوں نے آپ کی تقلید کی اور باہر کی مصنوعی آزادی کو جیل کی تلخیوں پر قربان کر دیا۔

مولانا نے سرکاری ملازمت کی بجائے انگریز سے ٹکر لینے کو ترجیح دی، عیش کی بجائے کانٹوں کی سیج کا انتخاب کیا، حکومت کی غلط پالیسیوں پر کڑی نکتہ چینی کی۔ ان کی زندگی سادگی، درویشی اور قناعت کا مرقع تھی، مولانا ایک سچے مسلمان کی طرح ظاہری نام و نمود کے قائل نہ تھے، ساری عمر حق گوئی اور بے باکی میں گزری۔ اپنے اخبار میں وہ صاف گوئی کی کہ پورے برصغیر میں آپ کے قلم کا چرچا تھا، جو لکھتے بے باک ہو کر لکھتے، صدائے حق بلند کرتے وقت کسی سے نہ ڈرتے، یہی وجہ تھی کہ انہیں متعدد بار پس دیوار زنداں جانا پڑا۔ مگر ان کی زبان فیض ترجمان پر یہ نعرہ رہا۔

ہو حلقۂ یاراں میں بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل میں فولاد ہے مومن

فروری ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مولانا حسرت موہانی نے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کانپور کے شہری حلقہ سے صوبائی اسمبلی کا الیکشن لڑا۔ مولانا کے مقابلے پر پانچ امیدوار تھے۔ کامیابی نے مولانا کے قدم چومے۔ تفصیل یہ کچھ یوں ہے:

نمبر شمار	نام امیدوار	نام جماعت	حاصل کردہ ووٹ	نتیجہ
۱۔	مولانا حسرت موہانی	مسلم لیگ	۱۹۳۳۳	کامیاب
۲۔	عبدالقیوم	قوم پرست	۳۲۷۷	ناکام
۳۔	محمد فاروق	آزاد	۳۹	ناکام
۴۔	شبیر احمد	آزاد	۹۳	ناکام
۵۔	واحد احمد	آزاد	۱۹۳	ناکام
۶۔	حکیم کمال الدین	آزاد	۳	ناکام

۱۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو عربک کالج دہلی میں "مسلم لیگ لیجسلیٹرز کنونشن" منعقد ہوا
جس موقعہ پر سید الاحرار مولانا حسرت موہانی سے مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی
(۱۹۱۵ء۔ زندہ) کی ملاقات ہوئی۔ مولانا حسرت موہانی نے مولانا نیازی کو بھرپور شفقت
سے نوازا، دعائیں دیں اور تحریک پاکستان کے سلسلے میں ان کی گرانقدر خدمات کو زبردست
خراج تحسین پیش کیا اور ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے فرمایا:

"نیازی! افسوس کہ اب میری شام ہے اور تمہاری دوپہر۔
اے کاش مجھے تم پہلے ملے ہوتے تو دونوں مل کر قوم کیلئے کچھ کام
کرتے۔"

پھر اپنے یہ اشعار سنائے:

نہیں ہے قدرداں کوئی تو میں خود ہوں قدرداں اپنا
تکلف برطرف بیگانہ رسم شکایت ہوں
کمال خاکساری پر یہ ہے بے پروائیاں حسرت!
میں اپنی داد خود دے لوں کہ میں بھی کیا قیامت ہوں

۹ جون ۱۹۴۶ء کو قائداعظم نے "کیبنٹ مشن پلان" پر غور کرنے کے لئے
کل ہند مسلم لیگ کونسل کا اجلاس اپریل ہوٹل دہلی میں طلب کیا۔ مولانا حسرت موہانی
اور مولانا محمد عبدالستار خان نیازی دونوں نے اس اسکیم کی زبردست مخالفت کی۔ ۱۱ لیگ پر
مزے پڑ گئے ہوں میں شامل سولہ سترہ آدمی ان کے ہوا ان کے مگر پر دونوں بزرگ
اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ مسلم لیگ نے یہ اسکیم بھاری اکثریت سے منظور کر لی۔ بعد میں
کانگریس حکومت کی بدعہدی کے پیش نظر حضرت قائداعظم نے ۲۹ جولائی ۱۹۴۶ء کو یہ
اسکیم مسترد کر دی اور ۲۹ کو "راست اقدام" کا فیصلہ کیا۔

جولائی ۱۹۴۶ء میں "مسلم لیگ کونسل" کا ایک اور بھی اجلاس بمبئی میں ہوا
جس میں شرکت کیلئے مولانا جمال میاں فرنگی محلی بھی ہوائی جہاز میں مولانا حسرت موہانی کے
ساتھ روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں مولانا حسرت موہانی نے مولانا جمال میاں سے فرمایا
"بھئی صاحب! پاکستان تو مل جائے گا، اب آگے کی فکر کرنی چاہیئے"۔ مولانا جمال میاں نے
عرض کیا کہ آپ کو کیسے یقین ہو گیا کہ پاکستان مل جائے گا؟ فرمانے لگے، میں نے حضرت

محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے اور "دیوان حافظ" سے تفاول کیا تو شعر بھی مناسب نکلا اور حافظ کی اس غزل پر میں نے تضمین بھی کر دی اور اسی وقت ڈائری سے درج ذیل اشعار سنائے۔

جب کہ خواب میں خود آ کے شاہ خوباں جبکہ حافظ بھی مصدوق ہو بہ فال دیواں
تجھ کو حسرت یہ مبارک ہند و ہنداں پردہ بردار کہ تا بجدہ کند جملہ جہاں
طاق ابروئے تو محراب جہاں خواہد شد!

مولانا نے یہ خواب ۱۸ مارچ ۱۹۳۶ء کو دیکھا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد مولانا حسرت موہانی ہندوستان میں ہی رہے۔ ان کی غیرت ایمانی نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ وہ مسلمانوں کو بے یار و مددگار چھوڑ کر چلے جائیں۔ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ان کا وجود مسعود بڑا سہارا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کی طرف سے اپنی ذمہ داریوں کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ اسمبلی کے اندر اور اسمبلی کے باہر کلمہ حق بلند کیا۔ ۲۷ دسمبر ۱۹۴۷ء کو ہندوستانی حکومت نے ایک "آزاد مسلم کانفرنس" بلائی جس میں مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۵۸ء) پیش پیش تھے اور ان کی خواہش تھی کہ مسلم لیگی زعماء بھی اس کانفرنس میں شریک ہوں تاکہ انہیں کی تبدیلی کی تلقین کریں اور مسلمانوں کو حالات کے مطابق بدل جانے پر آمادہ کریں۔ یوپی مسلم لیگ نے پانچ اصحاب پر مشتمل ایک وفد مولانا آزاد سے گفت و شنید کے لئے ترتیب دیا جس کے سربراہ مولانا حسرت موہانی تھے۔ یہ وفد گیارہ بجے صبح مولانا ابوالکلام آزاد سے بات چیت کرنے کیلئے "کانسٹی ٹیوشن ہاؤس دہلی" پہنچا تو مولانا آزاد نے صاف صاف کہا کہ "آج کی کانفرنس کا مقصد یہ ہے کہ تمام مسلم ادارے سیاسی حیثیت سے ختم ہوں، کل فرقہ وارانہ جماعتیں کانگریس میں ضم ہو جائیں"۔ اس پر مولانا حسرت موہانی یہ کہہ کر چلے آئے کہ ہم لوگوں کی شرکت بالکل بے کار ثابت ہو گی۔ مولانا نے چلتے چلتے دوران گفتگو ایک فقرہ مولانا آزاد پر کسا کرویا، جس سے ان کی ساری کار ستانیوں پر پانی پھر گیا اور جس سے وہ اکثر دل جلے رہتے (مگر جواب نہ دیتے)۔ مولانا حسرت موہانی نے کہا کہ "۱۸۵۷ء میں ہندو گورے کو نکالنے کی بد گمانیاں رفع کرنے کی غرض سے جس طرح سرسید نے مسلمانوں کو صرف تعلیمی اور سماجی امور پر زور دینے اور سیاسی وفاداری اور طاعت کی تلقین کی

تھی بالکل اسی طرح ۱۹۴۷ء میں آپ کانگرس کے ساتھ مسلمانوں کو بلا مشروط وفاداری نبھاتے ہیں اور اسلامی اداروں کو سماجی امور کے لئے محدود کر دینے کے درپے ہیں۔ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ"۔

ہندوستانی پارلیمنٹ میں ایک ایسا وقت بھی آیا جب مولانا حسرت موہانی کے علاوہ کوئی ممبر ایسا نہیں تھا جو مسلمانوں کے جذبات کی صحیح ترجمانی کر سکے۔ جونا گڑھ اور حیدر آباد کی پر ہندوستانی افواج کے قبضہ کے بعد تنہا مولانا کی ذات تھی جس نے ایوان پارلیمنٹ میں دہاڑیں کہ دیں جو کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں تھیں مگر کسی میں جرأت اظہار نہیں تھی۔ انہوں نے سردار پٹیل (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۰ء) کے انتہائی عروج کے زمانہ میں ان کو مخاطب کر کے کہا کہ

"تم نے وہی کام کیا جو ہٹلر، ویلزلی اور کلائیو نے کیا تھا۔ تم نے اپنی طاقت ور فوجوں کے بل بوتے پر کمزور ریاستوں کی آزادیاں چھینی ہیں۔ تم پر اور تمہارے محکمے پر لعنت ہو۔"

جس وقت مولانا یہ الفاظ ادا کر رہے تھے تو ہندوستان کا مرد آہن سردار پٹیل غصہ سے تلملا رہا تھا اور ایک موقعہ پر تو وہ جوش کے عالم میں کھڑا بھی ہو گیا مگر جواب میں ایک جملہ بھی ادا نہ کر سکا۔

۱۱ر ستمبر ۱۹۴۸ء کو حضرت قائداعظم (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) کی وفات ہوئی تو مولانا کو بہت غم ہوا۔

اپنے "روزنامچے" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"۱۲ر ستمبر ۱۹۴۸ء آج صبح گھر سے نکلنے پر قائداعظم محمد علی جناح کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم اپنا مقصد پورا کر کے دنیا سے اٹھے۔ ایسی کامیابی بہت کم لیڈروں کو حاصل ہوتی ہے۔"

۱۹۵۰ء میں کانپور سے فرنگی محل لکھنؤ منتقل ہو گئے۔ اسی سال ستمبر میں آخری حج کیلئے روانہ ہوئے واپسی پر اکتوبر میں کراچی تشریف لائے تو "انجمن ترقی اردو" کے دفتر میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس نے آپ سے عرض کیا، حضور اگر آپ نہ ہوتے تو اپنے اس شعر کے معنی بتا دیجئے۔

جو جنوری ۱۹۵۱ء کو ۱۳ بجے کے قریب اس دنیا سے رخصت ہوئے مولانا حسرت موہانی نے رحلت فرمائی۔ پانچ بجے شام میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور اپنے مرشد شیخ عبدالرحیم کے قدموں میں دفن ہوئے۔ سید مسعود حسن مسعود رضوی نے حسب ذیل قطعہ تاریخ کہا:

مسعود وہ فضل حسن کو چلے آپ چھوڑ کر دنیائے فانی
ہوئے ختم ملک سخن میں مکمل بادشاہ خوش بیانی
"بیانِ دوام" پڑھا کر کہئے تاریخ
"مرے فضل الحسن حسرت موہانی"

۱۹۵۱ء

حضرت سالار اردو کراچوی (۱۹۲۸ء۔ زندہ) نے بھی تاریخ سال کہی۔

"ہادی انام فضل الحسن حسرت موہانی"

۱۹۵۱ء

کل ہی دے وہ چلتے چلتے اس دنیا سے ہوئے رخصت
شعر و سخن پہ ان کا قبضہ رہا ہے رہو سیاست
ان کی غزل میں دو ہی عنصر رنگ سیاست رنگ محبت
فکر میں ان کی رنگ شوخی شعر میں ان کے رنگ حقیقت
سال رحلت کہدے سالار "زاہد حسرت، زاہد حسرت"

۱۳۷۰ھ

نوٹ: مجھے انتہائی افسوس ہے کہ میں مولانا حسرت موہانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاندار شان حالات نہیں لکھ سکا۔

مطلوبہ چاہئے اس ہر دلعزیز کے لئے

حافظہ

(۱) "روداد ان میاں" (حسرت موہانی) از اسلم ہادی مطبوعہ کانپور (بھارت) ۱۹۵۵ء، صفحہ ۱۵۱ تا ۱۵۳

(۲) "مولانا حسرت موہانی" از پروفیسر شفقت رضوی مطبوعہ کراچی ۱۹۸۸ء، صفحہ

صفحات۔
(۳) "حسرت کی سیاسی زندگی" از عبدالقوی دسنوی مطبوعہ بمبئی (بھارت) ۱۹۵۶ء، متعدد صفحات۔
(۴) "مشاہیر جنگ آزادی" از مفتی انتظام اللہ شہابی مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء، ص ۳۱۳۔
(۵) "کاروان گم گشتہ" از سید رئیس احمد جعفری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء ص ۱۲۔
(۶) "سید الاحرار" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ بہاولپور ۱۹۷۸ء، طبع اول، متعدد صفحات۔
(۷) "سید الاحرار" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی ۱۹۸۸ء، طبع دوم، متعدد صفحات۔
(۸) "قید فرنگ" از مولانا حسرت موہانی مطبوعہ فیصل آباد ۱۹۷۸ء، متعدد صفحات۔
(۹) "حسرت کی شاعری" از ڈاکٹر یوسف حسین خاں مطبوعہ دہلی (بھارت) ۱۹۷۳ء، متعدد صفحات۔
(۱۰) "حسرت موہانی" از پرنسپل عبدالشکور مطبوعہ لکھنؤ (بھارت) ۱۹۷۵ء، متعدد صفحات۔
(۱۱) "حسرت کی کہانی نعیمہ کی زبانی" از نعیمہ بیگم مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء، متعدد صفحات۔
(۱۲) "نغمہائے عقیدت" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء، متعدد صفحات۔
(۱۳) "مقالات حسرت" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی ۱۹۸۵ء، متعدد صفحات۔
(۱۴) "حالات حسرت" از مولانا عارف ہسوی مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء، متعدد صفحات۔
(۱۵) "کلیات حسرت موہانی" از مولانا حسرت موہانی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، متعدد صفحات۔
(۱۶) "صحافت ہندو پاکستان میں" از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۱۸۵، ۱۸۶۔
(۱۷) "عظیم قائد عظیم تحریک" جلد اول از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص ۷۷، ۳۔
(۱۸) "سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ" از محمد عبدالمجید صدیقی ایڈووکیٹ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۳۴۰، ۳۴۱۔
(۱۹) "تحریک پاکستان" از پروفیسر شمیم احمد (شاہکار ایڈیشن) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۲۰، ۲۱۔

(۲۰) "تاریخ رفتگاں" از صابر براری مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء ص ۲۷۔
(۲۱) "عندلیب تواریخ" از سید مسعود حسن مسعود لکھم پوری مطبوعہ الہ آباد (بھارت) ۱۹۶۳ء ص ۱۵۷۔
(۲۲) "صحافت اور جمہوریت" از ڈوان بریڈلے مطبوعہ کراچی ۱۹۶۸ء ص ۱۳۱ تا ۱۳۲۔
(۲۳) سہ ماہی "الزبیر" بہاولپور، "تحریک آزادی نمبر" ۱۹۷۰ء شمارہ نمبر ۲ ص ۱۲۰، ۵۹۲ تا ۶۰۰۔
(۲۴) ماہنامہ "ریاض" کراچی بابت جنوری ۱۹۵۴ء ص ۷ ۱۳۔
(۲۵) ماہنامہ "انجمن" کراچی بابت اگست ۱۹۸۸ء ص ۲۷ تا ۳۱۔
(۲۶) ماہنامہ "بصیر" کراچی بابت مئی ۱۹۷۲ء مضمون "مولانا حسرت موہانی" از سید ایوب احمد نصیر۔
(۲۷) ماہنامہ "ترجمان اہلسنت" کراچی بابت نومبر دسمبر ۱۹۷۵ء ص ۲۸۔
(۲۸) ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور بابت مئی ۱۹۷۵ء ص ۴۰۔
(۲۹) ماہنامہ "نگار پاکستان" کراچی، "حسرت موہانی نمبر" بابت اپریل تا جون ۱۹۷۶ء، متعدد صفحات۔
(۳۰) ہفت روزہ "چٹان" لاہور بابت ۲۰ر مئی ۱۹۷۴ء ص ۶۔
(۳۱) "پاکستان و ہند میں مسلم صحافت کی مختصر ترین تاریخ" از ڈاکٹر مسکین علی حجازی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء ص ۳۲۔
(۳۲) "تاریخ کانپور" از اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء ص ۵۴، ۶۴، ۶۷، ۷۷۔
(۳۳) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۱۵ر مئی ۱۹۹۸ء مضمون خالد پرویز ملک، "رئیس المتغزلین" مولانا حسرت موہانی"۔
(۳۴) "قائداعظم اور ان کا عہد" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۴۳۸۔
(۳۵) "قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء" از اقبال احمد صدیقی مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء ص ۱۹۶ تا ۲۸۵۔
(۳۶) "آہنگ بازگشت" از محمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۴۱۔
(۳۷) "خطبات قائداعظم" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۴۲، ۴۷۔

مولانا میر غلام بھیک نیرنگ انبالویؒ

مولانا میر غلام بھیک نیرنگ ابن سید قاسم علی (ف ۱۸۸۸ء) بن سید فتح علی رضوی ترمذی کی ولادت باسعادت ۱۸۷۶ء میں دورانہ ضلع انبالہ (حال مشرقی پنجاب، بھارت) میں ہوئی۔ ۱۸۹۰ء میں انبالہ میں میٹرک کا امتحان اول پوزیشن میں پاس کیا۔ آپ کی اس کامیابی نے اہل خاندان کو باور کرا دیا کہ یہ بچہ مستقبل کا بہت بڑا انسان ہو گا چنانچہ مزید تعلیم کے لئے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل کرا دیئے گئے۔

اسی سال حکیم الامت علامہ اقبال (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) بھی مرے کالج سیالکوٹ سے آکر یہاں تھرڈ ائیر میں داخل ہوئے۔ سر فضل حسین (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۶ء) میاں عبدالعزیز فلک پیما (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۵۱ء) وغیرہم بھی یہیں زیر تعلیم تھے۔ نیرنگ کا ان سب حضرات سے تعلقات کا سلسلہ شروع ہوا۔

گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کا امتحان اعلیٰ پوزیشن میں پاس کرنے کی بعد وکالت کا امتحان پاس کیا اور پھر انبالہ میں پریکٹس شروع کر دی۔ حکومت نے آپ کی محنت، ذہانت اور قابلیت کو دیکھ کر سرکاری وکیل کا عہدہ پیش کیا۔ چنانچہ آپ چند سال تک حیثیت سرکاری وکیل فرائض سر انجام دیتے رہے مگر غیور طبیعت نے زیادہ دیر تک یہ پابندیاں برداشت نہ کیں اور استعفیٰ دے کر دوبارہ پریکٹس شروع کر دی۔

نیرنگ نے حضرت شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی (۱۸۵۰ء۔۱۹۳۶ء) کے دستِ اقدس پر سعادتِ بیعت حاصل کی تھی اور اجازت و خلافت یافتہ بھی تھے۔ اپنے پیر و مرشد کا نعتیہ مجموعہ ء کلام "تحائف اشرفی" آپ ہی نے ترتیب دے کر چھپوایا تھا۔ اس مجموعہ کو دیکھنے سے نیرنگ کی اپنے پیر و مرشد سے عقیدت و محبت عیاں ہوتی ہے۔

نیرنگ شاعر بھی تھے۔ نواب مرزا داغ دہلوی (۱۸۳۱ء۔۱۹۰۵ء) سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ علامہ اقبالؒ آپ کی شاعری سے بہت متاثر تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ اقبالؒ نے آپ کی خدمت میں اپنا نمونہ ء کلام ارسال کیا تھا۔

ہر زینت جو شمع محفل جانانہ ہے — شانہ اُس کی زلف پیچاں کا پر پروانہ ہے
پائے ساقی پر گرایا، جب گرایا ہے مجھے — چال سی خالی کہاں یہ لغزش مستانہ ہے

جواباً نیرنگ نے جو نمونہ ء کلام حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں ارسال کیا تھا اس کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

حرم کو جانا جناب زاہد یہ ساری ظاہر پرستیاں ہیں
میں اُس کی رندی کو مانتا ہوں جو کام لے دیر سے حرم کا

آپ کے کلام کے دو مجموعے "کلام نیرنگ" اور "غبارِ افق" یادگار ہیں۔ "کلام نیرنگ" کا دوسرا اور تیسرا ایڈیشن ہمارے پیش نظر ہے۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۲۳ء میں لاہور سے اور تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۳ء میں کراچی سے طبع ہوا۔ ایک غزل ملاحظہ ہو۔

لب ہجوم غم و کلفت ہے خدا خیر کرے — جان پر نت نئی آفت ہے خدا خیر کرے
جائے ماندن ہمیں حاصل ہے نہ پائے رفتن — کچھ مصیبت سی مصیبت ہے خدا خیر کرے
آ چلا اس مت عیار کی باتوں کا یقیں — سادگی اپنی قیامت ہے خدا خیر کرے
دل گیا جانے دو، کافر کی ہے ایماں پہ نظر — آنکھ میں اپنی مروّت ہے خدا خیر کرے
ابھی تشخیص مرض میں ہے طبیبوں کو کلام — جاں اِدھر در پئے رخصت ہے خدا خیر کرے
رہنماؤں کو پتہ خود بھی نہیں رستے کا — راہرو پھر حیرت ہے خدا خیر کرے

مولانا نیرنگ کو حکیم الامت علامہ اقبال (۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء) سے بہت محبت تھی۔ ۱۹۰۵ء میں جب اعلیٰ تعلیم کے لئے علامہ اقبالؒ انگلستان گئے تو نیرنگ نے انبالے سے دلی تک حضرت علامہؒ کی مشایعت کی۔ خواجہ حسن نظامیؒ (۱۸۷۸ء۔۱۹۵۵ء) ماہنامہ

دہلوی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۷۶ء) اور نیر نگ کی موجودگی میں اقبالؒ نے "التجائے مسافر" کے عنوان سے ایک نظم حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء دہلویؒ (۱۲۳۷ء۔ ۱۹۲۴ء) کے مزار اقدس پر پڑھی۔

اقبال کا عشق رسول ﷺ ایک مسلمہ چیز ہے، نیر نگ نے بھی اس عشق لازوال کی چاشنی بارگاہ اقبالؒ سے حاصل کی۔ نیر نگ، علامہ اقبالؒ کے عشق رسول ﷺ کے متعلق رقمطراز ہیں:۔

> "اقبالؒ کا قلبی تعلق حضور سرور کائنات ﷺ کی ذات قدسی صفات سے اس قدر زیادہ تھا کہ حضور ﷺ کا ذکر آتے ہی ان کی حالت دگرگوں ہو جاتی چونکہ میں بارہا ان کی یہ کیفیت دیکھ چکا تھا اس لئے میں نے ان کے سامنے تو نہیں کہا مگر خاص لوگوں سے بطور راز ضرور کہا کہ اگر یہ حضور اقدس ﷺ کے مرقد پاک پر حاضر ہوں گے تو زندہ واپس نہیں آئیں گے، وہیں جاں حق ہو جائیں گے"۔

وکالت، شاعری، علمی اور ادبی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ نیر نگ نے مذہبی، قومی اور سیاسی تحریکوں میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ مذہب و ملت کا بہت زیادہ درد رکھتے تھے۔ ۱۹۰۱ء میں انبالہ کے میونسپل کمشنر منتخب ہوئے۔ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۲۳ء میں جب "شدھی تحریک" آگرہ، متھرا اور بھرت پور وغیرہ میں شروع ہوئی تو آپ نے انبالہ میں "جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام" کی بنا رکھی جس کے صدر مولانا نواب حبیب الرحمن خاں شروانیؒ (۱۸۶۷ء۔ ۱۹۵۰ء) اور آپ تاحیات ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ حضرت علامہ اقبال اس کے تاسیسی رکن تھے۔ علاوہ ازیں مولوی سر رحیم بخش (۱۸۶۱ء۔ ۱۹۳۵ء) اور مولانا عبدالماجد بدایونیؒ (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۳۱ء) خصوصی ارکان تھے۔ اس انجمن نے مبلغین کی ایک بہت بڑی تعداد تیار کر کے شدھی تحریک کے خلاف کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

نیر نگ نے ۱۹۲۴ء میں پہلی دفعہ مسلم لیگ کے اجلاس لاہور میں شرکت کی۔ اس کے بعد سالانہ دہلی دسمبر ۱۹۲۶ء میں شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں آپ کو لیگ کی صوبائی مجلس برائے پنجاب کا رکن نامزد کیا گیا تھا، جس کا کام مستقبل کی اصلاحات کے لئے

ایک منصوبہ تیار کرنا اور لیگ کی مرکزی مجلس کو پیش کرنا تھا۔ نیز آپ اس "کل ہند مسلم کانفرنس" کی ایک مجلس انتظامی کے رکن بھی نامزد ہوئے تھے جس کا مقصد "کمیونل ایوارڈ" پر غور کرنا تھا۔ اس مجلس کے صدر علامہ اقبالؒ تھے۔

آپ نے مسلم لیگ سے وابستہ ہونے کے بعد انبالہ کے مسلمانوں میں آزادی اور قومی شعور پیدا کرنے میں مؤثر کردار ادا کیا۔ آپ کی کوششوں کے اثر سے انبالہ میں لیگ کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی اور مسلمانوں میں قومی تحریکوں میں حصہ لینے اور سیاسی آزادی کے حصول کے جذبات عام ہو گئے۔ چونکہ آپ کو اپنے شہر انبالہ میں بڑی عزت اور وقار حاصل تھا، اس لئے آپ انبالہ ضلع سے ۱۹۳۴ء کے انتخابات میں بلامقابلہ سنٹرل اسمبلی کے ممبر منتخب ہو گئے۔ اور پھر اس کے بعد ہر انتخاب میں منتخب ہوتے رہے۔ آپ نے اپنی صلاحیت اور لیاقت سے نہ صرف صوبائی مسلم لیگ بلکہ اس کی مرکزی تنظیم کو بہت فائدہ پہنچایا۔ چنانچہ بہت جلد لیگ کے ممتاز قائدین میں شمار ہونے لگے۔ ۱۹۳۶ء میں آپ نے سنٹرل اسمبلی میں قائداعظمؒ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) کی سرپرستی میں بلوچستان کیلئے صوبائی خود مختاری کی قرارداد پیش کی لیکن مخالفین کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے کامیابی نہ ہو سکی۔ ویسے اس وقت بلوچستان میں مسلم لیگ کا وجود نہ تھا اور نہ ہی قائداعظمؒ یہاں تشریف لائے تھے۔ تاہم آپ کے خیال سے یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ وہ بلوچستان کی لئے اتنے ہی بیتاب تھے جتنے کہ دوسرے صوبوں کے لئے۔

نیرنگ ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۲ء تک "مرکزی مجلس دستور ساز" میں مسلم لیگ کے "ڈپٹی لیڈر" کی حیثیت سے لیگ اور اس طرح مسلمانوں کی قیادت کرتے رہے۔ اس عرصہ میں قائداعظمؒ اپنی بے پناہ ذمہ داریوں کے باعث بہت کم اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہو سکتے تھے اس لئے ان کی عدم موجودگی میں نیرنگ ہی لیگ اسمبلی پارٹی کے لیڈر کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ قائداعظم کی نیابت اور بعض مواقع پر جانشینی میں نیرنگ کی اہمیت اور وقعت کی ایک نمایاں مثال ہے۔

مسلم لیگ نے میر نیرنگ سے آئینی اصلاحات و ترمیمات کا کام بھی لیا۔ مثلاً "دہلی یونیورسٹی ترمیمی بل"، جس میں لیگ نے چاہا تھا کہ یونیورسٹی کے اکثر شعبہ جات میں مسلمانوں کی کمی ہے اس کو پورا کیا جائے اور مسلمان اساتذہ کا اضافہ کیا جائے۔ لیگ نے اس

[illegible] تحریک کا کام سیر یگ کے سپرد کیا تھا۔ اسمبلی [illegible] اور استقلال کے ساتھ [illegible] کیا۔ اسی زمانے میں "دارالاسلام" کا منصوبہ بھی پیش کیا۔

۱۹۴۵ء کے عام انتخابات میں انبالہ سے "مسلم لیگ" کے [illegible] منتخب ہوئے۔ ۱۹۴۶ء کے عبوری انتخابات میں انبالہ سے مسلم لیگی امیدوار [illegible] کامیاب ہوئے۔ خواجہ نظام الدین وغیرہم کی کامیابی بھی آپ کی مرہون منت ہے۔ قیام پاکستان کے بعد پہلی قانون اسمبلی وجود میں آئی جو پہلی کھلی دستور ساز بھی تھی تو آپ اس کے بھی رکن رہے اور اسمبلی کے اندر اور باہر اسلامی اور ملی مفادات کے لئے کوشاں رہے۔

سیر یگ ایک وجیہہ اور مرعب شخصیت کے مالک تھے۔ رنگ [illegible] کی طرح، آنکھیں بڑی اور نقشہ سیاہ اور روشن، پیشانی فراخ، جسم مضبوط اور گٹھا ہوا، قد درمیانہ، داڑھی گھنی، لہجہ ملائم اور ہموار تھا۔

مارچ ۱۹۳۸ء میں ان کی اہلیہ نے وفات پائی۔ پھر جون میں ان کی اکلوتی بیٹی کے شوہر ڈاکٹر سید نظیر الحسن (۱۸۷۵ء - ۱۹۳۹ء) کا انتقال ہو گیا۔ ان ہر دو صدمات کا ان کی صحت پر اثر پڑا۔ انہیں اختناق قلب کی شکایت پیدا ہو گئی اور ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز بھرات لاہور میں انتقال فرما کر قبرستان میانی صاحب میں دفن ہوئے۔ "میر نظام بھیک سیر یگ پور سدا" سے سال رحلت "۱۹۵۲ء" نکلتے ہے۔

جناب عارف سلطانپوری نے یہ قطعہ تاریخ کہا:

"خورشید فلک عبرت"

۱۹۵۲ء

سیر یگ، ہمدم دیرینہ تھا سید نظام بھیک — وہ نازش زمانہ، عظیم الشرف بزرگ
مرد جری، وہ مبلغ اسلام، مرد حق — اوصاف میں یگانہ، عظیم الشرف بزرگ
تحریک دانش و ہنر و علم کا [illegible] — عرفان کا خزانہ، عظیم الشرف بزرگ
[illegible] اس کی خلق محامد کا [illegible] — کردار عارفانہ، عظیم الشرف بزرگ
[illegible] کا [illegible] — فرزانہ و دانا، عظیم الشرف بزرگ
کی اس نے ارتحال کے فقیے کی راہ بند — وہ عالم زمانہ، عظیم الشرف بزرگ
[illegible] — منظور آستانہ، عظیم الشرف بزرگ

ہے ہر ایک کی ست ہر فرمان الہیٰ کی — سید ہوا رواں، عظیم الشرف نام گ
ہے اب کھلی فضائے جہاں میں ہوا بھوڑ کر — دنیا کا قید خانہ، عظیم الشرف نام گ

عارفی نے "آہ" سے کہ اس کا سن وصال
حق آمیخا "یگانہ عظیم الشرف نام گ"

۱۹۵۲ء=۱۳۷۱ھ

ماخذ

(۱) "تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۶۰ء ص ۲۱۲

(۲) "کلیات چشت" از محمد دین تجیم مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء ص ۳۲۲

(۳) "چند گمنام چند دوست" از سید الطاف علی بریلوی مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء ص ۱۲۳

(۴) "چند یادیں چند تاثرات" از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۹ء ص ۱۲۹

(۵) "فغان نیاز" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء ص ۱۹۰

(۶) "عظیم قائد عظیم تحریک" جلد اول از ڈاکٹر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص

(۷) "حیات اقبال کی چند گمشدہ کڑیاں" از محمد عبداللہ قریشی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء ص ۱۰۹

(۸) "معاصرین اقبال کی نظر میں" از محمد عبداللہ قریشی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۹۳

(۹) "کام نیرنگ" از میر غلام بھیک نیرنگ مطبوعہ لاہور ۱۹۲۳ء کراچی ۱۹۸۳ء متعدد صفحات

(۱۰) "سہ ماہی" از نواب صدیق علی خاں مطبوعہ کراچی ۱۹۸۱ء ص ۱۲۳ تا ۱۲۸، ۱۳۰ تا ۱۳۲

(۱۱) "یادگار مکتوبات رئیس الاحرار" از ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری مطبوعہ کراچی ۱۹۸۰ء

ص ۱۳۳ تا ۱۳۵۔

(۳) ابوریحان البیرونی، محمد بن احمد، کتاب الہند، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء، مقدمہ و صفحات متعدد۔

(۴) ابوریحان البیرونی، محمد بن احمد، کتاب التفہیم لاوائل صناعۃ التنجیم، مطبوعہ تہران ۱۳۱۷ھ ش، ص ۱۸۲۔

(۵) عظیم قاسمی، مولوی محمود علی خاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۸۹۔

(۶) آثار پاکستان کے حصہ اول ۱۹۶۰ء سے ۱۹۸۸ء تک ڈاکٹر محمد اسلم حق کی تحریریں، غیر مطبوعہ کوائف ۱۹۹۰ء، ص ۷۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا سید عبدالرؤف شاہ برارؒ

مولانا سید عبدالرؤف شاہ بن سید عبداللہ شاہ بن سید عزیز شاہ بن سید حبیب شاہ بن سید شریف شاہ کی ولادت ۱۸۷۸ء میں مقام اوڈھا ناگناتھ ضلع پربھنی، صوبہ برار (حال صوبہ مہاراشٹر، بھارت) میں ہوئی۔ آپ کے جد امجد سید شریف شاہ ۲۰ سال قبل قلعہ سدھن (افغانستان) سے ہندوستان تشریف فرما ہوئے تھے۔

سید عبدالرؤف شاہ نے ابتدائی تعلیم پانڈھر کیوڑہ میں حاصل کرنے کے بعد مراٹھی سے میٹرک کیا۔ پھر الفنسٹن کالج ممبئی سے بی اے پاس کیا۔ بعد ازاں ایل ایل بی کرکے ایوت محل میں وکالت شروع کردی۔ دوران تعلیم ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ دنیاوی اور دینی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہو کر شاہ صاحب مسلمانوں کے ایک نہایت ہی مخلص، دلیر اور باعمل رہنما کے طور پر سامنے آئے۔

یہ وہ دور تھا جب تحریک خلافت اپنے شباب پر تھی۔ ۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت کا ایک بہت بڑا جلسہ ایوت محل میں ہوا جس میں ہندوستان کے چوٹی کے مسلم رہنما شریک ہوئے۔ ملک کی آزادی اور انگریزوں کے خلاف انگریزوں کی ریشہ دوانیوں پر دھواں دھار تقریریں ہوئیں۔ اس جلسہ میں سید عبدالرؤف شاہ اور ان کے والد ماجد بھی شریک تھے۔ جلسہ کے اختتام پر شاہ صاحب کے والد گرامی نے اعلان کیا کہ میں اپنے بڑے لڑکے سید

عہدہ وقف شاہ کو ملک و قوم کی خدمت کیلئے وقف کرتا ہوں اور ایک بہت بڑا قطعہ اراضی بھی چندہ میں دے دیا۔ اس اعلان نے شاہ صاحب کی زندگی کا رخ ہی بدل دیا۔ ہوکات کو خیرباد کہہ دیا۔ سوٹ بوٹ پھینک کر کھدر پوش ہو گئے۔ جس دور میں شاہ صاحب نے سیاست میں قدم رکھا وہ آج سے بہت مختلف تھا۔ سیاسی رہنماؤں کو آرام و آسائش اور مال و متاع کی قربانیاں دینی پڑتی تھیں۔ خلوص اور ایثار کی کسوٹی پر پرکھا جاتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے تحریک خلافت میں شمولیت کر کے بے بہا قربانیاں دیں۔

تحریک خلافت میں فعال کردار ادا کرنے پر شاہ صاحب جلد ہی "صوبہ سی پی و برار خلافت کمیٹی" کے صدر نامزد کر لئے گئے۔ "انڈین نیشنل کانگرس" کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر اور "سی پی و برار کانگرس" کی صوبائی صدارت پر بھی فائز رہے۔ ۱۹۲۹ء میں "نہرو رپورٹ" سے اختلاف کی بنا پر کانگرس کو خیرباد کہہ دیا اور مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ مسلم لیگ میں مختلف اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ "ممبر آل انڈیا مسلم لیگ فنڈ کمیٹی" (۱۹۳۸ء)، "ممبر آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی"، "ممبر پارلیمنٹری بورڈ آل انڈیا مسلم لیگ"، "نائب صدر سی پی و برار مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ"، "صدر سی پی و برار مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی" "صدر" سی پی و برار صوبہ مسلم لیگ"۔

"گارڈین نیشنل آئیڈیکلو کونسل کے ممبر"، "پاندھر کیوڑہ میونسپل کمیٹی کے چیئرمین"، "انجمن معین الاسلام ایوت محل" (سی پی) کے صدر اور دیگر بہت سے فلاحی، علمی، ادبی اور رفاہی اداروں کے سرپرست، صدر اور عہدیدار تھے۔ بہت زود گو، بلند مقرر اور عمدہ مشق شاعر بھی تھے۔ عاشقی تخلص فرماتے تھے۔ زیادہ تر قومی نظمیں لکھیں۔ علی برادران کے دیوانے اور پروانے تھے اور کئی بار ان کی میزبانی کا شرف حاصل کیا۔ علم و ادب کے دلدادہ، زہد و تقویٰ میں آپ اپنی مثال اور "خلق رسول ﷺ" سے بہرہ ور تھے۔ اسلام کی محبت ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ان کی زندگی "نہ تجائل کی تمنا نہ صلے کی پروا" کی عملی تفسیر تھی۔ وہ مسلمانان برار کے واحد رہنما تھے جنہوں نے اپنے ارد گرد بے لوث اور جوشیلے کارکنان کا ایک حلقہ جمع کر لیا تھا۔ یہ لوگ ہمہ اپنے کے ساتھ ان کی ہدایات پر عمل کرتے تھے۔ مسلمانان برار کو ایک مرکز پر جمع کر کے ان میں سیاسی شعور پیدا کرنا ان کا مقصد اولین تھا۔

اپریل ۱۹۳۸ء میں "سی پی و برار" کی صوبائی کانگریسی حکومت نے صوبہ کے مسلمانوں کے خلاف "ودیا مندر اسکیم" کی شکل میں سازش کا آغاز کر دیا۔ اس اسکیم کا موجد صوبائی وزیر اعظم پنڈت روی شنکر شکل تھا۔ اس اسکیم کا مقصد اس صوبہ سے اسلام کو ختم کر کے ہندو مذہب کا غلبہ تھا۔ اسکیم کے تحت اردو زبان کو ختم کر کے ہندی اور دیوناگری زبان کو ذریعہ تعلیم بنانا تھا نیز صرف وہ کتابیں چھاپنی چاہئے تھیں جن میں "ہندو دیوتاؤں"، "ہندو سورماؤں" اور "ہندو کلچر" کا ذکر ہو۔ ایک علاقے میں کم از کم پانچ طلباء پر مشتمل سکول کھولنا تھا۔ چونکہ اس صوبہ میں مسلمانوں کی آبادی بہت ہی تھوڑی تھی، کہیں بھی مسلمانوں کے بچوں پر مشتمل سکول نہیں کھل سکتا تھا، لازماً مسلمان بچوں کو ہندو سکولوں میں ہی پڑھنا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سے مسلمان بچوں کو ہندو مذہب کے زیر اثر آنا تھا۔

مسلمانوں نے اس کے خلاف احتجاج بلند کیا لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ مسلمانوں کی ہر کوشش ناکام ہوئی۔ وفود وزیر تعلیم سے ملے۔ ۲۳ فروری ۱۹۳۸ء کو صدر مسلم لائبریری ناگپور میں "انجمن ترقی اردو ناگپور" کا اجلاس ہوا۔ وزیر تعلیم ڈاکٹر ذاکر حسین (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۶۹ء) کو قرارداد کی نقل بھیجی گئی۔ ۱۷ مارچ ۱۹۳۸ء کو انجمن ہائی سکول ناگپور کے میدان میں ایک جلسہ عام ہوا جس میں مسلمانوں کی کثیر تعداد نے "ودیا مندر اسکیم" کے خلاف قرارداد منظور کی۔ اس جلسہ میں نواب صدیق علی خاں (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۷۰ء) بھی شریک ہوئے۔ سی پی اسمبلی میں سید عبدالرؤف شاہ نے مسلم لیگ پارٹی کے لیڈر کی طرف سے تحریک التواء پیش کی۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۸ء کو لاکھ ہزار مسلمانوں کا جلوس بھی کونسل ہال گیا مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ کانگریسی حکومت نے مسلمانوں کے جائز مطالبات کو ٹھکرا کر بڑی ڈھٹائی سے اعلان کیا کہ ۲۶ جنوری ۱۹۳۹ء کو ۱۰۰۰ ودیا مندروں کا افتتاح ہوگا۔ سید عبدالرؤف شاہ نے اس اسکیم کی مخالفت میں تن من دھن کی بازی لگا کر مسلمانوں کی عزت و آبرو رکھ لی۔

۲۵ جون ۱۹۳۸ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس قائداعظم کی صدارت میں بمبئی میں منعقد ہوا۔ جس میں ورکنگ کمیٹی کے بائیس ممبروں نے شرکت کی سب کہ ایک ممبر سر سید سعد اللہ آف آسام (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۵۵ء) شرکت نہ کر سکے۔

اس اجلاس میں مختلف قرار دادیں منظور کی گئیں جن میں کئی ایک کی حمایت سید عبدالرؤف شاہ نے کی۔

۸ تا ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو سندھ مسلم لیگ کی صوبائی کانفرنس کراچی میں منعقد ہوئی۔ حضرت قائداعظم کے ساتھ اس کانفرنس میں نوابزادہ لیاقت علی خاں (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۱ء)، مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۸ء)، بیگم مولانا محمد علی جوہر (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۴۷ء)، راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء)، ملک برکت علی (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۴۶ء) میر غلام بھیک نیرنگ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء) مولوی اے کے فضل الحق (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۶۲ء) حاجی عبدالستار اسحاق سیٹھ (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۸۸ء) مولانا جمال میاں فرنگی محلی (۱۹۱۹ء۔ زندہ) وغیرہم کے علاوہ سید عبدالرؤف شاہ نے بھی شرکت کی۔ اس کانفرنس کے صدر مجلس استقبالیہ حاجی عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء) اور پیر علی محمد راشدی (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۸۷ء) جنرل سیکرٹری تھے۔

۸ اکتوبر ۱۹۳۸ء کی رات کو ۹ بجے اجلاس عام شروع ہوا جس میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔ اجلاس کی صدارت قائداعظمؒ نے کی۔ تلاوت کے بعد قومی نظمیں پیش ہوئیں اور پھر مختلف رہنماؤں نے تقاریر کیں۔ کانفرنس کی دوسری نشست ۹ اکتوبر کو ۹ بجے رات شروع ہوئی جس میں پندرہ ہزار کے قریب لوگوں نے شرکت کی۔ اس نشست سے خطاب کرتے ہوئے سید عبدالرؤف شاہ نے سی پی کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا:

> "بدقسمتی سے ہمارے علاقہ اور سی پی کے مسلمان مل کر بھی مشکل سے ساڑھے چار فیصد بنتے ہیں۔ اس لئے ہم ہر قسم کی مصیبت کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ ودیا مندر کی اسکیم اگر کسی اور صوبے میں رواج نہ پا سکی تو یہ لعنت ہمارے اوپر ڈالی گئی۔ اس کیلئے دو لاکھ روپیہ پبلک فنڈ سے منظور کئے گئے جن میں سے مسلمانوں کو اس حصہ میں سے صرف پچاس روپیہ ملتے ہیں۔
>
> سی پی کے ہندو وزیر اعلیٰ نے مسلمانوں کی سخت مخالفت کے

باوجود کہا کہ یہ اسکیم اور اس کا نام ہی ۹۹ فی صد آبادی کیلئے باعث کشش اور روحانی سکون ہے۔ اس وجہ سے تعلیم اب مرہٹی اور ہندی میں ہو گی۔ ہندی اور مرہٹی اب صوبہ کی زبان ہو گی۔ دو عدد ہندو مسلم فسادات ہوئے۔ ایک میں مسلمان زیادہ ملزم تھے تو ان کو بھاری سزائیں دی گئیں اور دوسرے میں ہندو زیادہ تھے تو تعلقات خوشگوار بنانے کے بہانے سارے مقدمے واپس لے لئے گئے۔ ہمارے دکھوں کی داستان طویل ہے۔ اگر مسلم اکثریت کے علاقے میں ہماری صفوں میں اتحاد ہو گا تو ہندو اکثریت والے صوبوں پر کچھ اثر ہو گا، آپ کے متفق ہونے سے ہمیں مظالم سے نجات مل جائے گی۔"

اس موقعہ پر ایک قرارداد میں کانگرس کی سرحد، بنگال، پنجاب اور سندھ میں مسلم دشمنی اور کانگرسی وزارتوں، کانگرس کے فیصلے ودیا مندر اسکیم، بندے ماترم (ترانہ)، مخلوط انتخابات، ہندی زبان کو قومی زبان قرار دینے، اردو زبان کی حوصلہ شکنی اور تحریر و تقریر پر پابندی کی مذمت کی گئی۔ آل انڈیا مسلم لیگ سے سفارش کی گئی کہ وہ ہندوستان میں ایک ایسے آئین کے نفاذ کے بارے میں از سر نو غور کرے جو کہ مسلمانوں کی عزت، جائز حقوق کا علمبردار ہو اور مسلمانوں کو خود مختاری فراہم کر سکے۔

کانفرنس کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ کوئی قانون ایسا نہ بنایا جائے جو مسلمانوں کے حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہو اور آل انڈیا مسلم لیگ کے لئے قابل قبول نہ ہو۔

یہ قرارداد شیخ عبدالمجید سندھی ایم ایل اے (سندھ) نے پیش کی۔ اس کی تائید کے بی گورمانی ایم ایل اے (پنجاب) اور مزید تائید حاجی عبداللہ ہارون ایم ایل اے (سنٹرل)، مولانا عبدالحامد بدایونی (یوپی) اور سید عبدالرؤف شاہ ایڈووکیٹ ایم ایل اے (سی پی) نے کی۔

۲۶ تا ۲۹ دسمبر ۱۹۳۸ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا ۲۲واں سالانہ اجلاس قائداعظم کی صدارت میں پٹنہ میں انعقاد پذیر ہوا۔ جس میں سید عبدالرؤف شاہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس اجلاس میں پندرہ قراردادیں منظور کی گئیں۔ پہلی قرارداد میں غازی

مصطفیٰ کمال پاشا، دوسری قرارداد میں مولانا شوکت علی اور تیسری قرارداد میں حکیم الامت علامہ اقبال کی رحلت پر اظہار افسوس کیا گیا۔ تینوں مرحومین کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ اور دعائے مغفرت کی گئی۔

چوتھی قرارداد میں کہا گیا کہ بہار، یوپی اور سی پی میں مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے گئے ہیں اور ان کے بنیادی حقوق کو جس بے دردی سے پامال کیا گیا ہے، مسلم لیگ کی بارہا توجہ دلائے کے باوجود وہاں کی صوبائی حکومتیں ان کے نقصانات کی تلافی اور ان کے حقوق کی حفاظت کرنے میں ناکام ہو گئی ہیں لہٰذا آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ اجلاس باور کرتا ہے کہ اب آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کو اس امر کا اختیار دینے کا وقت آگیا ہے کہ وہ جب اور جہاں چاہے راست اقدام کا فیصلہ کرے۔

یہ قرارداد عزیز احمد خاں ایم ایل اے (یوپی) نے پیش کی، اس کی تائید عاشق علی وارثی (بہار) اور مزید تائید سید عبدالرؤف شاہ و دیگر آٹھ حضرات نے کی۔

سی پی و برار میں چونکہ ہندوؤں کی غالب اکثریت تھی بدیں وجہ وہ ہر وقت مسلمانوں کی دل آزاری کیلئے کمر بستہ رہتے تھے۔ چنانچہ ۱۷ مارچ ۱۹۳۹ء کو چاند سوا ضلع خاندیس (برار) کی مسجد میں نماز عصر کے وقت مصحب ہندو جگدیو راؤ پٹیل اپنے ساتھی غنڈوں سمیت آکر گستاخانہ گیت گانے لگا۔ مسلمان نمازی مشتعل ہو کر باہر نکلے۔ تصادم ہوا اور جگدیو راؤ پٹیل زخم کاری کی تاب نہ لا کر جہنم رسید ہوا۔ یہ خبر ہر طرف پھیل گئی۔ سی پی کی کانگرسی حکومت نے ۱۵۷ مسلمانوں کو گرفتار کر کے رسیوں سے باندھ کر بھوکا پیاسا تنگ و تاریک حوالات میں بند کر دیا۔ مسلمانوں نے کانگرسی لیڈر مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۵۸ء) سے انصاف کے لئے کہا مگر خاموشی کے سوا کوئی جواب نہ ملا۔

برار کے چند مقتدر مسلم لیگی و دیگر مسلم رہنماؤں کا ایک وفد انگریز آئی جی پولیس مسٹر ٹیلر سے ملا جس کی نتیجے میں ۱۱۴ مسلمانوں کو رہا کر دیا گیا جبکہ باقی ۴۳ کا سیشن جج گاگور مسٹر ایم این کارک کی عدالت میں چالان کر دیا گیا۔ صوبہ مسلم لیگ نے اپنے صدر سید عبدالرؤف شاہ کی قیادت میں ڈٹ کر مقدمہ کی پیروی کی مگر شومئی قسمت کہ انگریز سیشن جج نے بھی ہندو نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے ۲۴ فروری ۱۹۴۰ء کو فیصلہ سناتے ہوئے چھ مسلمانوں کو پھانسی، ۲۴ کو حبس دوام، ایک کو قید تا نشست عدالت اور دو سو روپیہ جرمانہ کی

سزائیں سنائیں۔ ۱۲ کو بری کر دیا۔ اس فیصلے نے مسلمانوں کی آنکھیں کھول دیں اور ان کا برطانوی انصاف سے اعتماد اٹھ گیا۔

صوبہ مسلم لیگ سی پی و برار نے انگریز سیشن جج کی ناانصافی، ہندو پریوی اور مسلم دشمنی کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کرنے کے لئے "چاندور سوار ڈیفنس کمیٹی" بنائی جس کے سربراہ مولانا مفتی عبدالباقی محمد برہان الحق جبل پوری (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۸۴ء) نائب صدر صوبہ مسلم لیگ تھے۔ سید عبدالروف شاہ صدر صوبہ مسلم لیگ، جن کا مقصد حیات قوم کی خدمت کرنا اور اس پر مر مٹنا تھا، اپنی اعلیٰ شخصیت اور صوبائی مسلم لیگ کی صدارت کو نظر انداز کر کے مصیبت زدہ اور بے گناہ مسلمانوں کو تختہ دار سے صحیح و سالم اتارنے کے لئے کمیٹی کے معمولی رکن بن کر میدان میں آگئے۔ اور اپنے شب و روز کے آرام و سکون و غیرہ بالکہ کر اپریل ۱۹۴۰ء میں ناگپور ہائی کورٹ میں اپیل دائر کر دی۔ ۲ر مئی ۱۹۴۰ء کو معزز عدالت عالیہ نے تمام ملزمان کو باعزت طور پر بری کر دیا۔ اس مقدمہ میں سید عبدالروف شاہ اور مفتی محمد برہان الحق کے علاوہ معروف مسلم لیگی نواب صدیق علی خاں آف ناگپور (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۷۴ء) نے قابل تحسین کام کیا۔

۱۰۔۱۱ر جون ۱۹۳۹ء کو ناگپور شہر میں دو روزہ "مسلم پولیٹیکل کانفرنس" انعقاد پذیر ہوئی جس میں مسلم لیگ کے مرکزی اور صوبائی سطح کے رہنماؤں کے علاوہ مولانا جمیل میاں فرنگی محلی (۱۹۱۹ء۔ زندہ) نے بھی شرکت کی۔ کانفرنس بہت کامیاب رہی۔ بہت سے لوگ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ مسلم لیگ کا یہ ابتدائی دور تھا اس سے مسلم لیگ کو بہت بڑی تقویت ملی۔ اس کانفرنس کی کامیابی و کامرانی کا سہرا صوبائی صدر مسلم لیگ سی پی و برار سید عبدالروف شاہ کے سر پر تھا۔

یکم ر تا ۳ر جنوری ۱۹۴۰ء کو ضلع مسلم لیگ جبل پور کے زیر اہتمام عید گاہ جبل پور میں ایک شاندار "مسلم لیگ کانفرنس" منعقد ہوئی، جس میں شیر بنگال مولوی اے کے فضل الحق (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۶۲ء) عزیز ملت بیرسٹر سید عبدالعزیز آف پٹنہ (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۴۸ء) اور الہ آباد کے نامور قانون دان بیرسٹر سید ظہور احمد (۱۸۔ ۱۹۴۲ء) خصوصی دعوت پر شریک ہوئے۔ صوبہ مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے سید عبدالروف شاہ نے اس کانفرنس کو کامیاب کر کے نہ صرف کانگرس کے گھروں میں صف

ماتم بھائی بلکہ مسلم لیگ کو زبردست تقویت پہنچائی۔ اس سے سی پی میں مسلم لیگ کی دھاک بیٹھ گئی۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو "اقبال پارک لاہور" میں "قرارداد پاکستان" منظور ہوئی جہاں برصغیر پاک و ہند کے مہر و ماہ جلوہ گر تھے۔ حضرت قائداعظمؒ امیر مجلس تھے۔ ایک لاکھ کے تجوم نجوم میں یہ قرارداد شیر بنگال مولوی اے کے فضل الحق (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۶۲ء) نے پیش کی۔ پنجاب، سرحد، سندھ، یوپی، مدراس، بمبئی، بہار، بلوچستان کے نمائندوں نے باری باری اس قرارداد کی تائید و حمایت کی۔ صوبہ سی پی کی نمائندگی کرتے ہوئے سید عبدالرؤف شاہ نے کہا:۔

"میں اس علاقے سے تعلق رکھتا ہوں، جہاں مسلمان چند فیصد ہیں، جہاں ہندوؤں کی زبردست اکثریت اور کانگرس کا گڑھ ہے۔ مجھے علم ہے کہ پاکستان کے قیام کے بعد ہمیں ہندوؤں کی حکومت کے ماتحت رہنا ہوگا۔ مگر ہم پاکستان کی حمایت اس لئے کر رہے ہیں کہ ہمارے بھائی تو آزادی کی نعمتوں سے بہرہ ور ہوں گے اور پاکستان میں اسلام کا بول بالا ہوگا۔

اکثریتی صوبوں کے مسلمانوں کو ہمارے مآل سے گھبرانا نہیں چاہیئے اور وہ اپنی آزادی کی جدوجہد تیز کر دیں اور اس قرارداد پر عمل کرتے ہوئے اپنے لئے علیحدہ وطن حاصل کر لیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا چاہیئے۔"

قرارداد کی تائید کرنے والے اکابر میں سے سب سے زیادہ مؤثر تقریر مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء)، بیگم مولانا محمد علی جوہر (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۷۴ء) اور سید عبدالرؤف شاہ کی تھی۔ سید صاحب جب تقریر کر رہے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ الفاظ ان کے دل سے نکل رہے ہیں۔ سامعین بے حد متاثر ہوئے اور نجانے کتنوں کے دل دہل گئے ہوں گے۔

تحریک پاکستان کے نامور کارکن حکیم آفتاب احمد قرشی (۱۹۲۵ء۔ ۱۹۸۱ء) اپنی کتاب "کاروان شوق" میں سید عبدالرؤف شاہ کی اس تقریر کے حوالے سے یوں رقمطراز

عقیدت پیش کرتے ہیں :-

"ان کی تقریر مسلمانوں کے جذبے اور ولولے کا مظہر تھی۔

ان کا تعلق امراوتی (برار) سے تھا۔ ان کی زندگی قومی خدمت میں گزری۔ برار ایک زمانے میں مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور ثقافت کا مرکز تھا۔ برار، دکن کا حصہ تھا جسے انگریزوں نے غصب کر لیا تھا مگر وہ برار کے مسلمانوں کے دلوں سے اسلامی غیرت کا چراغ نہ بجھا سکے۔

سید عبدالرؤف شاہ، برار کے مسلمانوں کے گوہر شب چراغ تھے۔ انہوں نے اپنے خون سے قومی شمع کو فروزاں کیا۔ وہ سی پی کے مسلمانوں کے قائد تھے اور سی پی مسلم لیگ کے صدر۔ قائداعظم ان پر بڑا اعتماد کرتے تھے۔ قائد نے انہیں آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا رکن نامزد کیا تھا۔ وہ سالہا سال اس عظیم منصب پر سرفراز رہے۔ مسلم لیگ کی تاریخی جدوجہد میں پیش پیش رہے اور انہوں نے مسلم لیگ کے اہم اور تاریخ ساز فیصلوں میں بھرپور حصہ لیا۔ سید عبدالرؤف شاہ صلہ و ستائش سے بے نیاز تھے۔ اخلاص و ایثار سے ان کی شخصیت عبارت تھی۔ وہ بڑے نیک نام اور پاکباز انسان تھے۔ ان کے کارنامے ناقابل فراموش ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد انہوں نے سی پی میں قیام کیا اور مسلمانوں کے تحفظ اور بقا کیلئے سرگرم رہے۔ تحریک پاکستان کو ایسے ہی بے لوث مسلمانوں پر ناز ہے اور ان کے کارنامے ناقابل فراموش ہیں۔"

قرارداد کو "اللہ اکبر" کے فلک شگاف نعروں کی گونج میں منظور کیا گیا۔ اس قرارداد کی منظوری کے بعد برصغیر کے مسلمانوں کے پاس واضح لائحہ عمل اور منزل تھی۔ اس منزل کے حصول کے لئے سید عبدالرؤف شاہ نے نہ صرف سی پی و برار بلکہ دوسرے صوبوں کے دورے کر کے مسلم لیگ کے پیغام کو ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن بنا دیا۔ بانیٔ!

اب ایسے لوگ ڈھونڈنے سے بھی نہ ملیں گے۔

اب ڈھونڈ انہیں چراغ رخ زیبا لے کر

۱۹۴۱ء میں نواب صدیق علی خاں (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۷۴ء) نے ناگپور میں ایک مسلم لیگ کانفرنس منعقد کی جس میں مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۵۶ء) چوہدری خلیق الزمان (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء) و دیگر مسلم لیگی زعماء نے شرکت کی۔ یہ کانفرنس بہت کامیاب رہی۔ سید عبدالرؤف شاہ نے عیثیت صوبائی صدر اس کانفرنس کو جس احسن انداز سے کامیاب کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس کانفرنس کی کامیابی پر چوہدری خلیق الزمان نے سید صاحب کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔

۱۲ر ۱۵ر اپریل ۱۹۴۱ء مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس مدراس میں منعقد ہوا جس کی صدارت حضرت قائداعظمؒ نے کی۔ اس میں ملکی اور بین الاقوامی حالات پر غور و فکر کے بعد کل چار قراردادیں پیش کی گئیں۔ جن میں سے ایک قرارداد سید عبدالرؤف شاہ نے پیش کی :-

"مسلمانان برصغیر کی تعلیمی، اقتصادی اور سماجی ترقی کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو اس سلسلہ میں پانچ سالہ منصوبہ ترتیب دے۔"

اس قرارداد کی تائید مفتی فخرالاسلام (یوپی) ایم حفیظ الدین (بمبئی) کے ایم عیسیٰ (مدراس) نے کی۔ چنانچہ اس قرارداد کو منظور کرتے ہوئے ایک کمیٹی بنادی گئی جو اس سلسلہ میں پانچ سالہ منصوبہ ترتیب دے کر چھ ماہ میں مجلس عاملہ کو پیش کرے گی۔ کمیٹی مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل تھی۔ راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (لکھنؤ) چوہدری خلیق الزمان، ابوالحسن اصفہانی، اسمٰعیل ابراہیم چندہ و دیگر، ڈاکٹر ایس اے جعفری، ذاکر ضیاء الدین احمد، سید حسین امام، سر عبداللہ ہارون۔

۲۵ر ۲۶ر ۲۷ر دسمبر ۱۹۴۱ء کو آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا پانچواں اجلاس قائداعظم کی صدارت میں ناگپور (سی پی، بھارت) میں منعقد ہوا۔ اس موقعہ پر مسلم لیگ کے مرکزی رہنماؤں نے مسلم طلباء کے نام ایک اپیل شائع کی کہ وہ اس اجلاس میں شرکت کرکے اسے کامیاب و کامران کریں۔ ۲۲ویں نمبر پر سید عبدالرؤف شاہ کا نام اور دستخط بھی شامل ہیں۔

۲۶ر اپریل ۱۹۴۳ء کو دہلی میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس قائداعظم کی

صدارت میں ہوا۔ اس میں تین اہم ریزولیشن پیش کئے گئے۔ ایک ریزولیشن چوہدری خلیق الزمان (یوپی) نے پیش کیا کہ :-

"اس اجلاس کی رائے میں مسلمانان ہند کے دلوں میں اس امر کا شدید احساس پایا جاتا ہے کہ برطانوی حکومت کوئی واضح اعلان کرنے میں ناکام رہی ہے جس کا مطالبہ "کل ہند مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے اپنے اجلاس ۲۰ر اگست ۱۹۴۲ء منعقدہ بمبئی میں ایک قرارداد کے ذریعے کیا تھا۔ اور مسلم لیگ دس کروڑ مسلمانوں سے متعلق برطانوی پالیسی پر عدم اطمینان کا اظہار کرتی ہے۔ ورکنگ کمیٹی کی یہ مسلمہ رائے ہے کہ قیام پاکستان ہی مسلمانوں برصغیر کے مسائل کا واحد حل ہے، اس سے دستوری تنازعات بھی ہمیشہ کے لئے حل ہو جائیں گے اور ہندو کانگرس کا دس کروڑ مسلمانوں کو غلام بنانے کا خواب بھی پریشان ہو جائے گا۔ اور یہ ہی برصغیر کی آزادی کا واحد راستہ بھی ہے۔ اگر ہمارے اوپر کسی وفاقی طرز حکومت کو مسلط کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کا نتیجہ خونریزی، خانہ جنگی اور بربادی کے سوا اور کچھ نہ ہو گا۔ ایسے حالات اور ان کی نتائج کی ذمہ داری تنہا حکومت برطانیہ پر ہو گی۔"

اس قرارداد کی تائید پنجاب، سندھ، بلوچستان، سرحد، بنگال، بمبئی، بہار، یوپی، مدراس کے نمائندوں نے کی۔ سی پی کی نمائندگی کرتے ہوئے سید عبدالرؤف شاہ نے پُر زور تائید کی۔

فروری ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں سی پی اسمبلی کے کل چودہ مسلم حلقے تھے جن میں مسلم لیگ نے ۳ بلا مقابلہ اور ۱۰ بمقابلہ کل ۱۳ نشستیں جیت لیں۔ ایک پر آزاد امیدوار کامیاب ہو گیا۔ مسلم لیگ کے حق میں فیصلہ ۹۳ فیصد رہا۔ شکست خوردہ جماعتوں میں کانگرس، خاکسار، مومن مجلس اور احرار شامل تھیں۔ سید عبدالرؤف شاہ حلقہ نمبر 1 ایوت مل سے بلا مقابلہ کامیاب ہو گئے۔ اتنی بڑی کامیابی شاہ صاحب کے خلوص، لگن اور محنت شاقہ کا نتیجہ تھی۔

آل انڈیا مسلم لیگ نے عام انتخابات میں فرنگی فرعونیت اور ہندو کانگرس کی نمرودیت کو ذلت آمیز شکست دینے کے بعد قافلہ ء آزادی کی تشکیل نو اور استحکام جدید دینے کیلئے پورے برصغیر سے مجالس قانون ساز کے منتخب مسلم لیگی اراکین کا تاریخ ساز کنونشن ۷، ۸، ۹/اپریل ۱۹۴۶ء کو عربک کالج پرانی اجمیری دروازہ دہلی میں قائداعظم کی صدارت میں منعقد کیا۔ اس تاریخی اجتماع میں مسلمانان برصغیر کو اپنے مستقبل اور اپنی تقدیر کا اہم ترین فیصلہ کرنا تھا کہ کیا مسلمانوں کو انگریز کی غلامی کے بعد ہندو کی بدترین غلامی کو تقدیر الٰہی سمجھ کر قبول کرنا ہے یا پھر مردان حر کی طرح اپنی دنیا آپ پیدا کرنی ہے اور استعمار باطل پر ثابت کرنا ہے کہ اسلام آج بھی ایک زندہ و جاوید قوت ہے اور وہ ہر زمانے میں اپنا وجود تسلیم کرا لیتا ہے۔

اس اجلاس میں سید عبدالرؤف شاہ، سی پی اسمبلی کے نمائندہ کی حیثیت سے شریک ہوئے اور ۹/اپریل کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا:۔

"اسلامیان ہند اس سے بڑھ کر کیا ثبوت دے سکتے ہیں کہ ایشیاء کی عظیم شخصیت کے ایک اشارے پر ملک کے دور دراز علاقوں سے سینکڑوں اراکین مجالس قانون ساز اور ہزاروں فدائیان مسلم لیگ یہاں کھنچے چلے آئے ہیں۔ (قائداعظم کو مخاطب کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔)

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
آں منم کہ در میان خاک و خوں بینی سرے

سلسلہ ء خطاب جاری رکھتے ہوئے شاہ صاحب نے کہا:

"انگریزوں کو چاہئے کہ اپنی روانگی سے قبل ہندوستان کو تقسیم کر دیں۔ ہندو، مسلمانوں کے برادر یوسف ہیں۔ ہم یہاں اسپین کی تاریخ نہیں دہرانے دیں گے۔ (یہاں اقبال کا یہ شعر پڑھا)۔

دررہ منزل لیلیٰ خطر است بسے
شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

تقریر کے آخر میں آپ نے سی پی کے آٹھ لاکھ مسلمانوں کی طرف سے

قائداعظم کو ہر قربانی پیش کرنے کا یقین دلایا۔

۱۱ مئی ۱۹۴۶ء کو شملہ میں مسلم لیگ کے زیر اہتمام رات کو ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت مسلم لیگ کے مرکزی رہنما نواب محمد اسمٰعیل خاں (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) نے کی۔ اس جلسہ سے اکابرین مسلم لیگ سید حسین امام (۱۸۹۴ء۔ ۱۹۸۵ء) چوہدری خلیق الزمان (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء) سردار عبدالرب نشتر (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۵۸ء) پیر زادہ محمد ذکاء اللہ شمنوی (۔ ۱۹۴۷ء) کے علاوہ سید عبدالرؤف شاہ نے خطاب کیا۔ ایک قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ فلسطین میں یہودی آباد کئے جائیں۔ دوسری قرارداد میں حصول پاکستان کی خاطر ہر طرح کی قربانی دینے کا عہد کیا گیا۔

قیام پاکستان کے بعد شاہ صاحب ہندوستان ہی میں رہے تاکہ مسلمانوں کا تحفظ کیا جاسکے۔ دسمبر ۱۹۴۷ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس آخری دفعہ پاکستان کی سرزمین پر منعقد ہوا۔ کونسل نے ایک قرارداد مرتب کی جس میں آل انڈیا مسلم لیگ کو دو علیحدہ اور جداگانہ تنظیموں میں تقسیم کر دینے کی سفارش کی۔ ایک تنظیم پاکستان کے لئے اور دوسری بھارت کیلئے۔ اس اجلاس کی صدارت قائداعظم کر رہے تھے۔ اس اجلاس میں سید عبدالرؤف شاہ نے بھی شرکت کی۔

اجلاس کا ماحول بڑا پُر مژدہ تھا۔ فضا پر اداسی چھائی ہوئی تھی اور کونسلروں کے چہروں پر غم کی پرچھائیاں عیاں تھیں۔ مسلمانان ہندوپاک کے وہ راہنما جنہوں نے متحد ہو کر نصف صدی تک انگریزوں اور ہندوؤں کے خلاف جنگ لڑی تھی اور دکھ سکھ میں ایک دوسرے کا ساتھ دیا تھا، آج حالات کے اس موڑ پر آن کھڑے تھے جہاں سے اُن کی راہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے الگ ہو جاتی تھیں۔ اُن کو اس امر کا بھی احساس تھا کہ مستقبل اُن کے درمیان حائل ہونے والی دیواروں کو اور بھی بلند کر دے گا۔ حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کے شناسا بھی نہ رہیں گے۔ حالانکہ قائداعظمؒ کی شخصیت قانون اور دستور کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی اور جذبات کا مدوجزر ان کو متاثر نہیں کرتا تھا لیکن اس اجلاس کی افسردہ فضا نے ان کے دل پر بھی اثر کیا۔ چنانچہ جب اُن کی تقریر میں ہندو مسلم فسادات اور قتل و غارت کا ذکر آیا تو ان کا چہرہ سوگوار ہو گیا، شدتِ غم سے اُن کا دل پگھل گیا اور پھر مسلم لیگ کے کونسلروں

نے دیکھا کہ وہ قائداعظمؒ جو سنجیدگی، صبر اور متانت کا نمونہ تھے، آج ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری تھی، شائد انہیں بھی اندازہ نہ تھا کہ آزادی کی صبح اسقدر خون آلود ہو گی۔

اس موقعہ پر قائداعظمؒ اور دوسرے زعماء نے سید عبدالرؤف شاہ سے کہا کہ آپ پاکستان آجائیں، جواباً شاہ صاحب نے کہا کہ اگر میں پاکستان آگیا تو سی پی و برار کے بے سروسامان مسلمانوں کا کون پرسان حال ہو گا۔ میرا جینا اور مرنا انہی کے ساتھ ہے۔ جس وقت شاہ صاحب یہ باتیں کر رہے تھے ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی گر رہے تھے۔

۲۱ جنوری ۱۹۵۴ء ۱۳۷۳ھ بروز جمعرات آنحضرت شب شاہ صاحب نے "اللہ، اللہ" کہتے ہوئے پاندھر کیوڑہ ضلع ایوت محل (مہاراشٹر، بھارت) میں بعارضہ بلڈ پریشر اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ رحلت سے پہلے دن کے وقت اپنے کفن کا پارچہ خود خریدا اور قبر کی جگہ کی نشاندہی فرمائی۔ دوسرے دن ان کی منتخب کردہ جگہ پر سپرد خاک کر دیا گیا۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی

ان کے انتقال کے بعد مسلمانان برار کے سیاسی و سماجی کارکنان کی مرکزیت بکھر گئی اور پھر کوئی بھی ان کے انتقال سے پیدا شدہ خلاء کو پُر نہ کر سکا۔ ڈاکٹر محمد منشاالرحمن خاں منشا نے "رحلت دیدہ ور" کے عنوان سے یوں خراج تحسین پیش کیا۔

وہ گل کہ جس نے عطش دی نگاہ و دل کو تازگی
وہ گل کہ جس کے دم سے باغ قوم کی بہار تھی
وہ گل کہ ہر طرف تھی دھوم جس کے لطف عام کی
وہ گل کہ جس کے فیض سے روش روش مہک اٹھی
اجل کے ہاتھ وہ خزاں کا وہ شکار ہو گیا
فغاں نہ آئے لب پہ کیوں کہ دل فگار ہو گیا
وہ ایک شمع ضوفشاں جو نور چشم بزم تھی
وہ اک دیا کہ جس سے جل چکے نئے دیئے کئی

وہ اک چراغ جس کی لو سے کانپتی تھی تیرگی
ہر ایک گوشۂ حیات میں تھی جس کی روشنی
وہ تند و تیز آندھیوں میں جھلملا کے بجھ گیا
سحر قریب آ گئی تو ٹمٹما کے بجھ گیا
وہ ایک گل کہ جس کو لوگ زینتِ چمن کہیں
وہ ایک شمع جس کو لوگ جانِ انجمن کہیں
وہ راہبر کہ جس کو لوگ نازشِ وطن کہیں
وہ اک گہر کہ جس کو غیرتِ ذرِ عدن کہیں
اے سی پی رو کہ آج وہ ترا گہر نہیں رہا
ہزار حیف ہم میں اب وہ دیدہ ور نہیں رہا

شاہ صاحب کے ہم وطن اور معروف شاعر حضرت صابر براری ثم کراچوی (۱۹۲۸ء۔ زندہ) نے اُن کا یہ قطعہ ءتاریخ وصال کہا۔

"والا مرتبت سید عبدالرؤف شاہ صاحب"

_____ ۱۹۵۴ء _____

اُن کے فراق میں ہے ہر اک شخص سوگوار
تھے شاہ صاحب ملک اور ملت کے خیر خواہ
صابر ملا ہے غیب سے اُن کا سنِ وفات
"جنت میں روشن طبع ہیں عبدالرؤف شاہ"

_____ ۱۹۵۴ء _____

_____ ایضاً _____

ہر شخص اشکبار ہے اُن کی وفات پر
"صدر لیگ بھی رہے سی پی برار کے
تھے ان کے قدر داں محمد علی جناح
صابر سنِ وفات کہو اُن کے حسبِ حال

ہر قلب کا قرار تھے عبدالرؤف شاہ
ملت کے غمگسار تھے عبدالرؤف شاہ
قائد کے جانثار تھے عبدالرؤف شاہ
"نیک رہبر برار تھے عبدالرؤف شاہ"

_____ ۱۹۵۴ء _____

مؤلف کتاب ہذا محمد صادق قصوری نے بھی ان کی تاریخ کہی ۔

صد حیف اس جہاں سے رخصت وہ ہو گئے ۔۔۔ ہم گرامی جن کا تھا عہد الروف شاہد
تھے مرد نیکو کار وہ ہمدرد قوم تھے ۔۔۔ کھلتے تھے درد قوم میں وہ صبح تا مسا
ہاں فلک پیر، ول کو تا تھا کیا تیرا ۔۔۔ کچھ اور دن نہ بیتے وہ گر بادہ نوش
ان کو نصیب ہو تے کوثر لطف رب ۔۔۔ جنت میں بھی ملے انہیں، اکرام و عزو جاہ

صادق جو میں نے فکر کی سال وصال کی
دوبار کہہ دو "فخر زمن" آئی یہ صدا

۱۹۵۴ء = ۲×۹۷۷

ماخذ

(۱) "کاروان شوق" از حکیم آفتاب احمد قرشی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۳۸۰، ۳۸۱۔
(۲) "مکاتیب بہادر یار جنگ" جلد اول مطبوعہ بہادر یار جنگ اکیڈمی کراچی ۱۹۶۷ء ص ۲۹۳، ۳۸۲، ۴۵۸۔
(۳) "کاروان گم گشتہ" از سید رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء ص ۵۲۔
(۴) "قائد اعظم اور ان کا عہد" از سید رئیس احمد جعفری لاہور ۱۹۶۶ء ص ۶۶۲۔
(۵) "تاریخ پاکستان" از محمد بشیر احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۴۱۹۔
(۶) "حصول پاکستان" از پروفیسر احمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۲۲۵۔
(۷) "پاکستان ناگزیر تھا" از سید حسن ریاض مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء ص ۲۵۶۔
(۸) "بے تیغ سپاہی" از نواب صدیق علی خان مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء ص ۱۴۹، ۱۷۲، ۱۷۸، ۱۸۷۔
(۹) "عظیم قائد عظیم تحریک" جلد اول از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص ۳۱۳، ۳۳۴، ۳۹۱، ۴۳۶، ۴۴۷۔
(۱۰) "تاریخ نظریہ پاکستان" از پیام شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۳۴۲۔
(۱۱) "تحریک آزادی میں پنجاب کا کردار" از ایم پے اعوان مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۳ء ص ۱۹۷، ۱۹۸۔
(۱۲) "جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور

۱۹۹۷ء ص ۴۴۳۔
(۱۳) "قرار داد پاکستان صحافتی محاذ پر" از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۹۰ء ص ۷۸۔
(۱۴) "تحریک پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء ص ۳۲۶۔
(۱۵) "تخلیق پاکستان" از فاروق ملک مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۵۷، ۸۰، ۴۳ تا ۹۷، ۳۔
(۱۶) "سی پی میں کانگرس کا راج" از حکیم اسرار احمد گریوی مطبوعہ ناگپور (انڈیا) ۱۹۴۱ء ص ۱۶۷، ۱۷۴ تا ۲۰۰۔
(۱۷) "شاہراہ پاکستان" از چوہدری خلیق الزمان مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء ص ۶۹۵، ۹۰۸۔
(۱۸) "تحریک پاکستان میں سندھی مسلمانوں کا کردار" از ڈاکٹر اکرام الحق پرویز مطبوعہ سندھ یونیورسٹی جامشورو ۱۹۸۴ء ص ۱۸۷، ۱۸۸۔
(۱۹) "جدوجہد آزادی میں سندھ کا کردار" از ڈاکٹر عبدالجبار عابد لغاری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۲ء ص ۲۱۷، ۲۱۹، ۲۲۵۔
(۲۰) "تحریک پاکستان میں سندھ کا حصہ" از ڈاکٹر محمد لائق زرداری مطبوعہ مورو (سندھ) ۱۹۸۲ء ص ۱۲۸ تا ۱۳۰۔
(۲۱) "تذکرہ مشاہیر برار" مطبوعہ انجمن یاد رفتگاں، عثمانیہ مسجد امراوتی (مہاراشٹر، بھارت) ۱۹۸۷ء ص ۲۱۹ تا ۲۲۳۔
(۲۲) مجلہ "علم و آگہی" گورنمنٹ کالج کراچی، خصوصی اشاعت "تحریک پاکستان" ۱۹۸۰ء ص ۱۰۵۔
(۲۳) مکتوب گرامی حضرت صابر براری بنام محمد صادق قصوری از کراچی محررہ ۶ر اکتوبر ۱۹۹۷ء۔
(۲۴) "قائداعظم محمد علی جناح اینڈ پاکستان" از سید شریف پیرزادہ مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۸۹ء ص ۸۲۔
(۲۵) "آزادی کے مجاہد"، جنگ پبلشرز لاہور ۱۹۸۹ء ص ۶۴۔
(۲۶) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۲۳ر مارچ ۱۹۹۸ء۔ مضمون "قرار داد پاکستان" از علاؤالدین انصاری۔

(۲۷) مجلہ "گنج بخش" گورنمنٹ کالج سانگھڑ ضلع شیخوپورہ، کولاژ جوبلی نمبر ۱۹۹۷ء
ص ۲۳۔

(۲۸) "یادِ رفتگاں" جلد دوم الاصلاح لاہور، کراچی ۱۹۹۸ء ص ۲۹۔

(۲۹) "عظیم قائد" از نواب زادہ محمود علی خاں مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۸۲، ۹۲، ۱۰۲،
۱۰۳۔

(۳۰) "جدوجہد آزادی میں بلوچستان کا کردار" از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر ۱۹۹۱ء ص ۲۰۶،
۲۰۷۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.CO

مولانا قطب میاں فرنگی محلیؒ

مولانا قطب الدین عبدالوالی المعروف قطب میاں بن مولانا عبدالرؤف (۱۸۷۵ء۔ ۱۹۰۵ء) بن مولانا عبدالوہاب (۱۸۴۶ء۔ ۱۹۰۳ء) کی ولادت ۱۹ رجب ۱۳۱۴ھ / ۴ دسمبر ۱۸۹۶ء کو فرنگی محل لکھنؤ میں ہوئی۔ آپ قیام الدین وفلسفہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۲۶ء) کے بھتیجے، داماد اور جانشین تھے۔

قطب میاں نے مدرسہ عالیہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ میں تعلیم حاصل کی۔ حفظ قرآن پاک کے بعد کتب درسیہ اپنے تایا مولانا عبدالباریؒ و دیگر اساتذہ سے پڑھیں۔ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۴ء میں سند فراغت حاصل کر کے مدرسہ نظامیہ ہی میں مدرس ہو گئے اور پھر تازیست درس و تدریس کی خدمات بجالاتے رہے۔

قطب میاں ذوق سیاست سے بھی آشنا تھے۔ تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، جمعیۃ خدام الحرمین اور تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ اور بہت جلد ہی صف اول کے قائد لیڈروں کی صف میں شامل ہو گئے۔ جب مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے کوچہ سیاست میں قدم رکھا اور اپنے جانثار مریدوں علی، اور ان (مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی جوہر) کو ساتھ لے کر تحریک خلافت کا پرچم بلند کیا تو قطب میاں اپنے چچا حضور کے دست و بازو ثابت ہوئے اور علمائے حقانی کی طرح اعلائے کلمۃ الحق میں کوشش و سعی کی۔ تحریک

خلافت کو آل انڈیا لیول پر منظم کیا تو قطب میاں، خلافت کمیٹی اودھ کے صدر منتخب ہوئے اور بیش قیمت خدمات انجام دیں۔ اس سے قبل اودھ خلافت کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کے صدر منتخب ہوئے اور اپنے پر جوش صدارتی خطبہ میں قوم کو اک ولولہ تازہ بخشا۔ مختلف مقامات کے دورے کئے۔ جمعیت علماء مدارس کے جلسہ میں اپنے چچا حضور کے قائم مقامی میں صدارت کی اور اکناف واطراف ملک میں تبلیغ حق فرمائی۔

۱۹۲۵ء میں جمعیت خدام الحرمین معرض وجود میں آئی تو خلافت کمیٹی سے اختلافات کی وجہ سے الگ ہو گئے اور اپنی تمام تر مساعی کو جمعیت خدام الحرمین کے لئے وقف کر دیا۔ مولانا عبدالباری کی رحلت کے بالاتفاق رائے "جمعیت خدام الحرمین" کے خادم الخدام (صدر) مقرر ہوئے اور شایان شان خدمات انجام دیں۔

آپ کو اپنے محترم چچا مولانا عبدالباریؒ سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل تھا۔ والد گرامی سے بھی اجازت تھی۔ علاوہ ازیں علمائے حرمین شریفین اور حضرت مولانا سید عبدالقادر حمویؒ سے بھی اجازت حدیث اسلاسل حاصل تھی۔ چچا حضور نے اپنی زندگی میں ہی آپ کو اپنا قائم مقام و جانشین مقرر کر دیا تھا۔

۱۹۲۹ء میں جب جمعیت علماء ہند مکمل طور پر کانگرس کی حلیف بن گئی اور مسلم مفادات کو بالکل فراموش کر کے گاندھی کی لنگوٹی کی اسیر ہو گئی تو علمائے حق نے جن میں مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۳۱ء) مولانا شکر احمد کانپوری (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۴ء)، مولانا عبدالکافی الہ آبادی (۱۸۵۸ء۔ ۱۹۳۰ء) مولانا محمد فاخر الہ آبادی (ف ۱۹۳۰ء) شامل تھے، کے ساتھ قطب میاں نے ایک علیحدہ جمعیت کی تاسیس کی فکر کی۔ چنانچہ کانپور میں ایک جدید جمعیت علماء بنائی گئی جس کا صدر مولانا محمد علی جوہر جیسے شیفتہ مذہب کو بنایا گیا۔ اس جمعیت کے قیام میں قطب میاں کا خاصا عمل دخل تھا۔

۱۹۳۶ء میں جب حضرت قائداعظمؒ نے مسلم لیگ کی زمام اقتدار سنبھال کر برصغیر کی سیاست میں انقلاب برپا کیا۔ اور مسلم لیگ حقیقی معنوں میں تحریک آزادی کی علمبردار بنی تو قطب میاں نے بھی دوسرے علمائے حق کی طرح اس میں شمولیت اختیار کر لی اور جان و دل ساتھ دے کر اسے اوج کمال تک پہنچایا۔ جب قطب میاں اور ان کے مخلص

ساتھیوں نے منظم طریقے سے مسلم لیگ کی مکمل تائید و حمایت کر کے کانگرس، جمعیت علماء ہند اور مجلس احرار جیسی مسلم دشمنی جماعتوں کی کمر توڑ دی تو دشمنوں کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی۔

۱۷ نومبر ۱۹۳۷ء کو آپ نے ایک زبردست بیان جاری کیا جس سے کانگرسی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی۔ ملاحظہ ہو:۔

"چند روز سے بعض مسلمان جو اپنی قوم کے مفاد کا خیال کئے بغیر ملازمتوں، ٹھیکداریوں، وزارتوں اور صدارتوں یا غلط فہمیوں اور ذاتی جھگڑوں کی وجہ سے بلا شرط اور اپنی تنظیم کئے بغیر کانگرس میں شریک ہو رہے ہیں اور مسلمان عوام کو بھی اپنے ساتھ کانگرس کی فسطائی قوتوں پر قربان کرنا چاہتے ہیں۔ طرح طرح کے پروپیگنڈے مسلمانوں میں کر رہے ہیں۔ انہی میں سے بعض نے کہا کہ جمعیت علماء ہند دہلی، کانگرس کے ساتھ ہے۔ میں بحیثیت صدر جمعیت العلماء صوبہ متحدہ دہلی یہ صاف ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ جمعیت نے ہرگز ہرگز کانگرس میں ضم ہو جانے اور شریک ہونے کا فیصلہ نہیں کیا ہے اور نہ وہ مسلمانوں کو بلا شرط شرکت کا مشورہ دیتی ہے۔ یہ بات اور ہے کہ جمعیت کے بعض اراکین مثلاً مولانا حسین احمد (مدنی) صاحب بلا معقول سبب بتائے ہوئے انفرادی طور پر کانگریس میں شریک ہو گئے ہیں مگر ان حضرات کی شرکت کسی طرح جمعیت کی شرکت نہیں کہی جا سکتی۔ جمعیت میں بہت سے ایسے اشخاص موجود ہیں جو کانگرس کی موجودہ اقلیت کشی اور حکومت پروری کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور "مسلمان نمائندہ جماعت مسلم لیگ" کے ساتھ ہیں۔ میں کانگریس کا حامی تھا۔ اس وقت تک جب تک کہ اس کی جنگ انگریزوں سے تھی اور اس کی جدوجہد ہندوستان کی آزادی اور سربلندی کے لئے تھی۔ مگر آج جب اس کی تمام قوتیں اقلیتوں اور خصوصاً مسلمانوں کے مٹانے اور ان کی جماعتوں میں افتراق ڈالنے اور مذہبی خیالات بگاڑ کرنے میں مصروف ہو رہی ہے۔ اور ان کی تمام جدوجہد آزادیء ہند کی بجائے صرف اپنی قوت بڑھانے کیلئے ہے۔ مسلمانوں کو کانگرس کے اثرات سے بچانا ضروری سمجھتا ہوں اور مسلمانوں سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ مسلم لیگ کو مضبوط کر کے ہر اس جماعت سے مقابلہ کے لئے تیار ہو جائیں جو ان کی سیاسی اور مذہبی حیثیت ہندوستان یا دنیا کے کسی ملک سے مٹانے کے درپے ہو۔"

۳۰۔۳۱ر جولائی ۱۹۳۸ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا۔ جس میں فلسطین کے سلسلہ میں رطانوی مال کے مسئلہ پر غور کرنے کے لیے کونسل نے جو کمیٹی تشکیل دی اس میں سید الاحرار مولانا حسرت موہانی، مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی خان، عبدالرحمن صدیقی اور مولانا مظہر الدین شیر کوٹی کے علاوہ مولانا قطب الدین عبدالولی بھی شامل تھے۔

مسلم لیگ کے ترجمان اخبار "الامان" دہلی نے جب مخالفین کے چھکے چھڑا دیے تو بانیہ ورنا کی تجوریوں سے پلنے والے کانگرسی مولوی بوکھلا اٹھے اور انہوں نے ۱۹۳۹ء میں "الامان" کے مالک اور معروف مسلم لیگی راہنما مولانا مظہر الدین شیر کوٹی کو دن دہاڑے ان کے دفتر میں قتل کرا دیا۔ قطب میاں نے مولانا مظہر الدین شہید کے مقدمہ قتل کی پیروی اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر کی اور کانگرسی مولویوں کی سازشوں کو بے نقاب کیا۔ نتیجتہً ایک قاتل کو سزائے موت ہوئی اور دوسرے کو کالے پانی کی سزا ملی۔

مولانا مظہر الدین شیر کوٹی کے قتل کے بعد مسلم لیگ نے ایک نئی کروٹ لی اور وہ جلد ہی اسلامیان ہند کے دلوں کی دھڑکن بن گئی کیونکہ کانگرسی ریزہ خواروں کے ارادے مسلمانوں پر عیاں ہو گئے تھے۔ اور وہ اپنی مسلم دشمن پالیسیوں کی وجہ سے مردود خلق ٹھہر چکے تھے۔

قطب میاں نے مسلم لیگ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا اور شب و روز کی کاوشوں سے اسے استحکام بخشا۔ حضرت قائداعظمؒ کے ساتھ دورے کر کے شہر شہر قریہ قریہ مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ ۱۹۳۹ء میں بیاے قوم حضرت قائداعظم نے جیکب آباد (سندھ) کا دورہ کیا تو قطب میاں کو بطور خاص اپنے ساتھ لائے۔ اس دورہ میں میر بخشل خان تالپر (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۶۷ء) نے قائداعظم کا شاہانہ استقبال کیا جس کی نظیر نہ تھی۔ عید گاہ جیکب آباد میں قائداعظمؒ نے جلسہ عام سے خطاب کیا جس سے مسلم لیگ کی دھوم مچ گئی۔ اس دورے میں قطب میاں کے علاوہ سر عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء) احمد یار گزدر (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۶۸ء) اور راجہ صاحب محمود آباد امیر احمد خاں (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء) بھی قائداعظم کے ساتھ تھے۔

قطب میاں، آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاسوں میں بھرپور دلچسپی سے شرکت

کرتے مسلم ہوٹی و بلھی اور جوش و خروش کے ساتھ ریزولیشن پیش کرتے اور دوسروں کے ریزولیشنوں کی بڑھ چڑھ کر تائید و حمایت کرتے تھے۔ اس وقت ایک کتاب "ریزولیشنز آف دی آل انڈیا مسلم لیگ، فرام اکتوبر 1937ء تا دسمبر 1938" شائع کردہ نوابزادہ لیاقت علی خاں، میرے سامنے ہے۔ جس میں درج ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس لکھنؤ منعقدہ ۱۵ تا ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۷ء میں ریزولیشن نمبر ۱۴، راجہ صاحب محمود آباد (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء) نے پیش کی جس کی تائید مولانا مظفر علی خاں (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۵۶ء) نے کی اور مولانا قطب میاں نے مزید تائید و حمایت کی۔

اس کے بعد قطب میاں نے حصول پاکستان کے لئے دامے درمے قدمے اور سخنے اپنی کوششوں کو جاری رکھا یہاں تک کہ آزادی کی صبح طلوع ہو گئی۔ پاکستان بننے کے بعد آپ فرنگی محل لکھنؤ ہی میں رہے۔ اور تا حیات درس و تدریس کا شغل جاری رکھا نیز ایک شیخ طریقت کی حیثیت سے عقیدت مندوں کی روحانی دنیا بھی آباد کی۔ تو آخر اپریل یا اوائل مئی ۱۹۵۲ء میں رحلت فرما کر فرنگی محل لکھنؤ میں آسودۂ خاک ہوئے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۷۷ء) نے یوں خراج تحسین پیش کیا کہ قطب میاں بڑے ہونہار، خوش رو اور خوش طبع تھے۔ اور حق گوئی اور حق پسندی کا جوہر ان میں اپنے گرد و پیش کے علماء سے زیادہ تھا۔

حضرت صفدر ڈاسوی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وصال کہا۔

تھے فرنگی محل کے وہ عالم	ہو گئے راہی بہشت بریں
سال رحلت ہے ان کا یہ صفدر	"سالک باغ خلد قطب الدین"

۱۹۵۲ء

ماخذ

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل مؤلفہ مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۳۰ء ص ۱۰۳، ۱۰۵۔

(۲) انتخابات رئیس الاحرار مولانا محمد علی مؤلفہ ڈاکٹر یٰسین شاہجہانپوری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۸ء ص ۲۹۹، ۳۰۰۔

(۳) مولانا محمد علی کی یاد میں مؤلفہ سید صباح الدین عبدالرحمن مطبوعہ اعظم گڑھ (بھارت)

۱۹۷۷ء، ص ۲۱۴۔

(۴) "حیات امیر شریعت" کوجا باز مرزا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۱۷۰۔

(۵) "مجلہ اقبال"، اورینٹل کالج لاہور، قائد اعظم نمبر ۱۹۷۶ء، ص ۱۳۹۔

(۶) رپورٹ پروسیڈنگز آف دی آل انڈیا مسلم لیگ، فرام اکتوبر ۱۹۳۷ء تا دسمبر ۱۹۳۸ء، مطبوعہ دہلی ۱۹۳۸ء۔

(۷) روزنامہ "مشرق" لاہور بابت ۱۸ فروری ۱۹۸۰ء۔ عبدالوحید خاں کا مضمون "آزادی کی جنگ" قسط (۷)۔

(۸) "تحریک پاکستان نوائے وقت کے اداریوں کی روشنی میں" (۱۹۴۳ء تا ۱۹۴۷ء) از سرفراز حسین مرزا، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۷ء، ص ۳۰۵۔

(۹) "تاریخ کانپور" از سید اشتیاق اظہر، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء، ص ۵۳، ۷۷۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھیؒ

مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کی ولادت باسعادت ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ مطابق ۲ اپریل ۱۸۹۳ء بروز اتوار میرٹھ (بھارت) کے معروف عالم ربانی و شاعر مولانا شاہ محمد عبدالحکیم جوشؔ صدیقی (۔ ۱۹۰۳ء) کے ہاں ہوئی۔ سلسلہ نسب حضرت صدیق اکبرؓ (۵۷۳ ۔ ۶۳۴ء) سے جا ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے پڑھنے کے بعد دارالعلوم عربیہ قومیہ میرٹھ میں داخل ہو گئے اور سولہ برس کی عمر میں درس نظامی کا امتحان اول پوزیشن میں پاس کر لیا۔ بعد ازاں علوم جدیدہ کے حصول کے لئے ۱۹۱۳ء میں اینگلو عربک ہائی سکول سے میٹرک کرنے کے بعد اورینٹل کالج میرٹھ میں داخلہ لیا اور ۱۹۱۷ء میں امتیازی حیثیت سے بی اے کیا۔ پھر میرٹھ کے مشہور معروف حکیم احتشام الدین سے فن حکمت سیکھا۔ الہ آباد یونیورسٹی سے ایل ایل بی کیا۔

۱۹۱۸ء میں زیارت حرمین شریفین کیلئے حجاز مقدس گئے اور واپسی پر اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی (۱۸۵۶ء ۔ ۱۹۲۱ء) کے دست اقدس پر بیعت کی۔ اعلیٰ

حضرت قدس سرہ کے علاوہ آپ نے قیام الدین و ملت مولانا عبدالباری فرنگی محلی (۱۸۵۶ء۔۱۹۲۶ء)، شیخ الہند الحسن مفتی تعلیم مدینہ منورہ (م ۱۹۱۷ء) شیخ الشریف السنوسی کبیر لیبیا تعلیم مکہ معظمہ (۱۸۷۳ء۔۱۹۳۳ء) سید علی حسین بلگرامی (۱۸۵۰ء۔۱۹۳۶ء) کبار اساتذہ اور اکبر شاہ خاں نجیب آبادی (۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء) سے بھی رسمی استفادہ کر کے اجازت و خلافت حاصل کی۔ آپ نے ۳۵ برس (۱۹۱۵ء تا ۱۹۵۰ء) برصغیر کے علاوہ یورپ، افریقہ اور امریکہ کے متعدد ممالک میں تبلیغ اسلام کی۔ ان ملکوں کے گوشے گوشے میں مساجد، کتب، کتب خانے، مدارس، ہسپتال، یتیم خانے اور تبلیغی مراکز قائم کئے۔ آپ کی کوششوں سے ۱۰۰ سے زیادہ یورپی سیاح، سفراء، ڈاکٹر، سائنس دان اور کئی بڑے عہدے دار اسلام ہوئے۔

۱۷ اپریل ۱۹۳۵ء کو جنوبی افریقہ میں مشہور انگریز مفکر ڈاکٹر ریجنالڈ (۱۸۵۶ء۔۱۹۵۰ء) سے "اسلام اور عیسائیت" کے موضوع پر مناظرہ کیا۔ دوران مناظرہ ریجنالڈ نے آپ کی شخصیت کا رعب چھپایا اور اس نے قرآن پاک کی حقانیت کا اعتراف کر لیا۔ دوسرا مسلم مفکر اپنے آپ کو حضرت صدیقی کے سامنے طفل کتب محسوس کر رہا تھا۔ اس نے اقرار کیا کہ "آئندہ سو سال بعد دنیا کا مذہب صرف اسلام ہی ہوگا۔"

ریجنالڈ نے آخر میں کہا:

"مجھے افسوس ہے کہ مجھے زیادہ دیر تک آپ سے گفتگو کا موقع نہ ملا۔"

مولانا صدیقی نے تحریک پاکستان میں جو خدمات سرانجام دیں وہ آپ نذر کے کھنے کے تحلیل ہیں۔ تحلیل لاہور آپ نے فلسطین، کشمیر اور دیگر مظلوم قوموں کی حمایت میں آواز بلند کی۔ تحریک پاکستان کے خلاف جب کانگریسی لیڈر حضرات الارض کی طرح جنوبی ممالک میں تحلیل گئے تو آپ نے انگلینڈ، مصر اور دیگر عرب ممالک کا دورہ کر کے ان کانگریسی سازشوں کو اپنے مدلل تقاریر سے ناکوں چنے چبوائے۔

اکتوبر ۱۹۴۵ء میں حج کو جاتے ہوئے آپ نے قوم کو ایک پیغام دیا جو "نوائے وقت" راولپنڈی بابت ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۵ پر یوں شائع ہوا:

"تمام برادران ملت کو علی العموم و اہل سفر حجاز مقدس یہ

آخری وصیت دیتے ہوئے رخصت ہوتا ہوں کہ جس طرح ممکن ہو انتخابات جاریہ میں تمام اختلافات باہمی مٹا کر آل انڈیا مسلم لیگ کی حمایت میں بھرپور سرگرم ہو جائیں اور اپنے وطن کے دامن آزادی میں آرائے شیرازے کو ہرگز منتشر نہ ہونے دیں اور یہ علت کردکھائیں کہ اس نقطہ نظر میں ہر مسلک و ہر مشرب کے تمام فرقہ کو متفق اور متحد ہیں کہ کم از کم جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، ان کی اپنی آزاد حکومت ہو جس میں نفاذ قوانین و احیائے تہذیب و معاشرت دینی کی پوری قوت انہیں حاصل ہو، اس کو "پاکستان" کا نام دیا جائے یا "حکومت الٰہیہ" کے لقب سے ملقب کیا جائے"۔

۱۹۴۵ء ہی میں ہندوستان میں زبردست فسادات ہوئے۔ آپ نے پنڈت نہرو (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۶۴ء) سے ملاقات کے دوران ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے خلاف احتجاج کیا۔ بمبئی اور مدراس میں تقریریں کر کے مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی۔

اپریل ۱۹۴۶ء میں بنارس (انڈیا) میں "آل انڈیا سنی کانفرنس" انعقاد پذیر ہوئی جس میں برصغیر کے پانچ چھ ہزار علماء مشائخ اور لاکھوں سنی عوام نے شرکت فرما کر قیام پاکستان کی تحریک کو اک ولولہ تازہ بخشا تو آپ نے بھی اس عدیم النظیر کانفرنس میں شرکت کر کے رونق بخشی۔ اس موقعہ پر حاضرین نے تجویز کیا کہ اسلامی حکومت کیلئے عملی لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے علماء مشائخ حضرات کی کمیٹی بنائی جائے۔ چنانچہ مذکورہ کمیٹی میں آپ کا نام بھی اسم گرامی بھی شامل تھا۔ اراکین کمیٹی کی تفصیل کچھ یوں ہے:۔

(۱) صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۴۸ء)
(۲) صدر الشریعت مولانا محمد امجد علی اعظمیؒ (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۴۸ء)
(۳) مفتی اسلام مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھیؒ (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۵۳ء)
(۴) مجاہد اسلام پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈی شریفؒ (سندھ) (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۶۰ء)
(۵) حضرت پیر محمد امین البرکات، مانکی شریفؒ (سرحد) (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۶۰ء)

(۶) حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادریؒ، لاہور (۱۸۹۶ء۔۱۹۶۱ء)
(۷) محدث اعظم ہند سید محمد محدث کچھوچھویؒ (۱۸۹۴ء۔۱۹۶۱ء)
(۸) فخر اہلسنت حضرت مولانا عبدالحامد بدایونیؒ (۱۸۹۸ء۔۱۹۷۰ء)
(۹) دیوان سید آل رسول علی خان سجادہ نشین اجمیر شریف (۱۸۹۳ء۔۱۹۷۴ء)
(۱۰) الحاج حشمی مصطفیٰ علی خاں جماعتی میسوری ثم مدنی (۱۸۸۲ء۔۱۹۷۴ء)
(۱۱) مولانا سید ابوالبرکات سید احمدؒ ناظم حزب الاحناف لاہور (۱۹۰۱ء۔۱۹۷۸ء)
(۱۲) مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلویؒ (۱۸۹۳ء۔۱۹۸۱ء)
(۱۳) شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سجادہ نشینؒ سیال شریف، سرگودھا (۱۹۰۶ء۔۱۹۸۱ء)

۱۹۴۶ء میں ہی آل انڈیا مسلم لیگ نے آپ کی زیر قیادت ایک سہ رکنی وفد عرب ممالک کے دورہ پر بھیجا کیونکہ کانگرس کے شدید غلط پروپیگنڈے کی بنا پر عالم اسلام کے مسلمان ہندوستانی مسلمانوں کے خلاف تھے۔ ہندوستانی مسلمان چونکہ اپنی جدوجہد میں مصروف تھے، ان کے پاس بیرونی ممالک میں پروپیگنڈہ کرنے کے لئے کوئی مسلمان رہنما نہ تھا۔ دنیا میں ہندوستان کی آزادی حاصل کرنے کو "دیوانے کا خواب" سمجھا جاتا تھا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کو ہندوستان ہی میں اتنا کام تھا کہ وہ باہر توجہ ہی نہ دے سکتی تھی۔ دوسری طرف بہت سے نام نہاد علماء اور مشیخت کے دعویدار کانگرس کا ساتھ دے رہے تھے اور ہندوستانی مسلمانوں کے خون بہانے میں پوری طرح شریک تھے۔ حتیٰ کہ بعض علماء کی تنظیموں نے کھل کر قیام پاکستان کی مخالفت کی۔ ایسی سنگین حالت میں آپ نے مصر، فلسطین، شام، لبنان، اردن اور عراق کا دورہ کر کے وہاں کے حکام سے ملاقاتیں کیں۔ عوامی جلسوں سے خطاب کیا، دانشوروں اور وکلاء کے سامنے تقریریں کیں اور معززین کے اجتماعات میں تحریک آزادی کیلئے راہ ہموار کی۔ یوں عرب علماء و عوام نظریہ پاکستان سمجھنے لگے اور تحریک پاکستان کی حمایت کرنے لگے۔

اس کامیاب دورہ کے بعد جب آپ وطن واپس تشریف لائے تو کراچی کی بندرگاہ پر مسلمانوں کے کثیر اجتماع نے والہانہ استقبال کیا۔ اور جمعیت سنیہ، جامعہ قادریہ

کراچی نے آپ کے اعزاز میں ایک عظیم الشان "سنی کانفرنس" منعقد کی جس میں صوبہ سندھ کے نامور علماؤ مشائخ نے شرکت کی۔ اس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ:

"موجودہ کانگرسی حکومت کے نظامِ عمل اور ہمارے پاکستانی نظامِ عمل میں ایک ایسا فلک پیما فرق ہے کہ جس کو کسی صورت میں منظور نہیں کر سکتے۔ ہمارا پاکستانی نظام عمل ایک مافوق البشر کا لایا ہوا، سمجھایا ہوا اور زمانہ ہائے ماضی، حال و مستقبل کے قدرتی قوانین پر مشتمل ہے۔ دنیاوی حکومتوں کے قوانین لمحہ بہ لمحہ روزو شب ترمیم واضافہ کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں مگر اس مافوق الفطرت نبی (یعنی حضرت سیدنا محمد ﷺ خاتم النبیین والمرسلین) کا لایا ہوا قرآنی نظام عمل اور قوانین، حکومت کی ترمیم و تنسیخ سے مبرا، زمانہ ہائے ماضی، حال و مستقبل پر حاوی ہے۔ اسی لئے میں مسلمانوں کے مجوزہ وطن کو "قدرتی پاکستان" کہتا ہوں جس کی بنیادیں احکام قرآنی اور ارشاداتِ مصطفوی ﷺ پر ہوں گی۔ ہمارے علماؤ مشائخ نے اپنی روحانی قوت سے خانقاہوں میں خاموش بیٹھے ہوئے "پاکستانی لشکر" کی تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دیا ہے اور وہ اب میدانِ عمل میں آچکے ہیں اور اب برصغیر کے مسلمانوں کا "قدرتی پاکستان" مقدر بن چکا ہے"۔

۱۹۴۸ء میں کراچی میں علماؤ مشائخ کی ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں آپ کی نگرانی میں مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) مولانا ابو الحسنات قادری لاہوریؒ (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۶۱ء) مفتی صاحبداد خانؒ (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۶۵ء) علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۸۶ء) خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۸۱ء) اور دیگر بہت سے علماء و مشائخ نے ایک جامع دستور آئین اسلامی کا مسودہ تیار کیا۔ اس پر علماء نے تائیدی نوٹ لکھے۔ آپ کے علاوہ مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا مخدوم سید ناصر جلالی (ء۔ ۱۹۶۵ء) پر مشتمل وفد نے قائداعظمؒ کی خدمت میں

حاضر ہو کر یہ مسودہ ء آئین اسلامی پیش کیا۔ بابائے قوم نے بڑی مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے وفد کو یقین دلایا کہ "انشاء اللہ، قومی اسمبلی کے منظور کرنے پر بہت جلد اس آئین اسلامی کو نافذ کر دیا جائے گا۔" مگر افسوس کہ شدید علالت اور پھر رحلت کی وجہ سے قائداعظم کا یہ وعدہ پورا نہ ہو سکا۔

آپ کو پاکستان سے جو والہانہ محبت تھی اس کا اظہار آپ کی اس دعا سے ہوتا ہے۔ جو آپ کی کتاب "ذکر حبیب ﷺ" حصہ دوم میں درج ہے :۔

"اے غلاموں کے سر پر تاج عزت رکھنے والے! اے بے پناہوں کو پناہ دینے والے! سُن لے، سُن لے! ہم بیکسوں، بے بسوں کی سن لے! ہم سیہ کاروں کے سبب اپنے دین کو بدنام نہ ہونے دے! دین کی عزت رکھ لے! علم کو سرنگوں نہ ہونے دے! ہمیں قوت دے، عزت دے، حمیت دے، غیرت دے! برصغیر ہند میں جو چھوٹی سی آزاد خود مختار پاکستانی حکومت تو نے محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے اس کی حفاظت فرما! اسے قوی سے قوی تر بنا اور صحیح معنی میں اسلامی دولت، اسلامی سلطنت اور الٰہی مملکت بنا! جہاں تیرا قانون، تیرے احکام جاری ہوں، تیرے دین کا علم بلند ہو اور تیرے نام کا لبد الآباد تک بول بالا رہے۔ مولیٰ! مولیٰ! اے رحم و کرم والے مولیٰ! ہماری دعائیں قبول کر۔"

آپ ایک بہترین خطیب ہونے کے ساتھ عظیم ادیب بھی تھے۔ "ذکر حبیب" حصہ اول دوم "کتاب التصوف"، احکام رمضان "بہار شباب"، "اسلام کی ابتدائی تعلیمات"، "انسانی مسائل کا حل"، "اسلامی اصول"، "اشتراکیت کیا ہے؟" آپ کی یادگار تصانیف ہیں۔ انگریزی کتب میں "QUEST FOR HAPPINESS" کے نام سے جو کتاب لکھی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ انسان حقیقی خوشی کی تلاش میں کیوں سرگرداں رہتا ہے اور اس کے حصول کا صحیح ذریعہ کیا ہے؟ "FORGOTTON PATH OF KNOWELDGE" میں مسلمانوں کی بدحالی کے اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ "PRINCIPLES OF ISLAM" میں اسلامی اصولوں پر روشنی ڈالی

گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ اسلامی اصول، اصول فطرت کے عین مطابق ہیں۔ قادیانیوں کے خلاف بھی ایک کتاب "المرآۃ" عربی میں لکھی جس کا جواب آج تک قادیانی نہیں دے سکے۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۲۳ ذوالحجہ ۱۳۷۳ھ / ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء بروز اتوار مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں جنت البقیع میں آخری آرامگاہ بنی۔

حضرت صابر براری ثم کراچوی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا۔

شاہِ عبدالعلیم صدیقی — جاں نثارِ حبیبِ ربِ انام
اعلیٰ حضرتؒ کے نام پر قرباں — غوثِ اعظمؒ کے بندہ بے دام
کی جہاں بھر میں دین کی تبلیغ — ہے جہاں بھر میں آج اُن کا نام
مل گئی جگہ مدینے میں — اس سے بہتر کہاں ہے کوئی مقام
ہے یہ صابر وصال کی تاریخ — "نیک سیرت مبلغِ اسلام"

۱۹۵۴ء

ماخذ

(۱) "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۱۴۱ تا ۱۴۵۔

(۲) "جامع انسائیکلوپیڈیا" جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۹۶۴۔

(۳) "شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا" از مقصود الیاز، محمد ناصر مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۴۷۰۔

(۴) "تاریخ رفتگاں" از صابر براری مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء ص ۳۵۔

(۵) "شاہ عبدالعلیم صدیقی" از خلیل احمد رانا مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء متعدد صفحات۔

(۶) "شاہ عبدالعلیم کوئز" مرتبہ فیصل ندیم احمد قادری مطبوعہ کراچی ۱۹۹۶ء متعدد صفحات۔

(۷) "تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت" از محمد صادق قصوری مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء ص ۱۵۳ تا ۱۶۴۔

(۸) "اجمل انوار رضا" از مولانا حشمت علی خاں مطبوعہ پیلی بھیت (انڈیا) ۱۹۴۵ء ص ۱۱۔

(۹) "ستر سوالات دربارہ ایمانیہ" از مولانا حشمت علی خاں دہلی بھیسنی مطبوعہ دہلی بحوالہ ۱۹۳۵ء ص ۵۸۔
(۱۰) ماہنامہ "رضائے مصطفےٰ" گوجرانوالہ بابت جنوری ۱۹۷۳ء ص ۸۔
(۱۱) ماہنامہ "ترجمان السنت" کراچی۔ متعدد شمارے۔
(۱۲) ہفت روزہ "المدینہ" کراچی بابت ۲۴ فروری ۱۹۷۲ء ص ۲۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا آزاد سبحانیؒ

درمیانہ قد، مضبوط جسم، گندمی رنگ، چوڑا چہرہ، بڑی آنکھیں، گرجدار آواز، فوق مزاج، بہت سادہ اور بڑے ادبے کے مقرر۔ یہ تھے مولانا آزاد سبحانی جن کا اصل نام مولانا عبدالقادر بن شیخ محمد مرتضیٰ حسین بن شیخ محمد سجاد تھا۔

مولانا آزاد سبحانی کی ولادت ۱۸۸۲ء میں سکندر پور ضلع بلیا (یوپی) کے ایک زمیندار گھرانے میں ہوئی۔ مولانا ہدایت اللہ رامپوری (م۔ ۱۹۰۸ء) اور دارالعلوم فرنگی محل لکھنؤ سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۰۳ء میں پہلی بار حج میں مولانا وصی احمد محدث سورتی (۱۸۳۹ء۔ ۱۹۱۹ء) سے تفسیر و حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ مولانا شاہ محمد نائب امر آبادی (ف ۱۹۳۰ء)، مولانا مشتاق احمد کانپوری (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء)، مولانا عبدالاحد جٹ بھٹنی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۳۳ء) جیسے علماء آپ کے ہمدرس تھے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت مولانا عبدالکریم گنج مرادآبادی سے شرف بیعت حاصل تھا۔ اور مولانا شمس الدین آزاد صدائی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۵۷ء)، مولانا شکر احمد کانپوری (۱۸۹۰ء۔ ۱۹۳۲ء) اور مولانا کرم علی جیح آبادی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۷۲ء) سے ان کے گہرے تعلقات تھے۔

آپ فلسفہ و الٰہیات کے فاضل، وسیع الفکر عالم، سحر بیان خطیب اور زود دست

شاعر تھے۔ آپ کی گرفتاری، فقط آفرینی مسلمانان ہند کو انگریز میں اور اہل ہند کو العلوم میرے آئی تو نہ معلوم ہندوستان کی جدوجہد آزادی کا کیا حال ہوتا۔ تقریر و تحریر میں آپ بے مثل جواب تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کو کئی بار آپ کے سامنے مزیت اختیار کرنا پڑی۔ پہلے ان کے نام کو شہرت اس وقت حاصل ہوئی جب آپ حوالیوں نے ہندوستان میں فقہ حنفیہ کا رائج کیا۔ اس فقہ کو کچلنے میں آپ نے شاہ ولی اللہ کی حکمت سے کام کیا۔ یہ وہی فقہ تھا جس کو ۱۹۲۳ء میں ۱۹۱۱ء شاہ گی کہ ہم سے سوائی ٹرسٹ نے اختیار کیا۔ اس فقہ کے استعمال کے لئے آپ نے کانپور، ۱۳ ستمبر ۱۹۰۹ء کو مدرسہ الہیات قائم کر کے بے شمار علماء پیدا کئے۔

آپ نے تحریک خلافت، ترک موالات اور مسلم لیگ میں شامل ہو کر آزادی وطن کے لئے کام کیا۔ ۱۹۲۲ء میں جب آپ نے کانگریس کو خیر آباد کہا تو ایسا لگتا تھا کہ مسلمانوں کی سیاسی تنظیم ہو سکے گی۔ آپ نے ۱۹۲۳ء میں جمعیت العلماء ہند کی بنیاد رکھی تاکہ اسلام اور مسلمانوں کو انگریز کے فتنہ سے بچایا جا سکے۔ ۱۹۲۰ء کی طرف ہندو میں رجعت پسندی رواج کے ہاتھوں مسلمان پستے جا رہے تھے۔ انگریزوں کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا ہو چکا تھا۔ اسی زمانے میں مسجد شہید گنج لاہور، منہدم کرنے کا واقعہ پیش آیا۔

قصہ یوں ہوا کہ شہر کی میونسپلٹی نے ایک نئی سڑک نکالی جس میں مسجد کا ایک حصہ ہوا۔ مسلمانوں نے آواز اور مسلمانوں کی عام رائے کے خلاف اسے از سر نو تعمیر کر دیا گیا مگر مسجد کے اس ایک حصے کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔ اس فیصلے کو ہائی کورٹ نے بھی برقرار رکھا۔ اس واقعہ سے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس لگی۔ ۱۳ اگست ۱۹۳۳ء کو جب مسلمان اس مسجد کی تعمیر کی تاریخ مقرر کی تھی، مسلمانان لاہور نے مولانا آزاد سبحانی کی صدارت میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا۔ آپ کی تقریر سے جلسہ میں کافی جوش و خروش پیدا ہوا۔ مولانا نے ایک عبارت بڑی پرجوش اور ایمان افروز تقریر کی۔ اس کے بعد تقریریں تو سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے بھی کیں مگر ان کی تقریر میں وہ گرمی نہ تھی جو مولانا کی تقریر میں تھی۔ مسجد کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے مسجد کی تعمیر نو کا مطالبہ کیا۔ مگر حکومت نے اس مطالبہ کو رد کر دیا۔

مسٹر ہملٹن ڈپٹی کمشنر کانپور نے سکھ فوج کو حکم دیا۔ فوج اور پولیس کے سپاہیوں نے نہتے مسلمانوں پر گولی چلا دی۔ بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ شہید ہونے

زبردست تقریریں ہوئیں جن سے ایوان فرنگ میں زلزلہ طاری ہو گیا۔

اس اجلاس میں خلافت، بیت المقدس اور اسلامی سلطنتوں کی تقسیم کی تجاویز مذہبی نقطہ نظر سے بڑی اہمیت کی حامل تھیں۔ اجلاس کے آخر میں کرنسی صدارت کی طرف سے ایک تجویز پیش کی گئی جس میں علماء کرام کی شرکت پر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا گیا۔

اسی سال کلکتہ میں اخبار "الامین دہلی نبوز" نے آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس پر حملہ کیا۔ جس پر مسلمانوں نے احتجاجی جلسے کئے لیکن گورنمنٹ نے مسلمانوں کی دلجوئی کی بجائے ان پر سختی کرنا شروع کر دی اور گولیاں برسائیں جس سے سینکڑوں مسلمان شہید ہو گئے۔ ان واقعات سے مسلمان نہایت برہم ہوئے۔ مولانا آزاد سبحانی نے اس دوران مسلمانوں کی بھرپور ترجمانی کی۔

۱۹۱۹ء میں مسلم لیگ کے اجلاس امرتسر میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور مولانا حسرت موہانی کے ساتھ مولانا آزاد سبحانی نے بھی شرکت کی۔ اس اجلاس کی صدارت حکیم اجمل خاں نے کی تھی۔

۱۹۲۰ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس ناگپور میں مولانا آزاد سبحانی نے مسیح الملک حضرت حکیم محمد اجمل خاں (۱۸۶۷ء۔۱۹۲۷ء) کی پیش کردہ قرارداد کی بھرپور تائید کی جس میں وکلاء کو عدالتوں کے بائیکاٹ کرنے، طلبہ کو انگریزی حکومت کے امداد یافتہ اداروں سے نکل آنے، ارکان اسمبلی کو استعفیٰ دینے اور ملکی مصنوعات استعمال کرنے پر زور دیا گیا تھا۔

۳۰ دسمبر ۱۹۲۱ء کو مسلم لیگ کے اجلاس احمد آباد میں موپلا مسلمانوں پر حکومت کے زبردست تشدد کے خلاف قرارداد کی زبردست تائید کی۔ اور مولانا حسرت موہانی کی زیر صدارت ہونے والے اس اجلاس میں "آزادی مکمل" کی قرارداد بھی پیش کی۔

"آل انڈیا مسلم لیگ کا مقصد ہر مناسب طریقے سے سوراج کا مطالبہ یا غیر ملکی تسلط سے پاک مکمل آزادی ہے۔"

۱۹۳۰ء میں گاندھی جی (۱۸۶۹ء۔۱۹۴۸ء) نے نمک سازی کی تحریک چلائی تو اس کی تائید میں مولانا آزاد سبحانی نے بھی گرفتاری پیش کی مگر اس عرصے میں کانگرسی رہنماؤں کو بہت قریب سے دیکھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ کانگرس مسلمانوں کے مفادات

کا تحفظ کرنے کو تیار نہیں۔ چنانچہ مسلم لیگ کے مطالبہ آزادی کے پرزور مبلغ بن گئے۔ اور مسلمانوں کے جداگانہ تشخص پر زور دیا۔

۲۶ مارچ ۱۹۳۹ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا ایک خاص اجلاس منعقد ہوا جس میں سر عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء) کی سیکرٹری شپ میں ایک ذیلی کمیٹی قائم کی گئی جس کا مقصد دو قومی نظریہ اور تقسیم ہند کے سلسلہ میں پیش ہونے والی تمام اسکیموں پر غور کرنا تھا۔ ان اسکیموں میں سر سکندر حیات خاں (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۴۲ء) علی گڑھ کے پروفیسر ڈاکٹر سید ظفر الحسن (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۴۹ء)، ڈاکٹر افضال حسین قادری (۱۹۱۲ء۔ ۱۹۷۰ء) وغیرہ کے علاوہ مولانا آزاد سبحانی کی اسکیم بھی خاص طور پر شامل تھی۔

جب جمعیت علماء ہند نے کانگرس نوازی کی تمام حدیں پھلانگ ڈالیں اور مسلم لیگ کے خلاف ہر قسم کے گھٹیا ہتھیار استعمال کرنا شروع کر دیے تو علماء حق کی مولانا آزاد سبحانی کی تحریک پر ۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء کو کلکتہ میں ایک شاندار کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں "جمعیت علماء ہند" کے مقابلہ میں "جمعیت علماء اسلام" کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور آپ کو اس کا پہلا صدر منتخب کیا گیا۔ اس نئی جماعت کا مقصد حصول پاکستان کے لئے مسلم لیگ کی مکمل تائید و حمایت تھا۔ اس کا پہلا اجلاس ۱۹۴۶ء میں کلکتہ میں ہوا۔ آپ نے اس میں بڑی طویل تقریر کی اور جمعیت علماء ہند کی پالیسیوں پر شدید تنقید کی۔ جس کے نتیجے میں بنگال میں مسلم لیگ کا زور بڑھ گیا اور مولانا ابوالکلام آزاد کے اثرات زائل ہو گئے۔

اسی سال ہی آپ نے "جمعیت رباینہ" کے نام سے ایک تصور پیش کیا اور اس کے حصول کیلئے حصول پاکستان کو لازمی قرار دیا۔ اپنے رسالہ "دعوت" میں مسلمانوں کے الگ وطن کے لئے "اسلامستان در ہندستان" کے زیر عنوان مضامین لکھتے رہے۔ اس سلسلہ میں قائداعظم سے ان کی دو دفعہ ملاقات ہوئی۔

۱۹۴۶ء میں یوپی صوبائی مسلم لیگ کونسل نے ایک متفقہ قرارداد کے مطابق ریاست کے آئین کا مسودہ تیار کرنے کیلئے ایک کمیٹی مقرر کی تھی جس میں چوہدری خلیق الزمان (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء)، نواب محمد اسمٰعیل خاں (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) اور سید حسن الحسن سکریٹری جنرل یوپی مسلم لیگ وغیرہ کے علاوہ مولانا آزاد سبحانی کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ اس کمیٹی کا پہلا اور واحد اجلاس "ندوۃ العلماء لکھنؤ" کے ہال میں ہوا تھا۔ جس میں سب ارکان نے

www.pathagar.net

(۳۱) "جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء ص ۲۲۲، ۲۲۳۔

(۳۲) "مولانا ظفر علی خاں" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۳۰۲۔

(۳۳) "صرف مسٹر جناح" تالیف سید شمس الحسن اردو ترجمہ منیر احمد منیر مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء ص ۳۰۸۔

(۳۴) "روح روشن مستقبل" از سید طفیل احمد منگلوری مطبوعہ بدایوں (بھارت) ۱۹۴۶ء ص ۷۵۔

(۳۵) "اقبال نامہ" از سر رضا علی مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء ص ۲۷۹۔

(۳۶) "تاریخ کانپور" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء ص ۵۲، ۵۳، ۵۴۔

(۳۷) "داغ کے راز" از سید نذیر نیازی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۷۰ تا ۷۱۔

(۳۸) "کتاب زیست" از الحاج محمد زبیر مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء ص ۲۰۸ تا ۲۱۰، ۲۲۴۔

(۳۹) "قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء" از اقبال احمد صدیقی مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء ص ۸۷۔

(۴۰) قسط وار "شاہکار معلومات انسائیکلوپیڈیا" لاہور قسط نمبر ۶ بابت یکم اکتوبر ۱۹۷۶ء ص ۲۸۵۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا خلیل الدین آزاد صمدانیؒ

مولانا خلیل الدین آزاد صمدانی کی ولادت ۱۸۹۲ء میں بھوپال (بھارت) میں ہوئی جہاں ان کے والد گرامی تحصیلدار تھے۔ ابھی زندگی کے دس پھول ہی توڑے تھے کہ سایہ پدری سے محروم ہو گئے اور دور عسرت شروع ہوا۔ بھوپال میں مولانا ذوالفقار احمد، مولانا محمد یوسف محدث اور کانپور میں مولانا مشتاق احمد (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۴۱ء) بن مولانا احمد حسن کانپوری (۱۸۲۲ء۔ ۱۹۰۴ء) سے حدیث و منطق پڑھی۔ مسجد فتح پوری دہلی میں بھی حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

مالی حالت غیر تسلی بخش تھی، بھرت پور کی پولیس میں کانسٹیبل بھرتی ہو گئے اور ترقی کرتے کرتے سب انسپکٹر کی آسامی پر فائز ہو گئے مگر کسی قسم کی پابندی آپ کی افتاد طبع کے خلاف تھی۔ آریہ سماج نے شدھی تحریک چلائی تو آپ ملازمت ترک کر کے میدان جہاد میں کود پڑے۔ جاجا آرائیوں سے مناظرے کر کے مسلمانوں کو مرتد ہونے سے بچایا۔ تبلیغی سلسلہ میں عدن اور افریقہ بھی گئے۔ تحریک خلافت چلی تو تن من دھن کی بازی لگا کر اپنی دینی حمیت کا ثبوت دیا اور گرفتار ہو کر بانده جیل میں نظر بند رہے۔ رہائی پر ہردوئی (یوپی) کو مستقل مسکن بنالیا۔ آپ کی زندگی مجاہدانہ تھی، ہمیشہ گھر سے باہر رہتے، مریدوں کی تعلیم و

WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا غلام محمد ترنم امرتسریؒ

مولانا غلام محمد ترنم ابن عبدالعزیز کی ولادت ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء میں امرتسر (بھارت) کے ایک غریب گھرانے میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے بھوئی مولانا پروفیسر عبدالرحیم (پروفیسر عربی) خالصہ کالج امرتسر (ء۔۱۹۱۷ء) اور مولانا عبدالصمد خاں کاشمیری (ء۔۱۹۱۸ء) سے حاصل کیا۔ قالین بافی و شال بافی کا فن بھی سیکھا۔ پھر حکیم فیروزالدین طغرائی نقشبندی چشتی (۱۸۸۲ء۔۱۹۳۱ء) سے منشی فاضل کا نصاب پڑھ کر امتحان دیا اور نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اگلے سال ادیب فاضل کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ شاعری میں حضرت طغرائی سے اصلاح لیتے رہے۔

بعد ازاں عربی کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مختلف اساتذہ سے اکتساب کیا۔ حضرت مولانا محمد عالم آسی (۱۸۸۱ء۔۱۹۴۴ء) سے عربی کی کتابیں پڑھیں اور مولوی فاضل کا امتحان اعلیٰ پوزیشن میں پاس کر لیا۔ پھر علم طب کیلئے حکیم علی محمد مستند طبیہ کالج دہلی، حکیم محبوب عالم اور لاہور کے مشہور حکیم شمس الدین غلام محمد (ء۔۱۹۵۰ء) سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں انگریزی میں بھی اچھی خاصی استعداد پیدا کر لی۔ پھر روحانی تربیت کیلئے سلسلہ نقشبندیہ کے امیر ملت حضرت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔۱۹۵۱ء) کے دست حق پرست پر بیعت کی سعادت حاصل کی اور حضرت شاہ سید علی حسین

کچھ چھوئی (۱۸۵۰ء۔۱۹۳۶ء) سے بھی اکتساب فیض کیا۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد امر تسر میں خطبہ جمعہ دیتے رہے اور اپنی اظہار بیاں کی صلاحیتوں کی بدولت اطراف واکناف ملک میں جلد ہی آسمان شہرت پر آفتاب وماہتاب بن کر چمکے۔ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لئے آپ نے امر تسر میں جامعہ اسلامیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا جس کے آپ خود پرنسپل تھے۔ اس مدرسہ میں منشی فاضل کا کورس بھی پڑھایا جاتا تھا۔ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۳۶ء کو مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۲ء۔۱۹۵۶ء) اس مدرسہ کے معائنہ کیلئے امر تسر گئے تو آپ کی مقبولیت دیکھ کر یہ شعر کہا۔

ترنم چاند ہے اس شہر میں علم اور حکمت کا
درخشاں اس کے ہالے ہیں مسلمانان امر تسر

مسلمانوں میں مذہبی بیداری کے لئے "انجمن تبلیغ الاحناف" امر تسر سے بھرپور معاونت کرتے رہے جس کے زیر اہتمام حضرت امام اعظمؒ (۶۹۹ء۔۷۶۷ء) کا عرس مبارک ہر سال بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا تھا۔ عرس میں برصغیر کے مشاہیر علماؤ مشائخ شرکت کرتے تھے اور علم وعرفان کے دریا بہاتے تھے۔ ان تمام مصروفیات کے باوجود طبابت کا سلسلہ بھی جاری رکھا، علاج تقریباً مفت ہی کرتے تھے۔

مولانا ترنم کو سیاست سے بھی بھرپور دلچسپی رہی۔ ۱۹۱۹ء میں جلیانوالہ باغ امر تسر کا مشہور واقعہ رونما ہوا تو اس وقت آپ کی عمر انیس برس کی تھی۔ تحریک آزادی کے سرگرم ورکن ہونے کی حیثیت سے آپ وہاں منعقدہ بہت بڑے جلسہ عام میں ایک انقلابی نظم پڑھنے والے تھے۔ اس جلسہ کا اہتمام کانگرس کی طرف سے کیا گیا تھا، کوئی صاحب جلسے سے خطاب کر رہے تھے۔ اس کے بعد آپ کا نام پکارا گیا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ آپ سٹیج پر پہنچ کر نظم پڑھتے جلسہ گاہ میں ہر طرف افراتفری پھیل گئی۔ انگریز فوج نے ایک دم اس باغ کا محاصرہ کر لیا اور جنرل ڈائر (ء۔ ء) نے جلسہ گاہ میں داخل ہو کر اندھا دھند فائرنگ کر دی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق جلسہ گاہ میں ۳۷۹ افراد جاں بحق اور ۱۲۰۰ کے قریب زخمی ہوئے۔

مولانا ترنم، کانگرس اور ہندوؤں کی نجی مجالس میں بھی جاتے رہے جہاں جا کر آپ نے ان کا ظاہر و باطن میں بڑا فرق پایا۔ لہٰذا کانگرس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا اور پھر

مسلم لیگ کے ساتھی بن گئے۔ تحریک پاکستان میں مثالی کردار ادا کیا۔ اپنی جادو بیانی کے ذریعے "دو قومی نظریہ" مسلمانوں کے ذہن میں جاگزیں کیا۔ ملک گیر دورے کر کے مسلم لیگ کا پیغام گھر گھر پہنچایا۔ ہر سال "انجمن تبلیغ الاحناف امرتسر" کے جلسوں میں تحریک پاکستان کے موضوع پر تقاریر کی جاتیں۔ ۱۹۴۶ء۔ ۱۹۴۵ء میں سنوسئی ہند امیر ملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۴۸ء) اور حضرت سید محمد محدث پکھوچھوی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۶۱ء) نے "تحریک پاکستان" کے حق میں ایسی مدلل اور پر مغز تقاریر کیں کہ امرتسر میں کانگرسی اور احراری مولویوں کا طلسم ٹوٹ گیا۔ یہ مولانا ترنم کی تقاریر و مواعظ کا اثر تھا کہ مسلمانان امرتسر آخر وقت ہندوؤں اور سکھوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے۔

باؤنڈری کمشن کی بد دیانتی کی وجہ سے گورداسپور اور امرتسر کے اضلاع کو ہندوستان کے حوالے کر دیا گیا تو مولانا ترنم بھی دیگر لوگوں کی طرح مہاجر بن کر پاک سر زمین میں داتا کی نگری لاہور میں تشریف لے آئے اور ہیڈن روڈ پر قیام فرما ہوئے۔ یہاں عبادت شروع کر دی، "جامع مسجد داتا صاحب" میں درسِ قرآن اور "جامع مسجد سول سیکرٹریٹ" میں خطابت کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ ہر تبلیغی کام فی سبیل اللہ کیا اور ہمیشہ حق گوئی و بیباکی کا مظاہرہ کرتے رہے۔ جہاد کشمیر میں مولانا ابوالحسنات قادری (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۶۱ء) کے شانہ بشانہ کام کیا۔ مجاہدین کیلئے نقدی اور سامان کے علاوہ خود بہ نفس نفیس کشمیر کے محاذوں پر تشریف لے جا کر اگلے مورچوں پر تقاریر کر کے مجاہدین کے حوصلے بڑھائے۔

جن دنوں آپ "جامع مسجد سول سیکرٹریٹ لاہور" میں خطیب مقرر ہوئے تو سیکرٹریٹ کے باغیچے میں سنگ مرمر کی صلیب بنی ہوئی تھی۔ سیکرٹریٹ میں داخل ہوتے ہی پہلے اس صلیب پر نظر پڑتی۔ خطبہ جمعہ کے موقع پر اسے ہٹائے جانے کا مطالبہ کیا گیا اور قرار داد کے ذریعے گورنر پنجاب اور چیف سیکرٹری کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی مگر انہوں نے معاملہ ٹالا گیا کر دیا۔ دوسرے جمعہ کے موقع پر آپ نے عام اعلان کر دیا کہ اگر آئندہ جمعہ تک یہ صلیب نہ اٹھائی گئی میں کدال لے کر سیاہ دل انگریز کی یادگار ہمیشہ کے لئے زمین بوس کر دوں گا۔ آپ کے اس مجاہدانہ اعلان کا یہ اثر ہوا کہ مقررہ میعاد سے پہلے ہی اس

عہ سالہ فرقی یادگار کو ہمیشہ کے لئے منا دیا گیا۔

پاکستان بنے کے فوراً بعد پنجاب یونیورسٹی کے فیلو اور "بورڈ آف سٹڈیز" کے رکن مقرر ہوئے۔ آپ نے یونیورسٹی میں اسلامی تعلیم کیلئے جو مسائل انجام دیئے وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ ۱۹۴۸ء میں جمعیت علماء پاکستان معرض وجود میں آئی تو آپ صوبہ پنجاب کے نائب صدر منتخب ہوئے اور پھر مرکزی نائب صدر چن لئے گئے۔ آپ نے جمعیت کو مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ دستوری خاکہ مرتب کیا، تنظیم کو فعال بنایا۔ مولانا ابوالحسنات آپ کی خدمات جلیلہ کے بڑے معترف تھے۔

۱۹۵۳ء میں "تحریک ختم نبوت" کے سلسلے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ مولانا ابوالحسنات قادری کو کراچی اور آپ کو لاہور سے گرفتار کر لیا گیا۔ قید و بند کی اس صعوبت کے دوران ایک دن بیل کی کوٹھڑی میں ایک بہت بڑا سانپ نمودار ہوا۔ آپ نے حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا اور سانپ کو واپس جانے کے لئے کہا۔ چنانچہ وہ سانپ فوراً واپس چلا گیا۔

آپ کی شاعری کا اکثر حصہ نعتیہ ہے۔ جذبہ و حب نبی ﷺ آپ کی رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھا۔ چنانچہ انگریز مصنف تھامس کارلائل (۱۸۹۵ء۔ ۱۸۸۱ء) کی کتاب "ہیرو اینڈ ہیرو ورشپ" جس میں حضور اقدس ﷺ کی ذات مبارکہ پر رکیک حملے کئے گئے تھے کا مدلل جواب کتابی صورت میں لکھا جو چھپ کر بلا قیمت تقسیم ہوا۔ علاوہ ازیں نعتیہ کلام دستور پاکستان، ارجمند، غذائی چارٹ وغیرہ کتابیں یادگار ہیں۔

وفات سے اڑھائی تین سال قبل آپ ذیابیطس کے مریض ہو گئے تھے اور بالآخر ۱۷ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ / ۲۲ جولائی ۱۹۵۹ء بروز جمعۃ المبارک راہی ملک بقا ہوئے۔ نماز جنازہ مفتی اعظم پاکستان سید ابوالبرکات (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۷۸ء) نے پڑھائی۔ اور قبرستان میانی صاحب لاہور میں آخری آرام گاہ بنی۔

بہت سے شعراء نے قطعات تاریخ وفات کے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

ع غلام و عشیر ہاشمی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۶۱ء) نے یہ قطعہ و تاریخ کہا۔

غلام محمد ہوئے تو فوت وفات ان کی ہے ایک عالم کی موت
جو تاریخ مطلوب پانی ہے تو "ہوا فوت عذب البیاں ہے" کہو

۱۳۷۹ھ

جناب کوثر نیازی نے "مجروح" کا ہوئے لے لیں تاریخ کہی۔

ترنم خاک دل سے عالم بالا ہوئے رخصت
ہزاریں منتظر ان کے لئے تھیں باغ جنت کی
ذرا قسمت کہ استقبال کو کوثر دوڑ کر آئے
کشادہ ہو گئی ان کیلئے آغوش جنت کی
ہمیشہ حامی ملت رہے ہر ایک مشکل میں
تھی وقف خدمت اسلام ساری زندگی ان کی
مبلغ دین حق کے تھے سفیر صدق کا پیکر
کہ ملت صالحیں کا اک نمونہ ان کی ہستی تھی
چمن والے نہ بھولے ہیں نہ بھولیں گے کبھی انکو
رسول پاک کی الفت میں نغمہ کلیاں ان کی
ہوئے ہیں وہ واصل حق جب قدا نے یہ کہا مجھ کو
ندا یہ غیب سے آئی "ہوئی رحلت ترنم کی"

۱۳۷۹ھ

حضرت صادر ساری ثم کراچوی نے بھی یہ تاریخ نکالی۔

ہوئے واصل حق مولانا صاحب تھے وہ اک رہبر رشدہ ہدایت
وہ بیشک واعظ شعلہ بیان تھے تھی ان کی گفتگو میں بھی فصاحت
یہاں نافذ نظام مصطفیٰ ہو یہی تھی ان کے دل میں ایک حسرت
کہو یہ سال رحلت ان کا صادر "تھے مولانا ترنم نور ملت"

۱۹۵۹ء

ماخذ

(۱) "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۱۸۹ تا ۱۹۱۔
(۲) "شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری" از پروفیسر محمد سلیم چوہدری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء ص ۲۲۳ تا ۲۲۵۔
(۳) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۱۸۰۔
(۴) "مولانا غلام محمد ترنم" از حکیم محمد موسیٰ امرتسری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء متعدد صفحات۔ طبع دوم ۱۹۹۵ء متعدد صفحات۔

(۵) "جامع اردو انسائیکلو پیڈیا" جلد اول مطبوعہ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۷ء ص ۳۵۰۔
(۶) "سفر اردو انسائیکلو پیڈیا" مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۳۲۱۔
(۷) "سفر تمر جل رہا تھا" از خواجہ افتخار مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۴۱، ۹۷۔
(۸) "سفر کیں خاک لاہور" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۱۳۲۔
(۹) "سفر نامہ ابن بطوطہ" از ابو الطاہر فرید حسین خان مطبوعہ لاہور ۱۹۹۲ء ص ۲۰۔
(۱۰) "سفر نامہ پنجاب" از مولانا ظفر علی خان مطبوعہ لاہور ۱۹۲۳ء ص ۹۰۔
(۱۱) ماہنامہ "نقوش" لاہور، "لاہور نمبر" فروری ۱۹۶۲ء ص ۸۳۱، ۹۲۵۔
(۱۲) ماہنامہ "انوار الصوفیہ" "قصور بات جولائی ۱۹۷۶ء ص ۱۱۔
(۱۳) "سات ستارے" از حکیم محمد حسین بدر "مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۱۰۱۔
(۱۴) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، بابت ۵ راگست ۱۹۷۴ء ۲۳ راکتوبر ۱۹۸۲ء، ۲۲ مئی ۱۹۹۸ء۔
(۱۵) روزنامہ "مشرق" لاہور بابت ۳ راگست ۱۹۷۴ء۔
(۱۶) روزنامہ "امروز" لاہور بابت ۲۶ رجولائی ۱۹۷۴ء
(۱۷) روزنامہ "کوہستان" لاہور ۲۴ رجولائی ۱۹۹۸ء۔
(۱۸) "انجمن اسلامیہ امرتسر" از پروفیسر احمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۱۲۸۔
(۱۹) رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء ص ۸۱، ۸۸، ۹۲، ۱۳۸۔
(۲۰) مجلہ لاہور "گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ، "گولڈن جوبلی نمبر" اگست ۱۹۹۷ء ص ۲۷، ۱۹۳۔
(۲۱) "یار فرنگاں" جلد دوم از صابر براری مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء ص ۴۰۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکشؔ

مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکشؔ ابن محمد مریٰ احمد خاں کی ولادت ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں چاند مر (مشرقی پنجاب، بھارت) کے مضافات میں بلہ مہیڑم نامی قصبہ میں ہوئی۔ جد امجد کل محمد خاں کا تعلق افغان قوم کے قبیلہ محمد زئی سے تھا جو افغانستان سے ہجرت کر کے یہاں آ بسے تھے۔

مولانا میکشؔ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کرنے کے بعد میانوالی مولویاں ضلع چاند مر کے مشہور عالم دین مولانا محمد مریٰ احمد نقشبندی، جن کا نسب علی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ یہ وہی مولانا محمد مریٰ احمد نقشبندی ہیں جو امیر امان اللہ خاں (۱۹۱۹ء-۱۹۲۰ء) والیٔ افغانستان کے اتالیق رہے اور قریۃ العصر میاں علی محمد خاں سہارنپوری کی شریف (۱۸۸۱ء-۱۹۷۵ء) نے جن سے گھر بیٹھے استفادہ کیا۔

چاند مر سے سند فراغ کرنے کے بعد مولانا میکشؔ نے لاہور آ کر ایف اے میں داخلہ لے لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب جلیانوالہ باغ امرتسر کا خونی ڈرامہ کھیلا جا چکا تھا۔ گھر گھر صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔ بنیادی انسانی خون آشامی کی وجہ سے عوام میں بے حد اشتعال پھیلا ہوا تھا۔ ہندو مسلمانوں کے قلب میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ امرتسر میں تک خود آتش زدگی کی گئی، کئی بنکوں کو لوٹ لیا گیا۔ گوجرانوالہ میں ریلوے اسٹیشن کو آگ لگا دی گئی۔ لاہور میں

شاید وہ مر گیا ہے اس لئے وہ بھاگ کر کالج کے احاطہ میں آ گئے اس دن کالج کا پرنسپل مسٹر مارٹن تھا۔ وہ بڑا جابر اور ظالم انگریز تھا۔ جب پولیس اور فوج کے افسر لڑکوں کو گرفتار کرنے کے لئے کالج میں داخل ہوئے تو مسٹر مارٹن نے لڑکوں کو پولیس کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور کمال بے عزتی سے پولیس اور فوج کے افسروں کو کالج سے نکال باہر کیا۔

جن علماء نے اس انگریز سے سند لینے کا وعدہ اور سند کیا تھا ان میں مولانا عبدالحق وزیر تھے۔ مولانا صوفی اشرف مولانا (۱۹۱۱ء۔ ۱۹۷۱ء) اس سلسلے میں لکھتے ہیں:۔

"جن علماء نے اس انگریز کا وعدہ اور سند کیا تھا ان میں جالندھر کے ایک گاؤں کا ایک پٹھان نوجوان مرتضیٰ احمد ناں بھی شامل تھا۔ گورا رنگ، چھریرا بدن، آنکھیں، کھلتی ہوئی روشن پیشانی، پورا چہرہ بیضوی، مضبوط قوی اور وجیہ اندام، بلند قد، بھرا ہوا لیکن باتوں میں شیریں اور خلوص، انگریز کا پیدائشی دشمن، کسی اعتبار سے آرائش، ماحول اور آرام و آسائش کی زندگی سے علیحدہ، مالی ایک متوسط لیکن علم دوست خاندان کا نمائندہ چرواہا۔

ماں باپ نے لاہور میں کالج کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا لیکن وہ مالا ہور میں لیڈری فرمانے لگا۔"

۱۹۲۰ء میں ابھی سال دوم میں پڑھ رہے تھے کہ تحریک ہجرت کے سلسلے میں کالج کو خیرباد کہہ کر کابل چلے گئے اور ایک برس کی مسلسل تکالیف برداشت کرنے کے بعد لاہور واپس آئے۔ آپ کی واپسی کا ذکر صوفی اشرف مولانا نے یوں کیا ہے:۔

"مرتضیٰ احمد ناں صوفی بھی اپنے ایک دو دوستوں کے ہمراہ مختلف قبائلی علاقوں کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے ہوں پہنچے۔ کپڑے پھٹے ہوئے تھے، پاؤں چھالے پڑنے کی وجہ سے ورم زدہ ہو گئے تھے، ٹوپی غائب تھی، ان کے دونوں ساتھی مردان کے رہنے والے تھے۔ یہ مردان پہنچے تو انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ صوفی صاحب انہیں بدل کر لاہور پہنچے۔ ان کے پہنچنے سے پہلے ہی پولیس ان کے آبائی گاؤں میں ان

کی فکر فکری کے لئے پیسا ہو گیا تھا۔ عاشق صاحب نے بڑے دن لاہور جیسے شہر میں گزارے۔ آخر کار واپس روانہ ہو گئے۔

گھر والوں سے ملے۔ اس اثناء میں پولیس بھی پہنچ گئی۔ آپ کو گرفتار کر کے جالندھر لایا گیا۔ آپ کے اہل خانہ نے کئی اثر رسوخ سے آپ کی رہائی کے لئے حکام پر زور ڈالا۔ آخر پر کوششیں بار آور ہوئیں اور عاشق صاحب چھوڑ دیئے گئے۔ بڑے عرصہ کاموں میں رہے۔ پھر تعلیم حاصل کرنے کا ارادہ کر کے لاہور آ گئے۔ لیکن لاہور پہنچنے کے بعد انہوں نے کالج میں داخلہ لینے کے بجائے صحافت کی سب سے بڑی اور یادگار ذریعہ "اخبار" میں داخلہ لے لیا۔

۱۹۲۲ء سے لے کر ۱۹۵۵ء تک مختلف روزناموں میں ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا۔ زمیندار کے علاوہ انقلاب، احسان، مشرقی پاکستان، انصاف اور نوائے پاکستان میں ایڈیٹر کے جوہر دکھائے۔ ملک و ملت کی خدمت کا فریضہ احسن طریقہ سے انجام دیا۔ قارئین کے ذہن سے قاری ذہن میں ایک ہفت روزہ بھی جاری کیا جسے شہرت عام بقائے دوام حاصل ہوئی۔ ۱۹۲۸ء میں "ہندی مسلمانوں کے لئے الگ وطن" کے موضوع پر مقالات لکھے۔ ان مقالات میں مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن کا مطالبہ پیش کیا گیا تھا۔ ان مقالات کے حق میں دلائل پیش کئے۔ برصغیر کے شمال مشرقی علاقوں میں اسلامی ریاست کے قیام کا مسلمانوں کی سلامتی، تحفظ اور تہذیب کے تحفظ کے لئے ضروری بتلایا۔

ان مقالات پر ہندو اخبارات نے بڑے تنقید کی۔ خاص طور پر روزنامہ "پرتاپ" نے سخت الفاظ میں تنقید کی۔ مولانا عاشق نے اپنے موقف کے حق میں ۱۹۲۹ء تا ۱۹۳۰ء مزید لکھا اور مدلل جواب دے کر جداگانہ ریاست کے تصور کو اور زیادہ تقویت دی۔ ۱۹۳۱ء میں انگریزی اخبار کے خلاف مقالات لکھنے کی پاداش میں ایک سال کے لئے پابند سلاسل کر دیئے گئے۔

اوپر بالا میں ذکر کیا گیا ہے کہ مولانا عاشق نے ۱۹۲۸ء تا ۱۹۳۰ء علیحدہ وطن کی تشکیل کے لئے روزنامہ "انقلاب" لاہور میں سلسلہ وار مقالات لکھے تھے جن کی بنیاد پر ہی علامہ اقبال (۱۸۷۷ء تا ۱۹۳۸ء) نے الہ آباد میں تصور پاکستان پیش کیا تھا۔

شورش کاشمیری (۱۹۱۷ء۔ ۱۹۷۵ء) اپنی کتاب "نورتن" میں لکھتے ہیں :۔

"(مولانا میکش) جتنی خوبیوں کے مالک تھے اتنی قدر نہیں ہوئی بلکہ صحافت کے تذکروں میں بھی اُن کا نام نہیں آرہا۔ وجوہ ڈھکے چھپے نہیں اور نہ ہم انہیں زیرِ بحث لانا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ انہوں نے صحافت کی اعلیٰ قدروں کا نہ صرف احترام بلکہ استحکام بھی کیا۔ جس نقطہ نگاہ کو درست سمجھتے اُس کے مبلغ ہو جاتے۔ اُن میں ایک عالم کی رُوح، ادیب کا حسن، شاعر کی رنگینی، رند کا ظرف، فقیر کا گداز، مجاہد کا ولولہ اور بادشاہ کی تمکنت موجود تھی۔ قلم فروشی سے اُنہیں تنفر تھا۔ اپنے خیال اور اپنے تصور کے آدمی تھے۔ ابھی پاکستان کا تصور چند افراد کے ذہن میں تھا کہ اُنہوں نے "انقلاب" میں مسلسل مقالے لکھ کر پاکستان کو ہندو مسلم مسئلہ کا حل قرار دیا۔ اُس وقت یہ حل مجذوب کی بڑ نہ سہی صحافی کی بڑ ضرور سمجھا گیا۔ لیکن آخر یہی حل مسلمانوں کا ملی نصب العین ہو گیا۔ اُن کا خیال تھا کہ اُنہوں نے علامہ اقبال سے بھی پہلے پاکستان کا تصور پیش کیا تھا۔ وہ ظاہر و باطن پاکستانی اور اُن مخلص اہلِ قلم میں سے تھے جنہوں نے علیحدہ قومیت کے نظریہ کی آبیاری کی"۔

معروف صحافی سید اشتیاق اظہر نے اپنی گرانقدر کتاب "سید الاحرار" (مولانا حسرت موہانی) میں مولانا میکش کے تصورِ پاکستان کا یوں ذکر کیا ہے :۔

"دسمبر ۱۹۲۸ء میں مشہور ادیب اور صحافی مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش نے روزنامہ "انقلاب" مؤرخہ ۸/ دسمبر ۱۹۲۸ء میں تجویز پیش کی کہ مسلمان علاقوں پر مشتمل ایک علیحدہ وطن بنا دیا جائے"۔ انہوں نے لکھا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ شمالی ہند میں جو پنجاب، سرحد، بلوچستان اور سندھ پر مشتمل ہے اپنی قومی حکومت کے قیام کو نصب العین قرار دیا جائے کیونکہ وقت کا تقاضا اور مسلمانوں کی خواہش اسی صورت میں پوری ہو سکتی ہے۔ اسی میں

مسلمانوں کی غالب اکثریت ہے۔ مسلمان نہایت آسانی سے اسے اپنا وطن سمجھ سکتے ہیں۔ اور جب اُن کو معلوم ہو گا کہ اس وطن کے آزاد کرانے میں اُن کی ہر قسم کی فلاح و بہبود مضمر ہے اور اُن کی آئندہ نسلوں کی ترقی اور کفالت اس پر منحصر ہے تو اُن کی ساری کوششیں اس مقصد پر صرف ہونے لگیں گی۔ اس سال ۱۹۲۸ء میں "نہرو کمیٹی" کے سامنے بھی یہ تجویز پیش کی گئی لیکن کمیٹی نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ رقبے کے لحاظ سے یہ ریاست غیر متوازن ہو جائے گی۔ علامہ اقبال نے اپنے خطبہ ء آلہ آباد میں جو اُنہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ ۱۹۳۰ء میں پیش کیا ہے، اس کا حوالہ دیا ہے"۔

۱۸۔۱۹ر اپریل ۱۹۳۸ء کو کلکتہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کا خصوصی اجلاس ہوا۔ اس موقعہ پر حضرت قائداعظم (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) کے حکم پر پنجاب مسلم لیگ کی تنظیم نو کیلئے ۳۵ آدمیوں کی آرگنائزنگ کمیٹی مقرر کی گئی جس میں علامہ اقبال، مولانا ظفر علی خاں، میاں عبدالعزیز مالواڈہ بیرسٹر، ملک برکت علی ایڈووکیٹ، خلیفہ شجاع الدین بیرسٹر، ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی، غلام رسول خاں بیرسٹر، پیر تاج الدین بیرسٹر، ملک مہدی زمان خان کے علاوہ مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش کا اسم گرامی بھی شامل تھا۔

تحریک پاکستان میں آپ نے "علماء اہلسنت" کے شانہ بشانہ خدمات سر انجام دیں۔ مولانا سید ابوالحسنات محمد احمد قادری لاہوری (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۶۱ء) آپ کے رفیق خاص تھے، چنانچہ "آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس" ۱۹۴۶ء میں مولانا ابوالحسنات، آپ کو خصوصی طور پر لے گئے تھے۔ آپ نے وہاں متعدد قرار دادیں پیش کیں جو متفقہ طور پر پاس کر لی گئیں۔ دیوبندی مکتبہ ء فکر کے معروف قلمکار پروفیسر اختر راہی نے اس حقیقت کو یوں تسلیم کیا ہے:۔

"مولانا میکش سیاسی طور پر دو قومی نظریہ کے پُر جوش داعی تھے۔ روزنامہ "احسان" لاہور، مسلم لیگ کا ہمنوا تھا اور اُنہوں نے خود

کے تصور سے ان کا تصور پیش کیا تھا۔ ۱۹۵۲ء میں ہماری ہی مساعی سے
ہوئے کراچی انجمن کی کانفرنس میں شریک ہوئے تھے اور ان کی
پیش کردہ قرارداد بھی پاس کی گئی تھی۔"

۱۹۵۳ء میں لاہور کے چار مسلم اخبارات کے مالکان و مدیران نے ہوٹل اوریک
لاہور میں قائداعظم کے اعزاز میں ایک استقبالیہ دیا۔ یہ ہوٹل راولپنڈی میں بھی تھا
قائداعظم بھی اس دعوت میں شریک تھے۔ اور قائداعظم سے خوب خیالات و
خیال ہوا۔

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد ۱۹۴۸ء میں جمعیت علماء پاکستان کی
تشکیل ہوئی تو آپ نے جمعیت کے قانونی مشیر مقرر ہوئے۔ صدر جمعیت مولانا احمد
علوی آپ کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے اور آپ کے مشوروں کو بہت ترجیح دیتے تھے۔
یہی وجہ ہے کہ اس دور میں جمعیت علماء پاکستان ملک بھر میں انتہائی عزت و احترام کی نگاہ سے
دیکھی جاتی تھی۔

۱۹۵۳ء میں "تحریک ختم نبوت" چلی تو آپ نے جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ
فارم سے بہترین قربانیاں دیں۔ تحریک کو ساحل کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے تن من
دھن کی بازی لگا دی۔ الیکشن کمیٹی (مجلس عمل) کے رکن کی حیثیت سے بے مثال کام کیا۔
گرفتار ہو کر قید و بند کی صعوبتوں سے بھی گزرے۔ "منیر انکوائری کمشن" میں آپ نے
علماء کے خلاف بڑی محنت اور جانفشانی سے کیس پیش کیا۔ اس سلسلہ میں شورش
کاشمیری لکھتے ہیں:۔

"مرحوم احمد خاں اخبار نویس کے حلقے سے نکل کر مشائخ کے حلقہ میں چلے گئے تو
مفتی اعظم والد صاحب نے علیحدہ کر دیا۔ ختم نبوت کی تحریک میں انہوں نے منیر انکوائری کمشن
کے سامنے جس قابلیت اور جس جرأت سے مکتوب اللہ کی پیشوائی کی وہ انہیں کا حصہ تھا۔ ان کی
قابلیت کا کمشن نے بھی اعتراف کیا لیکن اس رپورٹ میں نہ صرف علماء کا اختلاف کیا گیا بلکہ
یہ رپورٹ اسلام کے خلاف مسلمان ججوں کی لکھی ہوئی ایک خطرناک دستاویز ہے۔ رپورٹ
چھپ کے سامنے آئی تو لوگ مارشل لاء کی مار کھانے کے لیے حوصلہ ہو چکے تھے۔ مرحوم احمد
خاں نے اس رپورٹ کا تجزیہ کیا اور ان تمام غلط باتوں کی نشان دہی کی جو مصنفین کے علم

[illegible] خوف ان سے بھاگتا تھا"۔

[illegible] خوف ان کی ہڈی میں تھا ہی نہیں بلکہ [illegible] شاہ محمد ذوقی (۱۸۷۷ء [illegible]
آپ نے حضرت [illegible] نواب الدین [illegible] چشتی [illegible]
کے دست مبارک پر سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی ہوئی تھی۔ آخر عمر میں تصوف کو [illegible]
[illegible] آپ ایک باصول انسان تھے، ایک بیباک صحافی اور ایک باخلاق [illegible]
[illegible] مسلمان تھے۔ ان کی ساری زندگی جدوجہد میں گزری۔ آزادی کے بعد [illegible]
[illegible] جو اسلام کے نام سے [illegible] حاصل کی گئی [illegible]
[illegible] میں مصروف رہے۔ آپ نے ان لوگوں [illegible]
[illegible] کے سامنے ننگا کر دیا۔ ان کی اصول پرستی [illegible]
[illegible] آخر میں [illegible] عسرت میں زندگی بسر کرتے رہے [illegible]
[illegible] کا خوف نہیں [illegible] کی وزارت اور [illegible] کے سامنے دست سوال [illegible]
[illegible] دولت اور عزت کی خاطر قلم کی عصمت کو فروخت کیا۔ [illegible]
[illegible] ایک مرد درویش تھے۔"

قوموں کی تقدیر وہ مرد درویش
جس نے نہ ڈھونڈی سلطاں کی درگاہ

زندگی کے آخری ایام اگرچہ بڑی عسرت میں گزرے مگر [illegible] استقلال میں
[illegible] آپ کے مرشد زادے معروف نعت گو شاعر حافظ مظہر الدین [illegible]
[illegible] روایت ہے کہ

"مولانا [illegible] نے [illegible] زندگی کے آخری ایام
میں مجھ سے فرمایا تھا کہ ایک دن میں اپنی زندگی کی دشواریوں سے تنگ
آکر پریشان بیٹھا تھا کہ خضر علیہ السلام آئے اور مجھے تسلی دے کر
چلے گئے۔"

آپ [illegible] ادیب تھے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] تاریخ اقوام عالم (۴ جلد)، اسلام اور معاشی اصلاحات، تاریخ اسلام

(۴ جلدیں)، دو دل (اردو مجموعہ کلام)، فارسی مجموعہ کلام، غیر مطبوعہ کتب۔

شریعت مطہرہ کی پابندی آپ کی سب سے بڑی کرامت ہے۔ نماز کبھی قضا نہ ہوئی۔ یاد الٰہی اور عشق رسول ﷺ کی نعمت عظمیٰ سے بہرہ ور ہونے کی وجہ سے چہرہ جاذب نظر اور شخصیت میں رعب نمایاں تھا۔ انتہائی تکلیف میں بھی نماز ترک نہ ہوئی۔ چنانچہ حالت نماز ہی میں ۲ر جولائی ۱۹۵۹ء مطابق ۲۱ر محرم الحرام ۱۳۷۹ھ بروز پیر حرکت قلب بند ہو جانے سے روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور گارڈن ٹاؤن لاہور کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

اگتے ہیں اس میں عشق و محبت کے مست پھول
میکش نے جس زمیں میں مدفن بنا لیا

آپ کے انتقال پر ملال پر روزنامہ "نوائے وقت" لاہور نے ۲۹ر جولائی ۱۹۵۹ء کو اپنے اداریہ میں یوں خراج تحسین پیش کیا۔

"مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش کا انتقال اردو صحافت کا ناقابل تلافی نقصان ہے۔ مرحوم ایک پرانے اخبار نویس تھے اور "زمیندار"، "احسان"، "شہباز"، "نوائے پاکستان"، "مغربی پاکستان" وغیرہ اخبارات میں ایڈیٹر کی حیثیت سے مدتوں کام کرتے رہے تھے۔ "احسان" اور "شہباز" کو وہ میاب بنانے کا سہرا انہی کے سر تھا۔ ایک زمانہ لاہوری صحافت میں ان کا طوطی بولتا تھا۔

مرحوم ایک دیندار اور صوفی منش آدمی تھے و تخلص میکش تھا مگر شراب کو کبھی چھوا تک نہیں، اسلام اور پاکستان کے لئے دل میں بڑا درد تھا۔ ان کے آخری چند سال بڑی عسرت اور تکلیف میں گزرے مگر چونکہ انتہائی خوددار، غیور اور درویش قسم کے آدمی تھے اس لئے کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ وہ اپنی قومی خدمات اور اپنی ضروریات کے اعتبار سے اور صحافت میں اپنے مقام کے باعث پنشن اور وظیفہ کے صحیح معنوں میں حقدار تھے مگر چونکہ دربار میں جانے کے بجائے گوشہ نشین تھے اس لئے آخر وقت تک محنت

مزدوری کر کے گزارہ کیا اور اس طرح خود دارانہ زندگی کی ایک شاندار مثال قائم کر گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔"

بہت سے شعرائے کرام نے ان کی رحلت پر قطعات تاریخ وفات کہے، چند ایک درج ذیل ہیں:-

(۱) حضرت صابر براری دامت برکاتہم عالیہ ..... کراچی

"سال وفات نیک خصال" ، جناب مولوی مرتضیٰ میکش"

۱۳۷۹ھ ـــــ ۱۹۵۹ء

عالم فانی سے وہ بھی چل دیئے ـــ تھے جو میدان ادب کے شہسوار
روشنی محفل دانشوراں ـــ مالک شخصیت باغ و بہار
ہیں کئی اخبار ارض پاک کے ـــ جس کے ایڈیٹر رہے یہ حق نگار
انجمیت[1] کے تھے قانونی مشیر ـــ یہ ابوالحسنات[2] کے حامی کار
فارسی، اردو کے شاعر تھے جناب ـــ ہے یہ "دود[3] دل" سے عنوانی آشکار
انکی تربت پر رہے باران نور ـــ ہو نزول رحمت پروردگار

کہدو صابر ان کی تاریخ وفات
"شیخ دوراں میکش عالی وقار"

ـــــ ۱۹۵۹ء ـــــ

[1] جمعیت علماء پاکستان
[2] مولانا ابوالحسنات قادری
[3] مجموعہ کلام میکش

(۲) حضرت ابوالطاہر فدا حسین فدا مدیر اعلیٰ "مہر وماہ" ..... لاہور

حضرت میکش جہاں سے چل بسے ـــ اہل علم و فضل ہیں مغموم سب
دے گئے وہ ناگہاں داغ فراق ـــ آج ہیں سب اقربا وقف تعب
نالہ افگن ہے اجل بھی اس پر آہ ـــ ہے بپا ہر سمت اک شور و شغب
اب جہان علم میں ایسا کہاں؟ ـــ صاحب فکر، شعور و ذی ادب

ہو نجات آخری اس کا نصیب از طفیل مصطفیٰ محبوبِ رب
رحمتِ خلاق پر کہو کہہ دے فدا
"شاعرِ شیریں سخن والا حسبؔ"

۱۹۵۹ء

(۳) حضرت طارق سلطانپوری، حسن ابدال ضلع اٹک۔

مرتضیٰ اتمد، وقار بزم قرطاس و قلم
صاحبِ فکر و نظر تھا اک بڑا انسان تھا
اک قلم کار مکرم اک صحافی نام ور
وہ صحافت کا تجمل وہ قلم کی آن تھا
کاروان حریت کا تھا نقیب بے ہراس
وہ مجاہد حامیٔ تحریک پاکستان تھا
جو بمارس میں ہوا تھا اجتماع اہلِ حق
اس میں بھی موجود وہ حق آشنا انسان تھا
اس وطن کے ان رجالِ حق کا تھا وہ ہم خیال
مدعا جن کا نظامِ سنت و قرآن تھا
اس کے "دو دل" سے ہیں کیفیت اندوز اہلِ دل
فکر گلنار ایک شاعر صاحبِ دیوان تھا
صوفی و درویش، مخلوقِ خدا کا غمگسار
وہ تو فیضان تھا سر تا شبیہ احسان تھا
سوز و ساز و ذوق و شوق پختگی کا سرمایہ دار
حق کا دلدادہ، محب سرورِ ذیشان تھا
اس کا طارقؔ نے عقیدت سے کہا سالِ وصال
"عاشقِ ہو، مخزنِ میخانۂ عرفان" تھا

۱۹۵۹ء

ماخذ

(۱) "تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۲۵۱، ۲۵۳۔

(۲) "کچھ شنیدہ داستانیں کچھ پریشاں تذکرے" از اشرف عطا مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء ص ۲۹۳، ۲۹۵، ۲۹۹۔

(۳) "دے صورتیں الٰہی" از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۳۶۷۔

(۴) "صحافت ہند و پاکستان میں" از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء ص ۲۲۲، ۲۴۵، ۲۴۰۔

(۵) "فروغ صحافت میں اہلسنت کا کردار" از مولانا شاہ حسین گردیزی مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء ص ۱۲۔

(۶) "نورِ حق" از شورش کاشمیری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۷ء ص ۴۳، ۱۴۲۔

(۷) ماہنامہ "نقوش" لاہور، "لاہور نمبر" بابت فروری ۱۹۶۲ء ص ۹۳۹۔

(۸) "تذکرہ مجاہدین ختم نبوت" از مولانا اللہ وسایا مطبوعہ ملتان ۱۹۹۰ء ص ۲۵۳۔

(۹) "رپورٹ تحقیقاتی عدالت" ۱۹۵۳ء (منیر انکوائری رپورٹ) ص ۷، ۱۱۱، ۱۳۱۔

(۱۰) "کاروان شوق" از حکیم آفتاب احمد قرشی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۴۹۳۔

(۱۱) "تاریخ رفتگاں" جلد دوم از سارہ راری مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء ۴۱۔

(۱۲) "جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۲ء ص ۴۰۱ تا ۴۰۶۔

(۱۳) "پاکستان کا مطلب کیا؟" از تہمینہ شیروانی مطبوعہ لاہور ۱۹۹۸ء ص ۴۰۔

(۱۴) "تخلیق پاکستان" از فاروق ملک مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۴۶۵۔

(۱۵) "سید الاحرار" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ بہاولپور ۱۹۷۸ء ص ۳۴۱ تا ۳۴۲۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۸۸ء ص ۴۵۶ تا ۴۵۷۔

(۱۶) "جامعہ اردو انسائیکلوپیڈیا" جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۱۹۷۵، ۱۹۷۹۔

(۱۷) "فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا" مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۹۷۵۔

(۱۸) [illegible]

(۱۹) [illegible]

(۲۰) [illegible]

(۲۱) [illegible]

(۲۲) [illegible]

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری لاہوریؒ

مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری بن سید دلدار علی شاہ الوری (۱۸۵۰ء تا ۱۹۲۶ء) کی ولادت ۱۲۶۶ھ / ۱۸۶۶ء میں محلہ نواب پورہ الور (بھارت) میں ہوئی۔ بارہ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ اردو اور فارسی میں کافی عبور حاصل کر لیا۔ پھر درسِ علوم و فنون والد ماجد سے حاصل کئے۔ حیدرآباد جا کر حکیم نواب عماد الدین سے طب پڑھی۔ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی (۱۸۸۳ء تا ۱۹۴۸ء) اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خاں (۱۸۵۶ء تا ۱۹۲۱ء) سے بھی استفادہ کیا۔ حضرت شاہ علی حسین اشرفی بھوپالی (۱۸۵۰ء تا ۱۹۳۰ء) کے دستِ اقدس پر بیعت کر کے خلافت و اجازت کی دولت لازوال سے مشرف ہوئے۔ والد ماجد سے بھی خلافت کی نعمت حاصل تھی۔

۱۹۲۶ء میں آپ ایالیان لاہور کی پرزور درخواست پر مسجد وزیر خاں میں تبلیغ دین کے لئے تشریف لائے۔ مفتی مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ لاہور کے علاوہ دیگر شہروں میں بھی تبلیغی دورے فرماتے تھے۔ خواہ خواہ آپ کی نظر پر کرم و لطف و عنایت سے نوازتے تھے۔

تحریکِ پاکستان میں آپ نے شاندار خدمات سر انجام دیں۔ ۱۹۳۹ء میں مسلم

لیگ کی حمایت کا اعلان فرمایا اور اس کے پروگرام کو عوام تک پہنچانے کیلئے شب و روز مصروف رہے۔ علمائے پنجاب میں سب سے پہلے آپ ہی نے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا۔

۱۹۴۰ء میں جب منٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں "قرارداد پاکستان" منظور ہوئی تو آپ اس جلسہ کے سرگرم کارکنوں میں سے تھے۔ ۱۹۴۵ء میں جیل کے لئے تشریف لے گئے تو علماء کے عظیم اجتماع میں تحریک پاکستان پر بحث چلی اور علماء کو اپنا ہمنوا پایا۔ بعد میں قائداعظم سے ملاقات کر کے نظریہ پاکستان کی حمایت میں قلمی محاذ سنبھالا۔ روزنامہ "احسان" لاہور میں "نظریہ پاکستان" کی حمایت میں ایک طویل مضمون پانچ قسطوں میں شائع کرایا۔ قائداعظم (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) اور پیر صاحب مانکی شریف (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۶۰ء) کے ساتھ مل کر ملک کا دورہ کر کے عوام کو "نظریہ پاکستان" سے روشناس کیا اور عوام میں تحریر و تقریر سے پاکستان کی حمایت کا جذبہ پیدا کیا۔

۵ اگست ۱۹۴۵ء کے روزنامہ "احسان" لاہور میں "مسلم لیگ کے حامی علماء کی تنظیم کی ضرورت" کے عنوان سے آپ کا ایک بیان چھپا جس سے مسلم لیگ کو زبردست تقویت ملی۔ بیان کا کچھ حصہ یوں ہے:

"میں عنقریب تنظیم علماء و مشائخ کی صوبائی کانفرنس کرنا چاہتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ مسلم نما جود پرور دشمنانِ ملت کی یہ خواہش و دین فروشی جو ظاہر ہو چکی ہے وہ بیش از بیش واضح ہو جائے گی اور برادرانِ اسلام کی خدمت میں خاص طور پر گزارش ہے کہ ہر صوبے کے علماء و مشائخ کی خدمت تک میرا یہ مضمون پہنچائیں اور انہیں تنظیم کے لئے آمادہ کریں۔ میں صوبہ پنجاب کے علماء و مشائخ کی خدمت میں علیحدہ علیحدہ عریضہ بھیجنے والا ہوں۔ وہ بھی کے ساتھ تیار ہو کر مسلم حقوق کی نگرانی میں سرگرم عمل ہو جائیں تاکہ پاکستان کی پوری حمایت ہو اور آئندہ انتخاب جو آنے والا ہے اس میں علماء و مشائخ کے ارادے کے خلاف ووٹ نہ دیا جائے۔

۱۴ تا ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۵ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار دارالعلوم مرکزی انجمن حزب

[illegible] لاہور کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر ہندو شدھی، پنجاب کے اکابر علماء اہلسنت کا اجتماع ہوا۔ اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملت قدس سرہ نے فرمائی۔ اس موقعہ پر "ہندو شدھی کانفرنس" کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا صدر مولانا ابوالحسنات کو چنا گیا۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ کانگریس، احرار، خاکسار اور یونی نسٹ ہرگز ہرگز مسلمانوں کی نمائندہ جماعتیں نہیں ہیں۔ کانگریس مشرکین و مرتدین کی جماعت ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کی دشمن ہے۔ اس سے یہ ہرگز توقع نہیں کہ یہ مسلمانوں کے حقوق کی نمائندگی کر سکے گی مسلمانوں کو اپنی قومی دوست کانگریس کو دینا حرام ہے اور احرار، خاکسار اور یونی نسٹ وغیرہ سب کے سب فریب خوردہ غلام ہیں۔ انہیں مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں ہے۔

اس اجلاس کے بعد مولانا ابوالحسنات نے مسلم لیگ کا پیغام قریہ قریہ پہنچانے کے لئے تین روزے کئے اور جلسوں کے ذریعے مسلم لیگ کے پیغام کو ہر دل کی دھڑکن بنا دیا۔ ۹، ۱۰، ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء کو جمعیت علماء اسلام پنجاب کی طرف سے اسلامیہ کالج لاہور کی گراؤنڈ میں معروف مسلم لیگی رہنما چوہدری عبدالکریم (ف ۱۹۸۱ء) نے ایک علماء مشائخ کانفرنس بلائی جس کی صدارت حضرت امیر ملت قدس سرہ نے فرمائی۔ اس کانفرنس میں گورنر کے نافذ کردہ قانون کہ مذہب اور اللہ کے نام پر ووٹ مانگنا جرم ہے کی خلاف ورزی کا فیصلہ کیا گیا۔ چوہدری عبدالکریم (قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں "عبدالکریم روڈ" انہی کے نام سے موسوم ہے) مائیک پر آئے اور عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "اسلام کے نام پر مسلم لیگ کو ووٹ دیں۔ اگر آپ نے مسلم لیگ کو ووٹ نہ دیا تو حضور اکرم ﷺ بھی ناراض ہوں گے اور اللہ کا غضب بھی نازل ہو گا۔"

اس اجلاس میں مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء)، مولانا عبدالغفور ہزاروی (۱۹۱۰ء۔ ۱۹۷۰ء)، خواجہ محمد قمرالدین سیالوی (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۸۱ء)، سید محمد رضا شاہ گیلانی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۴۹ء)، خواجہ غلام محی الدین گولڑوی (۱۸۹۱ء۔ ۱۹۴۰ء)، پیر صاحب مانکی شریف (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۶۰ء)، مولانا محمد عبدالستار نیازی، مولانا جمال میاں فرنگی محلی وغیرہم کے علاوہ مولانا ابوالحسنات نے بھی شرکت کی اور اپنے ولولہ انگیز خطاب سے کفر و باطل کو چاک کر رکھ دیا۔

اسی سال ہی ہندوؤں نے ایک عظیم سازش کے تحت "ہندو مسلم بھائی بھائی" کا نعرہ

لگاؤ تو آپ نے اس سلسلہ کی کوشش کی اور فرمایا

مسلمانوں کی تنظیم، تعلیم اور سیاست، تجارت علیحدہ ہے
ان کے مسلمانوں کے اقتصادی تحریک، سیاست اور مسلمانوں سے علیحدہ
اصول سیاست کی سادی آزادہ مسلم لیگ لیگ کا نعرہ ہی لغو اور باطل
ہے۔

اپریل ۱۹۴۰ء میں آل انڈیا کی کانفرنس مدراس میں ہوئی سر کرلی نے صدارت
کی خطبہ صدارت میں کانگریس اپنی اسمبلیوں کو کانگریس پارٹی کہہ اور وہاں آکر بیٹھ گئے
کہنے لگے کہ ہم ایک پروگرام بنائیں گے۔ کانگریس وزارت نے بندوبل لگا کر وہ کیا کرے
ہوئے انگریز نے ۱۹۳۷ء میں کانگریس وزارت کے خلاف تحریک چلی تو آپ نے اس
پیچھے کر حصہ لیا اور قید ہوئے کی مسلمانوں نے ہر آزاد ہوئے پاکستان بنے کے بعد ۱۹۴۸ء
میں مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں پاکستان بنے کے بعد ملتان کا ایک ادارہ قائم ہوا
اس ادارہ میں "جمعیت علمائے پاکستان" کا قیام عمل میں آیا جس کے آپ پہلے صدر اور علامہ
سید احمد سعید کاظمی کو ناظم منتخب کیا گیا۔ اسی سال رمضان المبارک میں ملتان کے حصہ
جلسوں میں تحریک پاکستان کے لیے دورے کرنے کی حکم چلائی۔ سوچی دروازہ لاہور میں ایک
عظیم الشان کانفرنس منعقد کی جس میں صدر آزاد کشمیر گئی شریک ہوئے اور اس
کانفرنس کا انتظام کیا۔ علاوہ ازیں خود گئی کئی بار لیگ کے ہمراہ جمعیت کی طرف سے
مرکزی کام کرتے رہے۔ آپ کی تقریر بہت ہی دلچسپ اور پر مغز ہوتی تھی۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو پہلی بار لاہور میں منعقد ہوا جس میں جو قرارداد پاکستان پیش کی گئی
تھی اس میں آپ کی مساعی جلیلہ کو بھی بہت کچھ دخل تھا آپ نے مولانا ظفر احمد عثمانی کے ساتھ مل کر
دن رات محنت کر کے پاکستان کا مطالبہ اسلام اور صرف اسلام کے نام پر کیا ہے اور پاکستان کا نام
بھی اسلامی جمہوریہ ہی تجویز ہوا تھا۔

۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی جس میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور
سزا بھی پائی۔ آپ کو ملتان کے قلعہ کہنہ قاسم باغ میں ایک سال تک نظر بند رکھا گیا
رہائی کے بعد بھی آپ کو ۱۹۵۷ء تک ملتان سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔ آپ نے
عرصہ قید کو خدا کی عبادت میں بسر کیا۔ بالآخر ۱۹۵۷ء میں رہا کر دیے گئے۔

آپ نے تفسیر الحسنات، اوراق غم، ترجمہ کشف المحجوب، فرشتہ رحمت، علیم ربانی، اظہار الاسلام، طیب الورد شرح قصیدہ بردہ، مظہر الاسرار الجنان، صبح نور، مرثیہ الاسلام، قرابین الحواظ، رجوم المؤمنین علی مانع الجماعۃ، تحقیق الحق، رفیق سفر، مصباح الاسرار، دیوان حافظ، غیرہ وغیرہ تالیف یادگار چھوڑیں۔

ماہ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۶۱ء روز جمعۃ المبارک آپ نے رحلت فرمائی اور مزار انوار حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے احاطہ میں آخری آرامگاہ بنی۔

حضرت صدر العلماء نے مندرجہ ذیل تاریخ وفات کہی۔

وہ تھا جان دیوار علی تھے	خطیب اہل سنت حق کے پیکر
پئے ختم نبوت کی جو تحریک	تھے اس تحریک کے سالار لشکر
کہو تاریخ رحلت ان کی صدر	"کہ الحسنات عادی تقدم"

۱۹۶۱ء

ماخذ

(۱) تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت لاہور از علامہ اقبال احمد فاروقی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۳۱۵ تا ۳۲۲۔

(۲) دینیات مطالعہ پاکستان از پروفیسر محمد اعظم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۳۱۳۔

(۳) تکملات از ابو مظہر چشتی مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۳۳۶۔

(۴) تحریک ختم نبوت اور تحریک پاکستان از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۳۸۔ ۳۹۔

(۵) تحریک پاکستان جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۳۳۹ تا ۳۴۰۔

(۶) ہفت روزہ "الحق" ختم نبوت نمبر ۱۳ تا ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۵ء ص ۵۲۔

(۷) تذکرہ علمائے اہل سنت پروفیسر محمد اعظم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۳۴۱۔ ۳۴۲۔

(۸) تذکرہ علمائے دیوبند پاکستان مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء ص ۳۱۔

(۹) تاریخ علمائے دیوبند پاکستان جلد اول مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۰ء ص ۳۰۔

(۱۰) ماہنامہ "نقوش" لاہور، "لاہور نمبر" فروری ۱۹۶۲ء ص ۹۱۳۔

(۱۱) "اصل الاوراق" از مولانا عشرت علی صدیقی مطبوعہ بذل لمیٹڈ، لاہور ۱۹۶۲ء ص ۸۔

(۱۲) "سید امیر کبیر علی، بیاض" از خواجہ افتخار، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۹۶۔

(۱۳) "تذکرہ علمائے ہند" قلمی نسخہ "از مولانا رحمان علی مطبوعہ پاکستان ۱۹۶۱ء ص ۱۵۲، ۱۵۳۔

(۱۴) رپورٹ تحقیقاتی مدارس ۱۹۵۳ء "۸۸،۸۱۔

(۱۵) مجلہ "الحبیب" گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ، "گولڈن جوبلی نمبر" ۱۹۸۹ء ص ۲۸، ۱۸۳، ۱۸۸، ۱۹۲۔

(۱۶) "تاریخ فرشتہ" جلد دوم از محمد قاسم فرشتہ مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء ص ۴۲۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.CO

مولانا عبدالصمد مقتدریؒ

مولانا عبدالصمد مقتدری بن مولانا غلام حامد کی ولادت بدایوں (بھارت) کے علمی و دینی خانوادہ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم قادریہ دارالعلوم شمس العلوم بدایوں میں مولانا حبیب احمد قادری، مولانا مفتی حافظ عتیق و دیگر اساتذہ سے علوم متداولہ میں دسترس حاصل کرنے کے بعد الہ آباد یونیورسٹی سے "منشا" کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۱۵ء میں مولانا شاہ عبدالقدیر بدایونیؒ (۱۸۶۶ء۔ ۱۹۱۵ء) کے دست اقدس پر بیعت کی اور ۲۱ مارچ ۱۹۲۳ء کو مولانا شاہ عبداللہ بدایونیؒ (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۶۰ء) سے اجازت و خلافت پائی۔

حصول تعلیم کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول بدایوں میں عربی درس دینے لگے مگر جونہی تحریک خلافت کا غلغلہ بلند ہوا تو فوراً مستعفی ہو کر علی برادران کے حکم پر آگرہ کو اپنا مسکن بنالیا اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر کے تحریک خلافت کے پودے کی آبیاری کرنے لگے۔ وہ اخبارات "تبلیغ" اور "خلافت" جاری کر کے خلافت کے پیغام کو عام کرنے لگے۔ تمام ملک میں طوفانی دورے کر کے اپنی شعلہ بار تقاریر کے ذریعے قوم مسلم کو گرما کے رکھ دیا۔ نتیجتاً آپ کو گرفتار کر کے بیتاپور، بھٹی ضلع ہیل میں پابند کر دیا گیا۔

آپ نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی (۱۸۸۰ء-۱۹۲۶ء) کے شانہ بشانہ تحریک خلافت اور ترک موالات تحریک میں حصہ لیا اور سیاست کے رموز و نکات انہیں سے سیکھے۔ ۱۹۲۵ء میں بدایوں میں مسلم لیگ کی تاسیس ہوئی تو آپ اس میں شامل ہو کر پہلی مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۷ء کے صوبائی الیکشن کے بعد بدایوں مسلم لیگ میں نئی روح پیدا ہوئی اور جلسے و جلوسوں کی بھرمار ہونے لگی۔ صوبہ مسلم لیگ یوپی کے کنوینر اور آرگنائزر کی حیثیت سے تحریک پاکستان کو منزل سے ہمکنار کرنے کے لیے جو کارہائے نمایاں سر انجام دیے ان کا اعتراف حضرت قائداعظم (۱۸۷۶ء-۱۹۴۸ء) مولانا حسرت موہانی (۱۸۷۵ء-۱۹۵۱ء)، نواب محمد اسمٰعیل خاں میرٹھی (۱۸۸۳ء-۱۹۵۸ء) اور راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (۱۹۱۴ء-۱۹۷۳ء) جیسے اکابرین نے بھی کیا۔ آپ قیام پاکستان تک "آل انڈیا مسلم لیگ" کے کونسلر رہے۔ اس حیثیت سے آپ نے مسلم لیگ کی فلاح، بہبود کے لیے جو کچھ کیا وہ ایک علیحدہ باب کا متقاضی ہے۔ بدایوں مسلم لیگ تو آپ کی جیب میں تھی۔ صوبہ مسلم لیگ (یوپی) کا کوئی کام آپ کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتا تھا۔

۱۹۳۷ء کے انتخابات کے بعد جب بدایوں لوکل بورڈ آفس پر کانگرس کا جھنڈا لگایا گیا تو اس کے جواب میں بدایوں مسلم لیگ نے آپ کی زیر قیادت بدایوں شہر میں جلوس کی شکل میں مسلم لیگ کا جھنڈا لگانے کا فیصلہ کیا۔ اور جلوس کے اجتماع سے باقاعدہ منظوری حاصل کی۔ چنانچہ نواب محمد اسمٰعیل خاں (۱۸۸۳ء-۱۹۵۸ء) نے تقریباً لاکھ ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں اپنے ہاتھوں سے جھنڈا نصب کیا اور رات کو شاندار جلسہ منعقد کیا گیا جس سے مسلم لیگ کی دھاک بیٹھ گئی۔

۱۹۴۶-۴۵ء کے الیکشن میں آپ نے بدایوں، بریلی، سنبھل، مراد آباد اور پیلی بھیت کے علاقوں میں تن من دھن کی بازی لگا کر مسلم لیگ کو کامیاب کرانے کی بھرپور کوشش کی۔ بدایوں کی سیٹ پر مسلم لیگی امیدوار پروفیسر اسرار احمد کے مقابلہ میں کانگرس نے ایک بڑے زمیندار چودھری صمیعن کو کھڑا کیا اور اپنے امیدوار کی ہر ممکن طریقے سے تشہیر و مدد کی مگر مولانا حفیظ الرحمٰن اور ان کے سرفروش ساتھیوں نے حالات کا پانسہ پلٹ کے رکھ دیا۔ اور اس سیٹ پر ۸۰ فیصد سے زائد ووٹ

مسلم لیگ کے حق میں پڑا ہے۔ حتیٰ کہ کانگریس امیدوار نے بھی حالات کی نزاکت کے پیش نظر اپنے تمام خاوند ان کے ووٹ مسلم لیگی امیدوار کو دیئے ہیں۔ آپ کی ان قربانیوں اور کوششوں سے متاثر ہو کر قائد اعظم نے کہا تھا:

"خاتون کی وہ شخص ہے کہ جس کے دل میں پورے صوبہ کی "مسلم لیگ" کی زمام ہے۔"

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا تو دیگر مسلم لیگی لیڈروں کی طرح آپ بھی کراچی کے انتظامات میں جت گئے۔ چنانچہ ۱۳ دسمبر ۱۹۴۷ء کو بیگم جہاں آرا شاہنواز کراچی تشریف لے آئے۔ ان دنوں کراچی کے باقی دیہاتوں میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵ دسمبر کو ہو رہا تھا۔ آپ بھی دیہاتوں کو روانہ ہو گئے اور بچھوڑ کر سیدھے اس اہم اجلاس میں شامل ہوئے۔ اجلاس کی کارروائی میں نمایاں طور پر حصہ لیا۔ اس کے بعد آپ کو "آل پاکستان مسلم لیگ" کا رکن منتخب کیا گیا اور کراچی مسلم لیگ میں وہی مقام نصیب ہوا جو دیہاتوں مسلم لیگ میں تھا۔

صاحبزادی کی آمد کاری میں خصوصی دلچسپی کے بعد صحافت کا پیشہ اپنا کر روزنامہ "خورشید" اور ماہنامہ "زبان" جاری کئے۔ مندرجہ ذیل کتابیں بھی لکھیں۔ (۱) سیاست دان (۲) علوی تحریر کا شاہکار جواب (۳) تحقیق الہیان۔ ۱۵ رجب ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۶۴ء روز جمعۃ المبارک آپ کی رحلت ہوئی۔ مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) نے نماز جنازہ پڑھائی اور میوہ شاہ کراچی کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

حضرت صابر براری آف کراچی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا:

کل رہے ہیں وہ بدایونی سیاسی رہنما — رکن تحریک خلافت مولوی عبدالصمد
ل گیا تاریخ سے صابر یہ ان کا سال غم — "ہیں عزادار حضرت مولوی عبدالصمد"

۱۹۶۴ء

ماخذ

(۱) "تحریک پاکستان" جلد دوم از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۵۱ تا ۱۵۴

(۲) "تذکرہ صدیق" از محی الدین قادری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۷ء مکمل صفحات

(۳) "قائد اعظم اور صحافت" از سید اسحاق احمد مطبوعہ کراچی ۱۹۸۹ء ص ۱۱۱

(۴) ہفت روزہ "مسلم لیگ ٹائمز" لاہور بابت ۱۵ اپریل ۱۹۹۲ء ص ۷

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا صبغۃ اللہ شہید فرنگی محلیؒ

مولانا صبغۃ اللہ شہید ابن مولانا ہدایت اللہ ابن مولانا شرافت اللہ فرنگی محلی لکھنوی تھے۔ مدرسہ عالیہ نظامیہ فرنگی محل سے ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء میں سند فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد کچھ انگریزی بھی پڑھی اور تدریس کی جانب متوجہ ہوئے۔ مدرسہ عالیہ فرنگی محل میں مدرس مقرر ہو کر علم و ادب کے خزانے لوٹائے۔ نہایت ذی فہم تھے اور علم و ادب میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ نہایت خوش بیان مقرر اور مایہ ناز انشاء پرداز تھے۔ تحریر و تقریر میں یکساں ید طولیٰ حاصل تھا۔

"الظلامیہ" کے نام سے ایک ماہنامہ جاری کیا تھا جو تقریباً چار سال تک جاری رہا۔ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن بن گیا۔ آپ نے اس رسالہ کے ذریعے تحریر و خطابت کی جولانیاں دکھلائیں اور مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار ہونے کی تلقین کی۔ ۱۹۱۸ء کا ستارہ و مضامین کے حوالے سے معرکۃ الآرا تھا۔ تحریک خلافت کے زمانہ میں خلافت نے اسے بند کر دیا آپ نے ہمت نہ ہاری اور پھر ہفت روزہ "خادم الحرمین" جاری کیا جو انجمن خدام الحرمین کا آرگن تھا۔ آپ اس انجمن کے اعزازی سیکرٹری بھی تھے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی نے آپ کے فن خطابت کو یوں خراج تحسین پیش کیا

خطابت اور خلاقت اسانی کو خوب کام میں لائے، تقریر کی خوب مشق کی تھی، اور تقریر بھی اور سیاسی موضوعات پر بڑی جوش کی اور بڑے رنگ کی کیا کرتے تھے۔ خصوصاً میلاد النبی ﷺ کی محفلوں میں اور محرم کی مجلسوں میں دور دور سے بلائے جاتے تھے۔ اور بعضی کے بیٹھوں نے ان کی خدمت اس کام سے اپنے اوپر لازم کر لی تھی۔"

شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ آرزو لکھنوی کے شاگرد تھے۔ دوسرے شاعروں سے بھی نوک جھوک رہتی تھی۔ انتقالی شوخ مزاج اور زندہ دل تھے۔

۱۹۴۳ء میں جب قائداعظم نے مسلم لیگ کی باگ ڈور سنبھال کر اسے دوبارہ فعال تر بنانے کا فیصلہ کیا تو صوبہ سرحد کے علماء مشائخ اہلسنت نے مسلم لیگ میں شامل ہو کر اس کی مکمل تائید حمایت کی۔ فرنگی محل سے مولانا قطب الدین مدہ لوی، مولانا عنایت اللہ اور مولانا امیل حیاں کے ساتھ آپ نے بھی مستانہ وار مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر کے اپنے شب و روز اس کی ترقی میں صرف کر دیے۔ اگرچہ آپ نے مسلم لیگ میں کوئی بڑا عہدہ قبول نہ کیا مگر آپ کی خدمات اسقدر درخشاں ہیں کہ بڑے بڑے عہدیداران کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچتے

تاریخ شاہد ہے کہ جب فرنگی محل کے یہ جانباز مسلم لیگ کی حمایت میں دوروں پر نکلتے تو لوگ دیوانہ وار استقبال کرتے تھے۔ کانگرس کے ٹکٹ خوار مولوی مسلم لیگ کو "کافروں کی جماعت" بتاتے تھے، حضرت قائداعظم کو "کافر اعظم" کہتے تھے اور پاکستان کو "پلیدستان" کے نام سے تعبیر کرتے تھے۔ لیکن جب ان علماء حق کا نورانی قافلہ پاکستان کے حق میں دلائل کے انبار لگاتا تو ان کو سوائے راہ فرار کے کچھ اور نہ سوجھتا۔

جن لعین پاکستان نے پاکستان بننے کے بعد بھی اپنے نظریے کو تبدیل نہ کیا اور پوری ڈھٹائی سے اس پر قائم رہے۔ یہ لطف کی بات یہ ہے کہ جس پاکستان کو وہ پلیدستان کہتے رہے، آخر کار اسی پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ مگر افسوس کہ ان کے ذہن پھر بھی درست نہ ہوئے۔ ۱۴ اگست ۱۹۵۱ء کو یہ جانباز مرد مومن دروازہ لاہور میں تقریر کرتے

ے مشہور احرار لیڈر عطاء اللہ شاہ بخاری (۱۸۹۱ء۔۱۹۶۱ء) نے مجلس احرار کے
ان کی وضاحت کرتے ہوئے کہا:

"یہ ٹھیک ہے کہ ہم نے پاکستان کی مخالفت کی۔ لیکن جو کچھ
پاکر تو ہم نے صحیح سمجھا وہی کچھ کیا۔ ہمارا ضمیر اس وقت بھی مطمئن تھا
اور آج بھی شرمندہ نہیں ہے۔"

۱۹۴۰ء میں جیل پور میں مسلم لیگ کی ایک بہت بڑی کانفرنس ہوئی۔ اس
کانفرنس میں آپ نے ولولہ انگیز تقریر کی۔ جس سے جیل پور اور مضافات میں مسلم لیگ
کی تحریک کو بہت تقویت ملی۔ اس کانفرنس میں آپ کے ساتھ مولانا حسرت موہانی
(۱۸۷۸ء۔۱۹۵۱ء) مولوی ظہور احمد اظہر، وکیٹ الہ آباد (ف ۱۹۴۲ء) اور بہت سے مسلم لیگی
لیڈران بھی سید عبدالعزیز (۱۸۸۵ء۔۱۹۴۸ء) بھی شامل تھے۔

پاکستان بننے کے بعد آپ کے چھوٹے صاحبزادے حبیب میاں پاکستان آگئے تھے۔ دسمبر ۱۹۶۲ء میں انہیں ملنے کے لئے آپ دھاکہ جانے والے تھے کہ طبیعت خرابی
ہوگئی اور حالت اتنی نازک ہوگئی کہ ڈھاکہ کا سفر جاری رکھنے کی بجائے فلائٹ اسلام آباد
بذریعہ میں انہیں پہنچایا گیا۔ وہاں ۱۰ دن کی شدید علالت کے بعد ۲۳ دسمبر کو اللہ کو پیارے
ہوگئے۔ ۲۵ دسمبر کو کلکتہ سے میت ریل کے ذریعہ لکھنؤ لائی گئی اور یہیں آخری آرام گاہ
بنی۔

ے ہاتھوں کے نہال کیسے کیسے
ہیں خاک کی آغوش کیسے کیسے

حضرت صفدر ڈیروی نے یہ تاریخ وصال کہی۔

مطلع تھے جہاں میں حضرت فرنگی محلی مرد شہید و عابد مولانا صفت اللہ
سال وفات ان کا کہہ دیجئے یہ صفدر مطلع لطیف ساجد مولانا صفت اللہ"

۱۹۶۳ء

ماخذ

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل "از مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۳۰ء ص ۳۰۔
(۲) معاصرین "از مولانا عبدالماجد دریابادی مطبوعہ کراچی سن ندارد ص ۱۹۶۔

Nafse Islam

مولانا سید محمد ناصر جلالی

Nafse Islam

سرگرمیاں جاری رکھیں۔ ماہنامہ "آزاد" جاری کیا۔ کراچی ریڈیو سے اپنے علمی و ادبی مواعظ حسنہ سے عوام و خواص کو لطف اندوز کرتے رہے۔ پچاس کے قریب کتابیں لکھیں۔ آپ کے دو رفقاء مولانا سید حامد جلالی (۱۹۰۲ء۔ ۱۹۷۳ء) نے بھی آپ کے شانہ بشانہ خدمات انجام دیں۔ ان کے حالات اسی کتاب میں کسی دوسری جگہ دیے جا رہے ہیں۔

مولانا ناصر جلالی کی رحلت ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ / ۳۱ دسمبر ۱۹۶۵ء کو کراچی میں ہوئی۔ لاہور میں سپرد خاک ہوئے۔

ماخذ

(۱) "تذکرہ علماء اہلسنت" از مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء ص ۳۷۔

(۲) "حیاتِ امداد اللہ مہاجر مکی اور ان کے خلفاء" از قاری فیوض الرحمٰن مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء ص ۲۹۵۔

(۳) "میرے زمانے کی دہلی" از علامہ اصدی مطبوعہ کراچی طبع دوم ص ۳۲۴۔

(۴) "نزہۃ الخواطر جلد ہشتم" از حکیم سید عبدالحی لکھنوی مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء ص ۱۲۳۔

(۵) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۲۹۳۔

(۶) "علامہ اقبال اور ان کی پہلی بیوی" از سید حامد جلالی مطبوعہ کراچی اپریل ۱۹۹۹ء ص ۱۹۔

(۷) "جامع اردو انسائیکلوپیڈیا" جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۱۵۰۸۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا محمد ابراہیم علی چشتیؒ

مولانا محمد ابراہیم علی چشتی بن مولانا محترم علی چشتی (۱۸۶۳ء۔ ۱۹۳۳ء) بن مولوی احمد عقل بخش چشتی (۱۷۹۷ء۔ ۱۸۶۷ء) کی ولادت ۱۲ر اگست ۱۸۹۱ء کو شہر لاہور میں ہوئی۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کرنے کے بعد ۱۹۳۱ء میں شعبہ عربی صحافت پنجاب یونیورسٹی سے فرسٹ ڈویژن میں "منشی فاضل" کا امتحان پاس کرنے کی سند حاصل کی، پھر ایل ایل بی کیا۔ طبیعت شروع ہی سے سیاست کی طرف مائل تھی چنانچہ آپ نے ۱۹۳۶ء میں "انٹر کالجیٹ مسلم برادر ہڈ" قائم کی اور ۱۹۴۰ء میں اس کا نصب العین "خلافت پاکستان" قرار دیا۔ "خلافت پاکستان" کا نقشہ پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان اور کشمیر سے شروع ہو کر دہلی، آگرہ، لکھنؤ، کنگا جمنا کا طاس ایک کاریڈور یعنی خطہ نصل کی شکل میں نکال اور آسام سے مل کر مکمل ہوتا تھا۔ "انٹر کالجیٹ مسلم برادر ہڈ" لاہور کے کالجوں میں تعلیم پانے والے مسلم طلبہ کی تنظیم تھی، علامہ اقبال (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) اس کے روحانی سرپرست تھے اور آپ اس کے جنرل سیکرٹری تھے۔ نیز اس زمانے میں آپ کا تعارف ایک بہترین DEBATOR کے ہوتا تھا۔

۱۹۳۹ء میں جب مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی نے "پنجاب مسلم طلباء فیڈریشن" کی صدارت سنبھالی تو آپ اس کے سیکرٹری جنرل اور ناظم امور خارجہ

مقرر ہوئے۔ اسی سال مولانا نیازی نے آپ کے مشورہ سے "آل انڈیا مسلم لیگ" کے سامنے "خلافت پاکستان سکیم" پیش کی۔ ۱۹۴۱ء میں فیڈریشن کی سالانہ کانفرنس منعقد کی گئی جس میں "خلافت پاکستان" کا منشور اور حصول کا طریقہ ء کار پیش کیا گیا۔ ۱۹۴۴ء میں آپ کی رہنمائی میں ایک مشہور کتاب "پاکستان کیا ہے اور کیسے بنے گا؟" میاں محمد شفیع (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۹۳ء) اور مولانا نیازی نے شائع کی۔

آپ نے "پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے پلیٹ فارم سے تحریک پاکستان کو آگے بڑھایا۔ برصغیر پاک و ہند میں "خلافت پاکستان" کے نظریہ کو مقبول بنانے میں شبانہ روز کوشش کی۔ "خلافت پاکستان سکیم" پر مشتمل نقشہ "انٹر مسلم برادر ہڈ" نے شائع کر کے تمام ہندوستان میں پھیلا دیا تھا جو عرصہ تک ملک کے بڑے بڑے اخباروں میں خبروں اور تبصروں کا موضوع بنا رہا۔

۱۹۴۰۔۴۱ء میں "پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے سلسلے میں قائداعظمؒ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) سے آپ کی خط و کتابت ہوتی رہی جو جناب سرفراز حسین مرزا کی کتاب "دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء کے صفحات ۱۱، ۱۲، ۱۵ اور ۵۰، ۵۱ پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس خط و کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو حضرت قائداعظمؒ سے کس درجہ عقیدت و محبت تھی۔ ستمبر اکتوبر ۱۹۴۱ء میں آپ نے مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار نیازی کے ساتھ دہلی میں قائداعظم سے ملاقات بھی کی۔

۱۹۴۱ء میں آپ نے "تحریک رفاقت" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں میں سیاسی اختلافات کی موجودگی میں بھائی چارہ اور رفاقت پیدا کی جائے۔ چند سال تک اس تحریک کو بڑے زور و شور سے چلایا تاکہ سیاسی اور مذہبی اختلافات بجائے خود رکھتے ہوئے صلح و آشتی کے ماحول میں ایک دوسرے کا نقطہ ء نگاہ سمجھا جائے۔ ۱۹۴۶ء کے عمومی انتخابات کے موقع پر وزیراعظم پنجاب خضر ٹوانہ (۱۹۰۰ء۔ ۱۹۷۵ء) نے "تحریک رفاقت" کو اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہا تو آپ نے زبردست مخالفت کی اور اس تحریک کو ختم کر کے مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور قیام پاکستان تک مسلم لیگ کی دل و جان سے خدمت کی۔

۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ نے علماؤ مشائخ کی حمایت حاصل کرنے کے لئے مشائخ

کمیٹی بنائی جس کا صدر آپ کو بنایا گیا چنانچہ بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں آپ نے مسلم لیگ طرف سے شرکت فرما کر پاکستان کے حق میں مشہور قرار داد پاس کروائی جس کی زد سے ملک بھر کے علماؤ مشائخ اہلسنت نے نظریہ پاکستان کے لئے کام کرنا شروع کیا۔ اس تحریک میں آپ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء)، حضرت سید محمد محدث اعظم کچھوچھوی (۱۸۹۴ء۔ ۱۹۶۱ء)، مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری لاہوری (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۶۱ء) اور صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۴۸ء) کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا۔

۱۹۴۶ء ہی میں جب مسلم لیگ اور یونینسٹ پارٹی کی کشمکش فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہو گئی تو آپ ایک دفعہ پھر میدان میں اترے۔ جب صوبائی مسلم لیگ کی ہائی کمانڈ کے تمام اراکین کو گرفتار کر لیا گیا تو آپ تحریک سول نافرمانی کی رہنمائی کرتے ہوئے جیل بھیج دیئے گئے۔ سلسلہ چشتیہ کی معروف گدیوں تونسہ شریف، سیال شریف اور گولڑہ شریف کے قابل احترام سجادہ نشینوں کے بے پناہ اثر و رسوخ کو مسلم لیگ کے لئے حاصل کرنے میں آپ کا بہت زیادہ دخل ہے۔ غرضیکہ آپ کی ذات سے مسلم لیگ کو بہت زیادہ تقویت ملی۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے بڑا فعال کردار ادا کیا۔ اس دوران آپ نے جس اولوالعزمی اور بلند حوصلگی کا ثبوت دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ انکوائری رپورٹ میں آپ کے مقدمہ کی روئیداد آپ کے استقلال کی بہت بڑی دلیل ہے، آپ اس تحریک میں قید و بند کی تکالیف سے بھی نبرد آزما ہوئے۔ آپ کے جگری دوست مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی کو تو سزائے موت کی سزا ہوئی جو بعد میں عمر قید میں تبدیل ہو گئی۔

عشق رسول ﷺ آپ کے رگ و پے میں سمایا ہوا تھا چنانچہ حضور ﷺ کی اتباع میں ہمیشہ کھدر پہنا اور مٹی کے برتنوں میں کھانا کھایا، آپ چارپائی پر ہمیشہ کھجور کی چٹائی ڈال کر سوتے تھے، آپ کی دوستی اور دشمنی کا معیار اسلام اور صرف اسلام تھا، عقائد میں پختگی کے لحاظ سے چٹان اور میدان عمل کے شہسوار تھے۔ ساری زندگی مجرد رہے مگر ان کا دامن جوانی کی لغزشوں اور آلودگیوں سے سراسر پاک تھا۔

آپ نے تمام زندگی فقر و فاقہ، تنگ دستی و عسرت کو بہ طیب خاطر قبول کیا اور اپنے انتقال کے وقت ایک پیسہ کی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ نہ چھوڑی۔ ۱۹۳۵ء میں "پیسہ

(8) A TREASURE OF GENERAL KNOWLEDGE.

(9) A DRAFT MODERN ISLAMIC CONSTITUTION FOR PAKISTAN.

(10) THE CONCISE ENCYCLOPAEDIA OF ISLAMIC GENERAL KNOWLEDGE.

حجرہ میں حسین بخش لاہور (۲۳ جولائی ۱۹۶۸ء) لاہور میں بہت سے معروف حضرات نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ [illegible] قلعہ گوجر سنگھ لاہور کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔

بہت سے شعراء نے قطعہ ہائے تاریخ وصال کہے۔ یہ قطعہ [illegible] کا ہے۔

[illegible] عالی چشتی مرد نیک سرشت ——— نیک دل عالی ظرف [illegible] حق [illegible]

رفت [illegible] قلعہ [illegible] چشتی ——— دل حزیں [illegible]

[illegible] سال فوت چوں ——— ندائے ہاتف غیب آمد [illegible]

زدے غیب کرد [illegible] الفاظ گی

[illegible] کہ "خلد بریں مقام [illegible]"

۲+۱۳۸۶=۱۳۸۸ھ

ماخذ

(۱) "تاریخ چشتیہ" [illegible] مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء (مکمل) ص ۵۹۔

(۲) "ذکر پنجاب" مسلم [illegible] از سرفراز حسین مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء ص ۱۲،۱۵،۵۰،۵۱، ۲۳۶۔

(۳) "آب حضور [illegible]" از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۷ تا ۲۲۔

(۴) "[illegible] جلد اول" از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۵۶ء ص ۳۹ تا ۲۲۔

(۵) "[illegible] پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۷۔

(۶) "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۲۳۸ تا ۲۳۹۔

(۷) "لاہور کے چشتی خاندان کی اردو خدمات" از ڈاکٹر گوہر نوشاہی مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۲۰۹، ۲۵۳۔

(۸) ماہنامہ "نقوش" لاہور، "لاہور نمبر" فروری ۱۹۶۲ء ص ۹۳۳۔

(۹) ماہنامہ "[illegible]ستان" لاہور ۱۳ جولائی ۱۹۶۸ء ص ۶۔

(۱۰) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۷ اگست ۱۹۶۸ء ص ۲، ۱۳ جنوری ۱۹۷۳ء، ۷

اگست ۱۹۷۴ء، ۱۵ر جنوری ۱۹۹۳ء۔

(۱۱) روزنامہ "مشرق" لاہور، ۴ر اگست ۱۹۶۸ء ص ۴۔

(۱۲) مکتوب گرامی مولانا عبدالقدیر نعمانی بنام راقم الحروف محررہ از لاہور مورخہ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۷۴ء۔

(۱۳) مکتوب گرامی ڈاکٹر عبدالسلام خورشید بنام راقم الحروف محررہ از لاہور ۲۶ر ستمبر ۱۹۷۴ء۔

(۱۴) مکتوب گرامی مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی بنام راقم الحروف از لاہور۔

(۱۵) مکتوب گرامی میاں محمد شفیع (م ش) بنام حضرت حکیم محمد موسیٰ از لاہور محررہ ۲۷ر جولائی ۱۹۷۴ء

(۱۶) "جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء ص ۷۶۔۴۔

(۱۷) "یاران مکتب" جلد اول از بیدار ملک مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۲۶۲، ۲۷۲، ۲۸۲، ۲۸۵، ۲۸۸۔

(۱۸) "رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء" ص ۸۸، ۹۲۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا عبدالکریمؒ آف کوئٹہ

مولانا حافظ عبدالکریم بن مولانا حافظ شیخ احمد کی ولادت باسعادت ۲ر جنوری ۱۹۰۱ء کو روجھان ضلع ڈیرہ غازی خان میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ غلام فریدؒ (۱۸۴۵ء۔ ۱۹۰۱ء) کے مقربین خاص میں سے تھے۔ اور انہی کے حکم پر روجھان کی جہالت گرفت اور پسماندہ فضا میں علم ودانش کے چراغ فروزاں کرنے پہنچے تھے۔ ایک عرصہ تک اس خطے کو اپنی روشنیٔ طبع سے سرفراز فرمایا۔

مولانا عبدالکریم نے والد ماجد سے کسبِ فیض کیا۔ عربی، فارسی اور اردو کے زبردست عالم تھے۔ علوم جدیدہ کی تکمیل کے بعد پہلے روجھان اور پھر سرگودھا ڈویژن میں علمی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ نواب اسداللہ خاں رئیسانی آپ کی علمی لیاقت اور معلمانہ صلاحیت کے معترف ہو کر انہیں ۱۹۲۱ء میں بلوچستان لے آئے۔ نواب غوث بخش رئیسانی (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۸۷ء) کی ابتدائی تعلیم وتربیت آپ ہی کی آغوشِ شفقت میں ہوئی۔ مستونگ میں خان قلات میر احمد یار خاں (۱۹۰۲ء۔ ۱۹۷۷ء) نے ایک دارالعلوم قائم کیا جہاں آپ نے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ بعد ازاں نواب قیصر خاں مگسی آپ کو اپنے ہمراہ جھل لے گئے اور مگسی قبیلے کے نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔ آپ کے شاگردوں میں نواب یوسف علی عزیز مگسی (۱۹۰۸ء۔ ۱۹۳۵ء) اور میر سیف اللہ

مگسی (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۳۱ء) معروف ہیں۔

جب نواب یوسف علی عزیز مگسی کا دور دورہ ہوا تو انہوں نے جامعہ یوسفیہ کی بنیاد رکھی۔ مولانا عبدالکریم نے نواب صاحب سے بھرپور تعاون کیا اور جامعہ کا نصاب تیار کر کے خوب زور و شور سے علمی خدمات انجام دیں۔ آپ کو "ناظم جامعہ" کہا جاتا تھا۔ غرض آپ نے آخر دم تک بلوچستان میں تعلیمی، علمی اور ادبی خدمات حسن و خوبی انجام دیں۔

جون ۱۹۳۸ء میں نواب اسد اللہ خاں ریکسانی کی قائداعظمؒ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) سے ملاقات ہوئی۔ قائداعظمؒ نے نواب صاحب سے خواہش ظاہر کی کہ بلوچستان میں مسلم لیگ کو قائم کیا جائے۔ اس سلسلے میں میں نواب صاحب نے مولانا حافظ عبدالکریم کا نام پیش کیا۔ چنانچہ آپ نے مسلم لیگ کی بنیاد رکھنے میں نہایت سرگرمی، محنت اور مجاہدانہ لگن سے حصہ لیا۔ جولائی ۱۹۳۹ء میں قائداعظمؒ کے یکے بعد دیگرے تین تار موصول ہونے کے بعد آپ کوئٹہ میں مستقل طور پر شفٹ ہو گئے اور قاضی محمد عیسیٰ (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۷۹ء) کے ساتھ مل کر مسلم لیگ کی تعمیر و ترقی میں مصروف عمل ہو گئے۔

بلوچستان مسلم لیگ نے ۲۹ ستمبر ۱۹۳۹ء کو ہفتہ وار اخبار "الاسلام" کے نام سے آپ کی ادارت میں کوئٹہ سے جاری کیا، اس کا مانو تھا:

خدا، مصطفیٰ کا نام لے اور کام کرتا جا
مبارک ہے یہ خدمت، خدمت اسلام کرتا جا

مولانا عبدالکریم تھا ایک مدبر کی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ "الاسلام" کے اکثر اداریے اور مضامین وہ بلوچستان کے طول و عرض کے دوروں کے دوران لکھا کرتے تھے۔ مولانا عبدالواحد ہاشمی بدایونی (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۷۵ء) نواب بہادر یار جنگ (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۴۴ء) اور دیگر مسلم لیگی زعماء جب بھی اس خطے کے دورے پر آئے تو مولانا ان کے ساتھ رہے جلسہ ہر مقام اور ہر خطے میں ان کی تقاریر نے عوام کو متاثر کیا۔ انداز تقریر منفرد، دلکش اور متاثر کن تھا۔ اکثر سیرت النبی ﷺ اور مذہبی جلسوں سے بھی خطاب کرتے تھے۔

مولانا عبدالکریم نے اپنے علمی تبحر اور علمیت سے "الاسلام" کو ایک معیاری اور ہر دلعزیز اخبار بنایا۔ حصول پاکستان کی جدوجہد میں "الاسلام" نے بہت کارآمد، مفید اور نتیجہ خیز کام کیا۔ آپ کا تعلیمی تجربہ اور سیاسی سوجھ بوجھ اسے چار چاند لگاتی رہی۔ اس میں کل احیا

مسلم لیگ اور مقامی صوبائی خبریں ہوا کرتی تھیں۔ کانگرس اور نظریہ ءپاکستان کی مخالف دیگر جماعتوں کے اعتراضات کے مدلل جواب، تعلیمی اور معلوماتی مضامین بھی چھپا کرتے تھے۔

قاضی محمد عیسیٰ (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۷۶ء) اس وقت بلوچستان مسلم لیگ کے صدر تھے اور مسلمانان ہند کی آزادی کے لئے ان میں ایک ایمانی تڑپ تھی، لہذا انہوں نے "الاسلام" کو جاری رکھنے کے لئے سرمایہ مہیا کیا، اور اس اخبار کو کانگرس، انجمن وطن اور نیشنل پارٹی کے ترجمان "استقلال" (جو قائداعظم اور مطالبہ ءپاکستان کے خلاف شدومد سے لکھتا تھا) کے مقابلے میں زیادہ مقبول بنایا۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اسی اخبار کی وجہ سے بلوچوں میں تحریک پاکستان کا شعور ابھر اتوبے جانہ ہوگا۔

جون ۱۹۴۳ء میں قائداعظمؒ پہلی بار بلوچستان تشریف لائے ۲۶ر (جون) کو ہنگ آباد کے ریلوے اسٹیشن پر میر جعفر خان جمالی (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۶۷ء) سردار محمد عثمان خان جوگیزئی (ء۔ ۱۹ء) کے ساتھ مولانا عبدالکریم بھی پُرجوش استقبال میں شریک تھے۔ اسکے بعد جب قائداعظمؒ کوئٹہ پہنچے تو اسٹیشن سے جلسہ گاہ تک شاندار جلوس نکالا گیا۔ قائداعظمؒ کی کار کے پیچھے پیچھے مولانا عبدالکریم بھی جلسہ گاہ پہنچے۔ اور اپنے قائد سے عقیدت و محبت کا اظہار کرتے رہے۔

دورہ کے اختتام پر آپ نے "الاسلام" میں "قائداعظم سے والہانہ عقیدت" کے عنوان سے جو اداریہ لکھا وہ خاصے کی چیز ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:۔

"جمعۃ المبارک "الاسلام" کوئٹہ ۲ر جولائی ۱۹۴۳ء

حضرت قائداعظم کی تشریف آوری کی تقریب مسلمانان بلوچستان کیلئے کچھ کم ہی سعید نہ تھی، کہ ان کی تشریف آوری پر مسلمانان بلوچستان اپنی عقیدت کے بے پناہ مظاہروں سے غافل رہتے۔ لہذا قائداعظم کی تشریف آوری پر مسلمانان بلوچستان نے ہماری امیدوں سے اس دفعہ بڑھ چڑھ کر اپنی والہانہ عقیدت کے مظاہرے کئے اور ان کے نزول اجلال پر اپنے محترم قائداعظم کی ذات سے متعلقہ اپنے محبت آمیز جذبات کے ماتحت ایسا شاندار استقبال کیا اور اس قدر شاہانہ جلوس نکالا، کہ اس کے پیش نظر بلاشبہ یہ واقعہ ایک

حقیقت بن چکا ہے کہ بلوچستان کی تاریخ ایسا شاندار استقبال اور شاہانہ جلوس پیش کرنے سے قاصر ہے اور آئندہ بھی شائد قاصر رہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دس کروڑ مسلمانان ہند کے دلوں کے بادشاہ کے شایان شان بھی ایسا ہی عظیم الشان شاہانہ جلوس اور استقبال ہو سکتا تھا، قائداعظم نے مسلمانان بلوچستان کو خطاب فرماتے ہوئے استقبال اور جلوس کے اس شاہانہ طمطراق پر ان کی دلی محبت و عقیدت کا معائنہ فرما کر فرمایا۔ کہ ایسے عظیم الشان جلوس پر بادشاہ کو بھی فخر ہو سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی بادشاہ بھی ہوتا تو اسے بھی آج کے اس بڑے جلوس پر فخر ہو سکتا ہے۔ میں آج کوئٹہ میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں اسے ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ مسلمانان بلوچستان دوسرے مسلمانان ہند سے نہ پیچھے رہیں گے اور نہ پیچھے ہیں۔ قائداعظم نے مسلمانان بلوچستان کی والہیت و شیدائیت اور اتحاد و تنظیم کے روح پرور جذبات و مناظر کا مطالعہ فرما کر فرمایا۔ (کہ ہم اس اتحاد اور تنظیم سے بالا آخر پاکستان لے کر ہی رہیں گے۔)

قیام پاکستان کے بعد استحکام پاکستان کی بھرپور خدمات بجا لاتے رہے۔ ۱۹۴۷ء میں اپنا علیحدہ ہفت روزہ "میزان" جاری کیا جس سے تادم آخریں منسلک رہے۔ "دین و دنیا" کے نام سے ایک کتاب بھی ترتیب دی جس میں ان کی چالیس تقاریر شامل ہیں جو انہوں نے کوئٹہ ریڈیو کے قیام ۱۹۵۶ء تا ۱۹۶۷ء کی تھیں۔ ان تقاریر کے چند عنوانات یہ ہیں: "حضور نبی کریم ﷺ منتظم کی حیثیت سے"، "اخلاق نبوی"، "عید میلاد النبی ﷺ"، "حضور ﷺ کی مقدس زندگی مسلسل جہاد رہی"، "حضور کریم ﷺ کی عید"، "شب معراج کی اہمیت"، "حضور پاک ﷺ کی حیاتِ طیبہ"۔ انداز تحریر نہایت شستہ، توانا اور دلپذیر ہے۔

تحریک آزادی کا یہ بے لوث مجاہد، استحکام پاکستان کا انتھک کارکن اور بلوچستان میں تحریک پاکستان کا پہلا نقیب ۱۹/ فروری ۱۹۶۹ء کو کوئٹہ میں رحلت کر گیا مگر اس کی جلائی ہوئی شمعیں اب تک روشن ہیں جن سے پورا بلوچستان منور ہو رہا ہے۔

حضرت صابر براری ثم کراچوی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا۔

جو مدیر محترم، اخبار "الاسلام" کے	یوں جہاں میں نام خدا ہیں مولوی عبدالکریم
تھے اہل کوئٹہ کے لب پہ صابر یہی	"خلد میں شیر حق تھا ہیں مولوی عبدالکریم"

۱۹۷۹ء

ماخذ

(۱) "نبی کریم ﷺ کا ذکر بلوچستان میں" از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء ص ۳۴۲ تا ۳۴۴۔

(۲) "سرور کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں" از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۹۷ء ص ۳۱۳ تا ۳۱۵۔

(۳) "جدوجہد آزادی میں بلوچستان کا کردار" از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۷ ۳۳، ۴۹۴۔

(۴) "قرارداد پاکستان صحافتی محاذ پر" از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۹۰ء ص ۳۲۳ تا ۳۲۷۔

(۵) "تحریک پاکستان اور صحافت" از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۹۷ء ص ۲۱۷ تا ۲۲۱۔

(۶) "صحافت ہندو پاکستان میں" از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۲۶۰۔

(۷) "بلوچستان آزادی کے بعد" از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ ۱۹۹۷ء ص ۹۱، ۹۳۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا عبدالحامد بدایونیؒ

فخر اہلسنت مولانا عبدالحامدؒ بن مولانا حکیم عبدالقیوم قادریؒ (۱۸۶۷ء۔ ۱۹۰۰ء) بن حافظ مرید جیلانیؒ (۱۸۴۸ء۔ ۱۸۸۰ء) بن مولانا محی الدین قادریؒ (۱۸۲۷ء۔ ۱۸۵۴ء) بن سیف المسلول مولانا شاہ محمد فضل رسول قادریؒ (۱۷۹۸ء۔ ۱۸۷۳ء) بن مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید قادریؒ (۱۷۶۳ء۔ ۱۸۴۷ء) کی ولادت با سعادت ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء میں برصغیر کے مردم خیز خطے بدایوں کے مشہور عالم عثمانی خاندان میں ہوئی۔ مدرسہ شمس العلوم بدایوں سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد مولانا شاہ عبدالمقتدر بدایونیؒ (۱۸۶۶ء۔ ۱۹۱۵ء) سے بیعت و خلافت کی سعادت حاصل کی۔ پھر مدرسہ شمس العلوم بدایوں میں مدرس و مفتی اور بدایوں کی جامع مسجد میں خطیب رہے۔

آپ نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز ۱۹۱۴ء میں کیا۔ تحریک خلافت میں سرگرم کردار ادا کیا۔ آپ نے علی برادران کے مخلص ساتھی، رکن آل انڈیا خلافت کمیٹی، جنرل سیکرٹری ڈسٹرکٹ خلافت کمیٹی بدایوں کی حیثیت سے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ مولانا حسرت موہانیؒ (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۱ء) مولانا آزاد سبحانیؒ (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۵۷ء) اور اپنے برادر

بدرِ ملت مولانا عبدالماجد بدایونی (۱۸۸۷ء۔۱۹۳۱ء) کے ساتھ آپ کے طویل دوروں اور پرجوش تقاریر کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

آپ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں پہلی مرتبہ دسمبر ۱۹۱۸ء میں شرکت کی۔ یہ اجلاس مولوی اے کے فضل الحق (۱۸۷۳ء۔۱۹۶۲ء) کی زیر صدارت دہلی میں ہوا تھا۔ اس اجلاس کی خصوصیت یہ تھی کہ سب سے پہلی بار کثیر تعداد علماء نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی (۱۸۷۸ء۔۱۹۲۶ء) کی زیر قیادت شرکت کی تھی۔ آپ نے اس اجلاس سے خطاب فرمایا۔ اس کے بعد ۱۹۳۷ء کے لکھنؤ سیشن میں آپ نے باقاعدہ اور عملی طور پر حصہ لیا اور پھر تقسیم ہند تک آل انڈیا مسلم لیگ کے رکن رہے۔

۱۹۳۷ء میں یوپی کے انتخابات میں آپ نے مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔۱۹۳۸ء) اور مولانا کرم علی فتح آبادی (۱۸۹۲ء۔۱۹۷۲ء) کے ساتھ پورے صوبہ کا دورہ کر کے کانگرس کا جنازہ نکال دیا۔ مسلم لیگ نے اپنی مالی حالت کے پیش نظر صرف ۳۶ امیدوار نامزد کیے تھے جن میں سے ۲۹ کامیاب ہو گئے۔ اس کے بعد جھانسی کے ضمنی انتخابات میں بھرپور کردار ادا کر کے کانگرس اور جمعیت علماء ہند کے امیدوار کو شکست فاش دی۔

۱۹۳۷ء ہی میں جلال الدین عرف جلال بابا (۱۹۰۳ء۔۱۹۸۱ء) اور جسٹس سجاد احمد جان (۱۹۱۰ء۔۱۹۸۶ء) اور ان کے ساتھیوں کے تعاون سے ایبٹ آباد (صوبہ سرحد) میں ایک عظیم الشان مسلم لیگ کانفرنس منعقد ہوئی جس سے مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔۱۹۳۸ء)، چوہدری خلیق الزمان (۱۸۸۹ء۔۱۹۷۳ء) مولانا جمال میاں فرنگی محلی (۱۹۰۱ء۔زندہ) کے علاوہ مولانا عبدالحامد بدایونی نے خطاب کر کے سرحد میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی۔

۱۹۳۸ء میں الہ آباد میں صوبائی مسلم لیگ کانفرنس زیر صدارت ڈاکٹر سر محمد اقبال آف الہ آباد (۱۸۷۶ء۔۱۹۳۸ء) انعقاد پذیر ہوئی جس سے مولانا کرم علی فتح آبادی (۱۸۹۲ء۔۱۹۷۲ء)، بیگم مولانا محمد علی جوہر (۱۸۸۵ء۔۱۹۴۷ء) کے علاوہ مولانا عبدالحامد بدایونی نے خطاب کیا۔ مولانا بدایونی نے فرمایا:

"میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں نے جو کچھ طے کر لیا

ہے وہ اسے حاصل کر کے رہیں گے۔"

ہم طے کر چکے ہیں کہ ہندوستان کی سرزمین پر ایک ہی جھنڈا ابھرے اور وہ جھنڈا اسلام کا ہو، ہم پاکستان چاہتے ہیں، پاکستان کو حاصل کریں گے اور پاکستان کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہادیں گے۔"

۸۔ ۹۔ ۱۰ر اکتوبر ۱۹۳۸ء کو سندھ مسلم لیگ کی صوبائی کانفرنس زیر صدارت قائداعظم، کراچی میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں پورے برصغیر کی مسلم قیادت شریک تھی۔ مولوی اے کے فضل الحق (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۶۲ء) وزیراعلیٰ بنگال، سعد اللہ خان (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۵۵ء) وزیراعلیٰ آسام، اللہ بخش سومرو (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۴۳ء) وزیراعلیٰ سندھ، مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۸ء)، راجہ امیر احمد خان آف محمود آباد (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء) نواب اسمٰعیل خاں آف میرٹھ (۱۸۔ ۱۹ء) چوہدری خلیق الزمان (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء) سید سجاد حیدر یلدرم (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۴۳ء) دیگم مولانا محمد علی جوہر (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۳۷ء) حاجی عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء)، شیخ عبدالمجید سندھی (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۸ء) میر غلام بھیک نیرنگ (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۵۲ء) سید عبدالرؤف شاہ بخاری (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۴ء) مخدوم مرید حسین قریشی ملتانی (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۶۰ء) نواب احمد یار خان دولتانہ (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۴۰ء) ملک برکت علی (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۳۶ء) نوابزادہ لیاقت علی خاں (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۱ء) حاجی عبدالستار اسحاق سیٹھ (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۸۸ء) محمد عاشق علی وارثی ایڈووکیٹ (گیا) (۱۸ء۔ ۱۹۴۰ء)، مولانا جمال میاں فرنگی محلی (۱۹۱۹ء۔ زندہ) کے ساتھ ساتھ مولانا عبدالحامد بدایونی بھی شریک تھے۔ مولانا بدایونی نے اس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مسلم لیگ کی حمایت کیلئے سامعین کے قلب و جگر کو جلا بخشی۔

کانفرنس کی آخری نشست میں شیخ عبدالمجید سندھی (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۸ء) نے وہ تاریخی قرارداد پیش کی جسے کانفرنس کی جان کہا جاتا ہے۔ اس قرارداد میں کانگرس کی سرحد، بنگال، پنجاب اور سندھ میں مسلم دشمنی اور کانگرسی وزارتوں، کانگرس کے فیصلے، وردیا مندر

اسکیم، بندے ماترم (ترانہ) مخلوط انتخابات، ہندی زبان کو قومی زبان قرار دینے، اردو زبان کی حوصلہ شکنی اور تحریر و تقریر پر پابندی کی مذمت کی گئی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے سفارش کی گئی کہ وہ ہندوستان میں ایک ایسے آئین کے نفاذ کے بارے میں از سر نو غور کرے جو کہ مسلمانوں کی عزت، جائز حقوق کا علمبردار ہو اور مسلمانوں کو خود مختاری فراہم کر سکے۔ نیز کوئی قانون ایسا نہ بنایا جائے جو مسلمانوں کے حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہو اور آل انڈیا مسلم لیگ کے لئے قابل قبول نہ ہو۔

اس قرار داد کی تائید حاجی عبداللہ ہارون (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۴۲ء) اور سید عبدالرؤف شاہ براری (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۵۴ء) کے علاوہ مولانا بدایونی نے بھی کی تھی۔ یہ وہی قرارداد تھی جس کی بنا پر مسلم لیگ کے آئندہ اجلاسوں میں بھی اسے واضح الفاظ میں دہرایا گیا اور مسلمانوں کے لئے الگ قوم و ملت کا تصور دیا گیا۔

مارچ ۱۹۴۰ء میں اقبال پارک (منٹو پارک) لاہور میں "قرارداد پاکستان" کے سلسلے میں جو اجلاس منعقد ہوا تھا، مولانا بدایونی نے علماء مشائخ اہلسنت کی نمائندگی کرتے ہوئے اس اجلاس میں نہ صرف شرکت فرمائی بلکہ قائداعظمؒ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) کی زیر صدارت "قرارداد پاکستان" کی حمایت میں جو تاریخی خطاب فرمایا وہ ہمیشہ یاد رہے گا۔ قرارداد پاکستان ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی سہ پہر کو کھلے اجلاس میں پیش ہوئی۔ یہ قرارداد مولوی اے کے فضل الحق (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۶۲ء) نے پیش کرتے ہوئے اردو میں تقریر کی۔ تائید میں چوہدری خلیق الزمان (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء) بولے۔ مزید تائید کرنے والوں میں پنجاب سے مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۵۹ء) سرحد سے سردار اورنگ زیب خاں (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۵۷ء) سندھ سے حاجی عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء) مدراس سے عبدالمجید خاں (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۶۶ء) سی پی سے سید عبدالرؤف شاہ (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۴ء) بمبئی سے اسمٰعیل ابراہیم چندریگر (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۶۰ء) برار سے نواب محمد اسمٰعیل خاں (۱۸ء۔ ۱۹ء) یوپی سے بیگم مولانا محمد علی جوہرؒ (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۷۳ء) اور مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) اور بلوچستان سے قاضی محمد عیسیٰ (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۷۶ء) شامل تھے۔

قرارداد پاکستان ۱۹۴۰ء کے تاریخی اجلاس کے بعد قائداعظمؒ چاہتے تھے کہ صوبہ

سرحد کے لوگوں کے سامنے لاہور ریزولیشن (قرارداد) کی تشریح کی جائے اور وہاں کے لوگوں کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا جائے تاکہ سُرخ پوشوں کا زور توڑا جا سکے۔ اس مقصد کے لئے قائداعظمؒ نے قاضی محمد عیسیٰ کی قیادت میں ایک وفد صوبہ سرحد بھیجا۔ وفد کے دیگر ارکان میں لسان الامت قائد ملت نواب بہادر یار جنگؒ (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۴۴ء) اور مولانا کرم علی ملیح آبادی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۷۲ء) کے علاوہ مولانا عبدالحامد بدایونی بھی شامل تھے۔ ان صاحبان نے صوبہ سرحد کے طول و عرض کا دورہ کیا جو نہایت کامیاب رہا۔ کانگرس کے بڑے بڑے گڑھوں کی بنیادیں ہل گئیں۔

اپریل ۱۹۴۰ء میں قاضی محمد عیسیٰ صدر بلوچستان مسلم لیگ کی دعوت پر مولانا عبدالحامد بدایونی، بلوچستان تشریف لے گئے۔ آپ نے اوستہ محمد، جیکب آباد، کوئٹہ اور پشین میں ہزاروں کی تعداد پر مشتمل نزدودور سے آئے ہوئے لوگوں کے کئی جلسوں سے خطاب کیا۔ ہر جگہ مسلمانوں نے پُرجوش طور پر آل انڈیا مسلم لیگ کی مشہور تقسیم صوبجات کی فلک شگاف نعروں میں تائید کی اور مسلم لیگ کے مقاصد کو بلوچستان کے ہر حصے میں پھیلانے کا عہد کیا۔ ہر مقام پر مولانا کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ کوئٹہ میں پلیٹ فارم کثیر مجمع، رضاکاران مسلم لیگ سے بھرا ہوا تھا۔ مشہور لیڈر اور کارکن شامل تھے۔ ملک جان محمد خان ترین جنرل سیکرٹری بلوچستان مسلم لیگ، ڈاکٹر سید فضل شاہ سیکرٹری مالیات و صدر مجلس استقبالیہ، سردار محمد علی خاں، صاحب جان، ملک محمد عثمان کانسی، ڈاکٹر غلام نبی، حضرت مولانا عبدالعلی اخوند زادہ، مولانا سید عبدالرزاق، حاجی فضل الٰہی، نور محمد خان، مولوی عبدالرشید، غازی خان، حاجی میاں خان، سید اللہ داد اور سیٹھ عیسےٰ جی موسےٰ جی، قاضی محمد عیسیٰ، میر جعفر خان جمالی اور مولانا عبید اللہ بلوچ وغیرہ آپ کے ہمراہ رہے۔ آپ نے مخالفین کے اعتراضات کے بھرپور جوابات دیئے۔

بلوچستان سے واپسی پر آپ کی رائے یہ تھی:

"میں یہاں سے واپس جاتے ہوئے مسلمانان بلوچستان کے قومی جذبات کا خاص اثر لے کر جا رہا ہوں۔ یہاں کے مخلص کارکنوں نے لیگ کی آواز کو اس صوبے کے علاوہ ہرات، ایران اور افغانستان کی حدود تک پہنچا دیا ہے۔"

اسی زمانے میں عارف سیمابی سیالکوٹی نے کہا تھا۔

واردھا کی مے لگی دل کی بجھا سکتی نہیں الفتِ شاہِ مدینہ دل سے جا سکتی نہیں
میں مسلماں ہوں، میں مسلم لیگ ہی میں جاؤں گا

۲۶، ۲۷، ۲۸ر جولائی ۱۹۴۰ء کو کوئٹہ میں بلوچستان مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ اس موقعہ پر شہر کے تمام بازاروں کو دلہن کی طرح سجایا گیا۔ مختلف مقامات پر دروازے نصب کئے گئے اور پنڈال میکمو ہن پارک میں بنایا گیا۔

۲۶ر جولائی کو ساڑھے بارہ بجے دوپہر کوئٹہ ریلوے اسٹیشن سے قائدین مسلم لیگ کا جلوس نکالا گیا، جس میں ہزاروں اسلامیان بلوچستان و کوئٹہ شہر نے شرکت کی۔

عارف سیمابی سیال کوٹی (ء۔ ۱۹ء) نے آنکھوں دیکھا حال یوں لکھا ہے:

"قائداعظمؒ کی تشریف آوری کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔ عوام دیدہ و دل فرشِ راہ کرنے کے لئے بیتاب تھے مگر آنکھوں کی تشنگی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ ارمان اور مچل گئے۔ دل کی حسرت دل ہی میں رہ گئی بعد میں یہ عقدہ کھلا کہ یہاں سے ارسال کردہ خطوط اور تار راستے میں روک لئے گئے اُن تک پہنچ نہ سکے۔ یہاں استقبال کی تیاریاں زوروں پر تھیں وہاں اُن کو پروگرام تک کی اطلاع نہ تھی۔ البتہ لیاقت علی خان، نواب بہادر یار جنگ اور مولانا عبدالحامد بدایونی تشریف لے آئے۔ ان حضرات کی آمد پر کوئٹہ ریلوے اسٹیشن پر ایک خطرناک ہنگامہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔

بعد میں مسلم لیگ نے اس واقعہ کو مرکزی اسمبلی میں اٹھایا اور اس طرح بلوچستان کو بڑی اہمیت حاصل ہو گئی۔ لاتعداد افراد اپنے راہنماؤں کو خوش آمدید کہنے کیلئے وقت سے پہلے ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گئے تھے۔ ہر طرف سبز ہلالی پرچم لہرا رہے تھے۔ نعرے بلند ہو

رہے تھے کہ ریلوے اسٹاف نے پلیٹ فارم ٹکٹ دینے سے انکار کر دیا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ پولیس نے نقص امن عامہ کی وجہ سے اس قسم کے خفیہ احکامات دیئے ہیں مگر پولیس نے ایسے احکامات سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس کے باوجود ہندو اسٹیشن ماسٹر نے ٹکٹ نہ دیئے۔ کئی مقامی لیڈر غصے میں آگئے۔ عوام کے جذبات مشتعل ہونے لگے، نعروں نے شدت اختیار کر لی کہ غالباً ملک جان محمد کانسی نے پستول ہاتھ میں لی، گیٹ پر کھڑے ہو گئے اور حاضرین کو اندر جانے کے لئے کہا۔ کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ صدر دروازے کو بند کرتا یا عوام کے سامنے آتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پلیٹ فارم پر تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ پھر ملک صاحب نے اسٹیشن ماسٹر سے کہا کہ وہ ان تمام آدمیوں کی گنتی کرے اور اتنے ٹکٹ دے کر رقم وصول کرے۔ اس جرأت مندانہ اقدام نے مسلم لیگ کو عوام میں بہت زیادہ مقبولیت دی۔ ایک ان پڑھ پٹھان نے مسلم لیگی لیڈر ملک صاحب کی تعریف ان الفاظ میں کی کہ "خو ملک صاحب نر کا بچہ ہے۔"

۳۰ر اگست ۱۹۴۱ء کو لدھیانہ (مشرقی پنجاب) میں ایک شاندار "پاکستان کانفرنس" مولانا بدایونی کی صدارت میں ہوئی جس میں آپ نے قیام پاکستان کے حق میں مدلل خطبہ ارشاد فرمایا جو بعد میں نظامی پریس بدایوں سے چھپ کر تقسیم ہوا۔

۱۹۴۲ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کانفرنس، نواب زادہ لیاقت علی خاں کی صدارت میں ہوئی۔ جس میں مولانا بدایونی نے اپنے ایمان افروز اور باطل سوز خطاب کے ذریعے مسلم لیگ کے پیغام کو ہر دل کی دھڑکن بنا دیا۔

۷ر مارچ ۱۹۴۳ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس دہلی میں مولانا عبدالحامد بدایونی نے یہ قرارداد پیش کی کہ پنجاب اسمبلی میں جلد از جلد مسلم لیگ پارٹی قائم کی جائے تو ملک خضر حیات ٹوانہ (۱۹۰۰ء۔ ۱۹۷۵ء) وزیر اعظم پنجاب نے سابقہ روایت کے حوالے سے یہ وضاحت پیش کرتے ہوئے اپنا موقف بیان کیا کہ:

"جہاں تک پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کا تعلق ہے وہاں سکندر جناح پیکٹ کی بنا پر شرائط کی تحت مسلم لیگ پارٹی پہلے سے موجود ہے، اس لئے یہ نئی قرارداد یہاں پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ رہا یہ سوال کہ کیا یہ پارٹی مخلوط اور اچھی طرح کام کر رہی ہے یا نہیں، میں فی الحال اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ لیکن میں آپ حضرات کو یقین دلاتا ہوں کہ میں پوری تندہی سے مسلم لیگ پارٹی میں نئی روح پھونکنے اور اسے مزید مستحکم کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ وہ "آل انڈیا مسلم لیگ" جیسی عظیم جماعت کی صحیح نمائندگی کر سکے اور اس حیثیت سے مسلمانانِ پنجاب کی خدمت بھی کر سکے۔ آپ کو مجھ پر اور میرے رفقائے کار پورا بھروسہ رکھنا چاہئے کہ ہم ہمیشہ "آل انڈیا مسلم لیگ" کے وفادار خادم رہیں گے، اور اس کے مجوزہ پروگرام سے ذرہ بھر انحراف نہیں کریں گے۔"

ملک خضر حیات ٹوانہ (۱۹۰۰ء۔ ۱۹۷۵ء) کی وضاحت اور عذر خواہی، اور بعد میں حضرت قائداعظمؒ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) کی تصریحات کو سن کر مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی قرارداد واپس لے لی اور اس طرح مسلم لیگ کونسل نے خضر حیات ٹوانہ کو یہ موقع دیا کہ وہ اپنے قول کے مطابق پنجاب اسمبلی میں مسلم لیگ پارٹی کو فعال بنائیں۔ مگر افسوس کہ ان الوقت خضر حیات ٹوانہ نے اس سلسلہ میں کچھ بھی نہ کیا کیونکہ اس کا تو مطلب و مقصد ہی مسلم لیگ کے کاز کو نقصان پہنچانا تھا۔ ٹھیک ڈیڑھ ماہ بعد ۲۴ر اپریل ۱۹۴۳ء کو دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا تو قائداعظمؒ نے اپنے فی البدیہہ خطبہ میں ارشاد کیا:

"مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ پنجاب نے ابھی تک اپنا وہ کردار ادا نہیں کیا جو اسے ادا کرنا چاہئے تھا۔"

۱۹۴۴ء میں وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں مسلم لیگی کارکن کامریڈ عبداللطیف چوہان (۱۹۰۸ء۔ ۱۹۴۸ء) کے زیر اہتمام ایک "مسلم لیگ کانفرنس" منعقد ہوئی جس کی صدارت نوابزادہ رشید علی خاں (۱۹۰۴ء۔ ۱۹۷۴ء) صدر سٹی مسلم لیگ لاہور نے کی۔

اس کانفرنس میں دیگر مسلم لیگی رہنماؤں کے علاوہ مولانا بدایونی نے بھی خطاب کیا۔ اس کانفرنس کی کامیابی سے وہاں مسلم لیگ کی دھاک بیٹھ گئی، کانگریس اور یونینسٹ پارٹی کا صفایا ہو گیا۔

۲۸ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۴ء کو تالاب شیخ مولا بخش، سیالکوٹ میں پنجاب مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس زیر صدارت حضرت قائداعظم انعقاد پذیر ہوا۔ اس اجلاس میں نوابزادہ لیاقت علی خاں (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۱ء) سردار عبدالرب نشتر (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۵۸ء) نواب افتخار حسین ممدوٹ (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۶۹ء) میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ (۱۹۱۶ء۔ ۱۹۹۵ء) ملک برکت علی (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۴۶ء) راجہ غضنفر علی خاں (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۶۳ء) مولانا بشیر احمد اخگر (۱۹۱۶ء۔ ۱۹۹۳ء) قاضی محمد عیسیٰ (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۷۶ء) میر غلام بھیک نیرنگ (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۵۲ء) سید غلام مصطفیٰ خالد گیلانی (۱۹۰۷ء۔ ۱۹۸۹ء) و غیرہم کے علاوہ مولانا بدایونی نے بھی شرکت کی۔ کانفرنس کا افتتاح مولانا بدایونی کی تلاوت سے ہوا۔ بعد ازاں اپنے خطاب میں مولانا نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے باہمی اختلافات ختم کر کے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں تاکہ پاکستان دشمن طاقتوں کا مقابلہ کر کے معمول پاکستان کو حاصل کیا جا سکے۔ آخر میں مولانا نے نہایت رقت انگیز دعا فرمائی جو وہ مسلم لیگ کے ہر سالانہ اجلاس میں کیا کرتے تھے جس سے سامعین کے قلب و جگر میں ایک خاص اثر ہوتا تھا۔

دسمبر ۱۹۴۵ء میں مرکزی اسمبلی کے الیکشن ہوئے تو مولانا بدایونی نے اپنی کامیاب حکمت عملی کی بنا پر اپنے صوبے یوپی سے تین کی تین مسلم نشستیں حاصل کر لیں۔ کامیاب امیدواروں کی فہرست کچھ یوں ہے۔ (۱) ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد (۲) خان بہادر غضنفر اللہ خاں، (۳) نواب محمد اسمٰعیل خاں (۴) سر محمد یامین خاں (۵) نوابزادہ لیاقت علی خاں (۶) راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد۔

۱۶ جنوری ۱۹۴۶ء کو ہفت روزہ "ہمدرد" سکندری "رام پور (یوپی، بھارت) کے صفحہ ۱ پر آپ کا ایک بیان بعنوان "حضرات علمائے اہلسنت اور مشائخین کرام کا پیام مسلمانوں کے نام۔ پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت اشد ضروری ہے۔" شائع ہوا۔ اس بیان

پر آپ کے علاوہ مولانا شاہ محمد عارف اللہ میرٹھی (۱۹۰۹ء۔ ۱۹۷۹ء) مولانا مفتی محمد عبدالحفیظ آگروی (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۵۸ء) اور مولانا مفتی عزیز احمد قادری گڑھی شاہو لاہور (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۸۹ء) کے اسمائے گرامی بھی درج تھے۔ وہیں یوں ہے

"ہندوستان کے ان صوبجات میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے خصوصاً اور دوسرے مقامات میں عموماً اسلامی حکومت کا قیام اور قرآن کریم کی روشنی میں مسلمانوں کی حکومت کا عزم و مطالبہ یقیناً ایک ایسا مطالبہ ہے جس کی دعوت علماء مشائخ اسلام صدیوں سے دیتے چلے آئے ہیں۔ ان کا مقصد حیات ہی ہمیشہ یہ رہا کہ مسلمانوں میں اسلامی احکام کی ترویج ہو اور وہ ایک ایسی آزاد اسلامی حکومت قائم کر سکیں جو اغیار و اجانب کی مداخلت و غلامی سے پاک و صاف ہو۔ اس خصوص میں "آل انڈیا مسلم لیگ" نے اس طرف چند برس سے جو مساعی اسلامی حکومت یعنی پاکستان کے حصول کے لئے جاری کر رکھی ہیں انہیں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب صدر آل انڈیا سنی کانفرنس سے لے کر ہندوستان کے ہزاروں مشائخین و علمائے اہلسنت کی عملی تائید حاصل ہے اور سنی کانفرنس کے اکابر علماء اور مشائخین پوری قوت کے ساتھ پاکستان کی حمایت کر رہے ہیں اور اسلامی حیثیت سے کفار و مشرکین کے اندر ضم ہو جانے کو کسی طرح بھی روا نہیں رکھتے۔ کانگریس جماعت یقیناً مسلمانان ہند کے وجود ہی کو جداگانہ حیثیت سے تسلیم نہیں کرتی احرار و خاکسار، مسلم لیگ، نیشنلسٹ مسلمانوں کی جماعتیں دراصل کانگرس کی ہمنوا جماعتیں ہیں جو مسلمانان ہند کی سربلندی کو مشرکین کے اشارہ سے ختم کرنا چاہتی ہیں۔ ہم تمام صوبوں کے مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے نازک موقع پر صرف مسلم لیگ کی حمایت کر کے اس کے امیدواروں کو رائے دیں۔"

فروری ۱۹۴۶ء میں ہندوستان بھر میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے تو مولانا بدایونی کی مساعی جمیلہ سے مسلم لیگ کو زبردست کامیابی نصیب ہوئی۔ ان کے اپنے صوبے یوپی میں ۶۵ مسلم نشستوں سے ۵۳ نشستیں مسلم لیگ نے حاصل کر کے ۸۱٪ کامیابی حاصل کی۔ ان کے رہائشی ضلع بدایوں کی تینوں نشستوں پر مسلم لیگی امیدوار واضح اکثریت سے کامیاب و کامران ہوئے جن کے نام کچھ اس طرح ہیں:

نمبر شمار۔ حلقہ۔ مسلم لیگی امیدوار۔ معہ حاصل کردہ ووٹ۔ کانگرسی امیدوار۔ معہ حاصل کردہ ووٹ

(۱)۔ شہری حلقہ۔ مولوی کریم رضا خاں۔ ۱۳۱۵۵۔ نعمت اللہ خاں۔ ۴۱۲۸

(۲)۔ ضلع بدایوں مغربی۔ اسرار احمد۔ ۵۶۷۴۔ مزمل حسین۔ ۱۲۹۶

(۳)۔ ضلع بدایوں مشرقی حلقہ۔ مولوی نہال الدین۔ ۴۷۲۶۔ علی شیر۔ ۵۰۲

قیام پاکستان کی تحریک کو تیز تیز کرنے اور نصب العین کے حصول کے لئے فیصلہ کن اقدام کی خاطر اپریل ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس میں منعقد ہوئی۔ اس عظیم الشان تاریخی اجتماع میں مولانا بدایونی بھی شریک تھے اور صدر کانفرنس امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) کے خصوصی ساتھیوں میں سے تھے۔ آپ کا خطاب خصوصی اہمیت کا حامل تھا۔ اس موقعہ پر ملک بھر میں رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے اکابر علماء اہلسنت کی جو کمیٹی تشکیل دی گئی تھی، مولانا بدایونی اس کے اہم رکن تھے۔

۴۵۔۱۹۴۶ء کے انتخابات کا ذکر ہم پیشتر ازیں بڑی تفصیل سے کر چکے ہیں۔ ان تاریخی انتخابات میں مولانا بدایونی کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آسام و بنگال کی سرزمین مولانا عبدالحمید خاں بھاشانی (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۷۶ء) کے نعروں سے گونج رہی تھی تو سرحد، پنجاب، بلوچستان اور یوپی میں مولانا بدایونی کی تقاریر ملت اسلامیہ کو جہاد کیلئے آمادہ کر رہی تھیں۔ صوبہ سرحد کے ریفرنڈم میں مسلم لیگ کے وفد میں دیگر حضرات کے علاوہ مولانا بدایونی بھی شامل تھے۔ پیر صاحب مانکی امین الحسناتؒ (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۶۰ء) نے قائداعظمؒ سے خاص طور پر مولانا بدایونی کو سرحد میں بھیجنے کیلئے کہا تھا۔ آپ نے اپنے زور خطابت سے سرحد کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی حمایت پر کمربستہ کر لیا۔ اس جرم میں حکومت نے انہیں ناپسندیدہ عناصر کی فہرست میں شامل کر لیا لیکن وہ تمام خطروں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے

پاکستان کیلئے کام کرتے رہے۔ قائداعظمؒ نے آپ کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو "فاتح سرحد" کا خطاب دیا۔

۱۹۴۶ء میں نوابزادہ لیاقت علی خان جنرل سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ نے مولانا بدایونی کو حیدر آباد دکن بھیجا تاکہ وہ کسی طرح نظام دکن میر عثمان علی خاں (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۶۷ء) اور قائداعظمؒ کی ملاقات کے لئے راہ ہموار کریں کیونکہ ان دونوں رہنماؤں کے ملاقات ملت اسلامیہ کی جدوجہد پر اثر انداز ہو رہے تھے۔ میر عثمان علی خاں آخری تاجدار دکن، علماء کے بہت قدردان تھے اور وہ مولانا بدایونی کی علمیت و خطابت کے بڑے مداح تھے، اسلئے مولانا بدایونی کو شرف باریابی حاصل کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ اس ملاقات کے وقت آپ کے صاحبزادے محمد عابد القادری بدایونی بھی ہمراہ تھے۔ نظام دکن سے مولانا کی کافی بحث ہوئی اور جب مولانا وہاں سے رخصت ہوئے تو نظام دکن، قائداعظم سے ملاقات کے لئے راضی ہو چکے تھے۔

۱۹۴۶ء میں ہی مسلم لیگ کی طرف سے علماء کا ایک وفد حج کے موقعہ پر سعودی عرب گیا تاکہ اسلامی ملکوں کے راہنماؤں اور مسلمانان عالم کو تحریک پاکستان کے محرکات سے آگاہ کیا جا سکے۔ یہ وفد "مشرق وسطی" اور "عرب ممالک" کے دورے پر بھی گیا اور تحریک پاکستان کے سلسلے میں رائے عامہ کو ہموار کرنے میں نمایاں اہم کردار ادا کیا۔ اس وفد کے قائد مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۵۴ء) اور سیکرٹری مولانا بدایونی تھے۔ مولانا بدایونی نے اس سلسلہ میں جو کردار ادا کیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

۳ر مئی ۱۹۴۷ء کو مولانا بدایونی نے قائداعظم سے ملاقات کی جو گیارہ سے بارہ بجے دوپہر تک جاری رہی۔ اس ملاقات میں نہایت اہم موضوعات پر تبادلہ خیالات ہوا۔ مولانا نے قائداعظمؒ سے اسلامی حکومت کے آئین اور دستور پر بات کی۔ قائداعظمؒ نے فرمایا کہ میں اس بات سے کلیتاً متفق ہوں کہ پاکستان کا دستور وہی ہوگا جو اسلام اور قرآن کریم کے مطابق ہو۔ سوشلزم اور مغرب کے قوانین ہمارے مرض کا علاج نہیں۔ ایک وقت آئے گا جب ساری دنیا قرآن و اسلام کی جامعیت کو تسلیم کرے گی۔

قائداعظمؒ نے مولانا بدایونی کی ان خدمات پر جو آپ نے عرب و حجاز میں مسلم

لیگ کی عاملہ الجوام میں اسلامی کتب داری اور دیگر بہت سے مسائل پر بھی کافی گفتگو ہوئی رہی۔
اسی روز سوڈانیز ایوسی ایشن نے اپنا ایک وفد بھی یہاں بھیجا جو ہفتہ روزہ "آبزرور
سنڈے ریویو" (انگریزی) جلد ۱۵ نمبر ۱۰ مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۶۱ء میں چھپا۔ وہاں
یہ ہے

"میں دیکھ رہا ہوں کہ مسلم لیگ اور کانگریس کے فیصلہ
جات معلوم کرنے کیلئے بے چین ہے۔ مسلمانان ہند کو اپنی تنظیم
جاری رکھنا چاہئے اور پورے صبر و حوصلے کے ساتھ وقت کا انتظار کرنا
چاہئے۔ انشاء اللہ وہ وقت قریب آ رہا ہے جبکہ مسلمانان ہند اپنے
قائد کی کامیاب سیاست و کاوش کے بہترین نتائج دیکھیں گے۔
الحمد للہ کہ قائد ملت اسلامیہ مسٹر محمد علی جناح انتہائی تدبر سے
معاملات پر اپنی قوت صرف فرما رہے ہیں۔ سب سے زیادہ یہ امر
باعث مسرت ہے کہ قائد کے قلب میں یہ بیٹھ چکا گزیں ہو چکی ہے
کہ جو نیا دستور وضع ہو وہ قرآنی نظام کے ماتحت ہو۔ چنانچہ میں نے
دہلی کی ایک گھنٹے کی ملاقات میں اس اہم جزو پر بھی کافی تبادلہ
خیالات کیا اور میں اس ملاقات میں جو عقل لے کر واپس ہوا وہ کبھی
طرح فراموش نہیں کر سکتا۔ قائد اعظم نے میرے خیالات کی
تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ سچ ہے کہ اسلام ایک مکمل قانون کا
نام ہے جس میں دین و دنیا کا تمام نظام موجود ہے۔ ہمیں مطلقاً اس کی
ضرورت نہیں کہ ہم سوشلزم یا مغرب کے دوسرے قوانین کی تقلید
کریں۔ ہمارا مستقبل اور ہمارا دستور حکومت وہی کامیاب ہو گا جو قرآنی
دستور کے مطابق ہو۔ قائد اعظم نے فرمایا کہ اب دنیا کے ممالک
کے سامنے میں اسلام اور اس کے قوانین پر عمل کرنے کیلئے ایک نیا
جوش پیدا ہو رہا ہے۔

میں نے اندازہ کیا کہ مسٹر جناح اس طرف اسلامی قرانی
سیاسیات کے مطالعہ پر بھی وقت صرف فرما رہے ہیں۔ اور الحمد للہ کہ

ان کے مقابلہ میں جمعیۃ علماء ہند نے اسلامی قوانین کا مطالبہ کیا ہے۔ وہ دن دور نہیں جبکہ ہم مغربیت کی غلامی سے نجات حاصل کر کے اسلام کے دامن میں آکر اسلامی حکومت قائم کریں اور اس کیلئے مسلم لیگ کے جھنڈے میں رہ کر ہر قربانی کیلئے تیار رہیں اور اپنی تنظیم کو مضبوط کرتے رہیں۔"

فقیر محمد عبداللہ قادری ابوداؤدی
۳ مئی ۱۹۴۷ء

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد سوداگر ابوداؤدی، آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس منعقدہ ۱۳، ۱۴ ستمبر ۱۹۴۷ء بمقام کراچی میں شرکت کیلئے لکھنؤ سے کراچی گئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ پاکستان کی سرزمین پر آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ آخری اجلاس تھا۔ اس اجلاس کی صدارت قائداعظم نے کی۔ ورکنگ کمیٹی نے بڑے غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا کہ مسلم لیگ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک تنظیم پاکستان کیلئے اور دوسری بھارت کے لئے۔

۱۹۴۸ء میں کانگریسی نظریات کی حامل جمعیۃ علماء ہند کے مقابلہ میں ملک میں علماء حضرات کے ملک گیر کنونشن میں جمعیۃ علماء پاکستان کی بنیاد رکھی گئی تو سوداگر ابوداؤدی (۱۸۹۶ء۔۱۹۶۱ء) کو مرکزی صدر اور علامہ احمد سعید کاظمی (۱۹۱۳ء۔۱۹۸۰ء) کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ سوداگر ابوداؤدی کو سندھ، کراچی زون کی صدارت پر فائز کیا گیا۔ آپ نے اپنی محنت اور لگن سے جمعیۃ علماء پاکستان کی تنظیم کی۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء ہی میں سوہنی شریف ضلع دادو میں سید عبدالواحد حسین شاہ بخاری سے علی شاہ پیر پگاڑا (۱۸۹۳ء۔۱۹۵۱ء) نے جمعیۃ علماء پاکستان کراچی کے دفتر کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے ارشاد کیا:

"فقیر کو انتہائی مسرت ہے کہ جمعیۃ علماء پاکستان اپنی فرائض دینی کو پوری تندہی سے انجام دے رہی ہے۔ اس جمعیۃ کے صدر مغربیت سوداگر شاہ عبدالعلیم قادری ابوداؤدی ہیں، جن کی زندگی مسلم لیگ اور پاکستان کے لئے وقف رہی ہے۔ اس جمعیۃ کو پوری قوت کے ساتھ چلا رہے ہیں۔"

اسی سال جنوری ۱۹۵۳ء میں ندوہ کے علماء وفد کے ایک وفد نے قادیانی مسئلہ کے حل کی تجاویز میں ۱۲ نکات کی شکل میں حوالہ اپیل بھی تیار کیے تھے۔ حوالہ نے تفصیلی یادداشت پیش کرتے ہوئے مطالبہ کیا

"ملک پاکستان کا دستور کتاب و سنت کی روشنی میں تیار کیا جائے اور دیگر اسلامی ممالک کی طرح پاکستان میں بھی وزارت امور مذہبی قائم کی جائے۔"

جنوری ۱۹۵۱ء میں پاکستان کے ۳۱ سرکردہ علماء کرام نے مملکت کی بنیاد اسلامی اصولوں پر اٹھانے کے لئے "۲۲ نکاتی دستور" پیش کیا۔ یہ دستور اسلام سے ان کی وابستگی کا آئینہ دار ہے۔ حوالہ اپیل اس دستور کی تیاری میں پیش پیش تھے۔ آپ کے ساتھ مفتی صاحب باکی شریک تھے محمد امین اسلامیہ (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۷۰ء) حوالہ حامی محمد امین پشاوری (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۸ء) مفتی محمد صاحبزادہ خان (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۵ء) اور شیخ محمد یاسین جان تجوری سرحدی (۱۹۰۲ء۔ ۱۹۷۵ء) اور مشرقی پاکستان کے نامور عالم محمد صالح شیخ صاحب سرحدی شریک تھے (۱۹۱۲ء۔ ۱۹۹۰ء) نے بھرپور تعاون کیا۔

۱۹۵۲ء میں سعودی عرب کے نظام حج کی وجہ سے جب حرم شریف اور گنبد خضریٰ کو سخت نقصان پہنچا تو عالم اسلام میں اشتعال کی لہر دوڑ گئی۔ ہر طرف سے صدائے احتجاج بلند ہوئی۔ مسلمانان پاکستان نے آپ کی قیادت میں ایک وفد سعودی عرب بھیجا تاکہ آپ سعودی حکومت کو اس کے مذموم اقدام سے باز رکھنے کی سعی کریں۔ چنانچہ یہ وفد ۲۳ اگست ۱۹۵۲ء کو ایک مختصر پارٹی اور شیخ محمد سلیمان داؤد الصیان باب دار الریاسۃ شیخ صالح قزاز شیخ محمد نصیف اور دیگر حکام سے ملا۔ حکام نے تفصیلی گفتگو کرکے مسلمانان پاکستان کے جذبات سے آگاہ کیا۔ اس پر حضرات نے وفد کو یقین دلایا کہ وہ حکام کے جذبات سے مطمئن ہیں۔ پاکستان پہنچ کر وفد نے ایک اخباری بیان دیا کہ سعودی حکام کو مطمئن کر دیا ہے کہ وہ آئندہ ایسا اقدام نہ کریں گے۔ اپنے اس بیان پر وفد کا یہ اطمینان کہاں تک درست تھا اس کا فیصلہ تاریخ کرے گی۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حوالہ اپیل نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا

[illegible] کے بعد سر فرو شیخ گرداوا لیا۔ حکومت نے آپ کو گرفتار کر لیا۔ فروری ۱۹۳۲ء سے جنوری ۱۹۳۳ء تک گرانی اور مختلف جیلوں میں قید رہے۔ کی صعوبتوں سے دوران قید جیل میں ہی آپ کی تکلیف بھی آپ کے جسم عنصری کو جکڑ لیا۔ رہائی کے بعد بھی آپ نے دو تین سال تک بستر علالت پر رہے۔ ان کی نظر میں کمزور ہو گئی اور سماعت بھی بہت متاثر ہو گئی۔

۱۹۳۸ء کے حوالہ ایوبی نے ۱۹۳۳ء میں بھی مرزائیوں کو مسلم لیگ کا ممبر بنانے کے بارے میں قرارداد پیش کرنے کی سخت مخالفت کی تھی مگر اس وقت کے سیاسی حالات کی وجہ سے آپ کی بات نہیں مانی گئی۔

۱۹۴۱ء میں حوالہ ایوبی [illegible] کی رحلت کے بعد انتخابی رائے سے آپ کو بہت جلد پاکستان کا مرکزی صدر منتخب کیا گیا اور پھر آپ تاحیات اس عہدہ جلیلہ پر متمکن رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے قرآن خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

اکتوبر ۱۹۶۲ء میں بہت الحمد سر گودھا کے دورہ کے سلسلہ میں راقم الحروف کو حوالہ ایوبی کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ بیماری اور ضعف کی وجہ سے بہت نڈھال تھے۔ دوائیوں کے سہارے سٹیج پر آئے۔ مگر جب تقریر شروع کی تو شیر کی طرح گرج رہے تھے۔ بیٹھ کر تقریر کرنے کی ضرورت رہی اور نہ علالت کا احساس رہا۔ چند منٹ کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا۔ تقریر کے بعد سٹیج سے اتر کر قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔

۱۹۶۵ء میں بھارت جیسے بزدل اور بیوقوف نے ان کی قوانین سرحدوں کا احترام نہ کرتے ہوئے رات کی تاریکی میں ارض مقدس پاکستان پر حملہ کر دیا تو جیالے سپاہ نے بھارت کے فوجیوں نے جرأت و بہادری کا مظاہرہ کیا۔ وہاں علامہ مشرق نے بھی قوم کے جذبہ کو ابھارنے کو بھرپور کوشش کی۔ جنگ کے بعد آپ نے آزاد کشمیر کا دورہ کیا۔ جہاں پر میں بھی تھا۔ وہیں نقد اور دیگر سامان خورد و نوش تقسیم کیا۔ گیارہ ہزار روپیہ صدر آزاد کشمیر کو پیش کیا۔

حوالہ ایوبی نے کراچی میں جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا جس میں علوم قدیمہ و جدیدہ کے ساتھ ساتھ تمام عالمی زبانوں اور مذاہب عالم کے مطالعے کا بندوبست کیا گیا ہے۔ ادارہ مطبوعات روزانہ وقیع ہے جس میں مختلف

ممالک کے علماء زیر تعلیم رہے۔ آپ نے مصر، ترکی، برطانیہ، روس، چین، البانیا، یوگوسلاویا، تیونس، الجزائر، مقدونیہ، کویت، عراق اور ایران کا دورہ فرمایا اور وہاں کے نظام تعلیم کا بغور مطالعہ کیا تاکہ اس مطالعہ کی روشنی میں "جامعہ تعلیمات اسلامیہ" کو شاہراہ ترقی پر گامزن کیا جا سکے۔

آپ نے بے پناہ علمی و ملی مشاغل کے باوجود متعدد جہادی کتابیں یادگار چھوڑیں (۱) "اسلام کا معاشی نظام اور سوشلزم"، (۲) "اسلام کا زراعتی نظام عمل" (۳) "مسیح الخلافہ" (۴) فلسفہ و مبادیات اسلامی (۵) کتاب و سنت غیروں کی نظر میں (۶) تاثرات دورہ چین (۷) تاثرات دورہ روس (۸) رپورٹ دورہ آزاد کشمیر (۹) حرمت سود (۱۰) عائلی قوانین (۱۱) الجواب المنصور فی المسئلۃ التذور (عربی) (۱۲) مشرقی کا ماضی و حال (۱۳) مرقع و کانگرس (۱۴) انتخابات کے ضروری پہلو (۱۵) مشیر الحجاج (۱۶) اسلامک پریئرز (انگریزی)۔

کئی سال کی علالت کی وجہ سے آپ کافی کمزور ہو گئے تھے۔ تاہم دینی و ملی خدمت کا جذبہ سرائنہ پڑا۔ رحلت سے چند روز قبل آپ بظاہر بالکل ٹھیک ٹھاک تھے، ۱۴ر جولائی ۱۹۷۰ء کو اپنی زندگی کی آخری پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا۔ ۱۹ر جولائی کو ۱۰ بجے شب معمول کے مطابق دفتر جمعیت علماء پاکستان سے گھر تشریف لائے۔ کھانے سے فارغ ہو کر ابھی خانہ سے محو گفتگو تھے کہ اچانک فالج کا حملہ ہوا، فوراً سوشل ہسپتال کراچی میں داخل کرا دیے گئے، زہر دست کھانسی سے دماغ کی شریان پھٹ گئی اور یہ محسن ملک و ملت، عاشق رسول ﷺ، صوفی و کامل اور بے مثل خطیب ۱۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۰ر جولائی ۱۹۷۰ء روز پیر رائی وسلک بقا ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

نماز جنازہ میں علماء، مشائخ، وکلاء، غیر ملکی سفراء سیاسی لیڈر اور دیگر ہزاروں لوگوں نے شرکت کی نماز جنازہ حضرت سید شاہ محمد مختار اشرف پکھو چھوی (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۹۹ء) نے پڑھائی۔ اور حسب وصیت ان کے بنا کردہ "جامعہ تعلیمات اسلامیہ" منگھو پیر روڈ، کراچی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

آپ کی رحلت پر روزنامہ "مشرق" لاہور نے اپنی اشاعت ۲۳ر جولائی ۱۹۷۰ء میں یہ سطور لکھا:

"مولانا عبدالحامد بدایونی کے انتقال کے بعد ملک ایک ممتاز عالم دین، قائداعظم کے مخلص رفیق کار اور جنگ آزادی کے ایک نامور سپاہی سے محروم ہو گیا وہ ایک محب وطن پاکستانی تھے، انہوں نے پاکستان قائم کرنے کی جدوجہد میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا تھا، خاص طور پر سرحد کے ریفرنڈم میں انہوں نے رائے عامہ کو مطالبہ پاکستان کا حامی بنانے کی جس تندہی اور جانفشانی سے کوشش کی تھی اسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

مرحوم ہر عظیم کے ان علمائے کرام میں شریک تھے جو ابتدا ہی میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے، مولانا عبدالحامد بدایونی نے اپنے بڑے بھائی مولانا عبدالماجد بدایونی مرحوم کے ساتھ دنیا میں مسلمانوں کی سب سے بڑی مملکت کے قیام کے سلسلہ میں جس جذبہ و جوش اور ایثار و انہماک کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ قیام پاکستان کے بعد مولانا عبدالحامد بدایونی نے ملک میں اسلامی نظام قائم کرنے کی مسلسل جدوجہد جاری رکھی، وہ قرارداد مقاصد کی ترتیب و تسوید میں بھی شریک تھے، وہ آخر دم تک اس کوشش میں مصروف رہے کہ پاکستان صحیح معنوں میں ایک اسلامی مملکت بن جائے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ انہوں نے علوم دین کی ترویج کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کے درجات بلند کرے اور انہیں جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔"

روزنامہ "جنگ" کراچی نے ۲۳ جولائی ۱۹۷۰ء کے "کوائر یہ" میں یوں خراج تحسین پیش کیا:

"مولانا عبدالحامد بدایونی کی رحلت اس برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک انتہائی غم انگیز سانحہ اور ملک و ملت کا ایک ناقابل تلافی نقصان ہے، جسے پاکستان کے عوام، علماء، سیاسی راہنما، طلباء اور مرحوم کے ارادتمندوں نے بڑی شدت کے ساتھ محسوس

کیا۔ اسلام، پاکستان اور ملت مسلمہ کیلئے انہوں نے جو خدمات انجام دی ہیں وہ کبھی نہیں بھلائی جا سکتیں۔ مولانا کا شمار اُن گنی چنی شخصیتوں میں ہوتا ہے جو مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی کے ساتھ تحریک خلافت میں بھی شریک تھے، پھر تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، قیام پاکستان کے بعد بھی اسے اصل راستے اور منزل کی طرف گامزن رکھنے کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے رہے تھے۔ آزادی کی جدوجہد اور تحریک پاکستان کا وہ ایک روشن باب تھے جو اُن کی زندگی کے ساتھ ختم ہو گیا۔ قرارداد پاکستان کے حق میں رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے مولانا کی خطابت نے جوہر دکھائے تھے، آپ کے طویل دوروں اور مسلسل جدوجہد نے برصغیر کے مسلمانوں میں آزادی کی لگن اور ایک علیحدہ وطن کے حصول کی جو تڑپ پیدا کر دی تھی اُسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکے گا، پھر جب صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کا نازک مرحلہ پیش آیا تو مرحوم نے اپنا سارا وقت، صلاحیتیں اور زور بیان اس کے لئے وقف کر دیا، تحریک پاکستان سے مسلمانان عالم کو متعارف کرانے کے لئے مشرق وسطیٰ کا دورہ کیا۔ مولانا بدایونی ایک جید عالم، ایک جادو بیان خطیب، ایک ممتاز سیاستدان، مصنف و ادیب، استاذ و محقق، ہمدرد و مشفق مذہبی رہنما ہونے کے ساتھ تحریک پاکستان کے ایک پُرجوش و سرفروش سپاہی بھی تھے، اُن کی زندگی نے اس برصغیر کی تاریخ پر حرکت و عمل اور مسلسل جدوجہد کے گہرے نقوش چھوڑے ہیں جن کی روشنی اور چمک دوسروں کو ہمیشہ ان مقاصد کی قربانی و ایثار پر آمادہ کرتی رہے گی جن کیلئے پاکستان حاصل کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی مغفرت و رحمت سے نوازے اور بلند درجات عطا کرے۔"

ہفت روزہ "پاک جمہوریت" لاہور نے ۲۷ جولائی ۱۹۷۰ء کے شمارہ کے صفحہ ۲۰ پر اس طرح عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کئے:

"۲۰ر جولائی کو جنگ آزادی کے نامور سپاہی اور جمعیت علمائے پاکستان کے صدر مولانا عبدالحامد بدایونی شام کے ۵ بجے تین روز کی بے ہوشی کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم کی عمر ۷۲ سال تھی۔ انہیں "ادارہ تعلیمات اسلامیہ" میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ ان پر گزشتہ ہفتہ کی رات کو فالج کا حملہ ہوا تھا جو جان لیوا ثابت ہوا۔

مولانا عبدالحامد بدایونی نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز تحریک خلافت سے کیا اور جلد ہی ایک نوجوان مقرر کی حیثیت سے نمایاں مقام حاصل کر لیا۔ انہوں نے تحریک خلافت میں نمایاں حصہ لیا۔ بعد ازاں قائداعظم کی ہدایت پر سرحد کے ریفرنڈم میں سرگرم حصہ لیا، جس پر قائداعظمؒ نے انہیں "فاتح سرحد" کا خطاب دیا۔ قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل انہوں نے ایک وفد کے ساتھ سعودی عرب، عراق اور دوسرے مسلمان ممالک کا دورہ کیا۔ مسلم ممالک کے لوگوں کو برصغیر کی تحریک آزادی سے آگاہ کیا۔ قیام پاکستان کے بعد جمعیت علمائے پاکستان کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۵۳ء میں انہوں نے تحریک ختم نبوت میں نمایاں حصہ لیا۔ جس پر انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ انہوں نے اپنی ذاتی کوششوں سے "ادارہ تعلیمات اسلامیہ" قائم کیا۔"

جناب راغب مراد آبادی نے یہ قطعہ تاریخ وفات کہا۔

"آہ! ذاکر محمد، مولانا عبدالحامد بدایونی"

۱۳۹۰ھ

ہو کیوں نہ غم وفات عبدالحامد اسلام تھا کائنات عبدالحامد
راغب متبسم ہے پس پردہ مرگ نصرت آئیں حیات عبدالحامد

۱۳۹۰ھ

حضرت صابر براری ثم کراچوی نے یوں تاریخ کہی۔

آؤ! مولانا بدایونی ہدم کو چل دیے — آپ کی فرقت میں ہے مغموم ہر خورد و کلاں
آپ تھے تحریک پاکستان کے اک رہنما — اور تحریک خلافت کے بھی روح رواں
قائداعظم، شہید ملت و علمائے دیں — آپ کی خدمات کے سب رہنما تھے قدرداں
عظمت ختم نبوت کے تحفظ کے لئے — آپ نے جھیلی ہیں قید و بند کی بھی سختیاں

اس سے بہتر اور کیا تاریخ ہم صابر کہیں
"عالم مشہور حامد عازم باغ جناں"

_____ ۱۹۷۰ء _____

ماخذ

(۱) "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۱۰۵ تا ۱۱۴۔

(۲) "بے تیغ سپاہی" از نواب صدیق علی خاں مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء ص ۱۹۵، ۳۰۴۔

(۳) "تاریخ رفتگاں" از صابر براری مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء ص ۱۰۷۔

(۴) "مسجد نبوی اور ماثر مبارکہ کے بقاء و تحفظ کا مطالبہ" از مولانا محمد محسن شافعی مطبوعہ کراچی ۱۹۵۲ء۔

(۵) "جامع اردو انسائیکلو پیڈیا" جلد اول مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۷ء ص ۲۲۱، ۱۰۰۶۔

(۶) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۱۳۰، ۱۳۱۔

(۷) "خفتگان کراچی" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۳۳۹۔

(۸) "جدوجہد آزادی میں سندھ کا کردار" از ڈاکٹر محمد عبدالجبار لغاری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۲ء ص ۲۱۵ تا ۲۲۵۔

(۹) "مولانا ظفر علی خاں" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۳۰۴۔

(۱۰) "جدوجہد آزادی میں بلوچستان کا کردار" از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۴۹ تا ۵۲، ۵۸ تا ۵۹۔

(۱۱) "تذکرہ اولیائے پاکستان صحافی محاذ پر" از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۹۰ء ص ۸ تا ۹۔

(۱۲)"کاروانِ شوق" از حکیم آفتاب احمد قرشی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۴۶۷۔
(۱۳)"تحریک پاکستان میں سیال کوٹ کا کردار" از خواجہ محمد طفیل مطبوعہ سیال کوٹ ۱۹۸۷ء ص ۴۷، ۱۰۰، ۱۰۶، ۴۴۶۔
(۱۴)"اکابرین تحریک پاکستان" از محمد علی چراغ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء ص ۳۵۷ تا ۴۰۷۔
(۱۵)"تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء" از چوہدری حبیب احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۱۳۹، ۴۹۳۔
(۱۶)"جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۴۴۲، ۴۴۳۔
(۱۷)ششماہی مجلہ "تاریخ و ثقافت پاکستان" اسلام آباد بابت جنوری ۱۹۹۰ء ص ۲۴، ۲۵۔
(۱۸)مجلہ "لوح" گورنمنٹ کالج شاہدرہ، لاہور، "قرارداد پاکستان گولڈن جوبلی نمبر" ۹۱۔ ۱۹۹۰ء ص ۱۸۹، ۵۷۰۔
(۱۹)ہفت روزہ "افق" کراچی بابت ۱۰ر ستمبر ۱۹۷۸ء ص ۶۔ ۱۳ر اگست ۱۹۸۰ء ص ۲۴ تا ۲۷۔
(۲۰)ہفت روزہ "پاک جمہوریت" لاہور بابت ۲۷ر جولائی ۱۹۷۰ء ص ۲۰۔
(۲۱)روزنامہ "مشرق" لاہور بابت ۲۱ر جولائی، ۲۳ر جولائی ۱۹۷۰ء۔
(۲۲)"تحریک پاکستان میں خطہ پوٹھوہار کا کردار" از صفدر شاہ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۷ء ص ۱۷۹
(۲۳)روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۱۴ر جنوری ۱۹۸۹ء ۲۳ر مارچ ۱۹۹۶ء۔
(۲۴)مکتوب گرامی صاحبزادہ محمد عابد القادری بدایونی (پسر حقیقی مولانا بدایونی) بنام مؤلف از کراچی محررہ یکم رجون ۱۹۷۶ء۔
(۲۵)"اشاریہ نوائے وقت" ۱۹۴۴ء۔ ۱۹۴۷ء" مرتبہ سرفراز حسین مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۹۸ء ص ۱۵۔
(۲۶)"تذکرہ مجاہدین ختم نبوت" از مولانا اللہ وسایا یوسفی ملتان ۱۹۹۰ء ص ۵۲، ۱۴۲۔
(۲۷)رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء ص ۷۹ تا ۸۱، ۲۱۸، ۲۶۳۔
(۲۸)مجلہ کیپ ٹن "گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ، گولڈن جوبلی

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا عبدالغفور ہزاروی

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا عبداللہ بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) اور حضرت شیخ القرآن کر رہے تھے لوگی نذر کر نے اس یادگار تقریب سے خطاب کرتے ہوئے "قرارداد پاکستان" کی زور دست تائید و حمایت فرمائی۔ حضرت شیخ القرآن سٹیج پر مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۵۶ء) سے پہلی بار متعارف ہوئے۔ آپ نے ان کی سیاسی مساعی کا تحقیقی انداز میں جائزہ لیا ہے۔

۱۹۴۱ء میں آپ نے وزیر آباد میں "پاکستان کانفرنس" منعقد کرائی۔ یہ صوبہ پنجاب میں پہلی کانفرنس تھی جس میں تحریک پاکستان کی حمایت کی گئی۔ اس کانفرنس سے مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء)، مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۵۶ء)، سید غلام مصطفیٰ شاہ خالد گیلانی (۱۹۰۷ء۔ ۱۹۸۹ء)، انور غازی آبادی (۱۹۱۲ء۔ ۱۹۷۹ء) اور آپ نے خطاب کیا۔ اس کانفرنس سے متاثر ہو کر وہ فوج کے دیہاتی عوام میں پاکستان کا تخیل پیدا اور پختہ ہونے کا کانفرنس کی کامیابی پر اس وقت کے مستند اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" نے اداریہ تحریر کیا۔ لوگ جوق در جوق مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔

اپریل ۱۹۴۳ء میں پنجاب مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس سیالکوٹ میں منعقد ہوا جس کی صدارت سردار عبدالرب نشتر (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۵۸ء) نے کی۔ قائداعظم نے بھی اس اجلاس میں شرکت فرمائی۔ یہ کانفرنس تین دن جاری رہی۔ اس کانفرنس میں ممتاز مسلم لیگی رہنماؤں مثلاً مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء)، نواب افتخار حسین ممدوٹ (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۶۹ء)، ملک برکت علی (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۴۶ء)، مولانا شبیر احمد عثمانی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۴۹ء)، سید غلام مصطفیٰ شاہ خالد گیلانی (۱۹۰۷ء۔ ۱۹۸۹ء)، میر غلام علی تالپور (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء)، سردار محمد حسین آف تجر کلاں (۱۹۰۳ء۔ ۱۹۶۹ء)، شیخ صادق حسن امرتسری (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۵۹ء)، مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کے علاوہ حضرت شیخ القرآن علامہ ہزاروی نے بھی شرکت کی۔ حضرت شیخ القرآن کے ساتھ وزیر آباد کے تمام مسلم لیگی عہدیداروں اور میونسپل کمیٹی کے جوانوں نے شمولیت کی۔ حضرت قائداعظم کا فقید المثال جلوس نکالا گیا۔ قائداعظم نے جب حاضرین کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے خطاب کیا تو ایک عجیب کیف و سرور کا عالم تھا۔ اس کے بعد سیالکوٹ کے احرار کا گڑھ تھا۔ مسلم لیگ کا شیدائی بن گیا۔

اسی دوران حضرت شیخ القرآن پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا مگر آپ بفضل خدا بال بال بچ

لیے۔ وہ یوں کہ ایک دن آپ حسب معمول سیر کرتے ہوئے کچی روڈ پر ہار پہلوان کے ساتھ ساتھ مغرب کی طرف جا رہے تھے کہ ایک نامور پہلوان نظر آیا جو ہار پہلوان کے ساتھ میں آپ نے بھی کھیتوں سے مٹی کے ڈھیلے اٹھا کر اس کی طرف پھینکے۔ اور ریلوے پھاٹک تک پہنچ گئے۔ ایک سکھ نامی آنکلا جس کو دیکھ کر وہ شخص بھاگ کھڑا ہوا۔

ہاتھوں ان کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شیخ کیا تجھے بھی روشن خدا کرے

۱۸ تا ۲۱ جنوری ۱۹۴۶ء کو اسلامیہ کالج لاہور کی گراؤنڈ میں جمعیت علماء اسلام پنجاب کی ایک تاریخ ساز کانفرنس منعقد ہوئی جس میں امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں اکابر جمعیت علماء مولانا سید ابوالحسنات قادری لاہوری (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۶۱ء) سید محمد رضا شاہ گیلانی سیالوی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۳۹ء) خواجہ سید غلام محی الدین کوٹلوی (۱۸۹۱ء۔ ۱۹۷۳ء) مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۸۱ء) پیر صاحب باغی شریف (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۹۰ء)، سید علی شاہ سجادہ نشین حضرت میاں میر لاہور، سید محمد عباس کرمانی سجادہ نشین شیر گڑھ ضلع لوکاڑہ، مولانا جمال میاں فرنگی محلی، مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کے علاوہ حضرت شیخ القرآن نے بھی شرکت کر کے اپنے اور خیر اور فکر انگیز خطاب سے نوازا۔

فروری ۱۹۴۶ء کے صوبائی انتخابات میں حضرت شیخ القرآن نے مسلم لیگی امیدواروں کی حمایت میں طوفانی دورے کیے۔ ان کے اپنے حلقہ پنجاب اسمبلی کوجرانوالہ نمبر ۱ میں مسلم لیگ کے امیدوار چوہدری صلاح الدین پتنگ آف احمد نگر (م۔ ۱۹۷۰ء) تھے۔ جبکہ یونینسٹ پارٹی کی طرف سے مشن نرج وزیر آباد کے راجہ محمد عبداللہ خاں (م۔ ۱۹۹۱ء) اور ایک آزاد امیدوار محمد یار الیکشن لڑ رہے تھے۔ حضرت شیخ القرآن نے مسلم لیگی امیدوار کی ڈٹ کر حمایت کی اور اسے کامیاب و کامران کرایا۔ مسلم لیگی امیدوار نے ۲۷۸۷ ووٹ لے کر فتح و نصرت کے شادیانے بجائے جبکہ یونینسٹ امیدوار کو ۲۳۳۲ ووٹ ملے اور ضمانت بھی اس کا مقدر ٹھہری۔ حالانکہ اس نے تجوریوں کے منہ کھول رکھے تھے۔ آزاد امیدوار کو صرف چار ووٹ ملے اور ضمانت ضبط ہو گئی۔

[illegible] ۱۹۴۶ء میں [illegible] (انبالہ) میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اس میں برصغیر کے چوٹی کے چار علماء سمیت لاکھوں سنی مسلمانوں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس کی صدارت حضرت امیر ملت محمد علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) نے فرمائی۔ دوسرے علماء کے علاوہ حضرت شیخ القرآن نے اس بے مثال عظیم الشان اجتماع سے خطاب فرمایا۔ اور اس تقریر میں حضرت محدث اعظم پاکستان (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۷۱ء) کے اس ارشاد کی بھرپور تائید و حمایت کی کہ

"پاکستان ایسا ملک ہوگا جس میں کسی خاندان یا کسی خاص شخص کی حکومت نہ ہوگی بلکہ اسلام کی حکومت ہوگی اور اسلامی اصولوں کی حکومت ہوگی جس میں کسی کا احتمال نہ ہوگا۔"

اگست ۱۹۴۶ء میں قائداعظم شہید گنج تشریف لے گئے تاکہ شیخ عبداللہ (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۸۲ء) اور ان کے ساتھی خواجہ محمد یوسف شاہ (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۷۸ء) میں مفاہمت کرائی جا سکے مگر قائداعظم ایسا نہ کر سکے۔ واپسی پر حضرت شیخ القرآن اور ان کے ساتھیوں نے قائداعظم کو چند گھنٹے کے لیے گھر لے جانے کی خواہش کی جو انہوں نے قبول کر لی۔ حضرت شیخ القرآن اور عوام کے جم غفیر نے گرم ترین دوپہر کو بالا پھر پر اپنے محبوب قائد کا انتظار کیا۔ تین بجے کے قریب قائداعظم کی کار نظر آئی تو فضا اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی۔ "قائداعظم زندہ باد" اور "پاکستان زندہ باد" کے فلک شگاف نعروں نے فضا میں ایک ارتعاش پیدا کر دیا۔ قائداعظم نے حضرت شیخ القرآن کی مسجد سے ملحقہ چوک میں نصف گھنٹہ خطاب کیا۔

حضرت شیخ القرآن نے اپنی استقبالیہ تقریر میں قائداعظم کو زندہ دست خراج تحسین پیش کیا۔ اس دوران قائداعظم نے بڑے مدبرانہ انداز میں تالیاں بجائیں۔ جلسہ کے اختتام پر عوام کے ہجوم نے اپنے محبوب لیڈر کو فلک بوس نعروں کے درمیان رخصت کیا۔

جنوری ۱۹۴۷ء میں سر خضر حیات ٹوانہ (۱۹۰۰ء۔ ۱۹۷۵ء) وزیر اعلیٰ پنجاب کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلی اور گورنر پنجاب مسٹر ایونگلس نے مسلم لیگیوں سے خائف ہو کر انہیں قرار دے دیا اور دھڑا دھڑ گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔ ضلع گوجرانوالہ میں تحریک پاکستان کے سلسلے میں گرفتاری کی سعادت سب سے پہلے حضرت شیخ القرآن ہی

کے حصہ میں آئی۔ اس کے بعد دوسرے کارکن گرفتار ہوئے۔ حضرت شیخ القرآن نے اپنے
[illegible] کی کوئی حرکت نہیں کی بلکہ گوجرانوالہ میں بڑی ہمت سے پیروی اور خندہ پیشانی سے گزارا۔
تقسیم ملک کی بعد آپ نے مہاجرین کی آبادکاری کے لئے شب و روز کام کیا۔ مقامی
ذمہ داروں اور تھانیدار کے ساتھ شرکت کرتے اور خالی مکانات مہاجرین میں تقسیم
کرتے۔ آپ کے خلوص کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے لاکھوں روپے کا
سامان مہاجرین میں تقسیم کیا مگر خود ایک پائی تک کے روادار نہ ہوئے۔ جبکہ بہت سے
لوگوں نے اس وقت اپنی تجوریاں بھر لیں اور آج اسی لوٹ مار کے بل بوتے پر کرسی نشین بیٹھے
ہیں۔ آپ نے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا و
خوشنودی کیلئے سب کچھ کیا نہ کہ دنیا کی حرص و ہوا کی خاطر!

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد آپ نے سیاست کو خیرباد کہہ دیا اور اپنی
تمام تر توجہ دین اسلام کی خدمت پر مرکوز کر دی۔ وزیر آباد میں "جامعہ نظامیہ غوثیہ" کے
نام سے ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا جس میں ہر سال رمضان المبارک میں "دورہ
قرآن" پڑھانا شروع کیا جس میں ملک بھر کے علماء شرکت کرتے۔ قیام و طعام کا سارا انتظام
والہانہ آپ ہی کے ذمہ ہوتا۔ قرآن حکیم کے رموز و نکات بڑے احسن طریقے سے بیان
فرماتے اور سامعین عش عش کر اٹھتے۔ سچ تو یہ ہے کہ اب شاید ہی کوئی ایسا پڑھانے والا
ہے۔

۱۹۴۸ء میں جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل ہوئی تو آپ کو مرکزی جائنٹ صدر چنا
گیا مگر آپ کی توجہ زیادہ تر تبلیغی خدمات پر مرکوز رہی لیکن جب ایوبی دور میں جمعیت کے بعض
رہنماؤں نے ایوبی آمریت کی بے جا حمایت شروع کر دی تو فیور جمعیت نے برداشت نہ کیا
اور میدان عمل میں نکل آئے۔ مرکزی صدر منتخب ہو کر آمریت کو للکارا۔

۱۹۵۳ء کی "تحریک ختم نبوت" میں کفن بردوش ہو کر دیگر مجاہد علماء کے ساتھ
میدان میں آگے اور اپنی جاندار قیادت سے پورے ملک میں مرزائیت کا خاتمہ کر دیا۔ فخر ملت
مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) مولانا ابوالحسنات قادری لاہور (۱۸۹۶ء۔
۱۹۶۱ء) اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی (۱۹۱۵ء۔ زندہ) کی طرح آپ کو بھی
مقتل زنداں کیا گیا اور چھ سات ماہ کا عرصہ راولپنڈی جیل میں بڑے صبر و استقلال کے

ساتھ گزارا۔

آپ ہمہ وقت عمل و تبلیغ میں مصروف رہتے تھے۔ سیاست، جہاد، اسلام، ملت کو شاعر اور ہر وقت دامن رسول ﷺ تھامے رہتے تھے۔ راقم الحروف کو ان کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے ہر لفظ پر روح پھونکی جا رہی ہے۔ فصاحت و بلاغت ان کی تقریر کا خاصا تھا۔

الٰہی! وہ صورتیں کہ رشکِ حوریاں ہیں
جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

۱۹۴۹ء میں جب پاکستان میں سو شلزم کے پرچار کا الگ الاپا گیا تو دوسرے علمائے حق کی طرح آپ نے بھی سو شلزم کو کفر قرار دیا۔ اس پر آپ کو مولانا حکومت ہزاروی (۱۹۹۲ء۔ ۱۹۸۱ء) نے بہت بڑی رقم پیش کی جسے آپ نے پرے دھکیل دیا اور کہا کہ "میں خدا اور رسول ﷺ کا ہوتے ہوئے کفر کی حمایت کیسے کر سکتا ہوں۔"

آپ ۱۰ رمضان ۱۳۷۰ھ سے صبح کی سیر کے عادی تھے۔ چنانچہ ۱۰ رمضان المعظم ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۰ء بروز جمعۃ المبارک حسب معمول وزیر آباد کے نواحی باغ باغبانپورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی ایک فرلانگ ہی گئے تھے کہ اچانک ایک ٹرک نے آپ کو ٹکر ماری۔ ٹرک نے آپ کو بری طرح زخمی کر دیا۔ آپ کو فوراً ہسپتال پہنچایا گیا۔ آپ کے زخمی ہونے کی اطلاع پورے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور لوگ ہسپتال کی طرف امڈ آئے۔ شہر میں مکمل ہڑتال کر دی گئی۔ ہسپتال میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ ہر طرف لوگ اشکبار آنکھوں سے دست بدعا تھے۔ آپ کا خاندان مکمل طور پر حاضر تھا کہ آخری لمحات میں آنکھیں کھول کر فرمایا کہ

"میں نے مجرم کو معاف کیا۔"

اور پھر کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عمر ہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات
از جہم عشقی کہ با دلہائے رفتہ گم کردہ ایم

خبر رحلت آناً فاناً پورے ملک میں پھیل گئی۔ دوسرے دن مولانا محمد ابراہیم

کوٹری نے ایک لاکھ تڑکا وہ ہزارہ کی آبادی اور سکیموں میں لاکھ ہزارہ پاکستانی اور وزیر گڑھ کے قریب آپ کی اپنی زرعی زمین میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ جہاں آپ کا عالی شان مزار تعمیر ہو چکا ہے اور "مزار گڑھ شریف" کے نام سے موسوم ہے۔ ہر سال یکم ربیع الاول کو وہاں عرس منایا جاتا ہے۔

آپ کی رحلت پر ملک بھر کے اخبارات نے اپنے اداریوں میں زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ چند ایک درج ذیل ہیں:

روزنامہ "کوہستان" لاہور اپنی اشاعت ۱۱ر اکتوبر ۱۹۷۰ء میں لکھتا ہے

"انا للہ وانا الیہ راجعون"

"وزیر گڑھ کے قریب یوں تو آئے دن حادثات ہوتے رہتے ہیں اور قیمتی جانیں ٹریکٹر، ٹرالی اور موٹر وہ ایکسیڈنٹ کی بھینٹ چڑھتی رہتی ہیں لیکن گزشتہ روز ایک ٹرک ڈرائیور کی غفلت نے وزیر گڑھ کو ایک ممتاز خطیب، عالم دین اور بہبود طلبائے پاکستان کے سابق صدر مولانا عبدالغفور ہزاروی سے محروم کر دیا۔

مولانا مرحوم نہ صرف تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن تھے بلکہ آخر وقت تک شعلہ نوا اور اسلام میں طرح طرح کی بدعتوں کے بھی مخالف تھے۔ جمعیت علمائے کی تحریک میں انہوں نے ممتاز کردار ادا کیا۔ اور اس وقت وہ اسلامی دستور کے نفاذ کے لئے سب اسلام عناصر میں اتحاد و تعاون کے دل سے حامی اور اس مقصد کیلئے اپنے انداز میں سرگرم عمل بھی تھے۔ آپ کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ دین میں انتہا پسندانہ گروہی اور فرقہ وارانہ تعصب کو بھی پسند نہیں کرتے تھے اور وزیر گڑھ جیسے پسماندہ علاقہ میں ایک اعتدال پسند اور مخلص عالم دین کی حیثیت سے لوگوں میں معروف و مقبول تھے۔ آپ کی وفات ایک المناک سانحہ ہے۔ صبح کی سیر آپ کا مستقل معمول تھا۔ گزشتہ روز ایک ٹرک ڈرائیور کی لاپرواہی سے وہ صبح سیر کرتے ہوئے ایک ٹرک کی زد میں آکر شدید زخمی ہو گئے۔ اور

اسپتال میں ڈاکٹروں کی انتھک کوشش کے باوجود بچا نہ سکے۔ انا
للہ وانا الیہ راجعون۔

خدا کرے کہ ہمارے ہاں یہ کہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور
انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔"

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور نے بھی مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو یہاں لکھا
تھا:۔

"کمیونسٹ پاکستان کے ایک سابق صدر اور تحریک
پاکستان کے ایک سرگرم کارکن مولانا عبدالحمید بھاشانی کی اچانک
وفات ایک دردناک حادثہ ہے۔ وہ بھاشانی کے اس علاقے سے تعلق رکھتے
تھے جو سیاسی شعور کی دولت سے مالا مال ہے اور اپنے مسئلات اور
نظریات کے سلسلے سیاسی مسائل اور قومی تحریکوں میں ہمیشہ حصہ لیتا
رہا ہے۔

مولانا بھاشانی پچھلے طویل عرصہ تک مذہب و سیاست کے
میدان میں سرگرم عمل رہے اس لحاظ سے ان کے حامی اور مخالف
دونوں پائے جاتے تھے۔ انہوں نے گزشتہ سال کی تحریک جمہوریت
میں نمایاں کردار ادا کیا اور ملک میں نمائندہ حکومت کے قیام کی
جدوجہد میں پیش پیش رہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو
اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے لواحقین کو صبر عطا
فرمائے۔"

روزنامہ "جنگ" راولپنڈی کے الفاظ یہ تھے مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۰ء کا ایک اقتباس
بھی ملاحظہ ہو:۔

"مولانا مرحوم نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ وادیٔ کمیا میں تبلیغ
اسلام کی نذر کیا۔ انہوں نے تحریک پاکستان اور دیگر قومی تحریکوں
میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ چنانچہ کئی بار انہیں نظر بندی اور سیاسی
سرگرمیوں کی پاداش میں جیل کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ آخر

ان کی وفات پر اپنے پرائے سبھی نوحہ خواں نظر آتے ہیں اور ان کی موت کو ایک بہت بڑا المیہ قرار دے رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے زندگی کے ہر مرحلہ پر اسلام کا ساتھ دینے کی بھرپور کوشش کی اور کسی قسم کی مصلحت کو اپنی راہ میں سنگ گراں نہ بننے دیا۔ اب جبکہ وہ اس دارِ فانی سے عالم جاودانی کی طرف سدھار چکے ہیں ہمیں خدا سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ اپنے فضل خاص سے انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور ان کے لواحقین کے علاوہ ان کے ان گنت عقیدتمندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے تاکہ وہ سب اس صدمہ عظیم کو برداشت کر سکیں۔"

شورش کاشمیری (۱۹۱۷ء۔ ۱۹۷۵ء) نے اپنے ہفت روزہ "چٹان" لاہور کی نظامت سے ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء کے شمارہ میں اپنے اداریہ میں یوں خراج عقیدت پیش کیا۔

"آہ! مولانا عبدالغفور ہزاروی"

"۱۷ اکتوبر کی صبح کو مولانا عبدالغفور ہزاروی خطیب جامع مسجد وزیر خان ایک تیز رفتار ٹرک کی زد میں آکر اپنے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ مرحوم بہت سے خوبیوں کے مالک تھے۔ ان سے ذاتی دیرینہ تعلق تھا۔ میں ایک آٹھ دس سال کی سرسری ملاقات تھی، وہ بھی مولانا ظفر علی خاں علیہ الرحمہ کے زمانے میں۔ اہم مولانا کے حلقہ سے کیش تھے اور وہ مولانا کے پیارے تھے۔ مولانا بھی ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ مولانا نے ان کے متعلق چند شعر بھی کہے ہیں جو اس وقت حافظہ میں نہیں آ رہے۔ "تحریک ختم نبوت" میں وہ مولانا کے ساتھ رہے۔ مولانا جیل میں شامل ہوئے تو وہ بھی مولانا کے ساتھ جیل میں چلے گئے اور "تحریک پاکستان" میں مسلمانوں کی بیداری سے لوگوں کو شعور کرتے رہے۔ مسلم لیگ یا کانگریس و احرار کے علاوہ میں شامل تھے لیکن ہر مسلک کے لوگوں میں ان کے لئے احترام اور محبت کے جذبات رہے۔ مسلمانوں میں ہر مکتب کے متعلق یہ الفت کا جو شعور اور جذبہ ابھر کر سامنے ہوا ہے

WWW.NAFSEISLAM.COM

ماخذ

(۱) ڈاکٹر گوپی چند نارنگ "جدید اردو نظم" از محمد صادق قصوری مطبوعہ گورنمنٹ کالج لاہور ۱۹۷۲ء ص ۲۰۶

(۲) ڈاکٹر سید عبداللہ "نشانِ منزل" مطبوعہ مکتبہ اردو لاہور ۱۹۶۳ء ص ۱۲۶

(۳) ڈاکٹر گوپی چند نارنگ "اردو غزل اور ہندوستانی ذہن و تہذیب" مطبوعہ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ۲۰۰۰ء ص ۲۱۰

(۴) ڈاکٹر انور سدید "اردو ادب کی تحریکیں" مطبوعہ فیض عام کراچی ۱۹۸۸ء ص ۴۹۲، ۴۹۵

(۵) ڈاکٹر جمیل جالبی "ارسطو سے ایلیٹ" مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء ص ۱۱۲

(۶) ڈاکٹر غلام حسین "تحریک" جلد اول اردو شعر نمبر مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص ۲۲۰

(۷) ڈاکٹر انور سدید "اردو ادب کی تحریکیں" مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۲۰۸، ۲۱۰

(۸) ڈاکٹر محمد صادق قصوری "تحریک پاکستان" مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۵۰۰

(۹) ڈاکٹر گوپی چند نارنگ "اردو غزل اور ہندوستانی ذہن و تہذیب" مطبوعہ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ۲۰۰۰ء ص ۲۱۰

(۱۰) ڈاکٹر سید عبداللہ "نشانِ منزل" مطبوعہ مکتبہ اردو لاہور ۱۹۶۳ء ص ۱۲۶

(۱۱) ڈاکٹر انور سدید "اردو ادب کی تحریکیں" مطبوعہ فیض عام کراچی ۱۹۸۸ء ص ۴۹۲، ۴۹۵

(۱۲) ڈاکٹر جمیل جالبی "ارسطو سے ایلیٹ" مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء ص ۱۱۲

(۱۳) ڈاکٹر غلام حسین "تحریک" جلد اول اردو شعر نمبر مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص ۲۲۰

(۱۴) ڈاکٹر انور سدید "اردو ادب کی تحریکیں" مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۲۰۸، ۲۱۰

(۱۵) ڈاکٹر محمد صادق قصوری "تحریک پاکستان" مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۵۰۰

(۱۶) ڈاکٹر گوپی چند نارنگ "اردو غزل اور ہندوستانی ذہن و تہذیب" مطبوعہ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ۲۰۰۰ء ص ۲۱۰

(۱۷) ڈاکٹر سید عبداللہ "نشانِ منزل" مطبوعہ مکتبہ اردو لاہور ۱۹۶۳ء ص ۱۲۶

(۱۸) ڈاکٹر انور سدید "اردو ادب کی تحریکیں" مطبوعہ فیض عام کراچی ۱۹۸۸ء ص ۴۹۲، ۴۹۵

(۱۹) ڈاکٹر جمیل جالبی "ارسطو سے ایلیٹ" مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء ص ۱۱۲

(۲۰) ڈاکٹر غلام حسین "تحریک" جلد اول اردو شعر نمبر مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص ۲۲۰

(۲۱) ڈاکٹر انور سدید "اردو ادب کی تحریکیں" مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۲۰۸، ۲۱۰

(۲۲) ڈاکٹر محمد صادق قصوری "تحریک پاکستان" مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۵۰۰

(۲۳) ڈاکٹر گوپی چند نارنگ "اردو غزل اور ہندوستانی ذہن و تہذیب" مطبوعہ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ۲۰۰۰ء ص ۲۱۰

(۲۴) ڈاکٹر سید عبداللہ "نشانِ منزل" مطبوعہ مکتبہ اردو لاہور ۱۹۶۳ء ص ۱۲۶

(۲۵) ڈاکٹر انور سدید "اردو ادب کی تحریکیں" مطبوعہ فیض عام کراچی ۱۹۸۸ء ص ۴۹۲، ۴۹۵

(۲۶) ڈاکٹر جمیل جالبی "ارسطو سے ایلیٹ" مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء ص ۱۱۲

(۲۷) ڈاکٹر غلام حسین "تحریک" جلد اول اردو شعر نمبر مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص ۲۲۰

(۲۸) ڈاکٹر انور سدید "اردو ادب کی تحریکیں" مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۲۰۸، ۲۱۰

(۲۹) ڈاکٹر محمد صادق قصوری "تحریک پاکستان" مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۵۰۰

(۳۰) ڈاکٹر گوپی چند نارنگ "اردو غزل اور ہندوستانی ذہن و تہذیب" مطبوعہ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ۲۰۰۰ء ص ۲۱۰

(۱۷)ماہنامہ "آرشاد" مصطفےٰ گوجرانوالہ جنوری ۱۹۹۶ء ص ۱۶، ۱۷، نومبر ۱۹۷۰ء ص ۳۰

(۱۸)مجلہ "سنگ" گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ، گوجرانوالہ نمبر ۱۹۸۲ء ۱۹۸۳ء ص ۲۳۳، ۲۳۴۔

(۱۹)رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء ص ۸۱۔

(۲۰)مجلہ "کلب نو" گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ، گولڈن جوبلی نمبر اگست ۱۹۹۷ء ص ۲۷۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا غلام دین اشرفیؒ

خطیبِ پاکستان مولانا غلام دین بن مولانا میاں سید احمد بن میاں فضل دین بن میاں کرم دین کی ولادت ۱۹۱۰ء میں فارسی زبان کے شہرہ آفاق شاعر ملا نعمت گجراتیؒ (۱۶۳۰ء۔ ۱۶۹۵ء) کے وطنِ مالوف گجرات کے نواحی گاؤں چکوڑی بھمبر ضلع گجرات میں ہوئی۔ والد ماجد سے قرآن پاک پڑھنے کے بعد اسلامیہ ہائی سکول گجرات سے ساتویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں مولانا محمد عبداللہ گجراتیؒ سے سکندر نامہ تک فارسی پڑھی اور صرف و نحو کی کتابیں مولانا فضل حق موضع ٹھیکریاں (گجرات) سے پڑھیں۔ پھر لاہور آکر "دارالعلوم حزب الاحناف" میں داخلہ لے لیا۔ یہاں انہوں نے استاذ العلماء مولانا محمد عبدالدین نقشبندی جماعتی (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۸۷ء)، مفتی اعظم مولانا سید ابوالبرکات سید احمد قادریؒ (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۷۸ء) اور امام المحدثین سید دیدار علی شاہ الوریؒ (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۷۵ء) سے اکتسابِ علم کیا۔ ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء میں دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد شیرازہ ہند محدث الوریؒ شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھویؒ (۱۸۵۰ء۔ ۱۹۳۶ء) سے شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے۔ خود فرماتے ہیں:۔

اشرفی ہوں ہوں سکین ہوں
خادم قوم، غلام دین ہوں

فراغت کے بعد بطور خطیب "مسجد لال کھوہ اندرون موچی دروازہ لاہور" مقرر ہوا۔ چند سال بعد مولوی محبوب عالم، مسجد لوکو شیڈ کی امامت و خطابت سے معزول کر دیئے گئے تو ان کی جگہ آپ کو امامت و خطابت کی ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ اس وقت لوکو شیڈ کی مسجد بہت چھوٹی تھی لیکن جب آپ نے یہاں خطابت شروع کی تو ہزاروں کا مجمع ہونے لگا۔ پھر اُن کی سعی و کاوش سے موجودہ عمارت تیار ہوئی جو لاہور کی عالیشان مساجد میں شمار ہوتی ہے۔ اس کا موجودہ نام "جامع مسجد صدیقیہ" ہے۔

قدرت نے مولانا غلام دین کی آواز میں بلا کا سوز، درد اور اثر پیدا کر دیا تھا کہ لوگ دیوانہ وار اُن کی تقاریر سنتے اور سر دھنتے تھے۔ راقم الحروف کو بھی اُن کی دو تقاریر سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ وہ ایسی منظر کشی کرتے تھے کہ سامعین کو محسوس ہوتا تھا کہ ہر چیز اُن کے سامنے موجود ہے۔ بلاشبہ وہ اپنے دور کے بہترین اور عظیم مقرروں میں سے تھے۔ اُن کے بعد لاہور کو اُن کا ثانی خطیب نہ مل سکا۔

مولانا غلام دین نے تحریک کشمیر اور تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ تحریک پاکستان میں اُن کی خدمات جلیلہ کا احاطہ کرنا اگرنا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ انہوں نے اپنی جادو اثر تقاریر سے جس انداز سے اہالیان لاہور کو خصوصاً اور پنجاب کے لوگوں کو عموماً تحریک پاکستان کے اغراض و مقاصد سے روشناس کرایا وہ اُنہی کا حصہ ہے۔ اس سلسلہ میں دیوبندی مکتبہء فکر کے مورخ اور مصنف پروفیسر محمد اسلم (۱۹۳۲ء۔ ۱۹۹۸ء) سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور اپنی کتاب "تحریک پاکستان" کے صفحہ ۴۴۶ پر "آل انڈیا سنی کانفرنس" کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> "دیوبندی حلقوں کی جانب سے اس کانفرنس کی کاروائی پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس کانفرنس میں شرکاء کا سیاسی وزن کتنا تھا اور اُن کی ملکی سیاست میں کیا حیثیت تھی۔ راقم آثم دیوبندی مکتبہء فکر سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے باوجود عرض کرتا ہوں کہ ان مشائخ اور علماء کا عوام پر بڑا اثر تھا۔ خود لاہور میں تحریک پاکستان کے لئے بریلوی مکتبہء فکر کے علماء میں سے مولانا محمد حشم مسلم اور مولانا غلام الدین اشرفی نے جو کام کیا وہ محتاج تعارف نہیں ہے۔ مؤخر الذکر کی تقریریں راقم

ہم نے سنی ہیں جس انداز سے وہ گاندھی اور نہرو کو للکارتے تھے اور
جس بری طرح سے گاندھی اور نہرو کا خون کھانے والے
"کانگرسی مولویوں" کے لئے لیتے تھے، یہ ان ہی کا حصہ ہے۔"

۱۹۴۵-۴۶ء کے انتخابات میں مولانا غلام دین نے مسلم لیگی امیدواروں کے حلقوں کے طوفانی دورے کر کے مسلم لیگ کو ہر دل کی دھڑکن بنا دیا۔ لاہور میں مسلم لیگیوں کی کامیابی نے ان کا اچھا خاصا عمل دخل ہے۔ ۱۹۴۷ء میں سر خضر حیات خان ٹوانہ (۱۹۰۰ء-۱۹۷۵ء) وزیر اعلیٰ پنجاب کے خلاف "تحریک سول نافرمانی" میں مولانا کی تقریروں نے ایک آگ لگا دی اور مسلم لیگیوں نے جیلیں بھر دیں۔

پاکستان بننے کے بعد سواد اعظم اہلسنت و جماعت کی نمائندہ تنظیم "جمعیت علماء پاکستان" میں فعال کردار ادا کیا۔ ۱۹۵۳ء کی "تحریک ختم نبوت" میں دیوانہ وار حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر کے سنت یوسفی ادا کی۔ ۷۰-۱۹۶۹ء میں وطن عزیز میں سوشلزم کا فتنہ ظہور پذیر ہوا تو دوسرے علماء اہلسنت کے شانہ بشانہ انہوں نے بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی سرگرم رہے۔ "فضائل درود شریف"، "فضائل امام اعظم" اور "رفیق الواعظین" کے نام سے تین کتابیں یادگار چھوڑیں۔ ۱۹۶۴ء میں اپنی مسجد میں "دار العلوم جامعہ صدیقیہ" قائم کیا جس سے ہزاروں لوگوں نے اکتساب علم کیا۔

۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو شیخ القرآن مولانا عبد الغفور ہزاروی ثم وزیر آبادی (۱۹۱۰ء-۱۹۷۰ء) کی رحلت ہوئی تو آپ ان کی نماز جنازہ میں شرکت کیلئے وزیر آباد تشریف لے گئے۔ واپسی پر اپنے محبوب دوست کی رحلت کے صدمہ سے چور چور تھے۔ زندگی کا مزا باقی نہ رہا فقط اتین چار دن بعد ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۰ء / ۱۳۹۰ھ بروز پیر دل کا دورہ پڑنے سے نماز ظہر کی ادائیگی کے دوران اپنی بنا کردہ "مسجد صدیقیہ" میں انتقال فرمایا۔ نماز جنازہ سید ابو البرکات قادری (۱۹۰۱ء-۱۹۷۸ء) نے پڑھائی۔ ایک لاکھ افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ مسجد کی جنوبی جانب مزار پر انوار بنا جو مرجع خاص و عام ہے۔

آپ کی رحلت پر دنیائے اہلسنت میں صف ماتم بچھ گئی۔ بہت سے اخبارات اور

رسائل نے اپنے اداریوں میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔ بطور اختصار صرف "جمعیت علماء اسلام" (دیوبندی تھانوی گروپ) کے ترجمان ہفت روزہ "صوت الاسلام" لاہور بابت ۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء صفحہ ۷ کا اداریہ نقل کیا جاتا ہے:۔

"بحر الحقائق علامہ پیر عبد الغفور ہزاروی اور حضرت مولانا غلام الدین لاہوری رحمۃ اللہ علیہما کی وفات امت مسلمہ کیلئے ایک انتہائی اندوہگیں سانحہ ہے جس کا اظہار الفاظ و بیان میں ناممکن ہے۔

آج جبکہ ملت اسلامیہ کفر و الحاد کی مہیب قوتوں سے برسر پیکار ہے اس لئے اپنے ان دو عظیم مجاہد ساتھیوں سے محروم ہو جانا ایک ناقابل برداشت سانحہ ہے۔ کیونکہ ان ہر دو مجاہدین کی امت کو آج پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت تھی۔

ادارہ صوت الاسلام امت کے ان دونوں نامور فرزندوں کی وفات پر انتہائی اندوہگیں ہے اور دین کیلئے ان کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے خدائے قدوس کے حضور میں ان کی مغفرت کیلئے دعا گو ہے۔"

حضرت صادر براری ثم کراچوی نے مندرجہ ذیل قطعہ و تاریخ وفات کہا۔

"پاک میاں مولانا غلام دین خطیب"

۱۹۷۰ء

صد حیف وہ بھی عالم فانی سے چل دیئے — واعظ جو بے مثال تھے حضرت غلام دین
لاہور لوکو شیڈ کی مسجد کے تھے خطیب — رکھتے تھے سارے ملک میں شہرت غلام دین
تحریک پاکستان کے بھی رہنما تھے آپ — یوں کر گئے ہیں ملک کی خدمت غلام دین

صادر ملا ہے غیب سے ان کا سن وفات
"ہیں ماہ علم ساکن جنت غلام دین"

۱۹۷۰ء

جناب سید عارف محمود مجذوب رضوی گجراتی نے یوں تاریخ وفات کہی۔

"روشن طبع خطیبِ اسلام"

_____ ۱۳۹۰ھ _____

"سعدی زماں مولانا غلام الدین رحمۃ اللہ علیہ"

_____ ۱۹۷۰ء _____

چل دیے ہیں جہان فانی سے ۔۔۔ بندہ اشرفی سعید زماں
خوش بیانی و خوش نوائی آہ ۔۔۔ ان کے غم میں ہیں آج محو فغاں
ان کی رحلت پہ ہم نشینوں کے ۔۔۔ ناتواں ہو گئے ہیں جسم و جاں
غلام قوم تھے غلام دیں ۔۔۔ واعظ خوش نوا و سحر بیاں
منفرد ان کا اک زمانہ تھا ۔۔۔ معترف آج بھی ہیں پیر و جواں
شعر گوئی تھی ان کے دم سے بہار ۔۔۔ بعد رحلت ہوئی ہے وقف خزاں
کہئے مہجور سال مرگ ان کا
"واصلِ حق خطیبِ پاکستان"

_____ ۱۳۹۰ھ _____

ماخذ

(۱) "تحریک پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء ص ۳۴۶۔

(۲) "خفتگان خاک گجرات" از ڈاکٹر محمد منیر سلیچ مطبوعہ گجرات ۱۹۹۶ء ص ۳۰۰۔

(۳) "تذکرہ علمائے پنجاب" جلد دوم از اختر راہی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء ص ۳۴۳ تا ۳۴۴۔

(۴) "تذکرہ علماء اہلسنت لاہور" از علامہ اقبال احمد فاروقی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۳۶۵۔

(۵) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۱۷۵۔

(۶) "خفتگان خاک لاہور" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۳۹۵ تا ۳۹۶۔

(۷) "جامع اردو انسائیکلو پیڈیا" جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۱۰۴۲۔

(۸) ماہنامہ "رضائے مصطفےٰ" گوجرانوالہ بابت نومبر ۱۹۷۰ء ص ۴۔

(۹) ہفت روزہ "صوت الاسلام" لاہور بابت ۲۹ر اکتوبر ۱۹۷۰ء ص ۱۷۔
(۱۰) روزنامہ "مشرق" لاہور بابت ۱۳۔ ۱۴ر اکتوبر ۱۹۷۰ء۔
(۱۱) مکتوب گرامی جناب پروفیسر محمد اسلم سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور بنام مؤلف محررہ ۲۶ر اگست ۱۹۹۷ء۔
(۱۲) رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء ص ۸۱، ۸۸۔
(۱۳) مجلہ "کعبہ جو"، گولڈن جوبلی نمبر ۱۹۹۷ء، گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۲۸، ۱۹۳۔
(۱۴) "یادِ رفتگاں" جلد دوم از صادق رازی مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء ص ۶۱۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا حکیم شمس الاسلام صدیقیؒ

مولانا حکیم شمس الاسلام صدیقی کی ولادت ۱۹۰۵ء میں قصبہ نیم شریف ضلع زیگ (مشرقی پنجاب، بھارت) میں ہوئی۔ نویں جماعت پاس کرنے کے بعد مسجد فتحپوری دہلی میں آٹھ سال تک عربی اور فارسی پڑھی۔ زیگ میں بطور طبیب ملازم رہے اور پھر قیام پاکستان تک زیگ میں طبابت کرتے رہے۔ "آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس" کی زیگ شاخ کے آٹھ سال تک مجلس عاملہ کے رکن رہے۔ دس سال "مدرسہ خیر المعاد زیگ" کی کمیٹی کے جنرل سیکرٹری رہے اور اتنا عرصہ "سیرت کمیٹی" کے سیکرٹری رہے۔

آپ کو اولیاء اللہ کے عرسوں سے خاص دلچسپی رہی، لوگوں کو عرسوں میں شرکت کیلئے آمادہ کرنے کے لئے آپ نے ایک "انجمن خدام الاولیاء" قائم کی اور دو سال تک اس کے منتظم رہے۔ آپ زیگ کی "انجمن کمیٹی" کے سرگرم کارکن رہے۔ تاریخ و ادب کا اعلیٰ ذوق پایا۔ زیگ کے "میونسپل ہال" میں "بزم ادب" کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے مشاعرہ نما پانچ سال تک جنرل سیکرٹری کا کام کیا اور شعر گوئی سے مستفیض کیا۔

تحریک پاکستان کا دور آیا تو آپ نے اپنی تمام تر قوتیں اسی میں صرف کر دیں۔ ضلع زیگ میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کیں۔ جگہ جگہ دورے کر کے عوام کو تحریک پاکستان کا

مالی رہے۔ ۱۹۶۳ء میں "آل انڈیا مسلم لیگ" کے سیکرٹری رہے۔ مختلف سیکرٹریوں نے جو خدمات انجام دیں ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۶۰ء میں مشکل آگئے اور تین سال "انجمن صدیقیاں" کے سیکرٹری رہے۔ ۱۲ جنوری ۱۹۷۱ء کو کراچی میں رحلت فرمائی۔

حضرت سالک قریشی قم کراچی نے مندرجہ ذیل تاریخ وفات کہی۔

ہو گئے تو وہ عالم بھی جہاں سے رخصت
تھا ادھا میں بھی حاصل جنہیں اک اعلیٰ مقام
کہدے اے صابر خستہ کن رحلت ان کا
"ہائے وہ شیر ہیں اب خلد میں شمس الاسلام"

۱۹۷۱ء

ماخذ

(۱) "سوانح الاجداد" از پروفیسر منظور الحق صدیقی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء ص ۱۷۲ تا ۱۸۳۔
(۲) "آل انڈیا تحریک پاکستان" جلد اول محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۹۸۔
(۳) مکتوب گرامی جناب پروفیسر منظور الحق صدیقی بنام محمد صادق قصوری از کیلیفورنیا مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۷۵ء۔

WWW.NAFSEISLAM.C

مولوی فرید احمد شہیدؒ

مولوی فرید احمد کی ولادت ۱۹۲۳ء میں کاکس بازار (چٹاگانگ، مشرقی پاکستان) میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم ہائی سکول کاکس بازار میں حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج چٹاگانگ سے بی اے (آنرز) کیا۔ ایم اے (انگلش) اور ایل ایل بی کی ڈگریاں اعلیٰ یونیورسٹی سے حاصل کیں۔ دوران تعلیم تحریک پاکستان کے سپاہی بن گئے۔ ۱۹۴۵ء میں رمضان المبارک کی ۲۹ ویں شب کو خواب میں حضرت شاہ جلال سہلٹیؒ (م ۱۳۴۷ھ) کی زیارت ہوئی۔

شاہ جلالؒ نے انہیں حکم دیا، "فرید تم فرید احمد ہو، ہاتھ پر ہاتھ دھرے کیوں بیٹھے ہو ایک بہت بڑا اسلامی ملک بننے والا ہے۔ جاؤ اور جناح کے قافلے میں شامل ہو جاؤ تم پاکستان بنانے کے لئے ایک سو قدم چلو گے تو جنت تمہارے خیر مقدم کیلئے ایک لاکھ فرسخ کا فاصلہ طے کرے گی۔"

مولوی صاحب کی جب آنکھ کھلی تو ان کے ہوسٹل کے کمرے میں خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ ان کے روم میٹ کی آنکھ بھی کھلی ہوئی تھی اور شاید خوشبو نے اسے بیدار کر دیا تھا۔ مولوی نے کلمہ شہادت پڑھ کر وضو کیا اور شکرانے کے نفل ادا کئے۔ اس وقت مجاہد چارج رہے تھے، سحری کا وقت ہو چکا تھا۔ مولوی صاحب نے سحری کھائی اور روزے کی

نیت کر کے کلکتہ کو روانہ ہو گئے۔

۱۹۴۶ء میں "انجمن اتحاد طلبہ جامعہ ڈھاکہ" کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ اسی سال "مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے صدر منتخب ہوئے اور تحریک پاکستان کیلئے وقف ہو گئے۔ سہلٹ کے ریفرنڈم میں سرگرم مساعی روبے کار لائیں۔

پاکستان بننے کے بعد گورنمنٹ کالج ڈھاکہ میں انگریزی کے استاد ہو گئے۔ ۱۹۴۸ء میں استعفیٰ دے کر کاکس بازار میں وکالت شروع کر دی۔ لیکن ان کی وکالت بہت کم چلتی تھی کیونکہ وہ موکل کی باقاعدہ تفتیش کرتے تھے کہ وہ حق پر ہے یا جھوٹا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ جب سچے موکل کی فیس لیتے تو اس کی فیس کم ہی ہوتی۔ ۱۹۵۲ء میں "نظام اسلام پارٹی" میں شمولیت اختیار کر لی۔ ۱۹۵۴ء میں مشرقی پاکستان اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۵ء میں دوسری "دستور ساز کمیٹی" کے رکن رہے۔ ۱۹۵۷ء میں چندریگر (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۶۰ء) کی وزارت میں "وزیر محنت" بنائے گئے۔ ۱۹۵۸ء میں "نظام اسلام پارٹی" کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۲ء میں قومی اسمبلی کے رکن بنے۔ ۱۹۶۵ء میں دوبارہ ایم این اے چنے گئے۔ یہ دور ان کی سیاست کے عروج کا دور تھا۔ انہوں نے کبھی بھی اپنی سرکاری حیثیت سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا۔ سیاست کو انہوں نے تجارت نہیں بنایا۔ وکالت سے جو کچھ کمایا وہ سیاست پر لٹا دیا۔ ایوان میں ہمیشہ حق گوئی و بیباکی کا مظاہرہ کیا اور ایوب خان (۱۹۰۷ء۔ ۱۹۷۴ء) کی آمریت کو للکارا۔

مولوی صاحب کو اسلام اور پاکستان سے عشق تھا۔ وہ درویش خدامست اور باخدا صوفی تھے۔ اہل سنت و جماعت کے زبردست مبلغ تھے۔ جب بھی قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کیلئے اسلام آباد آتے تو گولڑہ شریف ضرور حاضری دیتے۔ لاہور آتے تو حضرت داتا گنج بخشؒ (۱۰۰۹ء۔ ۱۰۷۲ء) اور حکیم الامت علامہ اقبالؒ (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) کے مزارات پر خصوصی طور پر حاضری دیتے تھے۔ ۲۳ اگست ۱۹۶۸ء کو "مسلمانان سہلٹ" نے مولوی صاحب کو "ہمیر اہلسنت" کا خطاب دیا تھا جو ان کی خدمات کا عکاس تھا۔ ان کو انگریزی، اردو، بنگلہ، عربی، پنجابی، پشتو، سندھی، جرمن اور فرانسیسی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔

۱۹۷۰ء میں "پاکستان جمہوری پارٹی" کے نائب صدر تھے۔ دسمبر ۱۹۷۰ء کے

الیکشن میں اپنی پارٹی کے ٹکٹ پر حلقہ ۱۶۱ چاٹگام سے قومی اسمبلی کے امیدوار تھے، مقابلے پر عوامی لیگ کے نور احمد اور کنونشن مسلم لیگ کے ظفر عالم چوہدری تھے۔ غدار پاکستان شیخ مجیب الرحمن (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۷۵ء) صدر عوامی لیگ کی خفیہ گردی اور بھارت جیسے کمینہ دشمن کی پشت پناہی سے عوامی لیگ بھاری اکثریت سے جیت گئی اور محب وطن قوتیں ہار گئیں۔ عوامی لیگ کے امیدوار کے مقابلے میں مولوی فرید احمد بھی شکست سے دوچار ہو گئے۔ مشرقی پاکستان کے حالات ابتر ہوتے گئے۔ دیگر محب وطن رہنماؤں کی طرح مولوی صاحب بھی بہت پریشان تھے۔ ۱۹۷۱ء میں انہیں "مشرقی پاکستان امن کمیٹی" کا صدر نامزد کیا گیا۔ انہوں نے حالات کو سدھارنے کے لئے پوری پوری کوشش کی۔

۲۷ جون ۱۹۷۱ء کو رنگ پور گرلز کالج گراؤنڈ میں مقامی مسلم لیگ کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مولوی صاحب نے کہا:

"میں جانتا ہوں ــــ میری تقریر اخبار والے نہیں چھاپیں گے اسی لئے میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اوپر والوں کے اوپر کچھ سازشیں ہو رہی ہیں۔ ہمارے خلاف، آپ کے خلاف اور ان سب لوگوں کے خلاف جنہوں نے پاکستان بنایا تھا۔ پاکستان ہم نے اس لئے نہیں بنایا تھا کہ یہاں جم کر بیٹھ جائیں گے۔ ہم نے پاکستان اس لئے بنایا تھا کہ پھر پورے ہندوستان کے مسلمانوں کو آزاد کرائیں گے۔ ایک بڑی قوم بنے گی اور یہ قوم تمام دنیا کے مسلمانوں کو متحد کر کے ایک بڑی قوم میں تبدیل کر دے گی۔ لیکن ہمارے اس خواب کو، اس عظیم مقصد کو تباہ کرنے کے لئے سازشیں ہو رہی ہیں۔ ہوشیار ہوشیار ــــ ہوشیار!"

اس تقریر میں یہ مولوی صاحب کے آخری الفاظ تھے کیونکہ اس کے بعد وہ اپنی تقریر جاری نہ رکھ سکے۔ ان کی آواز بھرا گئی اور وہ بلک بلک کر رونے لگے۔ یہی حال حاضرین کا تھا۔

۱۴ اگست ۱۹۷۱ء کو پلٹن میدان ڈھاکہ میں عصر کے بعد "یوم استقلال پاکستان" کے جلسے سے مولوی صاحب نے خطاب کیا۔ ابتدا میں پلٹن میدان کے عقب

میں واقع مسجد میں کچھ ہلچل ہوئی تو مولوی صاحب نے کہا کہ "میں جانتا ہوں یہ کون لوگ ہیں اور میں ان کی خبر لیتا بھی جانتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی ہلچل ختم ہو گئی۔ مولوی صاحب نے اپنی تقریر میں تحریک پاکستان کے ابتدائی دنوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا:

"پاکستان، بنگال کے مسلمانوں نے بنایا ہے۔ مسلم لیگ بنانے کے لئے کوئی جگہ نہیں مل رہی تھی تو ڈھاکہ میں مسلم لیگ بنائی گئی۔ پاکستان کیلئے سب سے زیادہ ووٹ بنگال کے مسلمانوں نے دیئے۔ "ڈائریکٹ ایکشن ڈے" میں اگر کلکتہ کے مسلمانوں کا خون نہ بہتا تو ہرگز ہرگز انگریز اور ہندو، قائداعظم کے سامنے سرینڈر نہ ہوتے۔ آج بنگال ہی کو پاکستان توڑنے کا ذریعہ بنایا جا رہا ہے۔"

تقریر کے آخر میں مولوی صاحب یوں گویا ہوئے:

"میں آپ سب کو یاد دلاتا ہوں کہ جب پاکستان قائم ہوا تو اللہ کی رحمت سے یہ ملک ۲۶ر اور ۲۷ر رمضان المبارک کی درمیانی شب کو قائم ہوا یعنی پاکستان اُس رات قائم ہوا جس رات قرآن نازل ہوا۔ یہ ایک غیبی اشارہ تھا کہ پاکستان کیوں قائم ہوا اور اُسے کن مقاصد کے لئے کام کرنا ہے لیکن ہم نے اپنا یوم منانے کے لئے اللہ کی دی ہوئی تاریخ کو ٹھکرا کر انگریزوں کی دی ہوئی تاریخ ۱۴ر اگست کو اپنا لیا اور اس طرح عوام کے ذہنوں سے تحریک پاکستان کے مقاصد کو کھرچنے کی کوشش پہلے ہی دن سے شروع کر دی تھی۔

چنانچہ اللہ نے بار بار ہمیں وارننگ دی لیکن ہم باز نہ آئے۔ اس لئے امن و سکون ہم سے روٹھ گیا۔ اللہ نے قرآن میں کہا ہے کہ "ہم جس قوم پر عذاب نازل کرنا چاہتے ہیں اس میں پھوٹ ڈال دیتے ہیں۔ ہم جو بمبئی سے خیبر تک اور کراچی سے گوہاٹی تک ایک تھے، اب ڈھاکہ سے کاکس بازار تک بھی ایک نہیں ہیں۔ ذرا سوچئے تو یہ کیا ہے۔ یہ خدا کا عذاب نہیں تو اور کیا ہے؟ ہم اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں، ایک دوسرے کی عزت و آبرو کے دشمن

بن چکے ہیں۔ یاد رکھو! جب کسی قوم میں انتشار پھیل جائے تو پھر سمجھ لو کہ وہ قوم عذاب الٰہی میں گرفتار ہے۔"

مولوی صاحب نے اعلان کیا کہ ..... اگر زندہ رہے تو آئندہ سال "یوم استقلال"، ۱۴ر اگست کی بجائے ۲۷ر رمضان کو منائیں گے۔ پھر انہوں نے نعرہ لگایا۔ "اگست ہمیں پت، ر رمضان حوصلے جوان۔"

جلسے کے بعد مولوی صاحب سے پوچھا گیا، آپ نے آج کونسا نعرہ بلند کیا ہے؟ مولوی صاحب فرمانے لگے، "شاہ جلالؒ کل پھر میرے خواب میں آئے تھے اور انہوں نے مجھے حکم دیا تھا: "فرید! جاؤ لوگوں کو بتاؤ کہ اللہ ان سے ناراض ہے کیونکہ وہ ۲۷ر رمضان المبارک کی بجائے ۱۴ر اگست کے دیوانے ہیں۔" میں نے حضرت شاہ جلالؒ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔

اس کے بعد مولوی صاحب مغربی پاکستان کے دورہ پر آئے اور آخری دفعہ آئے۔ لاہور میں مشرقی پاکستان کے حالات بتاتے ہوئے بڑی دلسوزی کے ساتھ کہنے لگے:

"ایک روز میں عصر کی نماز کے بعد مصلے ہی پر بیٹھا رہا، دل بے حد افسردہ تھا، کیا اب میں کبھی مغربی پاکستان نہ جا سکوں گا؟ کیا اب کبھی علامہ اقبالؒ اور داتا گنج بخشؒ کے مزاروں پر حاضری نصیب نہ ہو گی؟ کیا اب کبھی اپنے بے شمار رفقاء اور دوستوں سے ملنا نہیں ہو گا؟ یہ سوال بار بار ذہن میں اٹھتے اور میں بے اختیار پکار اٹھا۔ یا الٰہی! یہ تو بہت ظلم ہو گا۔"

۷ر نومبر ۱۹۷۱ء کو مولوی صاحب نے ڈھاکہ میں اپنی رہائش گاہ پر اپنی کتاب "سن لی ہائیڈ دی کلاؤڈز" (سورج بادلوں کی اوٹ میں) کی رونمائی کے سلسلے میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ تمام رپورٹروں کو ایک ایک جلد بطور تحفہ پیش کی۔ اس موقع پر انہوں نے بڑے دکھ کے ساتھ کہا کہ "مغربی پاکستان" کی قیادت یہ سوچ رہی ہے کہ "مشرقی پاکستان" جتنی جلدی الگ ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے۔ میں نے ان سے کہا، "آپ مجھے مجیب سے ملا دیں میں اس کے پاؤں پر اپنی ٹوپی رکھ کر کہوں گا کہ مفاہمت کر لو"۔ انہوں نے کہا کسی کی مجال نہیں ہے کہ "مشرقی پاکستان" پر قبضہ کر لے۔ مولوی صاحب! آپ کی ٹوپی

سفر نہیں کریں گے۔ اس لئے ملاقات کا کوئی فائدہ نہیں۔"

۱۷ دسمبر ۱۹۷۱ء کے بعد جب پاکستانی فوج نے ہتھیار ڈال دیئے تو "مکتی باہنی" نے اعلان کیا کہ پاکستان کے حامی رہنما فوراً اپنے اپنے قریبی تھانہ میں گرفتاری پیش کریں۔ مولوی صاحب نے یہ کہتے ہوئے کہ اب گھر شہادت کا وقت آگیا ہے، تھانہ ڈالی بل جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ۱۸ دسمبر کو جب طالب علم ڈالی بل تھانے کی حوالات سے بکر واپس اپنے ساتھ لے گئے "ڈالی بل" تھانہ پولیس کے ایک سپاہی نے ان کو روکنے کی کوشش کی تو طالب علموں نے ان کے سینوں کو مشین گن سے نشانہ بنایا تو وہ ایک طرف ہو گئے۔

مولوی صاحب نے کہا تھا کہ گھر شہادت اس طرح اٹھا ہو کر گردن پر جھکا رہے ہو اور انگلی آسمان کی طرف اٹھی ہو اور زبان پر گھر شہادت جاری ہو۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۷۱ء کی صبح انہوں نے اسی انداز میں گھر شہادت ادا کیا۔ مکتی باہنی کے رہنماؤں نے اے ایس ایم عبدالرب کی زیر قیادت ان پر تشدد اور انسانیت سوز سلوک کی انتہا کر دی۔ ان کی آنکھیں نکال دی گئیں تب وہ گھر شہادت ادا کرتے رہے۔ ان کی جانگھ کاٹ دی گئی وہ گھر شہادت پڑھتے رہے۔ ان کا ایک ہاتھ کاٹ دیا گیا وہ پھر بھی گھر شہادت پڑھتے رہے۔ اور پاکستان زندہ باد کہتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی زبان کاٹ دی گئی اور پھر ان کی بائیں ہاتھ کی انگلی شہادت نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ اللہ اکبر لاہور رہتا کہ یہ تھی شہادت کی موت ایک عاشق رسول ایک پاکستان کی دیوانے اور قائداعظم کے سپاہی کی موت۔"

رہا کرد و خوش رے خاک و خون غلطیدن
تد ارحمت حمد ایں عاشقان پاک طینت را

پروفیسر اسرار احمد سواتی نے مولوی فرید احمد شہید کے متعلق جو خراج عقیدت پیش کیا ہے کون ہے جو بڑھ کر اختلاف نہ ہو۔

چشم دل اشکبار ہو کے رہی فرقت دوست خار ہو کے رہی
زندگی بائمال تھی اس کی موت بھی بادقار ہو کے رہی
اس کے عزم صمیم کے آگے دشمنی شرمسار ہو کے رہی

خون ناحق سے اس کے خاک وطن
برسوں تک لالہ زار ہو کے رہی
زندگی اس کی اک امانت تھی
جو وطن پر نثار ہو کے رہی
اس کے دشمن کی زندگی کی قبا
ظلم سے تار تار ہو کے رہی
دشمنوں کی سیاہ دیسائی
کس قدر داغدار ہو کے رہی
ساحلوں پر خدا کی قدرت ہے
کبھی دلت سوار ہو کے رہی
ہر ادا اس کی دوستوں کے لئے
زندگی کا شکار ہو کے رہی
اس کی یہ بے مثال قربانی
باغ دیں کی بہار ہو کے رہی
اس کے عزم و ستم کے سنے سے
دشمن غم حیدار ہو کے رہی
بیشتر غم سہری اس کی فرقت میں
سینوں اشکبار ہو کے رہی
یاد اس کی نہیں مٹی اسرار
زندگی سوگوار ہو کے رہی

مولوی فرید احمد کے قاتلوں کو نجانے قدرت نے کیا کیا سزائیں اور تویتیں دیں۔ ۷ اور فروری ۱۹۹۹ء کو پاکستان کے معروف صحافی محمد بدر منیر ڈھاکہ کے دورے پر گئے تو اس دوران وہ نیو مارکیٹ میں ہندی کتابوں کی دکانوں کی طرف جا نکلے۔ وہاں مولوی فرید احمد شہید کا ایک قاتل بھی پرانی کتابوں کا ڈھیر لگائے زبردست تویت میں مبتلا تھا۔ اب اس کی داستان محمد بدر منیر کی زبانی سنئے!

"اس مارکیٹ میں ایک چھوٹے سے کھوکھے پر ہندی کتابوں اور اخبار کی ردی کا ڈھیر لگائے ایک شخص بیٹھا ہوتا ہے۔ یہ شخص گاہکوں کو سامنے دیکھ کر بھی متوجہ نہیں ہوتا تھا اس کے منہ سے رال ٹپکتی رہتی تھی اور مکھیاں اس کے چہرے پر بیٹھتی رہتی تھیں۔ منہ پر شیشے کی عینک تھی۔ اور وہ ہر وقت بڑبڑاتا رہتا تھا۔ بہت غور کرنے سے اس کی بات کسی حد تک سمجھ میں آجاتی تھی۔ وہ اس ایک فقرہ دہراتا رہتا تھا۔ اس کا انگلی اوپر کی طرف اٹھا ہوا ہے۔ میں نے جب اس کی بڑبڑاہٹ سنی تو پہلے مجھے حیرت ہوئی کہ وہ پاگل ہونے کے باوجود اردو میں یہ فقرہ کیوں دہرا رہا ہے۔ مجھے اس سے دلچسپی ہوئی تو اس کے

قریب جا کر میں نے نرمی سے پوچھا "دے صاحب! اس کی انگلی اوپر کی طرف ..... پہلے ہی لفظ پر وہ چونک پڑا اور پھر میری بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا "ہم تو دا صاحب نہیں ہے ..... دا صاحب تو وہ تھا جس کا انگلی اوپر کی طرف اٹھا ہوا تھا۔"

"وہ کون تھا؟"

"وہ اب بھی رات کو آتا ہے اور ہمارا (آنکھوں) پر انگلی مار کر روتا ہے میرا بچھو مت کاٹو۔"

وہ کون تھا؟

اس نے میرا سوال نظر انداز کرتے ہوئے کہا ..... "پھر وہ روتا ہے ہمارا بچھو کاٹ دیا اب ہمارا ہاتھ تو مت کاٹو۔"

وہ کون تھا؟

"ہم نے اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا تو وہ رونے لگا ہمارا دوسرا ہاتھ مت کاٹو"

"ہم نے اس کا بچھو کاٹ لیا تھا وہ پھر بھی روتا ہے، "ہاتھ مت کاٹو"

وہ کون تھا؟

وہ کون تھا؟

ہم اس کا ہاتھ تو نہیں کاٹا پھر اس کو سفید چادر میں لپیٹ دیا۔"

میں نے ذرا سختی سے پوچھا

"پھر وہ مر گیا تھا" (پھر وہ مر گیا) یہ واحد جملہ تھا جو اس نے بلکہ میں ادا کیا تھا۔ وہ پھر بڑبڑانے لگا، "ہم اس کا ناک کاٹا تو وہ رویا، "اللہ گواہ رہنا"، ہم اس کا بچھو کاٹا وہ رویا، "اللہ گواہ رہنا"، تو وہ اپنا انگلی آسمان کی طرف اٹھا دیا۔ ہم خود بھی اس کا انگلی دیکھ رہا تھا ..... "اللہ گواہ رہنا" پھر جب ہم لنگ میں کپڑا چادر اس کو لپیٹا تو اس کا انگلی بول رہا تھا "اللہ گواہ رہنا" ..... اللہ گواہ رہنا"۔

وہ شخص اب بھی بخار کی شدت کے ملاتے میں بار بار اپنی آنکھوں کی

مارکیٹ میں اپنے کھوکھے پر بیٹھا ہوا ہے اور ہر وقت یہی ہدایات دیتا ہے۔ "اس کا انگلی اوپر کی طرف اٹھا ہوا ہے۔"

حضرت سائر براری ثم کراچوی (۱۹۲۸ء۔ زندہ) نے اس شہید وفا کا یہ قطعہ تاریخ وفات کہا۔

"آہ روشن خیال مولوی فرید احمد شہید"

۱۹۷۱ء

"روشن گوہر مشرقی پاکستان"

۱۹۷۱ء

شہید وطن میں قربان وہ ہو گئے ہیں لیکن — تم پر ہے کس ستم سے ان کی ہوئی شہادت
پھوڑی ہیں پہلے آنکھیں پھر کاٹے ہاتھ پاؤں — یوں خلق باغی نے دی ہے انہیں اذیت
وہ لیگی رہنما تھے وہ میر انجمن تھے — وہ عاشق نبیؐ تھے مختار ملک و ملت
فردوس میں ہو یارب اعلیٰ مقام ان کا — ہو روز حشر ان پر سرکارؐ کی عنایت

سال وفات کی ہو گر فکر تم کو سائر
کہدو "فرید احمد حق ہیں باغ جنت"

۱۹۷۱ء

ماخذ

(۱) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۱۹۰۔

(۲) "جامع اردو انسائیکلو پیڈیا" جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۱۰۷۱۔

(۳) ہفت روزہ "زندگی" لاہور بابت ۲۱ تا ۲۷ دسمبر ۱۹۷۰ء ص ۹ بحوالہ ہفت روزہ "زندگی" ۱۹۷۱ء ص ۱۵، ۱۶۔

(۴) ہفت روزہ "رفیق" کراچی بابت ۷ تا ۱۳ اگست ۱۹۸۰ء ص ۲۸، ۲۹۔

(۵) ہفت روزہ "ظاہر" (زندگی) لاہور بابت ۲۹ دسمبر ۱۹۷۵ء تا ۳ جنوری ۱۹۷۶ء

(۶) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، جمعہ میگزین بابت ۹ تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۲ء۔

(۷)مکتوب گرامی حضرت صابر براری از کراچی بنام محمد صادق قصوری محررہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۹۷ء۔

(۸)"تذکرہ صمدیہ" از مولانا محی الدین قادری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۷ء ص ۲۴۸،۲۴۔

(۹)روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۱۷ر جنوری ۱۹۷۲ء ۴ر جولائی ۱۹۷۴ء، ۱۹ر فروری ۱۹۷۶ء۔

(۱۰)روزنامہ "خبریں" لاہور بابت ۴ر فروری ۱۹۹۸ء۔ مضمون "مغربی پاکستان کا آخری شہید" از انور سدید۔

(۱۱)"تاریخ رفتگاں" جلد دوم از صابر براری مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء ص ۶۳۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا کرم ملیح آبادیؒ

مولانا حافظ کرم علی بن حکیم محمد حامد علی بن محمد نثار علی کی ولادت ۱۸۹۲ء میں ملیح آباد ضلع لکھنؤ (بھارت) میں ہوئی۔ والد گرامی ملیح آباد کے مشہور حکیم و بزرگ تھے اور حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ (۱۷۹۴ء۔ ۱۸۹۵ء) سے بیعت تھے۔ جدی پیشہ زمینداری اور مشغلہ علم دوستی اور علم پروری رہا۔

حافظ کرم علی نے ابتدائی تعلیم اپنے ہی علاقہ مفتی محمد وصی علیؒ (سابق ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) سے حاصل کرنے کے بعد قرآن حکیم حفظ کیا۔ پھر کانپور کی مشہور دینی درسگاہ مدرسہ جامع العلوم سے تعلیم مکمل کی۔ زمانہ خلافت میں آپ کی تعلیم آخری مراحل میں تھی۔ کمسنی میں ہی اسی زمانہ حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پر سعادت بیعت حاصل کرلی تھی۔

آپ نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز تحریک خلافت سے کیا۔ فن تقریر پر دسترس حاصل تھی لہٰذا بہت جلد مقبول ہو گئے۔ مسلم کانفرنس، جمعیت علماء ہند (کانپور) کی ورکنگ کمیٹیوں کے رکن رہے۔ مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) سے گہرے روابط تھے۔ ان کے ایماء پر ہی مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور تقسیم ہند تک "آل انڈیا مسلم لیگ کونسل" اور "یوپی مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی" کے ممبر رہے۔ کانگرس کی تردید اور مسلم لیگ کی حمایت

ہی گھر پر دورے کیے، ہندوستان بھر میں مسلم لیگ کی رکن سازی اور تنظیم کے سلسلے میں سرگرم کام کیا اور اس راہ میں جو بھی مشکلات پیش آئیں انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ پریس کے ذریعے خاص طور پر مسلم لیگ کی نشر و اشاعت کا کام کیا۔

۵ تا ۹ دسمبر ۱۹۳۳ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ دہلی زیر صدارت خان بہادر حافظ ہدایت حسین (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۳۹ء) میں آپ نے سر محمد شفیع کی مذاکرات پر حکومت برطانیہ کی جانب سے حمایت کی مذمت کی اور مطالبہ کیا کہ قوانین کی آزادی کو سلب کرنے کے مسئلہ پر شدھ اور سنگھٹن کو ترک کیا جائے۔ آپ نے اس ضمن میں "الامان" دہلی کے مالک و مدیر مولانا مظہر الدین شیر کوئی شہید (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۳۹ء) کے تعاون سے اس اجلاس میں ایک قرارداد مذمت منظور کرائی جو اس سالانہ اجلاس کی قراردادوں میں سترویں نمبر پر ہے۔

جون ۱۹۳۷ء میں جھانسی سے مسلم لیگی ممبر خان بہادر حبیب اللہ کا انتقال ہو گیا تو اس نشست سے مسلم لیگ کے مقابلہ میں جمعیت علماء ہند نے پوری قوت سے ضمنی انتخاب لڑا۔ مولانا کرم علی نے مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۸ء) مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۴۱ء) مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی کے ساتھ ڈٹ کر جمعیت علماء ہند کا مقابلہ کیا اور اسے شکست فاش سے دوچار کر کے چھوڑا۔

۱۵ تا ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو لکھنؤ میں قائداعظم (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) کی زیر صدارت "آل انڈیا مسلم لیگ" کا تاریخ ساز سالانہ اجلاس منعقد ہوا جسے جا طور پر تحریک پاکستان کا نقطہ آغاز کہا جا سکتا ہے۔ اس اجلاس میں فلسطینی مسلمانوں کی حمایت میں جو قرار داد منظور کی گئی اس کے محرک عبدالرحمن صدیقی (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۵۳ء) اور مؤید مولانا کرم علی بلیخ آبادی تھے۔ اس قرارداد کا یہ جملہ بے حد اہم تھا کہ اگر حکومت برطانیہ نے اپنی پیمودہ توازن پالیسی ترک نہ کی تو مسلمانان ہند، مسلمانان عالم کی حمایت میں برطانیہ کو دشمن اسلام سمجھیں گے اور اپنے عقیدے کے مطابق اس کے خلاف تمام ضروری اقدامات کریں گے۔ یہ قرارداد اس سیشن کی قراردادوں میں دوسرے نمبر پر ہے اور اس کی حمایت میں نہ صرف اس کے محرک اور مؤید عبدالرحمن صدیقی اور مولانا کرم علی بلیخ آبادی نے تقریریں

کی بیٹی مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) مولانا عبدالماجد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۷ء) کی صاحبزادی مولانا عبدالستار خیری (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۷۵ء) کی اہلیہ محترمہ حسین (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۷۵ء) مسز علی برادر حبیب اللہ (۱۹۰۹ء۔ ۱۹۷۵ء) اور بیگم جہاں آرا (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۷۸ء) نے بھی اپنی پُرجوش تقریروں سے اس کی حمایت کی۔

۲۹ دسمبر ۱۹۳۸ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا ۳۲واں سالانہ اجلاس پٹنہ کی زیرِ صدارت پٹنہ میں منعقد ہوا۔ مولانا کرم علی نے اس اجلاس میں پوری سرگرمی سے حصہ لیا۔ اس اجلاس میں بھی جب فلسطین کے مسلمانوں کے حق میں قرارداد منظور کی گئی اور حکومتِ برطانیہ سے کہا گیا کہ اگر اس نے فلسطین کو یہودیوں کو قومی وطن بنانے کی اپنی پالیسی سے دستبردار نہ ہوئی اور غور نہ کیا تو مولانا کرم علی نے اس قرارداد کی حمایت میں پُرزور تقریر کی۔ یہ قرارداد پٹنہ سیشن کی قراردادوں میں چوتھے نمبر پر ہے اور اسے مولانا مظہر الدین شیر کوٹی نے پیش کیا تھا اور اس کی تائید مولانا محمد عرفان (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۳۹ء) نے کی تھی۔ قرارداد کی حمایت میں جن اکابرین نے تقریر کی تھیں ان میں مولانا کرم علی کے علاوہ سید حسین میاں آف بہار (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۷۷ء) پروفیسر عبدالستار خیری آف یوپی (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۷۵ء) مولانا سعید انور آف پنجاب (۱۹۱۲ء۔ ۱۹۸۲ء) مولانا عبدالماجد بدایونی آف یوپی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۷ء) پروفیسر عنایت اللہ ملک آف پنجاب (۱۹۰۰ء۔ ۱۹۶۶ء) سید رضا علی ایم ایل اے سنٹرل (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۴۹ء) اور بنگال کے مولانا اکرم خان (۱۸۷۰ء۔ ۱۹۶۸ء) کے نام قابلِ ذکر ہے۔

۱۹۳۸ء ہی میں مولانا کرم علی نے مولانا حسرت موہانی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۱ء) اور مولانا عبدالماجد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۷ء) کے ساتھ صوبہ یوپی کا بڑا تبلیغی دورہ کرکے گاؤں گاؤں اور شہر شہر میں مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ یہ دورہ کئی ہفتوں پر مشتمل تھا۔ اس طوفانی دورہ کا یہ اثر نکلا کہ مسلم لیگ یوپی میں ایک توانا تحریک اور منظم جماعت بن گئی اور ہندو کانگریس کی طرح فیصل ہو گئی۔

اسی سال (۱۹۳۸ء) الہ آباد (یوپی) میں منعقد ہونے والی ایک صوبائی مسلم لیگ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا کرم علی نے فرمایا:

"مسلمان کارخانوں، زمینوں یا دکانوں سے محروم ہوا ہے کیونکہ ہر

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کرم علی

[illegible] کرم علی

[illegible] کرم علی

[illegible] وصال

"[illegible] کرم علی"

[illegible]

ماخذ

(۱) [illegible] محمد صادق قصوری [illegible] ص ۲۰۴، ۲۰۵۔

(۲) [illegible] مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء [illegible]

(۳) [illegible] مطبوعہ کراچی ۱۹۸۹ء [illegible]

(۴) [illegible] مطبوعہ کراچی [illegible]

(۵) [illegible] مطبوعہ کراچی [illegible]

(۶) [illegible] اسلام آباد [illegible]

(۷) [illegible]

(۸) [illegible]

(۹) [illegible]

مولانا ظہور الحسن درسؔ صدیقیؒ

مولانا ظہور الحسن درسؔ صدیقی بن مولانا عبدالکریم درسؔ صدیقی (۱۸ء۔ ۱۹۲۶ء) کی ولادت ۹ر فروری ۱۹۰۵ء بروز جمعرات کراچی میں ہوئی۔ شجرہ نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ حضرت پیر سید ظہور الحسن بلوی (۱۸۵۷ء۔ ۱۹۲۰ء) نے کان میں اذان کہی اور پھر اپنے ہی نام نامی پر "ظہور الحسن" نام تجویز فرمایا۔ والد گرامی سے معقولات اور جد امجد حضرت مولانا صوفی عبداللہ درسؔ سے منقولات کی کتابیں پڑھیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ ایف اے تک انگریزی تعلیم میں بھی دسترس حاصل کی۔ پھر ایک جادو بیان مقرر اور خوشنویس محرر کی حیثیت سے پورے ملک میں متعارف ہوئے۔

آپ نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۸ تا ۱۰ر اکتوبر ۱۹۳۸ء کو کراچی میں سندھ مسلم لیگ کانفرنس منعقد ہوئی۔ تو اس میں اکناف و اطراف سندھ سے حاضرین کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر قابل دید تھا۔ اس کانفرنس میں دوسرے صوبوں کے لیڈر بھی شریک تھے۔ اس موقع پر حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء) نے ایک ضیافت کا اہتمام کیا جس میں اکابرین سندھ کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ دوران ضیافت حاجی عبداللہ ہارون نے آپ کا تعارف حضرت قائداعظمؒ سے کروایا۔ قائداعظمؒ نے مسلم لیگ کا پروگرام

منشور پیش کیا اور مسلم لیگ میں شامل ہو کر مسلمانوں کی خدمت کا فریضہ انجام دینے کو کہا۔ چونکہ مقصد نیک اور منشور مسلمانوں کی فلاح و بہبود سے متعلق تھا اس لئے آپ نے اسی وقت اپنی جیب خاص سے ایک سو روپے نکال کر قائداعظمؒ کی خدمت میں پیش کئے اور مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان فرمایا۔ اس پر قائداعظمؒ نے مبارکباد پیش کرتے ہوئے فرمایا محبت سے اٹھ کر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ آپ جیسے عالم دین جب ہماری جماعت میں شامل ہو گئے تو اب ہمیں سندھ میں مسلم لیگ کے روشن مستقبل کی ضمانت مل گئی ہے۔ اور پھر قائداعظمؒ نے آپ کو سندھ کی طرف سے آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا ممبر بھی مقرر کیا۔ اس کے بعد آپ نے مسلم لیگ کے جلسوں میں شرکت اور دورے شروع کر دیئے۔ اور اپنی خطابت کا جادو جگا کر مسلم لیگ کو زبردست تقویت پہنچائی۔

۲۸ر جنوری ۱۹۳۹ء کو کراچی میں سندھ مسلم لیگ کی جنرل کونسل کا اجلاس حاجی عبداللہ ہارون کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں صوبائی عہدیداروں کا انتخاب ہوا۔ صدر: حاجی عبداللہ ہارون، نائب صدر: محمد ایوب کھوڑو، جنرل سیکرٹری: شیخ عبدالمجید سندھی، جوائنٹ سیکرٹری: پیر علی محمد راشدی، جوائنٹ سیکرٹری: آغا غلام نبی پٹھان، خزانچی: حاجی عبداللہ ہارون۔ ورکنگ کمیٹی کے لئے ۳۰ ارکان کو چنا گیا جن میں آپ بھی شامل تھے۔

۲۲ر دسمبر ۱۹۴۰ء کو سیاسی جدوجہد کو تیز کرنے اور ہر مسلمان کو مسلم لیگ کا ممبر بنانے کے لئے "سندھ مسلم لیگ کونسل" کی کراچی میں میٹنگ ہوئی۔ اس موقعہ پر قائداعظمؒ بھی کراچی تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس میٹنگ میں بھی آپ نے فعال کردار ادا کرتے ہوئے حصول پاکستان کی جدوجہد کو تیز تر کرنے کے لئے تجاویز و آراء پیش کیں۔

۱۲ تا ۱۵ر اپریل ۱۹۴۱ء مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس حضرت قائداعظمؒ کی صدارت میں مدراس میں ہوا۔ جس میں آپ نے بھی نفیس شرکت فرمائی۔ ہندوستان کے گوشے گوشے سے مسلمانوں نے جوق در جوق شرکت کر کے عظمت اسلام کا نظارہ کیا۔ یہ بڑا روح پرور منظر تھا۔ انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جس کی موجوں کو روکا نہیں جا سکتا تھا۔ ہر شخص عجیب جوش اور ولولہ کا اظہار کر رہا تھا۔ ہندوؤں پر خوف و ہراس چھایا ہوا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس اجلاس میں قائداعظمؒ اور نوابزادہ لیاقت علی خاں کی تقاریر نے

مسلمانوں میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کر دیا تھا، جس کو محسوس کیا جا سکتا تھا الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

۲۵ر مئی ۱۹۴۱ء کو سندھ پراونشل مسلم لیگ کا اجلاس سلطان کوٹ کے مقام پر ہوا۔ جس میں آپ کی خدماتِ جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے سندھ پراونشل مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا دوبارہ ممبر منتخب کیا۔ اس کمیٹی میں آپ کے علاوہ حاجی عبداللہ ہارون، محمد ایوب کھوڑو، شیخ عبدالمجید سندھی، جی ایم سید، محمد ہاشم گزدر، میر بندے علی خاں تالپور و دیگر حضرات شامل تھے۔

۳۱ر جولائی ۱۹۴۳ء کو ٹھٹھہ میں ضلع مسلم لیگ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں آپ کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا۔ آپ کی تقریر دلپذیر نے سامعین کے قلب و جگر کو گرما کر رکھ دیا اور لوگ دیوانہ وار مسلم لیگ کے کام میں نکل پڑے اور پورے سندھ میں ایک ہلچل مچ گئی۔

تحریک پاکستان کو ہر دل کی دھڑکن بنانے کے بعد اب حصول پاکستان کی منزل بہت قریب تھی، جدوجہدِ آزادی کا خواب شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے آپ نے "بزم صوفیہ سندھ" کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جس کے آپ سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ اس بزم کے زیر اہتمام ۱۲ر اکتوبر ۱۹۴۶ء کو عید گاہ بندر روڈ کراچی میں ایک عظیم الشان "سنی کانفرنس" منعقد ہوئی جس میں مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۵۴ء) مجاہد تحریک پاکستان مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء)، مولانا ناصر جلالی دہلوی (ء۔ ۱۹۶۵ء) و دیگر مقتدر علمائے اہلسنت نے شرکت کی۔ اس موقعہ پر حیثیت سیکرٹری جنرل سنی کانفرنس آپ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا، اُس میں کہا:

"پاکستان کے ہم حامی ہیں لیکن آپ سُنیں اور غور سے سُنیں، دل کے کانوں سے سُنیں، ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں قرآن حکیم کے احکامات نافذ ہوں، جہاں محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی واجب العمل ہو اور شریعت مقدسہ کے مطابق فیصلے ہوں۔ ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں پاک لوگ ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ارکان اسلام کی توہین نہ ہو۔ ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں مقابر و مساجد کی حرمت کو

ملحوظ رکھا جائے، جہاں لامذہبیت اور دہریت کی بنیادیں اکھاڑ کر پھینک دی جائیں۔ ایسے پاکستان کو حاصل کرنے کے لئے اگر جان تک بھی کام آئے گی تو ہم دریغ نہیں کریں گے اور انشاء اللہ العزیز لے کر رہیں گے۔

لب پہ ساقی کے ہے جاری نام پاکستان پاک
اب کوئی دم میں ملے گا جام پاکستان پاک
میں نے پاکستان کی وہ رٹ لگائی ہے ظہور
لوگ کہتے ہیں مجھے بدنام پاکستان پاک

تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ آپ ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۷ء تک آل انڈیا مسلم لیگ کے رکن اور پراونشل مسلم لیگ سندھ کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر اور اہم عہدوں پر فائز رہے۔ صوبہ سندھ میں مسلم لیگ کو مقبول بنانے میں آپ کے کردار کی شہادت حکومت اور اخبارات کے فائل دیں گے۔ کراچی کی تاریخ میں بہت کم ایسے جلسے ہوئے ہوں گی جن میں قائداعظمؒ کیساتھ آپ نے تقریر نہ کی ہو۔

آپ کی زندگی قرونِ اولیٰ کا بہترین نمونہ تھی۔ جرأت و مردانگی، حق گوئی و بیباکی آپ کا طرہء امتیاز تھا اور اسلامی اصولوں کی دل و جان سے پابندی اُن کا شعار تھا۔ قائداعظم ہمیشہ کراچی میں قیام کے دوران آپ ہی کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد حسب دستور قائداعظمؒ نے نمازِ عید کے اوقات منگوائے مگر قائداعظمؒ بروقت عید گاہ نہ پہنچ سکے۔ آپ نے وقت کی پابندی کے ساتھ تقریر ختم کی اور نماز عید پڑھانے کے لئے مصلےٰ پر بیٹھ گئے۔ نوابزادہ لیاقت علی خاں (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۱ء)، سردار عبدالرب نشتر (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۵۸ء) محمد ایوب کھوڑو (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۸۰ء) و دیگر سیاسی اکابرین نے قائداعظمؒ کی آمد تک نماز میں تعطل کیلئے کہا تو آپ نے گرج کر فرمایا:

"میں ان علماء کرام و حفاظِ نظام کے علم کا احترام کروں یا جناح صاحب کا؟ میں نے جناح صاحب کو اوقات سے مطلع کر دیا تھا، میں اپنے وقت

کا پابند ہوں، اور دوسرے یہ کہ میں ہمیشہ صاحب کی نماز پڑھانے میں
آپ کا مقتدی رہوں گا۔ اعظم جل جلالہ کی نماز پڑھانے آیا ہوں۔"

یہ کہہ کر صفوں کو درست کروا کر تکبیر فرمادی۔ نماز عید کے بعد امام عید پر ایک
پانچ خطبہ ارشاد فرمایا۔ بعد میں قائد اعظم جو پہلی صفوں میں بیٹھے تھے، اٹھ کر خطبہ لائے
اور تقریر فرمائی جس میں آپ کی جرأت ایمانی کی تعریف فرمائی اور ارشاد کیا کہ:

"ہمارے علماء کو ایسے ہی کردار کا حامل ہونا چاہئے جس کا
مظاہرہ آج مولانا صاحب نے فرمایا ہے۔"

حضرت قائد اعظم کی رحلت کے بعد مخالف حلقوں نے بعض مواقع پر آپ کا
ذریعہ معاش اور آمدنی بھی دیکھا مگر آپ نے اپنی فقیرانہ اور قلندرانہ شان میں کمی نہ آنے دی اور
اپنے مشن کی تکمیل میں لگے رہے۔

دعوی ہو جسے ہمسری کا کرے وہ
آئے اللہ نکل آئے وہ میدان عمل میں

۱۹۴۸ء میں جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل ہوئی تو آپ بانی ارکان میں شامل تھے۔
مندرجہ ذیل کتابیں یادگار ہیں:۔

(۱) مقام خلافت و ملوکیت (۲) معاویہ اور تاریخ حسن (۳) خون کے آنسو (۴) تحقیق الحق فی کلمۃ
الحق وغیرہ وغیرہ۔

مذہب و ملت کی گرانقدر خدمات انجام دینے کے بعد آپ نے ۲۷ شوال المکرم
۱۳۹۲ھ مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۷۲ء روز منگل بوقت عصر کلمہ شہادت کا ورد کرتے ہوئے
اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔ وفات سے ایک روز قبل یادداشت تاریخ وصال خود
اخراج کیا:

"لکھ دو اشہد ان اللہ مع الصابرین"

۱۳۹۲ھ

علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری (۱۹۱۸ء۔ ۱۹۸۹ء) نے نماز جنازہ پڑھائی اور
عراق سید الغفار گیلانی (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۷۶ء) نے دعا فرمائی۔ کراچی کے قدیم قبرستان
مخدوم صاحب زادہ صوفی کھارادر میں نماز مغرب سپرد خاک کر دیا گیا۔

مظہر علی صاحب زادی قم کراچی نے یہ قطعہ تاریخ عنایت کیا۔

ہوئے آزاد وہ عالم دین بھی، حضرت فدوی ان سے ہوئی قلبی توقیر محبی
پر آلی صاحب یہ تاریخ کہہ دو "تلمیذ الحسن درس ہیں حبر محبی"

۱۹۷۲ء

حاشیہ

(۱) "پاک و ہند آزادی میں سندھ کا کردار" از ڈاکٹر عبدالجبار عابد لغاری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۲ء ص ۳۵۹۔

(۲) "تحریک پاکستان میں سندھ کا حصہ" از ڈاکٹر محمد لائق زرداری مطبوعہ جامشورو سندھ ۱۹۸۲ء ص ۱۲۵، ۱۳۹، ۱۷۵، ۱۷۱، ۲۰۲۔

(۳) "تاریخ مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اعظم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۱۲۵۔

(۴) اخبار "ترجمان الاسلام" کراچی بابت ۱۵ اپریل ۱۹۷۵ء ص ۳۹، ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۵ء ص ۳۷، ۷۔

(۵) ہفت روزہ "الحق" کراچی بابت ۱۰ ستمبر ۱۹۷۸ء ص ۹۔

(۶) مکتوب گرامی محمد اصغر درس (پسر حقیقی مولانا تلمیذ الحسن درس) بنام محمد صادق قصوری کراچی مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۷۵ء۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.CO

مولانا سیّد حامد جلالیؒ

مولانا سید حامد جلالی بن مولانا سید امیر حمزہ (۱۸۶۰ء۔ ۱۹۰۷ء) بن سید امیر شاہ نقوی جلالی کی ولادت ۱۹۰۴ء میں قطب آباد دہلی میں ہوئی۔ سلسلہ و نسب حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ (۱۳۰۸ء۔ ۱۳۸۴ء) سے ملتا ہے۔ آپ کے والد گرامی سید امیر حمزہ درویش عالم دین تھے۔ مدتوں ہندو کالج دہلی میں پروفیسر رہے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (۱۸۱۷ء۔ ۱۸۹۹ء) کے اجل خلفاء میں سے تھے۔

سید حامد جلالی نے ۱۹۱۵ء میں حافظ قاری سید احمد (ف ۱۹۴۷ء) امام مسجد گھنٹہ شاہی دہلی سے حفظ قرآن کیا۔ مدرسہ عالیہ جامع فتحپوری دہلی سے تکمیل علوم کی۔ مدرسہ طبیہ دہلی سے طب و حکمت حاصل کی۔ اپنے برادر بزرگ سید ناصر جلالی (ف ۱۹۶۵ء) کے ساتھ مل کر "جماعت اخوان الصفاء" قائم کی۔ متعدد جرائد مثلاً ماہنامہ "حق" دہلی "شعلہ" سہ روزہ "اتحاد" "نور" ماہنامہ "زبان حال" جاری کئے۔

۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور تن من دھن کی بازی لگا کر اس کی تنظیم، ترقی اور عروج کے لئے کام کیا۔ دہلی اور اس کے اکناف و اطراف میں مسلم لیگ کی دھاک بٹھادی۔ مسلم لیگ دہلی کے آپ صف اول کے لیڈروں میں سے تھے اور دیر تک آپ کا شمار دہلی کے ممتاز لوگوں میں ہوتا تھا۔ اتحاد عالم اسلامی کے زبردست حامی تھے۔

قیام پاکستان کے بعد کراچی تشریف لے آئے۔ "مجلس اتحاد عالم اسلامی" کے صدر رہے۔ "جمعیت علماء پاکستان" کے سرپرست تھے۔ کراچی سے ماہنامہ "محدث اعظم" جاری کیا۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ "قرآن پاک" کی تفسیر اور "بخاری شریف" کی شرح پر کام کر رہے تھے۔ "مجلس عرفان علامہ اقبال" کے صدر تھے۔ علامہ اقبال (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) کے بارے کی کتابیں پہلے مرتب فرمائیں۔ مفتی سواد اعظم کے تقریباً ساتھی تھے۔ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف تھے۔ مخالف اسلام پروپیگنڈا کرنے والوں میں عشق رسول ﷺ اور محبت اولیاء اللہ کی دولت تقسیم کی تھی۔ آپ کے بڑے بھائی سید ہاشم جلالی بھی زندہ دست عالم تھے۔

آپ بہترین مقرر تھے۔ آپ کا طرز بیان مدلل، عالمانہ اور موثر تھا۔ اس طرح تحریر میں بھی اپنی طرز کے مالک تھے۔ فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ کردے سلفا کی چاشنی بھی لطف دیتی تھی۔ عربی، فارسی اور انگریزی کے ماہر تھے۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۵ء) کی تفسیر میں آپ کا بڑا حصہ ہے۔ کراچی میں علالت کے بعد ۳۰ اپریل ۱۹۷۳ء کو وفات پا کر کراچی میں انتقال فرمایا۔

ماخذ

(۱) "تذکرہ علماء اہلسنت" از مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۷۰۔

(۲) "حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور ان کے خلفاء" از قاری خورشید احمد مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء ص ۲۶۵۔

(۳) "میرے زمانے کی دلی" از خلیق انجم دہلوی مطبوعہ کراچی طبع دوم ص ۳۲۶۔

(۴) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۵۹۔

(۵) "تذکرہ اکابر اہلسنت" از حکیم سید عبدالحی لکھنوی مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۳۰۳۔

(۶) "علامہ اقبال اور ان کی پہلی بیوی" از سید حامد جلالی مطبوعہ کراچی اپریل ۱۹۹۶ء ص ۱۹۔ ۲۰۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا سید امیر الدین قدوائیؒ

مولانا سید امیر الدین قدوائی بن منشی سید وزیر الدین قدوائی وکیل (۱۸۔ ۱۹۳۴ء) بن سید ظہیر الدین قدوائی کی ولادت ۱۹۰۰ء میں موضع بلہی ضلع بارہ بنکی (اودھ، بھارت) میں ہوئی۔ سلسلہ نسب حضرت امام حسنؓ (۶۲۵۔۶۷۰ء) تک پہنچتا ہے۔

ابتدائی تعلیم اسلامیہ ہائی سکول اجاوہ سے حاصل کرنے کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایم اے، ایل ایل بی کیا۔ اور پھر علی گڑھ لاء کالج میں پروفیسر ہو گئے۔ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۴۷ء) کے ساتھ مل کر یونیورسٹی کو ہندو غلندہ گردی کی آماجگاہ بننے سے روکنے کیلئے مثالی کام کیا۔ سید وارث حسن شاہ لکھنویؒ سے بیعت تھی اور مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۵۷ء) سے عقیدت و محبت۔

تحریک خلافت سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا اور علی برادران کے ساتھ بڑی محنت اور لگن سے کام کرتے رہے۔ انجمن خدام کعبہ صوبہ یوپی کے صدر رہے۔ اپنی بے لوث خدمات اور فرض شناسی کی بنا پر علی برادران سے قریبی تعلقات تھے۔ مولانا شوکت علی (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۳۸ء) تو آپ کو "مائی لیفٹیننٹ" کہہ کر خطاب کرتے تھے۔

۱۹۲۸ء میں نہرو رپورٹ کے بعد "آل انڈیا مسلم کانفرنس" بنی، جس کے صدر سر آغا خاں (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۷۳ء) اور ان کے نائب صدر حاجی عبداللہ ہارون اور علامہ

اقبال تھے۔ آپ مجلس عاملہ کے رکن بنے اور بعد میں سیکرٹری۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں آل انڈیا مسلم یوتھ کانفرنس کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔

۱۹۳۶ء میں سر راس مسعود (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۳۷ء) کے پرسنل اعزازی سیکرٹری مقرر ہوئے اور مسلم یونیورسٹی کی نشاط ثانیہ کیلئے کام کرتے رہے۔

۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ میں شمولیت کی۔ ۱۹۳۹ء میں ڈاکٹر سید ظفر الحسن (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۴۹ء) اور ڈاکٹر افضال حسین قادری (۱۹۱۲ء۔ ۱۹۷۴ء) کے ساتھ مل کر علی گڑھ اسکیم پیش کی جس کو بنیاد بنا کر قائداعظمؒ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) نے ۱۹۴۰ء کی قرار داد تیار کی۔ مارچ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کے اجلاس لاہور کے موقعہ پر قائداعظمؒ کے حکم پر سر سکندر حیات خاں (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۴۲ء) وزیر اعلیٰ پنجاب سے ملاقات کر کے گرفتار شدہ خاکساروں کو رہا کروایا۔ یوپی مسلم لیگ میں کئی حیثیتوں سے کام کرتے رہے۔ ۱۹۴۶ء میں یوپی مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے رکن رہے۔

۱۹۴۵ء میں "کل ہند جمعیت علماء اسلام" کی تاسیس کلکتہ میں ہوئی تو ڈاکٹر سید ظفر الحسن صدر شعبہ فلسفہ علی گڑھ یونیورسٹی (مرید خاص سنوسی ہند حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمتہ اللہ علیہ) کی نمائندگی کرتے ہوئے ایک اجلاس کی صدارت کی اور خطاب بھی کیا۔ ۱۹۴۶ء میں پاکستان کے جھنڈے کا ڈیزائن تجویز کر کے قائداعظمؒ کو پیش کیا جسے قائداعظمؒ نے بصد مسرت قبول و منظور فرمایا۔ قائداعظمؒ نے آپ کو "وزنگ کارڈ" پر دستخط کر کے دے رکھے تھے اور اجازت تھی کہ جب چاہیں ان سے مل سکتے ہیں۔

تحریک پاکستان کے دوران نواب محمد اسمٰعیل خاں میرٹھی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۴۷ء) نواب افتخار حسین ممدوٹ (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۶۹ء) سید حسین شہید سہروردی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۶۳ء) سردار عبدالرب نشتر (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۵۸ء) اور آئی آئی چندریگر (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۶۰ء) سے انکا قریبی تعلق رہا۔ راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء) آپ کو "بھائی جان" کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

پاکستان بننے پر ۱۹۴۷ء میں لاہور آ کر لاء کالج میں پروفیسر مقرر ہو گئے۔ بعد ازاں

پریکٹس شروع کر دی اور سپریم کورٹ کے سینئر ایڈووکیٹ رہے۔ ۱۹۴۸ء میں جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل ہوئی تو اس کے بانی مرکزی نائب صدر منتخب ہوئے۔ جمعیت کے مرکزی رہنماؤں مولانا سید ابوالحسنات قادری (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۶۱ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) اور خواجہ محمد قمرالدین سیالوی (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۸۱ء) سے انتہائی مخلصانہ تعلقات تھے۔ ۱۹۵۵ء میں "آل پاکستان سنی کانفرنس" کے اجلاس منعقدہ لاہور میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا اور کئی ایک تجویزیں اور قراردادیں پیش کیں۔

خواجہ حسن نظامی دہلوی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۵ء) سے خصوصی تعلقات تھے۔ ان کے تعلیمی کاموں میں بھرپور تعاون کرتے تھے۔ ۱۹۵۰ء میں خواجہ صاحبؒ پاکستان آئے تو لاہور میں بھی نزول فرمایا۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۵۰ء روز ہفتہ کے روزنامچہ میں خواجہ صاحب نے آپ کا ذکر یوں فرمایا ہے:

> "امیر الدین صاحب قدوائی اکثر ملنے آتے ہیں۔ یہ قدیم و جدید علوم کی عمارت کے علاوہ کمالات باطن میں بھی مدتِ گزیدہ و ممتاز ہیں۔ کل میں نے ان کی نسبت استخارہ کیا تھا اور اس سے مجھے ایسی باتیں معلوم ہوئیں جو اپنے دوسرے ملنے والوں کی نسبت پہلے کبھی معلوم نہیں ہوئی تھیں۔"

قیام پاکستان کے بعد میاں علی محمد چشتی نظامی آف بستی شریف (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۷۵ء) سے ارادت و محبت کا تعلق قائم ہو گیا تھا۔ میاں صاحبؒ جب بھی لاہور تشریف لاتے تو داتا صاحبؒ کے حضور حاضری کے وقت آپ کو ساتھ لے جاتے۔ آپ اکثر وقت عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ حضور سید عالم ﷺ کی ذات گرامی سے بے پناہ عشق تھا۔ داتا صاحبؒ (۱۰۰۵ھ۔ ۱۰۷۲ھ) سے بھی بہت عقیدت تھی۔ آخری دنوں میں کراچی میں مقیم ان کے عزیزوں (بیٹے اور بھتیجے صاحب) نے بہت کوشش کی کہ آپ کراچی چلے آئیں مگر انہوں نے داتا صاحبؒ کے دربار سے دوری قبول نہ کی۔

مقبولِ خاص و عام کے بعد بہت غمگین رہتے تھے۔ آپ نے دعا کرنے والوں کا ایک حلقہ بنایا تھا جس میں ہر اس آدمی کا نام درج کر لیتے تھے جو پاکستان کی سلامتی کیلئے دعا کرنے کا اقرار کر لیتا۔ آپ فرماتے دعائے نظامی میں یہ الفاظ بھی شامل کر لینا کہ "اے اللہ اسلام

ہندوستان کو پاکستان ملا۔"

آخر سقوط ڈھاکہ کے غم کو زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکے اور ۲۱ رجب المرجب ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۱ راگست ۱۹۷۳ء روز منگل اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ۲۲ راگست کو ۹ بجے دن گلبرگ 2 نزد مسجد خوشیہ سے جنازہ اٹھایا گیا۔ نماز جنازہ میں کثیر التعداد لوگوں نے شرکت کی اور گلبرگ کے قبرستان میں سپرد خاک کیے گئے۔ پسماندگان میں سید انوار قدوائی جیسے نامور صحافی صاحبزادے چھوڑے۔

حضرت صادر براری آف کراچی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا۔

ہائے اب ہو گئے ہیں نہاں ہم سے ۔۔۔ حافظ خوش بیاں امیر الدین
تھے گل گلستان قدوائی ۔۔۔ میری خاندان امیر الدین
عام دین و جاں نثار نبیؐ ۔۔۔ نیک ہم جہاں امیر الدین
سال غم ان کا خوب ہے صادر ۔۔۔ "رشک باغ جناں امیر الدین"

۱۹۷۳ء

ماخذ

(۱) "کارِ تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۱۲، ۱۳۔

(۲) "سفر نامہ پاکستان" از خواجہ حسن نظامی مطبوعہ دہلی ۱۹۵۳ء ص ۹۹۔

(۳) "تحریک پاکستان گولڈ میڈل ۱۹۴۱ء یادگاری تعارفی خدمات" مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۳۵۔

(۴) "حیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اکرم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۳۳۔

(۵) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۲۲، ۲۳ راگست ۱۹۷۳ء۔

(۶) مکاتیب گرامی جناب سید انور قدوائی محررہ لاہور ۱۱، ۲۰ سے ۲۳ جولائی ۲۰، راگست ۱۹۹۱ء۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا محمد ذاکر جھنگویؒ

مولانا محمد ذاکر بن مولانا عبدالغفور (ف ۱۹۴۶ء) بن میاں عبدالرحمن (ف ۱۹۱۲ء) بن میاں غلام محی الدین بن میاں خدایار بن میاں کریم بخش بن میاں خیر محمد بن حافظ شیخ سعد اللہ بن میاں امام الدین المعروف فقیر میاں محمدی (ف ۱۶۱۸ء) بن حافظ امیر داد کی ولادت ۱۹۰۴ء / ۱۳۲۲ھ میں قصبہ محمدی شریف تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ میں ہوئی۔ شجرہ و نسب قطب شاہی کھوکھروں کے جد اعلیٰ حضرت عون المعروف قطب شاہ (۵۵۶ھ / ۱۱۶۱ء) کے واسطے سے مولا مشکل کشا شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ (۵۹۹ء۔ ۶۶۱ء) تک پہنچتا ہے۔ آپ کے اجداد میں فقیر میاں محمدی (ف ۱۶۱۸ء) سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے مشہور بزرگ گزرے ہیں۔

مولانا محمد ذاکر نے ابتدائی تعلیم اپنے قصبہ محمدی شریف، چنیوٹ اور جامعہ عباسیہ بہاولپور اور سیال شریف ضلع سرگودھا سے حاصل کرنے کے بعد ۱۹۲۴ء میں دارالعلوم دیوبند میں اعتدال پسند مولانا انور شاہ کاشمیری (۱۸۷۵ء۔ ۱۹۳۴ء) سے دورہ حدیث پڑھا۔ اور پھر ضیاء الملت والدین خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۲۹ء) کے دست اقدس پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۳۳ء میں حکیم الامت علامہ اقبال (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) کے مشورے سے چنیوٹ سے اٹھارہ میل دور جامعہ محمدی شریف

کی بنیاد رکھی اور دینی تعلیم کی خدمات انجام دینے لگے۔

تحریک خلافت سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ پیر مہر شاہ کے شانہ بشانہ انگریز حکومت کی کھل کر مخالفت کی۔ اپنی اس جرأت و بیباکی کی پاداش میں ایک سال دس ماہ داخل زنداں رہے لیکن عزم و استقلال میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔ جب بھی رہا ہوتے، حکومت کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جاتے۔

۱۹۳۱ء میں جھنگ میں "انجمن کسانہاں" قائم کر کے انگریزی حکومت کے جور و استبداد کے خلاف آواز اٹھائی۔ تحریک کشمیر کے سلسلہ میں بھی بھرپور جدوجہد کی۔ ایک وفد لے کر کشمیر روانہ ہوئے مگر راستہ میں گرفتار کر لئے گئے اور تین ماہ تک اسیری کی مشقت اٹھاتے رہے۔

۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۳۸ء میں ضلع جھنگ میں مسلم لیگ کی تنظیم ہوئی تو اس کی کامیابی و کامرانی کیلئے بھرپور جدوجہد کی۔ ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد سرگرم عمل ہو کر تحریک پاکستان کو ساحل کامیابی سے آشنا کرنے کے لئے وقف ہو گئے۔ ۱۹۴۴ء میں مسلم لیگ کے باقاعدہ عہدیدار بنے اور ضلعی جنرل صدر بنے گئے۔ سر غلام فرید کپلانہ (۱۹۱۵ء۔ ء) کو جنرل سیکرٹری بنایا گیا اور ۱۹۴۶ء میں مجلس عاملہ کے رکن بنے۔

تحریک پاکستان میں اپنے سود و زیاں سے بے نیاز ہو کر مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جو کارہائے نمایاں سر انجام دیئے وہ ضلع جھنگ کی تاریخ کا ایک انوکھا باب ہے۔ اس دوران آپ کو جس قدر مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا اس کا بیان یہاں ممکن نہیں مگر آفرین اس مرد قلندر کے کہ ہر تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے۔

پاکستان بننے کے بعد اپنی تمام تر توجہ اپنے دارالعلوم جامع محمدی شریف پر ہی مرکوز رکھی۔ اور ۱۹۴۸ء میں اسے رجسٹرڈ کروایا۔ ۱۹۵۱ء میں پنجاب اسمبلی کے ممبر بنے۔ ۱۹۵۳ء کی "تحریک ختم نبوت" میں سرفروشانہ کردار ادا کیا اور پابند سلاسل رہے۔ ۱۹۵۶ء میں دوبارہ پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۴ء میں مغربی پاکستان اسمبلی کے ممبر بنے۔ جمعیت علماء پاکستان سے آپ کا تعلق شروع ہی سے رہا۔ ۱۹۷۰ء میں جمعیت علماء پاکستان نے سیاست میں حصہ لیا تو اس کے ٹکٹ پر بھاری اکثریت سے "قومی اسمبلی" کے

رکن منتخب ہو گئے۔ جنگ کی دوسری دونوں قومی اسمبلی کی نشستوں پر بھی جمعیت علماء پاکستان کے امیدوار ساجزادہ نذیر سلطان اور مہر غلام حیدر بھروانہ (ف ۱۹۸۲ء) کامیاب ہوئے۔ مگر افسوس کہ موخر الذکر دونوں حضرات جمعیت علماء پاکستان سے وفائی کر کے پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے جبکہ مولانا محمد ذاکر تازیست اپنی جماعت سے وابستہ رہے۔ اور وقت کرا سمبلی کے اندر اور باہر پیپلز پارٹی کا مقابلہ کرتے رہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ آپ نے کبھی بھی کسی سے جا کر ووٹ نہیں مانگے بلکہ اپنے بھونپڑے میں بیٹھے رہے۔ عوام چونکہ آپ کے خلوص، زہد و تقویٰ اور جذبہ خدمت سے واقف تھے اس لئے انہیں ہر بار بغیر کسی تبلیغ و حجت کے کامیاب کیا۔ آپ کی فرض شناسی کا یہ عالم تھا کہ انتہائی علالت کے باوجود "وہیل چیئر" پر بیٹھ کر قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت فرماتے تھے۔

۱۹۷۴ء میں دوبارہ تحریک "ختم نبوت" چلی تو آپ نے شدید علالت کے باوجود سرگرمی سے حصہ لیا اور قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد پیش کی۔ قرارداد میں کہا گیا کہ قادیانیوں کے عقائد آئین کی دفعہ ۲۶۳ جدول سوم سے متصادم ہیں۔

آپ نے اسمبلی کے اندر اور باہر مقام مصطفیٰ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کیلئے کوشش کیں۔ آپ کی یادگار جامعہ محمدی شریف پاکستان کی عظیم درس گاہوں میں سے ایک ہے جہاں طلباء کو مذہبی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ ایم اے تک انگریزی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ایک ماہنامہ "الجامعہ" بھی محمدی شریف سے نکلتا ہے جس میں عالم اسلام کے مسائل پر سیر حاصل تبصرہ ہوتا ہے۔

آٹھ سالہ طویل علالت کے بعد آپ کی رحلت ۳ر ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۵ر نومبر ۱۹۷۶ء بروز جمعرات ساڑھے نو بجے صبح ہوئی۔ ۴ بجے سہ پہر آبائی قبرستان میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔ وفات کی خبر آناً فاناً تمام ملک میں پھیل گئی۔ عوام کے علاوہ حکومت کے ایوانوں میں بھی سوگ منایا گیا۔ ملک بھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ کیوں ہاں پوچھتی کہ:

ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

آپ کی وفات حسرت آیات پر متعدد اخبارات و رسائل نے اپنے اداریوں کالموں میں بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور مورخہ ۲۷ر نومبر

۱۹۷۶ء کا اداریہ درج ذیل ہے :-

"مولانا محمد ذاکر صاحب بانی و جامعہ محمدی نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا موصوف نے اپنی زندگی میں مسلمانوں کی جہد آزادی اور طلب حقوق کی بہت سی تحریکیں دیکھیں اور ان میں جوش و سرگرمی سے حصہ لیا۔ وہ اپنے اوضاع و اطوار میں بزرگان سلف کا نمونہ تھے۔ اور مسلمانوں کی دینی تعلیم کیلئے دل میں بڑی تڑپ رکھتے تھے۔ جھنگ جیسے پسماندہ ضلع میں انہوں نے جامعہ محمدی کی بنیاد رکھی۔ کالج تعمیر کرایا۔ اور اس سلسلے میں اتنی محنت اور تگ و دو سے کام لیا کہ اپنی صحت بھی قربان کر دی۔ ان کی خواہش تھی کہ کسی طرح جامعہ کو یونیورسٹی کا درجہ مل جائے لیکن وہ یہ حسرت دل میں لئے دنیا سے اٹھ گئے۔ تعلیم کے علاوہ بھی وہ مسلمانوں کی ہر جستی صلاح و فلاح کا خیال رکھتے تھے۔ ان کا مزاج اگرچہ سیاسی نہ تھا تاہم وہ اپنے حلقہ انتخاب سے صوبائی اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوئے اور آج کل وہ قومی اسمبلی کے رکن تھے۔ صحت جواب دے چکی تھی، چلنے پھرنے سے معذور تھے، لیکن شوق خدمت کا یہ حال کہ پہیوں والی کرسی پر بیٹھ کر ایوان میں آتے اور حق نمائندگی ادا کرتے۔ اسی برس تک اس دنیائے آب و گل کی سرد و گرم چکھ کر ۲۵ نومبر کو وہ اس جہان فانی سے عالم بقا کو سدھارے۔ ان کی جدائی کو پورے ملک میں محسوس کیا گیا۔ اور اکابر پاکستان نے اپنے غم و رنج کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات آخرت میں بلند کرے اور قوم اور حکومت کو توفیق دے کہ وہ ان کے قائم کئے ہوئے تعلیمی اداروں کی نگرانی اور ان کی بہتری کا اہتمام کر سکیں۔ ہم ان کے پسماندگان کے حق میں صبر جمیل کی دعا کرتے ہیں۔"

آپ کی رحلت پر بہت سے شعراء نے قطعات تاریخ وفات کہے۔ جناب طارق سلطانپوری نے مندرجہ ذیل قطعہ کہا۔

"محمد رسول اللہ کا ذاکر"

۱۳۹۶ھ

فقر و عرفاں کی غنی نے اسے بخشی دولت وہ علم و عمل تھا وہ فخرِ قوم
"دین و ملت کی حیا" سے ہے جو لاحق معروف اس سے حاصل تھا اسے شرف و کمال و حشمت
جب آزادی میں پر جوش تھا کردار اس کا صدق و اخلاص سے کی ایک کی اس نے خدمت
اس کی گرویدہ دل و جان سے تھی خلقِ خدا ہر الیکشن میں فتح مند تھا وہ باعظمت
کور چشمانِ علوم نبوی کا اس نے عمر بھر کرتا رہا دین نبیؐ کی خدمت
اس کی درویشی و بے لوثی کی دنیا ہے مقر فخرِ عالم تھا وہ شیدائی کتاب و سنت
اس کی خدمات جلیلہ کی ملے اس کو جزا اس کی تربت ہو خیابانِ بہشت

اس کا از روئے "یکاؔ" کیا طارقؔ کن وصل
"ایک انسان تھے کیے فرشتہ بہ رحمت"

۱۰+۱۹۶۶=۱۹۷۶ء

[1] حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صاحبزادہ ثم کراچوی نے یوں تاریخ کہی:

وہ مرد مجاہد وہ درویش ذیشاں جدا ہو گئے آہ مولانا ذاکر
شریعت کے عامل طریقت کے حامل حقیقت سے آگاہ مولانا ذاکر
وہ آخر تک کلمے کے لہراتے پرچم تھے یوں صاحبِ جاہ مولانا ذاکر
ہوا آلِ صاحبؐ کو سال رحلت
"ہیں جنت میں اب شاہ مولانا ذاکر"

۱۹۷۶ء

حاشیہ

(۱) "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۲۳۴ تا ۲۳۵۔

(۲) "تاریخ جھنگ" از بابا نور کی مطبوعہ جھنگ ۱۹۷۶ء ص ۳۶۴، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۶۱ تا ۵۱۹۔

(۴) "تحقیق تاریخ" از شیخ محمد اکرم، مطبوعہ ملتان، ۱۹۷۰ء، ص ۲۵۹۔

(۵) "تاریخ اردو ادب" جلد دوم، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۸ء، ص ۱۵۰۔

(۶) "ذکر زاکر" از نصیر حسین خیال، مطبوعہ پاپنچ محمدی شریف (بھکر)، ۱۹۹۰ء، ص ۸۸، ۸۹۔

(۷) "خطبات اقبال" از شیخ محمد سعید اینڈ کمپنی، مطبوعہ بھکر، ۱۹۸۱ء، ص ۳، ۱۸۰، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۲۔

(۸) "دیباچہ مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اکرم، مطبوعہ اسلام آباد، ۱۹۹۰ء، ص ۲۳۔

(۹) "نوائے وقت" لاہور، بابت ۲۶ اکتوبر، ۲ نومبر ۱۹۷۶ء۔

(۱۰) "تحریک چاند محمدی شریف" از مولانا سید محمد تحسین ہاشمی چاند محمدی شریف (بھکر)، ۱۹۷۳ء، مخطوطہ صفحات۔

مولانا حکیم محمد انور باہریؒ

مولانا حکیم محمد انور باہری بن حکیم محمد شریف باہری (ف ۱۹۶۰ء) کی ولادت ۱۹۲۲ء میں لاہور میں ہوئی۔ ۱۹۴۳ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے بی اے کرنے کے بعد "فاضل طبی" کی سند حاصل کی۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو دینی تعلیم سے بھی آراستہ کیا۔ والد ماجد کے ساتھ "دواخانہ رفیق صحت" مغل برکت علی اسلامیہ ہال روڈ لاہور میں اور بعد میں لاہور میڈیکل ہال میں کام کرتے رہے اور ان ہی سے طب یونانی اسلامی میں مہارت تامہ حاصل کی۔

دور طالب علمی میں مجاہد ملت مجاہد سیاست مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے ساتھیوں میں شامل ہو گئے اور تحریک پاکستان میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ جیسا کہ مجاہد ملت اپنے ایک خط بنام جسٹس (ر) کیانی الدین مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۹۷ء میں رقمطراز ہیں۔

"حکیم محمد انور باہری صاحب کے ساتھ میرا رابطہ ۱۹۴۶ء میں ہوا جب وہ اسلامیہ کالج لاہور میں ایف اے کے طالب علم تھے۔ اسی سال حضرت علامہ اقبال کے تصور و فکر و رہنمائی سے ہم نے آل انڈیا پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" قائم کی۔ ۱۹۴۷ء میں فتح لاہور الحق مرحوم ساتھ رہے جسٹس پیر بھی کورٹ آف پاکستان، میاں محمد

[illegible] صاحب (مرحوم) اور عبدالحمید نظامی صاحب مرحوم ۱۹۳۶ء میں [illegible] "مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے صدر رہے۔ ۱۹۳۷ء میں مجھے صدر منتخب کیا گیا۔ حکیم محمد انور باری صاحب فیڈریشن کے سرگرم کارکن اور آفس سیکرٹری رہے۔ ۱۹۳۱ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں "ڈی ریجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" نے پنجاب کی کانفرنس "منعقد کی تو باری صاحب نے اس کانفرنس کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔

۱۹۳۹ء میں ہم نے "ڈی ریجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کی جانب سے "خلافت پاکستان اسکیم" پیش کی۔ ۱۹۴۰ء میں جب آل انڈیا مسلم لیگ نے "لاہور ریزولیوشن" پاس کیا تو اسی روز یعنی ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو ہم نے راجہ محمود نگر امیر احمد خان صدر "آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کی زیر صدارت مہیو ہال اسلامیہ کالج لاہور میں "خلافت پاکستان کانفرنس" منعقد کی۔ سردار اورنگ زیب خان اور چوہدری شفیق الرحمان صاحبان نے اس کانفرنس میں خطاب کیا۔ حکیم محمد انور باری صاحب اس کانفرنس کے پروگرام سیکرٹری تھے۔

۱۹۴۱ء میں "ڈی ریجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے زیر اہتمام "پاکستان کانفرنس" میں قائداعظم کی صدارت میں "آل انڈیا کانسٹی ٹیوشنل پروپیگنڈہ کمیٹی" قائم ہوئی جس کا سیکرٹری مجھے مقرر کیا گیا۔ حکیم محمد انور باری صاحب اس کمیٹی کے رکن تھے۔ ۱۹۴۶ء میں حکیم صاحب ریجاب مسلم لیگ کونسل کے ممبر منتخب ہوئے اور وہ ۱۹۴۷ء میں مسلم لیگ کی تنظیم میں میرے ساتھ کام کرتے رہے۔ ۱۹۴۱ء میں برٹش گورنمنٹ نے سر سکندر حیات خاں وزیراعظم ریجاب و نواب سر لیاقت کے فضل الحق وزیراعظم بنگال، سر سعد اللہ خاں وزیراعظم آسام، سر سلطان احمد خاں اور دیگر ہندو نواز وزراء جو آل انڈیا مسلم لیگ

... کنونشن کے ممبر تھے انہوں نے وزیر اعظم کی رضامندی کے بغیر "کنونشن ایجنس کونسل" کا ممبر بنا لیا حالانکہ وزیر اعظم نے انہیں سرکاری ملازمت سے انکار کر دیا تھا بعد ازاں مسلم لیگ نے پاکستان منظور کرنے کی شکل میں شرط عائد کر دی۔ پنجاب اور بنگال میں اس کے خلاف ایجی ٹیشن شروع ہوا۔ پنجاب میں "پاکستان ورکرز پروپیگنڈہ کمیٹی" نے اس احتجاجی ایجی ٹیشن میں بڑھ چڑھ کر کام کیا۔ ہم نے لاہور اور فیصل آباد میں "کنونشن ایجنس کونسل" میں شامل ارکان کے خلاف ایجی ٹیشن کیا اور ان کے خلاف ہڑتالی کارروائی کا مطالبہ کیا۔ اس ایجی ٹیشن میں حکیم محمد انور بھٹی نے سرگرم حصہ لیا اور گرفتاریوں میں شریک رہے۔

۱۹۳۹ء میں خضر وزارت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک میں نواب افتخار حسین ممدوٹ صدر پنجاب مسلم لیگ کی گرفتاری کے بعد شیخ صادق حسن نائب صدر نے تحریک کی قیادت کی۔ ان کی گرفتاری کے بعد میاں عبدالباری صاحب ڈکٹیٹر مقرر ہوئے۔ یہ گرفتار ہوئے تو مجھے تحریک کا ڈکٹیٹر صدر مقرر کیا گیا۔ میری گرفتاری کے بعد مولوی محمد ابراہیم علی چشتی صاحب ڈکٹیٹر مقرر ہوئے اور ساٹھ ہزار کا جلوس لے کر گرفتاری پیش کی۔ حکیم محمد انور باری صاحب بھی اس تحریک میں گرفتار ہوئے۔ الغرض حکیم محمد انور باری صاحب نے عہدے "ممبر ورکنگ کمیٹی پاکستان ورکرز پروپیگنڈہ کمیٹی"، عہدے "ممبر پنجاب مسلم لیگ کونسل"، عہدے "آفس سیکرٹری ڈی پنجاب مسلم لیگ خلافت پاکستان گروپ" نمایاں خدمات سرانجام دیں۔"

۱۹۴۷ء میں "مسلم لیگ خلافت پاکستان گروپ" قائم ہوا تو حکیم صاحب اس کے آفس سیکرٹری تھے۔ انہوں نے خلافت پاکستان گروپ کی طرف سے قائد اعظم کو خط لکھا کہ پاکستان بننے کے بعد مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے شانہ بشانہ کام کرتے رہے۔ ۱۹۵۱ء میں مولانا نیازی نے "تحریک خلافت پاکستان" تشکیل دی تو حکیم صاحب

اس کی مرکزی انجمن کے رکن رہے۔

۱۹۵۳ء کی "تحریک ختم نبوت" میں جس جس دھن کی بازی لگا کر ماموں رسالت پیش کیا اور مولانا بیانی کے ساتھ شاہی قلعہ لاہور میں نبوت کی صعوبتیں برداشت کیں۔ کیا مجال کہ پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی لرزش آئی ہو۔ حکیم صاحب، خواجہ غلام نبی بیانی کے جگری دوست اور دست راست تھے۔ مولانا بیانی کے خلاف مقدمات چلانے کے لئے کراچی پی، ایل، او کے تحت چلنے مقدمات میں سب کی وکالت کرتے رہے۔ بڑے بڑے دبنگ اور جری انسان تھے۔ بعد میں علاوہ پاکستان کی مرکزی شوریٰ کے رکن بھی رہے۔

حکیم صاحب نے فرید العصر حضرت میاں علی محمد خان آف لیہ شریف (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۷۵ء) کے دست قدرت پر بیعت کی تھی۔ مولانا محمد ابراہیم علی چشتی (۱۹۱۷ء۔ ۱۹۹۸ء) سے بھی اکتساب فیض کیا تھا۔ ہر وقت باوضو رہتے تھے۔ ان کے بڑا رعب اور روشن چہرے کو دیکھ کر ایمان تازہ ہو جاتا تھا۔ ایک زاہد مرتاض اور عابد شب زندہ دار تھے۔ شب و روز اوراد و وظائف میں منہمک رہتے تھے۔ اور ہر وقت ذکر الٰہی اور درود شریف سے زبان تر رکھتے تھے۔ راقم الحروف کو ان کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔

حکیم صاحب کی وفات حسرت آیات یکم ربیع الاول ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۰ فروری ۱۹۷۷ء روز اتوار ہوئی اور قبرستان میانی صاحب لاہور میں والد گرامی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ کئی ایک شعراء نے قطعات تاریخ وصال کے ہوئے ہیں۔

معترف صابر براری ثم کراچوی نے یہ قطعہ تاریخ کہا۔

ہائے طبیب وہ ہماری صاحب ہائے افسوس آج ہم میں نہیں
تھی فرید علی محمد سے پشتینی علاقے کے وہ رہیں
عشق سرکار اور دین وطن تھا یہی ان کا دین اور یقیں
رہ گئی ہر رہی یہی کاوش ملک میں ہو خدا شرع متین
کہئے صابر یہ مصرعہ تاریخ
"جان انور مقیم خلد بریں"

۱۳۹۷ھ

سید عارف محمود مجبور رضوی گجراتی نے بھی تاریخ کہی۔

چھوڑ کر تنہا ہمیں دنیا سے ہیں رخصت ہوئے — کن کے پیغام اجل آوا انور باری
خدمت قوم و وطن تھا ان کا دستور حیات — وقف خدمت تھے وہ ہر پل آوا انور باری
قائد تحریک پاکستان میں بھی تھے وہ یکتا — تھے سراپا فرد اکمل آوا انور باری
دوستی کے کوئی دیکھے ان سے آداب حسین — آج ہے محفل میں بلچل آوا انور باری
ان کو تھی از حد ارادت درگہ بسمی کے ساتھ — ایک تھے چاہت کی کونپل آوا انور باری
آج علامہ نیازی بھی ہیں بے شک رات دن — آپ کی فرقت میں بیکل آوا انور باری

بے سر القا کہو مجبور یہ سال وفات
"فخر ملت بے بدل" آہ! انور باری

۱۳۹۷ھ = ۱۹۷۷ء

ماخذ

(۱) "وے صورتیں الٰہی" از ڈاکٹر عبد السلام خورشید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۱۔
(۲) "خفتگان خاک لاہور" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۲۳۔
(۳) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد مطبوعہ ۱۹۹۰ء ص ۲۲۴۔
(۴) "مجاہد ملت" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء ص ۵۳، ۶۸، ۱۰۴، ۱۳۸، ۱۴۳، ۲۰۱۔
(۵) "یاران کہن" جلد اول از زید ارملک مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۲۸۸۔
(۶) ماہنامہ "نقوش" لاہور، "لاہور نمبر" بابت فروری ۱۹۶۲ء ص ۸۳۰۔
(۷) ہفت روزہ "الہام" بہاولپور، "مجاہد ملت ایڈیشن" بابت ۲۸ مئی ۱۹۸۷ء ص ۱۰۵، ۱۰۸، ۱۵۶، ۱۵۷۔
(۸) مکتوب گرامی مجاہد ملت مولانا محمد عبد الستار خان نیازی، بنام جسٹس ریٹائرڈ ذکی الدین پال محررہ از لاہور مورخہ ۲ مارچ ۱۹۹۷ء۔
(۹) مکتوب گرامی جناب مودود علی بابری پسر حقیقی حکیم محمد انور بابری، بنام محمد صادق قصوری از لاہور محررہ ۲۶ جولائی ۱۹۹۷ء۔
(۱۰) "تاریخ رفتگاں" جلد دوم از صابر براری، کراچی ۱۹۹۸ء ص ۸۰۔

مولانا شاہ محمد عارف اللہ میرٹھیؒ

مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری بن مولانا حکیم شاہ محمد حبیب اللہ قادری رضوی (۱۸۸۷ء۔۱۹۴۸ء) بن مولانا شاہ محمد عظیم اللہ (۱۸۔۱۹۱۲ء) کی ولادت باسعادت ۱۴ر شوال المکرم ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۹ر اکتوبر ۱۹۰۹ء بروز جمعۃ المبارک میرٹھ (انڈیا) میں ہوئی۔ یہ وہی میرٹھ ہے جسے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں سب سے پہلے انقلابی شہر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری نے ابتدائی تعلیم مدرسہ امداد الاسلام، مدرسہ قومیہ عربیہ اور انتہائی کتب میرٹھ کی قدیم درسگاہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ میں پڑھیں۔ ۲۵ر نومبر ۱۹۳۳ء کو آپ کی دستار بندی ہوئی۔ بعد ازاں عربی، فارسی اور انگریزی کے امتحانات الہ آباد یونیورسٹی سے پاس کیے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد خاندانی دستور کے مطابق والد گرامی کے حکم پر جامع مسجد خیر المساجد میرٹھ میں خطابت کے فرائض انجام دینے لگے۔ تبلیغی دورے کر کے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کیا۔ انداز تقریر مبلغ اسلام مولانا شاہ عبد العلیم میرٹھیؒ (۱۸۹۳ء۔۱۹۵۴ء) سے سیکھا اور جلد ہی ایک نامور مقرر کی حیثیت سے معروف ہو گئے۔ کچھ مدت کے بعد شہر کے کئی اداروں اور انجمنوں کے سرپرست اور رکن بن گئے۔

۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء میں حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی (۱۸۵۰ء۔ ۱۹۳۶ء) کے دست حق پر بیعت کر کے تاج خلافت حاصل کیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خاں (۱۸۵۶ء۔ ۱۹۲۱ء) کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہونے کیلئے ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء میں والد گرامی کے ہاتھ پر بیعت کر کے تمام رضویہ اوراد و معمولات کی اجازت پائی۔

تحریک پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا۔ نواب محمد اسمٰعیل خاں (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) نے ضلع میرٹھ میں مسلم لیگ کی تنظیم کی تو آپ نے فعال کردار ادا کیا۔ پورے ضلع میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کیں۔ پھر مسلم لیگ کا پیغام گھر گھر پہنچانے کیلئے ۲۵ر نومبر ۱۹۴۵ء کو میرٹھ میں سنی کانفرنس کا اہتمام فرمایا۔ ۱۲ر دسمبر ۱۹۴۵ء کو مسلم لیگ کی حمایت میں ایک عظیم الشان کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے بمبئی میں فرمایا کہ:۔

"ہندو مسلم اتحاد بالکل ناممکن ہے۔ ہم ایسا علیحدہ وطن چاہتے ہیں جہاں آئین شریعت کے مطابق فقہی اصولوں پر حکومت قائم کی جائے گی۔"

نواب محمد اسمٰعیل خاں صدر مسلم لیگ یوپی کی زیر قیادت شہری مسلم لیگ پولٹیکل کانفرنس میرٹھ منعقدہ ۳۱ر دسمبر ۱۹۴۵ء یکم تا ۲ر جنوری ۱۹۴۶ء کو مجلس استقبالیہ کے صدر کی حیثیت سے جو خطبہ پڑھا وہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ اس خطبہ میں آپ نے "۱۸۵۷ء سے لے کر تحریک پاکستان تک مسلمانوں کی جدوجہد آزادی" پر روشنی ڈالی۔

اپریل ۱۹۴۶ء میں بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اس کانفرنس کی کامیابی کیلئے آپ نے صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۴۸ء) اور حضرت محدث اعظم کچھوچھوی (۱۸۹۴ء۔ ۱۹۶۱ء) کی معیت میں یوپی، سی پی، بہار، پنجاب اور بنگال کے دورے کیے۔ اس کانفرنس نے تحریک پاکستان کو ایک نئی روح بخشی۔ پھر مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) اور مولانا صفی اللہ شہید فرنگی محلی (ء۔ ۱۹۶۴ء) کی رفاقت میں آل انڈیا مسلم لیگ

کے جلسوں، کانفرنسوں اور بعض مشاورتی مجلسوں میں شرکت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ پاکستان معرض وجود میں آگیا۔

۱۹۴۹ء میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ و زیارت روضہ رسول اقدس ﷺ سے مشرف ہوئے۔ جب واپس پہنچے تو معلوم ہوا کہ تحریک پاکستان میں حصہ لینے اور مسلم لیگ کا سرگرم رکن ہونے کے جرم میں گرفتاری کا حکم صادر ہو چکا ہے۔ اطلاع ملتے ہی مرکز جامکدو کے کاغذ لے کر دہلی پہنچے اور براستہ بمبئی بذریعہ بحری جہاز ۱۹۵۰ء میں پاکستان آگئے۔ کچھ عرصہ کراچی اور خوشاب میں رہنے کے بعد راولپنڈی میں مستقل طور پر رہائش پذیر ہو گئے۔

راولپنڈی میں خطابت کا سلسلہ شروع کیا اور ملک کے طول و عرض میں تبلیغی دورے بھی کرتے رہے۔ ۱۹۵۱ء میں جمعیت علمائے پاکستان راولپنڈی کے صدر منتخب ہوئے اور تازیست اس عہدہ پر فائز رہے۔ "دار العلوم احسن البرکات" کا اجراء کیا۔ مارچ ۱۹۵۳ء میں ماہنامہ "سالک" جاری کیا جو بفضل خدا بارہ سال تک مذہب و ملت کی گرانقدر خدمت کا فریضہ ادا کرتا رہا۔

۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جرأت مندانہ کردار ادا کیا اور قید و بند کی صعوبتوں سے بھی نبرد آزما رہے۔ ۲۴ اگست ۱۹۵۹ء کی ایوبی مارشل لاء کے خلاف اس وقت کے ڈپٹی کمشنر جی ایم یزدانی ملک کے نامناسب رویے کی بنا پر مرکزی جامع مسجد راولپنڈی کی خطابت سے مستعفی ہو گئے۔ ملک کے طول و عرض سے خطابت کی پیشکشیں ہوئیں لیکن آپ نے باصرار جامع مسجد داد فیکٹری میں خطابت منظور فرمائی جو آخر تک جاری رہی۔ (یاد رہے کہ یزدانی ملک ڈپٹی کمشنر راولپنڈی کو قدرت نے ایسی گرفت کی کہ وہ یحییٰ خان کی دور میں اپنی بد اعمالیوں کی بنا پر تین سو تیرہ افسروں کے گروپ میں کمال بے عزتی سے ملازمت سے برخاست کر دیا گیا۔) ۱۹۶۵ء میں متاثرین و مجاہدین کشمیر کے لئے امدادی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

اندرون ملک دوروں کے علاوہ آپ نے بیرون ممالک بھی تبلیغی دورے کئے۔ ۱۹۶۸ء میں بغداد، نجف اشرف، کربلا، اور کاظمین سے ہوتے ہوئے انگلستان پہنچے اور آٹھ ماہ قیام فرما کر پورے ملک میں خطاب کیا اور لاتعداد عیسائیوں نے آپ کے دست حق پرست

پر اسلام قبول کیا۔ ۲۱ر اپریل ۱۹۷۴ء کو دوبارہ ورلڈ اسلامک مشن کی کانفرنس میں شرکت کی اور اگست تک مختلف شہروں اور قصبوں میں تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے۔

مارچ ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات میں پیپلز پارٹی کی بے مثال دھاندلی کے بعد "تحریک نظام مصطفیٰ" چلی تو آپ نے اس میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اسی سال جنرل ضیاء الحق (۱۹۲۴ء۔ ۱۹۸۸ء) کی مارشل لاء حکومت نے آپ کو رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین منتخب کیا۔

مذہب و ملت کی گرانقدر خدمات انجام دینے کے بعد آپ نے ۳۰ر ربیع الاول ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۸ر فروری ۱۹۷۹ء بروز بدھ راولپنڈی میں انتقال فرمایا۔ نماز جنازہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ثم لاہوری نے پڑھائی۔ حضرت صابر براری ثم کراچوی نے قطعہ تاریخ کہا۔

رخصت ہوئے جہاں سے جا وہیں مقرر — مغموم اس لئے ہیں پیرو جوان کہئے
تھا عالمان دین میں اعلیٰ مقام اُن کا — تھی منظر و جہاں میں حضرت کی شان کہئے
گزری ہے عمر اُن کی تبلیغ دینِ حق میں — دین مبین کا اُن کو روشن جہان کہئے
وہ ہر جگہ ہماری کرتے تھے پیشوائی — حضرت کو اہل حق کا اک ترجمان کہئے

صابر اگر ہے فکر تاریخ سال رحلت
"مولانا عارف اللہ جنت نشان کہئے"

۱۳۹۹ھ

ماخذ

(۱) "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۱۰۲ تا ۱۰۴۔
(۲) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۱۲۸۔
(۳) "تاریخ رفتگاں" از صابر براری مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء ص ۱۸۸ تا ۱۸۹۔
(۴) "اذکار راولپنڈی ڈائریکٹری ۱۹۶۲ء" مرتبہ سید غلام مصطفیٰ خالد گیلانی مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۶۲ء ص ۲۴۰۔
(۵) "اذکار حبیب رضا" از شاہ عارف اللہ میر تھی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۹۰۶۔

(۶) "تعارف علمائے اہلسنت" از مولانا محمد صدیق ہزاروی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۲۹ تا ۱۳۲۔
(۷) "تذکرہ علمائے پنجاب" جلد اول از اختر راہی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء ص ۳۴۴ تا ۳۴۶۔
(۸) "جامع اردو انسائیکلو پیڈیا" جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۸۸ء ص ۹۴۹۔
(۹) ہفت روزہ "افق" کراچی بابت ۱۳ مارچ ۱۹۸۰ء ص ۳۴ تا ۳۶۔
(۱۰) متعدد روزنامے۔

WWW.NAFSEISLAM.C

مولانا محمد مطیع الرضا خاں قادریؒ

مولانا محمد مطیع الرضا خاں قادری بن حکیم احمد رضا خاں کی ولادت ۱۹۱۱ء میں مطیع پور قاضی
تعلیم پور آباد (یوپی انڈیا) کے ایک علمی گھرانے میں ۲۹ ستمبر ۱۹۳۲ء کو ہوئی۔ بچپن
میں والد گرامی کا انتقال ہو گیا تو والدہ ماجدہ نے تعلیم و تربیت کی ذمہ داری سنبھالی۔ مطیع علی گڑھ اور دیگر
شہروں سے تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد امجد علی اعظمی، صدر شریعت
(۱۹۰۰ء-۱۹۴۸ء)، مفتی محمد امین دامانی، نعمانی (۱۹۱۳ء-۱۹۸۳ء) اور مولانا
حبیب المصطفیٰ الرضوی (۱۹۱۰ء-۱۹۷۸ء) شامل ہیں۔ آپ نے الاسلام مولانا محمد رضا خاں سے دستار
(۱۹۰۷ء-۱۹۳۳ء) سے شرف دستار حاصل کیا۔ مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا
خاں بریلوی (۱۹۲۵ء-۱۹۸۱ء) سے سلسلہ عالیہ، اوراد و وظائف اور سلسلہ رضویہ کے تمام
سلاسل کی اجازت و خلافت حاصل کی۔ ۱۹۳۱ء میں حافظ ملت شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی سے
بھی اجازت و خلافت حاصل کی۔ شعر و سخن کی دنیا میں آپ نے مطیع تخلص کیا کرتے تھے۔

آپ نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے تحت ۱۹۴۰ء میں کانپور میں ۱۹۴۲ء میں آل انڈیا سنی
کانفرنس الہ آباد کے بعد آل انڈیا سنی کانفرنس کے تحت کئی کانفرنسیں منعقد کیں۔ تقریباً ۲۵ سال کی عمر میں آپ کو آل انڈیا سنی
کانفرنس کے پلیٹ فارم سے ملک گیر شہرت حاصل ہوئی۔ ۱۹۴۷ء میں آپ کی تنظیمی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے
آپ کو آل انڈیا سنی کانفرنس کے مرکزی دفتر کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ آپ نے اس ذمہ داری کو بڑی خوبی سے نبھایا۔
آپ کی تنظیمی صلاحیتوں کے ملک کے طول و عرض تک اپنے بیگانے اور مسلمانوں کو معترف پایا۔

جناب طارق سلطانپوری نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وصال کہا۔

مظہر شانِ عالمانِ کبیر — علم و عرفان و عشق کا پیکر
رنگِ حامد رضاؑ سے تھا ممتاز — تھا جو اس کا لباس فکر و نظر
حبِ محبوبِ حق تعالیٰ میں — زندگی بھر رہا وہ نغمہ گر
علم و حکمت کا نور پھیلایا — ظلمتوں میں رہا وہ سینہ سپر
خلقِ ارضِ پاک کی خاطر — کی جدوجہد اس نے بڑھ چڑھ کر
اس کا مقصود و مدعائے حیات — اوج و اقبالِ اُمت سرورؐ

سالِ وصل اُس کا ہے زِ روئے "جلیل"
"حق سرشت حق شعار دیدہ ور"

۳+۱۹۷۶=۱۹۷۹ء

ماخذ

(۱) "افکار راولپنڈی ڈائریکٹری ۱۹۶۲ء" از سید غلام مصطفیٰ شاہ خالد گیلانی ص ۲۴۰۔

(۲) "جامع اردو انسائیکلو پیڈیا" جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۱۵۰۵۔

(۳) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۲۸۱۔

(۴) "تذکرہ علمائے پنجاب" جلد دوم از اختر راہی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء ص ۴۲۷۔

(۵) کتابچہ "فیض رضا" مرتبہ حمید اللہ چوہدری، محمد عباس رضا، شاہد حنیف وارثی مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۸۰ء۔

(۶) پمفلٹ "مولانا مطیع الرضا خاں قادریؒ" شائع کردہ انجمن طلباء اسلام راولپنڈی، لال کرتی یونٹ سن ندارد۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا غلام قادر اشرفیؒ

مولانا غلام قادر بن میاں باغ علی چشتی کی ولادت ۱۴ر محرم الحرام ۱۳۲۴ھ ۱۰ر مارچ ۱۹۰۶ء بروز ہفتہ فرید کوٹ (حال بھارت) میں ہوئی۔ ابھی صغر سن تھے کہ والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ۱۹۱۱ء میں سکول میں داخل ہوئے اور ۱۹۲۲ء میں امتیازی حیثیت سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ کالج میں داخلہ لیا مگر طبیعت مائل نہ ہوئی۔ مذہبی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی اور درج ذیل اساتذہ سے اکتساب علم کیا۔

(۱) حضرت مولانا محمد سعید شبلی فریدکوٹیؒ (۱۸۹۶ء۔۱۹۸۲ء)

(۲) حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلویؒ (۱۸۸۶ء۔۱۹۶۶ء)

(۳) حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب چڑیاکوٹیؒ (۱۸ء۔ ۱۹ء)

(۴) حضرت مولانا سید غلام قطب الدین برہمچاری اشرفی سہسوانیؒ (۱۸ء۔۱۹۳۲ء)

(۵) حضرت بابا خلیل داس ایم اے (سنسکرت) چترویدیؒ (۱۸ء۔ ۱۹ء)

(۶) حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب فتحپوریؒ (۱۸۸۴ء۔ ۱۹ء)

(۷) حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ (۱۸۸۳ء۔۱۹۴۸ء)

سند فراغت "جامعہ نعیمیہ" مراد آباد (یوپی) سے حاصل کی اور اسی دوران "مدرسہ حلقہ اشاعۃ الحق چشتی مراد آباد" کا تبلیغی کورس بھی مکمل کر لیا جس میں ہندی، بھاشا اور

سنسکرت کی تعلیم حاصل کی، اس کے علاوہ گورمکھی اور گیانی پر بھی عبور حاصل کیا۔

حضرت شاہ علی حسین کچھوچھویؒ (۱۸۵۰ء۔ ۱۹۳۶ء) کے دست حق پر بیعت کر کے اجازت و خلافت حاصل کی۔ علاوہ ازیں حضرت میاں شاہ محبوب قادری فیروزپوری اور حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری رضوی مدنیؒ (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۸۱ء) سے بھی اجازت و خلافت تھی۔

دوران طالب علمی "سنی کانفرنس مراد آباد" (۱۹۲۵ء) میں ایک رضاکار کی حیثیت سے حصہ لیا۔ آپ نے رضاکاروں کی ٹیم کے ساتھ کانفرنس کے انتظام و انصرام میں بہت دلچسپی اور شوق کا مظاہرہ کیا۔ تحصیل علم کے بعد ۱۹۲۶ء تا ۱۹۲۸ء یعنی تین سال تک مکتب ضلع فیروز پور (حال بھارت) میں تدریس و خطابت کے فرائض سر انجام دیئے اور ساتھ ہی ساتھ سیاسی تحریکوں میں بھی حصہ لیتے رہے۔ ضلع فیروز پور میں مسلم لیگ کے نصب العین اور سائمن کمشن کے بائیکاٹ کے سلسلے میں کام کرتے رہے۔ شاردا ایکٹ کو ناکام بنانے میں بھی بھرپور دلچسپی لیتے ہوئے علماء مشائخ کے شانہ بشانہ کام کیا۔

۱۹۲۹ء میں عملی طور پر میدان سیاست میں وارد ہو گئے اور مغلپورہ ایجی ٹیشن میں حصہ لیا۔ ۱۹۳۱ء میں تحریک کشمیر اور ۱۹۳۲ء میں مسلمانان ریاست الور، جب ریاستی مظالم کی تاب نہ لا کر اجمیر شریف، بھرت پور، گوڑگانواں اور دہلی کی طرف ہجرت پر مجبور ہوئے تو آپ اپنے برادر طریقت میر غلام بھیک نیرنگ انبالویؒ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء) سیکرٹری جنرل انجمن تبلیغ الاسلام انبالہ کی زیر کمان کام کرتے رہے۔ ۱۹۳۳ء میں تحریک قادیان اور ۱۹۳۵ء میں "تحریک شہید گنج" میں بھرپور حصہ لیا۔ ۳۷۔ ۱۹۳۶ء میں خان غلام رسول خاں ایڈووکیٹ جنرل سیکرٹری پنجاب مسلم لیگ (ء۔ ۱۹۴۹ء) اور ملک برکت علی (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۴۶ء) کے ایما پر مسلم لیگ کے لئے خدمات انجام دیں۔ اور لاہور کے مضافات میں مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔

۱۹۳۸ء میں "تحریک آریہ سماج" جو نظام حیدر آباد (دکن) کے خلاف جتھہ بندی کی صورت میں چلائی گئی تھی، کے انسداد کیلئے کافی خدمات سر انجام دیں اور "یوم نظام" منایا۔ ۱۹۳۹ء میں حضرت قائداعظمؒ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) کی ہدایت پر "یوم نجات" منایا گیا تو آپ نے بھی "مجلس تبلیغ الاسلام" لالہ موسیٰ کے زیر اہتمام یہ دن منایا، بھرپور

کوشش کر کے ضلع بھر میں مسلم لیگ کا قیام عمل میں لائے اور جاگیرداری کی جڑیں کمزور کیں۔

۱۹۴۵ء میں ملک فیروز خاں نون (۱۸۹۳ء۔۱۹۷۰ء) اور سردار شوکت حیات (۱۹۱۲ء۔۱۹۹۸ء) کے ساتھ مسلم لیگی امیدواروں کے لئے شب و روز کام کیا اور اسی سال آپ نے لالہ موسیٰ کے مسلم لیگیوں کی طرف سے قائداعظمؒ کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کرنے کی تفصیل خود آپ کی زبانی سنئے:۔

"قائداعظمؒ بذریعہ کار کشمیر سے واپس لاہور تشریف لا رہے تھے اور راستہ میں انہیں جا جا جلسوں سے خطاب کرنا تھا۔ ہم نے بھی لالہ موسیٰ میں استقبال کی تیاریاں شروع کر دیں اور نذرانہ کی تھیلی کا بھی بندوبست کیا۔ جی ٹی روڈ پر میل ڈیڑھ میل تک جھنڈیاں اور محرابیں بنوائیں، مسلم لیگ کے جھنڈے لگائے اور تمام علاقہ میں آدمی دوڑا کر صبح تک ہزاروں آدمی جمع کر لئے، پنڈال میں میلے کا سا سماں تھا۔ ہر طرف چہل پہل تھی، سٹیج تیار ہو چکا تھا، شامیانے نصب تھے لیکن لطف کی بات یہ کہ نہ تو قائداعظمؒ کو اس کی اطلاع تھی اور نہ ہی ان کے پروگرام میں لالہ موسیٰ ٹھہرنے کا اندراج تھا۔

دوپہر کو قائداعظمؒ تشریف لائے تو فضا نعرہ ہائے تکبیر، اللہ اکبر۔ مسلم لیگ زندہ باد، قائداعظمؒ زندہ باد، لے کے رہیں گے پاکستان، آنکھوں کا نور پاکستان، دل کا سرور پاکستان، سے گونج اٹھی۔ لالہ موسیٰ کی فضا میں انتہائی جوش و خروش تھا۔ قائداعظمؒ نے پوچھا، یہ کونسی جگہ ہے؟ عرض کیا گیا، لالہ موسیٰ۔ فرمایا! ہمارے پروگرام میں شامل نہیں ہم گجرات ٹھہریں گے۔

سڑک پر استقبال کیلئے چوہدری غلام احمد قادری جنرل سیکرٹری مسلم لیگ لالہ موسیٰ مع رفقاء موجود تھے۔ میری ڈیوٹی سٹیج پر تھی۔ جب قائداعظمؒ نے ٹھہرنے سے انکار کر دیا اور کار سے نہ اترے تو چوہدری صاحب نے مجھے آواز دی، "وہ جا رہے ہیں، ہمیں آرڈر

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہر طرح کی مدد ہوئی اور پوری دلجمعی کے ساتھ اپنے نصب العین کے حصول میں مصروف رہے۔ انتخابات کے دوران ضلع بھر کے اہم مقامات کا دورہ کیا۔ صحت گرتی رہی مگر آپ اپنے کام کی دھن میں لگے رہے۔

"بڑے بھائی کون ہے؟"

ہر جواب دیتے "اللہ پاک ہے"۔ مدتوں وہ اس مکان پر کرتی رہیں مگر ان کا نام نہ لیتی تھیں۔

"ہاں قربان جاؤں اللہ کے بھائی اللہ ہے بھائی ہے۔ وہ خیر ہی خیر ہے۔ کسی کو بھی ہر گز ناں نہ کہے۔"

یہ معمول صبح سے لے کر رات تک جاری رہتا۔

جنوری ۱۹۴۶ء میں حکومت کے خلاف مسلم لیگ کی "تحریک عمل" زوروں پر تھی۔ آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں بھی اٹھائیں۔ قیام پاکستان کے بعد آپ نے اپنی توجہ دینی امور کی طرف مبذول رکھی تاہم سیاسی تحریکات سے دلچسپی میں فرق نہ آیا۔ ۱۹۵۳ء کی "تحریک ختم نبوت" میں حصہ لیا۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جمعیت علمائے پاکستان کے ٹکٹ پر چناؤ لڑا۔ ۱۹۷۴ء کی "تحریک نظام مصطفےٰ" میں بھی آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور سرفروشانہ کردار ادا کیا۔

الغرض اسلام اور ملک کیلئے بے پناہ خدمات انجام دینے والا یہ عظیم مجاہد بیمار کے بعد ۲۶ اگست ۱۹۷۶ء بمطابق ۱۳ شوال المکرم ۱۳۹۶ھ بروز اتوار ڈیڑھ بجے صبح ملک عدم بقا کی طرف سدھار گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے استاد محترم مولانا محمد عبیہ کفلوی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۸۲ء) نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جی ٹی روڈ لالہ موسیٰ پر ہزار ہا مقتدین کی موجودگی میں بروز جمعرات خانقاہ اشرفیہ کے قریب چھٹم حنفیہ ہوئی جس میں بڑی تعداد علماء و مشائخ کی جلالپور شریف ضلع جہلم (۱۸۱۸ء۔ ۱۹۴۳ء) نبیرہ الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب بھیروی، پیر شریف ضلع سرگودھا (۱۸۱۸ء۔ ۱۹۲۸ء) خواجہ محمد قمر الدین سیال شریف ضلع سرگودھا (۱۸۰۶ء۔ ۱۹۸۱ء) مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی اور دیگر علماء و مشائخ نے شرکت فرمائی۔ آپ کے مقبرہ خراج تحسین پیش

بہت سے شعرا نے قطعات تاریخ وفات کے مگر بطور اختصار جناب ابوالطاہر فدا حسین فدا ایڈیٹر ماہنامہ "سرو ماہ" لاہور کا قطعہ درج ذیل ہے:۔

لبیک کہہ کے حضرت رخصت ہوئے جہاں سے
جب داعی اجل نے پیغام حق سنایا!
مغموم اس پہ بیشک سب اہل دل ہیں، لیکن
ہے موت جبر کی تقدیر کا تقاضا
شاہ علی حسینؒ کے اخلق تھے آپ تابب
مشتاق حسن احمد نوشہ الورٰی کے شیدا
محبوب کبریا کی ان پہ تھی خاص رحمت
دل میں فروزاں ان کے جلوہ ضیائے دینؒ کا
واعظ تھے اور خطیب بھی عالم بھی، مرد حق بھی
مہر و وفا کا پیکر۔ خلق و ادب سراپا
ہاتف ز روئے بہجہ گویا ہوا فدا سے
"حاجی غلام قادر"، سال وصال ان کا

۱۳۹۹=۱۴ھ

لے حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ
ع حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ماخذ

(۱) "تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۶، ۱۸۱، ۱۸۲۔
(۲) "انوار قطب مدینہ" از خلیل احمد رانا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۲۲۳۔
(۳) "مخطوطات خانگاہ گجرات" از ڈاکٹر منیر احمد سلیچ مطبوعہ گجرات ۱۹۹۶ء ص ۱۵۲، ۱۵۳۔
(۴) "معدن الاسرار" از ابوالطاہر فدا حسین فدا مطبوعہ لاہور ۱۹۹۲ء ص ۴۰۔
(۵) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اعظم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۱۸۹۔
(۶) "جامع اردو انسائیکلو پیڈیا" جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۱۰۳۷۔

مولانا شائستہ گل مردانیؒ

مولانا شائستہ گل بن مولانا محمد علی (۱۸۳۷ء۔ ۱۹۲۵ء) ان ملک العلماء مولانا عمر دراز کی ولادت ۱۸۹۱ء میں موضع لنڈی شاہ حد ضلع مردان (سرحد) کے "یوسف زئی خٹر افغان قبیلہ" میں ہوئی۔ والد گرامی کے علاوہ مختلف نامور علماء سے علمی استفادہ کیا۔ علم حدیث مولانا عبدالعلی دہلوی سے حاصل کی۔ نیز جون پور (بھارت) کے دارالعلوم حنفیہ سے بھی دورہ حدیث کی تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ قرأت مولانا مولوی قاری عبدالسلام بن قاری عبدالرحمن پانی پتی (۱۸۱۲ء۔ ۱۸۹۶ء) سے پڑھی۔ تکمیل فن کی حد میں تمام علوم مروجہ معقول و منقول میں کمال حاصل کر لیا۔ فراغت علم کے بعد درس و تدریس اور افتاء کو مقصد حیات بنا لیا۔ اپنے گاؤں میں "دارالعلوم حنفیہ سنیہ" کے نام سے مدرسہ قائم کیا جس میں درس نظامی کا مکمل اہتمام تھا۔

آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ زاہدیہ میں حضرت پیر عبدالوہاب آف مانکی شریف (۱۸۰۷ء۔ ۱۹۰۴ء) کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔ مذہبی خدمات کے ساتھ ساتھ سیاست میں بھی بھرپور دلچسپی لی اور "تحریک خدائی خدمتگار" میں شامل ہو کر خان عبدالغفار خان (۱۸۹۰ء۔ ۱۹۸۸ء) کے دوش بدوش آزادی کی جدوجہد میں حصہ لیا۔ مگر جب خان موصوف نے اپنی تنظیم کو انڈین نیشنل کانگرس میں ضم کر دیا تو آپ نے

اس سے اختلاف کرتے ہوئے علیحدگی اختیار کر لی اور مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔

۱۹۴۵ء میں پیر صاحب باگی شریف محمد امین الحسنات (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۶۰ء) نے آپ کے مشورے سے باگی شریف میں علماء و مشائخ کی کانفرنس طلب کی جس میں تمام علمائے کرام اور مشائخ عظام نے شرکت کی۔ چند اسماء گرامی یہ ہیں: امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۴۸ء) پیر عبداللطیف (کوڑی شریف) (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۸ء) مولانا عبدالباری بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) خواجہ نظام سید الدین تونسوی (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۶۰ء) ریحان سید آل رسول علی خان الجیری (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۷۴ء) خواجہ عبدالرشید پاکی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۶۲ء) خواجہ حسن نظامی دہلوی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۵ء) پیر صاحب کرمو شریف (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۵۲ء) مولانا بادشاہ گل آف اکوڑہ خٹک، مولانا حضرت گل آف دیر، فقیر عبدالواحد ہوتی۔

اس عظیم الشان اجتماع میں جمعیت الاصفیاء کی تشکیل عمل میں لائی گئی جس کا قائم مولانا بادشاہ گل اور صدر پیر صاحب باگی شریف کو منتخب کیا گیا۔ اس اجتماع کی صدارت کے معصوم شاہ پیر اوچی (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۵۰ء) نے کی تھی۔ اس اجتماع میں مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا گیا۔ پھر مسلسل دورے کر کے مولانا بادشاہ گل نے صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کی جڑیں مضبوط کیں۔ حتیٰ کہ پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔

قیام پاکستان کے بعد صوبہ سرحد میں مسلم لیگی وزارت خان عبدالقیوم خان (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۸۱ء) نے بنائی تو مولانا بادشاہ گل نے اپنی تقاریر میں نفاذ شریعت کا مطالبہ شروع کر دیا۔ مسلم لیگ کے جلسہ کوہاٹ میں شریک ہو کر مسلم لیگ کو شریعت کے نفاذ کا وعدہ یاد دلایا اور مطالبہ کیا۔ حکومت کو آپ کی یہ بات ناگوار گزری اور واپسی پر اکوڑہ کی چوکی پر آپ کو پکڑ کر تین دن تک حوالات میں بند کر دیا گیا۔ بعد ازاں گیارہ ماہ کے لئے نظر بند کر دیا۔ آپ وہاں سے رہا ہوئے تو ملک میں فسادات کے مقام پر گئے اور وعظ و نصیحت میں مصروف ہو گئے۔ اب آپ کو مسلم لیگ سے بھی طور پر مایوسی ہو گئی اور پارٹی سے کنارہ کشی اختیار کر کے مکمل طور پر تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔

گو بڑھاپے کی مصروفیات کے باوجود گیارہ مرتبہ حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا۔ اس میں قرآن

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

حوالہ

(۱) "تحریک پاکستان" جلد دوم از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۲۹ تا ۱۳۲۔

(۲) "گزرا ہوا زمانہ" جلد دوم از سید محمد امین شاہ قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء ص ۴۲۔

(۳) "تحریک پاکستان اور مشائخ عظام" از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء ص ۱۰۹۔

(۴) مکتوب گرامی مہتمم دارالعلوم قادریہ جلد اوّل، مرقومہ ۲۸ نومبر ۱۹۹۶ء۔

مولانا عبدالشکور شیوہؒ

مولانا عبدالشکور بن گل محمد خان کی ولادت ۱۵ر نومبر ۱۹۰۶ء مطابق ۲۷ر رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ بروز جمعرات شیوہ ضلع مردان میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کی مسجد سے حاصل کرنے کے بعد موضع طورو میں قاضی سلطان محمود و دیگر علماء کرام سے استفادہ کیا۔ حفظ قرآن و فقہ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد دارالعلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور ۱۹۲۷ء میں سند فراغت حاصل کی۔

۱۹۲۲ء میں دوران تعلیم حاجی صاحب ترنگزئی (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۳۷ء) کے دست حق پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ ۱۹۳۰ء میں سرخ پوش تحریک میں شمولیت اختیار کرلی مگر جب اس تحریک کے باطل نظریات اور گاندھی جی کی کاسہ لیسی کی داستانیں منظر عام پر آئیں تو آپ نے اس کو خیرباد کہہ کر مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کرلی اور جان و دل سے مسلم لیگ کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔

مسلم لیگ میں آپ نے اسقدر جانفشانی سے کام کیا کہ مسلم لیگی لیڈر آپ کی خدمات کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے اور آپ کو پرائمری مسلم لیگ شیوہ کا صدر منتخب کرلیا گیا۔ آپ نے مسلم لیگ کا پیغام گھر گھر پہنچایا اور کانگرسی گماشتوں کے دام فریب کو تار تار

کیا۔ اگرچہ آپ کو صدائے حق بلند کرنے کی وجہ سے گوناگوں مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ نے ان کو پرکاہ کے برابر وقعت نہ دی اور اپنے نصب العین سے سرمو انحراف نہ کیا۔

۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کا تاریخی اجلاس لاہور میں منعقد ہوا تو آپ نے قریہ قریہ بستی بستی اس اجلاس میں شامل ہونے اور ایک جانباز سپاہی کی طرح دوران اجلاس خدمات انجام دیتے رہے۔ قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد دیگر علماء اہلسنت کی طرح میدان عمل میں خوب سرگرمی دکھا کر مسلم لیگ کے پیغام کو گلی گلی کوچہ کوچہ پہنچانے کے لئے متعدد بار کوشش کی۔

تحریک پاکستان کے دوران مسلم لیگ کے مرکزی رہنماؤں نواب بہادر یار جنگ (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۴۴ء) مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۸ء) مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) مولانا کرم علی ملیح آبادی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۷۲ء) قائداعظم (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) نوابزادہ لیاقت علی خاں (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۱ء) کے سرحد کے دوروں کے وقت ہر ممکن تعاون کیا۔ اور اپنے جان و مال کے خطرات کو بالائے طاق رکھ کر ان کے جلسوں کو کامیاب کرایا۔ ان رہنماؤں کے ساتھ آپ کی خط و کتابت بھی ہوتی رہی۔ ایک دفعہ قائداعظم نے تحریک پاکستان کیلئے مالی امداد کی اپیل کی تو آپ نے اپنی خالص حلال کمائی میں سے چھ آنے بطور چندہ ارسال کئے۔ اور ساتھ ہی اپنی مالی حالت سے قائد کو آگاہ کیا۔ جواب میں قائداعظم نے آپ کو شکریے کا خط لکھا۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے جہاد کشمیر میں مردانہ وار حصہ لیا اور اوڑی کے محاذ پر داد شجاعت دی۔ ۱۷ جون ۱۹۸۳ء بروز جمعۃ المبارک آپ کی رحلت ہوئی۔ شیوہ میں ہی پرد خاک ہوئے۔

حضرت صابر براری ثم کراچوی نے یہ قطعہ تاریخ وصال کہا۔

حاجی ترنگ زئی کے تھے وہ مرید مخلص — مردان ہی نہیں، تھا سرحد میں ان کا شہرہ
سال وفات اُن کا صابر نے یہ کہا ہے — "سرمست ہیں جناں میں عبدالشکور شیوہ"

۱۹۸۳ء

ماخذ

(۱) "کلمہ" تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۲ء ص ۱۷۹ تا ۱۸۰۔

(۲) مکتوب گرامی قاضی محمد حبیب الحق، پرمولی ضلع صوابی مردان بنام محمد صادق قصوری محررہ یکم فروری ۱۹۹۸ء۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.CO

مولانا عبدالباقی محمد بُرہان الحق جبلپوریؒ

مولانا مفتی عبدالباقی محمد برہان الحق بن مولانا شاہ محمد عبدالسلام (۱۸۶۶ء۔ ۱۹۵۲ء) بن مولانا شاہ محمد عبدالکریم حیدر آبادی (ف ۱۸۹۹ء) بن شاہ عبدالرحمن بن شاہ محمد عبدالرحیم صدیقی کی ولادت جبل پور (سی پی، بھارت) میں ۲۱ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ / ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۲ء بروز جمعرات ہوئی۔ سلسلہ ء نسب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ ۱۸۹۷ء میں جد امجد نے بسم اللہ شریف کا افتتاح فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔ مدرسہ برہانیہ جبلپور میں عم محترم قاری الشیر الدین سے فارسی پڑھی۔ منقولات و معقولات کی تکمیل والد ماجد سے کی۔ ۱۹۰۵ء میں پہلی بار بمبئی میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاںؒ (۱۸۵۶ء۔ ۱۹۲۱ء) سے ملاقات ہوئی اور ان کے ہی ہو کر رہ گئے۔ ۱۹۱۳ء میں بریلی شریف حاضر ہوئے۔ دارالافتاء میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ارشادات تلمذ کیے۔ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں مولانا ظہور حسین مجددی رامپوری (۱۸۵۷ء۔ ۱۹۲۴ء) صدر مدرس کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ تین سال تک اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں رہے۔ مارچ ۱۹۱۹ء میں جب اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ جبلپور شریف تشریف لائے تو ان سے "علم توقیت" کی تحصیل کی اور جبلپور میں ہی اسی سال اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے دستار فضیلت و سند اجازت و خلافت سے نوازا۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ۱۹۳۰ء میں سیاست میں دلچسپی لینا شروع کر دی تھی۔ انہوں نے سیاسی بصیرت قراست موقعہ کا بہترین نمونہ تھی۔ میدان سیاست میں بھی انہوں نے تو ملک کے طول و عرض میں اپنی خطابت اور سیاسی بصیرت کا سکہ بٹھایا۔ تحریک خلافت کے "تحریک ترک موالات" کے پر آشوب دور میں جبکہ اکثر بڑے بڑے مشہور علماء بھی عدالت کے بائیکاٹ میں بہہ رہے تھے اور شعائر اسلام کی مسلمین کی عزت و ناموس کے خلاف اس وقت بھی آپ نے استقلال و بیجگی اور شریعت اسلامیہ کا اس سفینہ بھی سے تھامے رہنے کی تلقین و ہدایت کی۔ اور جوش و اشتعال کے اثرات اور تلخ پسندیوں کے نقصانات سے خبردار کیا۔

۲۵ مارچ ۱۹۲۱ء کو بحیثیت علماء ہند کے زیر اہتمام مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء-۱۹۵۸ء) کی رہائی کے سلسلہ میں ایک اجلاس عام ہوا۔ سید محمد علی جوہر نے اس اجلاس میں شرکت کر کے اپنی گرجدار آواز اور تقریر میں مولانا آزاد کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ سید محمد علی جوہر کی کوشش کامیاب ہوئی۔ مولانا آزاد سے کوئی جواب نہ آنے پر ان کا چلنا مشکل ہو گیا۔

۱۹۲۲ء میں سید محمد علی جوہر نے مسلم لیگ سے علیحدگی اختیار کر لی اور پھر سید صاحب کی پارٹی کا نام "مسلم لیگ" رکھا گیا۔ ۱۹۲۳ء میں مسلم لیگ کے اجلاس کے صدر اور صدر مسلم لیگ کی پہلی بار کے لئے صدر منتخب ہوئے اور پھر ۱۹۲۴ء تک ان کا یہ عہدہ برقرار رہا۔ جبکہ صدر مسلم لیگ کی پہلی بار کے صدر حضرت سید احمد (بریلوی شہید ۱۷۸۶ء-۱۸۳۱ء) تھے۔ قائد اعظم کے زمانہ میں ایک مختلف صاحب کا نام صدارت پر آیا۔ مسلم لیگ میں ۱۹۴۰ء تک قائد اعظم کے دست راست تھے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی تاسیس کے محرک بھی ہے۔

پھر ۲۳ دسمبر ۱۹۲۴ء کو آپ نے منشعب مسلم لیگ دہلی پارٹی سے بھی علیحدگی اختیار کر لی۔ ۱۹۲۵ء میں ایک نمائندہ "مسلم لیگ کانفرنس" منعقد کی۔ صدر مجلس استقبالیہ کی حیثیت سے آپ نے جو خطبہ صدارت "خطبہ صدارت" (خطبہ تحریک پاکستان) کے نام سے ایک دستاویز ہے۔ اس کانفرنس میں پیش کیا۔ مولانا محمد علی (۱۸۷۸ء-۱۹۳۱ء) کی وفات پر سید صاحب نے مسلم لیگ (۱۹۳۸ء-۱۹۴۸ء) کی صدارت کی۔

"سلطان القلم ابن محمد علی بلخی"

سلطان قلم ابن محمد علی بلخی ... شہر بلخ ... محمد قاسم علی ابن

... محمد علی بلخی ... سے ان کی ...

"شیر بگال ابوالقاسم مولوی فضل الحق"

... فضل حق مبدا کہا ... بگال ... شد

... فروش نور فضل حق ... قلوب ... پرتو گشت ...

"حق بحضرت میر محمد افضل"

... قوم ... بہادر ... آمد ... نصیب ... بہادر ... آمد

"میر محمد افضل"

... آفتاب ... فضل ... محمد افضل ... خاندان

... پر ... ان کے ... بیگ کا ... تھا

... صاحب کا "خلیفہ و صدارت" ... مسلم لیگ کا ... "فضل حق" ...

... میر افضل خان ... (۱۹۵۰ء ...) ... کا ... ہے ...

... میں ... میں ... کا ... ہے ...

... پاکستان ... ہونے ... جس ... اسلامی ... کے ... کے ...

... کو ... حضرت ... میر ... کی ... ہے ...

... ہے ... ہے ... ہے ... ہے ...

... ہے ... ہے ... ہے ... ہے ...

مسلمان ہائی کمان مسلم قوم کی بہتر خواہ مختار ریاست کے
قیام کا مطالبہ کرے کہ مسلمان وہاں اسلامی قوانین رائج کریں اور
قرآن و سنت کے مطابق زندگی بسر کریں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا
کرتے ہیں کہ وہ تعالیٰ ہمیں اس مقصد میں کامیاب فرمائے۔"

تحریک پاکستان کے دوران مفتی صاحب کے حضرت قائد اعظم کے علاوہ دیگر
اکابر سے کے ساتھ دوستانہ مراسم رہے۔ خاص طور پر سلسلہ خطیب اسلام مولانا عبدالرحمٰن
جنگ (۱۹۰۵ء تا ۱۹۶۳ء) صدر آل انڈیا نیشنل مسلم لیگ، انجمن اتحاد المسلمین نے آپ
کے نام کئی مکتوب تحریر کئے جن میں سے تین مکتوب درج ذیل ہیں:۔

۲۰ فروری ۱۹۴۱ء

(سلطانی ۲۰ فروری ۱۹۴۲ء)

مولانا محمد رحمان الحق صاحب!

جہلم پور

تحریر آگرا ہی ہمدرد دیکھ کر مخلصانہ کہ مولانا مولوی تاج الدین مرحوم کو اپنے ہمراہ
رکھنے میں جکڑ دے اور آپ کو ان کا اچھا بدل عطا فرمائے۔ اسٹر کی تعطیلیں اپریل کی ۱۵ تا
۲۰ تک ہیں کوئی ہیں۔ میں نے ان کو دے تعطیلوں کا پورا جانے کا وعدہ کر لیا ہے۔ اس
لئے ان کو جاتے ہوئے حاضر ہو سکتا ہوں۔ لیگ کے اجلاس سے ایک یا دو روز قبل آپ ہو
تاریخ مناسب سمجھیں مقرر فرما کر مطلع فرمائیے۔ انشاء اللہ حاضر ہو جاؤں گا۔

۲۰ فروری ۱۹۴۱ء

(سلطانی ۲۰ ربیع الثانی ۱۹۴۲ھ)

مخلصانہ صاحب اسٹر کنوینر مسلم لیگ

جہلم پور

تحریر ہذا پہنچنے میں مولانا رحمان الحق صاحب کی دعوت پر جہلم پور گیا ہوا
تھا۔ مسلم لیگ کی نئے پلیٹ فارم سے صرف ایک تقریر کروں گا۔ میں قومی مفاد کے لئے اب
بھی سفر کرنا چاہوں تو مولانا کسی کا مہمان نہیں ہوا کرتا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں خاکسار ہوں
ہوں اور خاکساری کے اصول میں یہ بات داخل ہے کہ مہمان، اگر مہمان قبول نہ کی جائے

میرے ساتھ دیگر صاحب بھی ہوں گے۔ میں ممنون ہوں گا اگر آپ میرے قیام کا انتظام کسی

مناسب جگہ پر کر دیں۔ [illegible]

محمد زکی سیکرٹری [illegible]

(معارف ۲۳ مارچ ۱۹۴۲ء)

مولانا مفتی خطیب محمد زبیر علی صاحب

مکرمی بندہ

مکرمی۔ گرامی نامہ مورخہ ۱۸ ربیع الاول آج ایک طویل سفر سے واپسی کے بعد

ملا ہے۔ [illegible] کے ساتھ جناب سید عبد الہادی صاحب [illegible] مسلم

لیگ [illegible] اور جناب محمد [illegible] علی صاحب [illegible] کے [illegible]

معلوم ہوئے۔ انشاء اللہ مسلم لیگ [illegible] میں [illegible]

جلسہ [illegible] میں شرکت کی مسرت حاصل کروں گا۔

یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ حضرات نے [illegible] مسلم لیگ کے اعلان کی

امداد کی [illegible] ہے۔ میں ان حضرات کے لئے آپ کا ممنون ہوں۔

اپنے والد محترم کی خدمت میں میرا سلام [illegible] امید ہے کہ آپ بخیر و

عافیت ہوں گے۔

[illegible] رحمۃ اللہ علیہ کے [illegible] محمد

زکی صاحب کی مسلم لیگ سے [illegible]

[illegible] مسلم لیگ اور [illegible]

[illegible]

[illegible] مسلم [illegible] ہو گئے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہو گی۔

[illegible]

میں کل ۱۴ مسلم حلقے تھے۔ مسلم لیگ نے ۱۳ نشستیں جیت کر ۹۳ فیصد کامیابی حاصل کی۔ ایک سیٹ پر آزاد امیدوار کامیاب ہوا۔ نیشلسٹ مسلمانوں کے غبارے سے ہوا نکل گئی۔ خود مولانا محمد برہان الحق صاحب صوبائی حلقہ جبل پور نمبر ۸ سے مسلم لیگ کی طرف سے امیدوار تھے۔ ان کے مد مقابل دو امیدوار تھے۔ محمد حنیف انصاری (مومن مجلس) اور ابرار حسین (آزاد امیدوار)۔ مفتی صاحب ۸۹۳۶ ووٹ لے کر کامیاب ہوئے جبکہ دوسرے دونوں امیدواروں نے علی الترتیب ۶۷۲ اور ۱۱ ووٹ حاصل کئے۔ مؤخر الذکر کی تو ضمانت بھی ضبط ہو گئی۔ ان نتائج سے مفتی صاحب اور ان کے عظیم ساتھیوں کی منصوبہ بندی، اثر و رسوخ اور مقبولیت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

۱۱ر جون ۱۹۴۶ء کو جمعیت علماء اسلام کا دوسرا سالانہ اجلاس انجمن حمایت اسلام دہلی کے دفتر میں ہوا۔ جس میں مسلم لیگ کی طرف سے حسین شہید سہروردی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۶۳ء) اور مفتی محمد برہان الحق وغیرہم نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں علماء کی طرف سے تحریک پاکستان کی زبردست حمایت کی گئی اس سلسلہ میں اس اجلاس میں مفتی صاحب کی تقریر تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔

قیام پاکستان کے بعد مفتی صاحب جبل پور ہی میں رہے۔ اسمبلی کے اندر اور باہر مسلم حقوق کے حصول کی جنگ لڑتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کی مذہبی، روحانی اور سیاسی تربیت کرتے رہے۔ اندرا گاندھی (۱۹۱۷ء۔ ۱۹۸۴ء) کے دور میں "مسلم پرسنل لاء" میں ترمیم و تحریف اور تبدیلی کا بل پیش ہوا تو مفتی صاحب نے فوری طور پر احتجاجاً ایک مراسلہ حکومت ہند کو ارسال کیا جس میں "مسلم پرسنل لاء" میں کسی بھی قسم کی کوئی تبدیلی، ترمیم یا تحریف کو مسلمانوں کی جانب سے ناقابل قبول قرار دیا۔ اور اس کے لئے قانونی شرع پہلوؤں کو اس مراسلے میں تحریر کیا گیا۔

اس کے بعد ہندوستان کے ارباب فکر و دانش نے علماء کرام کی زیر قیادت دہلی میں ایک احتجاجی جلسہ کا اعلان کیا۔ مفتی صاحب نے دو لاکھ کے اس تاریخی اجتماع میں بصیرت افروز تقریر کرتے ہوئے حکومت ہند پر واضح کیا کہ:

"مسلم پرسنل لاء" مسلمانوں کا قرآنی شرعی اسلامی قانون ہے، جس میں ایک حرف کی نہ تو ترمیم ہو سکتی ہے نہ ہی کسی قسم کی

تحریف و تبدیلی کی جاسکتی ہے، قرآن عظیم کے حکم کے مطابق اس میں کسی قسم کی ترمیم و تحریف یا تبدیلی کرنا تو درکنار اس قسم کا کوئی ارادہ کرنا اور اس کا اظہار کرنا ہی کفر ہے۔ قرآن عظیم کا ارشاد ہے۔ "ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون"۔ اور بھی قرآن کریم کا ارشاد ہے، "ان الحکم الا للہ"۔ اسلام کیلئے حکم دینا صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے، اللہ ہی اسلام میں احکام کا مالک ہے"۔

حکومت ہند کو متنبہ کرتے ہوئے کہا کہ:

"مسلمان سر پر کفن باندھ کر حکومت کے ہر اس اقدام کا مقابلہ کرنے کو تیار ہیں، اور ہر اس حکم کی دھجیاں اڑانے کو مستعد ہیں، اور یہ طے کر چکے ہیں کہ وہ حکومت کے اس ارادہ کو کبھی بھی کامیاب نہ ہونے دیں گے کہ وہ مسلم پرسنل لاء میں کسی قسم کی ترمیم و تحریف، تبدیلی کی کوشش کرے اور حکومت چونکہ سیکولر ہے اسے اپنی سیکولرزم کے پیش نظر مسلمانوں کے مذہبی، معاشرتی اور اخلاقی احکام میں دخل دینے سے احتراز کرنا چاہئے، اور ملکی قانون کے تحت شخصی و مذہبی آزادی میں حکومت کو کسی قسم کی دخل اندازی کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

حکومت کے پاس جو کچھ فضلہ خوار نام کے مسلمان ہیں اور اپنی مطلب براری کے لئے پال رکھے گئے ہیں، وہ صرف نام کے مسلمان ہیں، وہ احکام الٰہی میں کسی قسم کی ترمیم یا تنسیخ یا تحریف کا ارادہ کریں اور حکومت سے درخواست کریں تو وہ جب سرے سے مسلمان ہی نہیں بلکہ خارج از اسلام ہیں۔ اُن کی بات مسلمانوں کی بات نہ ہوگی، اور انہیں مسلم پرسنل لاء کے متعلق کچھ کہنے کا قانونی حق بھی نہیں ہے۔ اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان سے مقاطعہ کریں، اُن سے سلام و کلام ترک کریں۔ بیمار پڑیں تو عیادت نہ کریں، مر جائیں تو اُن کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔

میں حکومت کو بھی اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وزیر اعظم
اندرا گاندھی نے اعلان کیا ہے کہ اگر مسلمان چاہیں گے تو مسلم پرسنل
لاء میں ان کی ملتوں کے مطابق تبدیلی کرنے کا قانون بنایا جا سکتا ہے۔
حکومت اور وزیر اعظم کو معلوم ہونا چاہئے کہ مسلمان کبھی بھی مسلم
پرسنل لاء میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کو روا نہ کریں گے۔ اور جو
مسلمان نہیں، انہیں مسلم پرسنل لاء میں تبدیلی کا کوئی قانونی حق
نہیں۔ حکومت ان کی باتوں پر ہرگز ہرگز توجہ نہ دے۔"

مفتی صاحب کی اس بے باکانہ تقریر نے حکومت کے کان کھڑے کر دیئے اور
تقریر کے دوران خود وہ تحریر در سالت کو لیتے رہے۔ اگلے دن جب جلسے کی کارروائی مفتی
صاحب کی تقریر کے ساتھ اخبارات میں جلی حروف کے ساتھ شائع ہوئی تو علماء کرام
نے آپ کیلئے دعائیں کیں اور کامیابی پر مبارکباد دی۔

مذہبی، دعوتی، سیاسی اور علمی میدان میں گوناگوں خدمات سر انجام دینے کے بعد
مفتی صاحب نے ۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۰ دسمبر ۱۹۸۴ء روز جمعرات سانحہ
بے شام رحلت فرمائی۔ جبل پور میں آخری آرام گاہ بنی۔ عمر ۶۰ سال ۹ ماہ تھی۔
حضرت صدر یاری ثم کراچوی (۱۹۲۸ء۔ زندہ) نے قطعہ تاریخ وصال
کہا:

"عالم معقول مفتی محمد برہان الحق"

۱۴۰۵ھ

مفتی اعظم جبل پوری شہ مردان حق — ہو گئے ہیں آج جانے والی رحمان حق
نور چشم حضرت عبدالسلام قادری — اہل سنت و جماعت کے مسلم پیشوا
تھے امام بیعت کے خلیفہ آخری — ان کے دم سے خوب پھیلا رشد و ملت کا علم
دین کی خدمت بھی کی اور قوم کی خدمت بھی کی — تھے مسلمان بھارت کے سیاسی رہنما
فکر وہ صدر یاری کر یہ تاریخ وفات
مفتی سی پی شہ برہان الحق شیریں مقال

۱۹۸۴ء

جناب ابوالظاہر فدا حسین قدوائی بدر "مجروحہ" لاہور نے بھی تاریخ کہی :-

رحلت جہاں سے آج ہیں ربانی خلق ہوئے — تھے متقی و عابد و زاہد وہ خوش خصال
رحلت پہ ان کی آج ہے معلوم اک جہاں — ہر آنکھ اشکبار ہے ہر قلب ہے ملال
قائم مقام حضرت احمد رضا تھے وہ — علمی علوم دین میں ہے ان کی کہاں مثال ؟
تھے اسوۂ نبی مکرم کے وہ نجیب — ہر فکر، فکر ان کا حقیقت میں لازوال

آئی ندا یہ عرش معلی سے اے فدا
سال وصال ان کا ہے "مغفور لایزال"

_____ ۱۴۰۵ھ _____

حاشیہ

(۱) "اکرام امام احمد رضا" از مفتی محمد ربانی الحق جبلپوری مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، متعدد صفحات۔

(۲) "تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ" از مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی مطبوعہ بنارس (بھارت) ۱۹۸۲ء ص ۲۶۲، ۲۶۳۔

(۳) "تذکرہ علمائے اہلسنت حضرت" از محمد صادق قصوری، پروفیسر مجیب اللہ قادری مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء ص ۱۷۰ تا ۱۷۷۔

(۴) "بے تیغ سپاہی" از نواب صدیق علی خاں مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء ص ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۵۵، ۲۶۳۔

(۵) "ربان ملت" از مولانا محمد شہاب الدین رضوی مطبوعہ لاہور، سن ندارد، متعدد صفحات۔

(۶) "تحریک پاکستان کی اہم داستانیں" از مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء، متعدد صفحات۔

(۷) "تذکرہ علماء و مشائخ" از شاہ محمود احمد قادری مطبوعہ کانپور (بھارت) ۱۳۱۵ھ ص ۲۹۳۔

(۸) "تاریخ فرشتہ" جلد اول از عبدالقادری مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء ص ۲۰۰ تا ۲۰۲۔

(۹) "رہبر رہنما" از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ لاہور، سن ندارد، ص ۱۵۱۔

(۱۰) "تعلیم قائد تحریک" جلد اول از ولی حیدر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص

ص ۷، ۵۱، ۳۹۲، ۳۹۳۔
(۱۱) "تاریخ بہاولپور" مطبوعہ بہاولپور بک لینڈ کراچی ۱۹۹۷ء ص ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۷۸، ۲۷۹، ۳۲۰۔
(۱۲) "معمارِ پاکستان" از ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری مطبوعہ حیدر آباد سندھ ۱۹۸۹ء ص ۳۳۔
(۱۳) "قائدِ اعظم محمد کے آنگن میں" از خواجہ رضی حیدر، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۵ء ص ۹۵۔
(۱۴) ماہنامہ "فکر و ادب" لاہور، "تحریک پاکستان نمبر" بابت اگست ۱۹۹۵ء ص ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۷۳، ۱۷۵، ۱۸۰، ۱۸۲، ۱۹۱۔
(۱۵) "تحریک آزادی ہند اور مسلمان" جلد اول از پروفیسر محمد مسعود احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۱۲۵، ۱۲۶ (حاشیہ)
(۱۶) ہفت روزہ "ہمدرد جہاں" کراچی بابت ۱۶ تا ۲۲ مئی ۱۹۸۳ء ص ۱۵۔
(۱۷) "تذکرہ حضرت ربانی ملت" از محمد سلمان عبد الحریر، ضلوی سلای مطبوعہ جبل پور (بھارت) ۱۹۸۵ء۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.CO

مولانا عبدالقدیر نعمانیؒ

مولانا عبدالقدیر نعمانی بن غلام محی الدین کی ولادت ۱۱ مئی ۱۹۱۱ء کو گجرات میں ہوئی۔ ایم اے انگلیات اور ایم اے اسلامیات کرنے کے بعد صحافت کو اپنا موضوع بنایا۔ پاکستان کی تعلیم کے دوران حمید نظامی (۱۹۱۵ء۔ ۱۹۶۲ء) سید محمد تھیم برنی (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۹۳ء) حکیم محمد انور بدایونی (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۷۷ء) مولانا محمد علی ہاشمی (۱۹۱۷ء۔ ۱۹۹۸ء) اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی سے شناسائی ہوئی جو ایک ارادت و محبت میں بدل گئی کہ جو بیعت ایک دوسرے کے ہو کر رہے۔ مولانا نیازی کے ساتھ مل کر آپ نے جناب مسلم لیگ قائد اعظم "کی ہیپورٹ کی۔ اور پھر پاکستان کی سرگرمی سے لئے پروان چڑھایا۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، "پاکستان ٹائمز" لاہور اور دیگر اداروں میں کام کر کے تحریک پاکستان کو جلا بخشی۔ "تحریک خلافت پاکستان گروپ" میں جن چند اشخاص نے سب سے پہلے شرکت کی ان میں آپ بھی شامل تھے۔ دوسرے لوگوں کے برعکس آپ نے کہا کہ وہ "خلافت پاکستان" کے قیام کیلئے اپنے آپ کو وقف کرتے ہیں اور اب تک اپنا عہد پورا کیا ہے۔ آپ نے شادی نہیں کی۔ اور ہمیشہ ازدواج سے منسلک نہیں ہوئے۔ چنانچہ آپ نے حلف کی پاسداری کی۔ تحریر میں زندگی گزاری۔ اپنے قلم کے تمام ذرائع تحریک پاکستان کے لئے وقف رکھے۔ رزق حلال کمایا۔ ساری عمر عسرت میں گزاری لیکن

اپنے قلم کا سودا نہ کیا۔ آپ تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن اور پنجاب کی سیاست کے چشم دید گواہ تھے۔

۱۹۴۵ء میں "کیبنٹ کمشن" کی ناکامی کے بعد جب قائداعظم (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) نے مجموعی انتخابات کے ذریعے مسلمانوں کی نمائندگی کا فیصلہ کرنا چاہا تو اسلامیان ہند بالخصوص مسلم طلباء سے امداد طلب کی کہ وہ مسلم لیگ کو کامیاب بنائیں تاکہ پاکستان کا حصول یقینی بن جائے۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی اس وقت اسلامیہ کالج لاہور میں صدر شعبہ علوم اسلامیہ تھے۔ انہوں نے طلباء کو اکٹھا کر کے اس پیغام کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ ان طلباء نے دیوانہ وار کام کیا اور سارے صوبے میں پھیل گئے بلکہ علی گڑھ کے طلباء تو صوبہ سرحد کے پہاڑوں اور جنگلوں میں دورے کرتے نظر آتے تھے۔ اس مہم میں مولانا عبدالقدیر نعمانی نے طلباء کی پوری پوری حوصلہ افزائی کی۔ اس سے قبل ۱۹۴۱ء میں "پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی" کی تحریک میں بھی آپ نے مولوی محمد ابراہیم علی چشتی (۱۹۱۷ء۔ ۱۹۶۸ء)، چوہدری نصر اللہ خاں ایڈووکیٹ (۱۹۱۶ء۔ ۱۹۵۷ء)، حکیم محمد انور بابری (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۷۷ء)، حمید نظامی (۱۹۱۵ء۔ ۱۹۶۲ء)، ابو سعید انور (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۸۴ء)، پروفیسر چوہدری محمد صادق (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۸۷ء)، ظفر اللہ خاں ملک المعروف زیڈ کے ملک (ء۔ ۱۹۹۲ء) میاں محمد شفیع (م ش ۱۹۱۴ء۔ ۱۹۹۳ء) غلام عالم شہید (۱۹۱۸ء۔ ۱۹۸۸ء) میاں کفایت علی (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۹۴ء)، پروفیسر منظور الحق صدیقی (۱۹۱۷ء۔ ء) خواجہ اشرف احمد (۱۹۱۶ء۔ ۱۹۹۵ء) و دیگر حضرات کے ساتھ مل کر نمایاں کردار ادا کیا۔

وفات سے کچھ عرصہ پہلے آپ اپنے بڑے بھائی محمد حیات کی علالت کی وجہ سے لاہور سے گجرات منتقل ہو گئے تھے۔ ۲۶ر مارچ ۱۹۸۶ء کو ان کے بھائی کا انتقال ہو گیا جس کا انہیں دلی دکھ ہوا۔ گردوں نے کام کرنا بند کر دیا تھا اور خون کا دباؤ بڑھ جانے سے ان کے دماغ کی شریان پھٹ گئی جس کی وجہ سے ۲۷ر اپریل ۱۹۸۶ء بروز اتوار چار بجے صبح ان کی رحلت ہو گئی۔ ۲۹ر اپریل ۱۹۸۶ء کو صبح ۸ بجے محلہ فتوپورہ گجرات میں ان کے بھائی کے مکان "حیات منزل" میں ختم قل کی

رسم ادا کی گئی۔

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور نے آپ کی رحلت پر ۳۰ر اپریل ۱۹۸۶ء کو یہ اداریہ لکھا:

"مولوی عبدالقدیر نعمانی جن کی زندگی کا زیادہ حصہ فری لانس صحافی کی حیثیت سے گزرا، ایک مختصر سی علالت کے بعد ۷۵ برس کی عمر میں آخرت کو سدھارے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نعمانی صاحب نے اعلیٰ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد باقاعدہ ملازمت کی بجائے صحافت کو اپنا مشغلہ بنایا۔ وہ مختلف اخبارات میں کالم اور مضامین لکھتے رہے۔ اُن کا پسندیدہ موضوع تین الاقوامی اور زیادہ تر قومی مسائل ہی تھے۔ مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد پر وہ اکثر قلم برداشتہ کالم اور مضامین لکھتے تھے۔ طبعاً نہایت خاموش اور متین قسم کے انسان تھے اور حسن خلق کی وجہ سے اُن کے احباب کا حلقہ کافی وسیع تھا۔ ایک عرصہ تک وہ ریڈیو پاکستان لاہور سے بھی منسلک رہے۔ آج کل اپنے بڑے بھائی کے بلاوے پر وہ گجرات میں رہائش پذیر تھے۔ پچھلے دنوں ان کے بڑے بھائی کا انتقال ہو گیا۔ اس کی وجہ سے وہ بہت ملول و افسردہ رہتے تھے۔ غالباً یہی صدمہ اُن کی موت کا باعث ہوا۔ "نوائے وقت" سے ان کا خاص تعلق تھا اور وہ قتاً فوقتاً بعض اہم موضوعات پر لکھتے رہے تھے۔ ادارہ اُن کے سوگواروں کے غم میں شریک اور اُن کی مغفرت کیلئے دعا گو ہے"۔

حضرت صابر بزاری آف کراچی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وصال کہا۔

تحریک پاکستان کے معروف رہنما — لاریب تھے وہ ارض صحافت کے اک نبی
صابر ملیں گے اب تو وہ میدان حشر میں — "عبدالقدیر عالم ذی احترام دیں"

۱۹۸۶ء

حوالہ

(۱) "مجاہدِ ملت" حصہ اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء ص ۵۳۔
(۲) "حیاتِ مشاہیرِ پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۱۵۱۔
(۳) "افتادگانِ خاک" گجرات از ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ مطبوعہ گجرات ۱۹۹۶ء ص ۹۲ تا ۹۳۔
(۴) "تحریکِ پاکستان اور علمائے صوبہ متحدہ" از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۳۰۔
(۵) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بتاریخ ۲۸ اپریل ۱۹۸۶ء، ۳۰ اپریل ۱۹۸۶ء، ۸ ستمبر ۱۹۸۶ء
(۶) روزنامہ "جنگ" لاہور بتاریخ ۹ مئی ۱۹۸۶ء۔ "سوانحی کاکام گریبان"

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.CO

علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ

علامہ سید احمد سعید کاظمی بن سید محمد عزیز کاظمی کی ولادت ۱۳ مارچ ۱۹۱۳ء کو امروہہ ضلع مرادآباد (یوپی، بھارت) میں ہوئی۔ سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ امام علیہ السلام میں سادہ پوری سے محروم ہو گئے۔ آپ کے والد ماجد اور اکبر سید محمد خلیل کاظمی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۷۰ء) نے فرقانی اور دینی سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کر کے اپنی کے اسی حق پر فائز ہوئے۔ دستار بندی کی تقریب شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی (۱۸۵۰ء۔ ۱۹۳۶ء) نے فرمائی اور اس تقریب میں مولانا سید حسین رامپوری (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۳۳ء)، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۴۸ء)، مولانا نثار احمد کانپوری (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۳ء) اور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان بریلوی جلوہ افروز تھے۔

فراغت کے بعد کچھ عرصہ جامعہ نعیمیہ لاہور میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۳۱ء میں امروہہ واپس چلے گئے اور چار سال تک امروہہ کے مدرسہ محمدیہ میں تدریس فرماتے رہے۔ ۱۹۳۵ء میں ملتان تشریف لے گئے اور مدرسہ انوار العلوم کی بنیاد رکھی۔ علم و عرفان کی شمعیں جلائیں، طالبان حق آپ کے شرف تلمذ اور سعادت کے جام لنڈھانے لگے۔

آپ نے تحریک پاکستان میں بھی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ ۱۹۳۵ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور پھر مسلم لیگ کے سٹیج سے قیام پاکستان کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔ ملتان ڈویژن میں مسلم لیگ کو فعال بنانے کے لئے طوفانی دورے کئے۔ ۱۹۴۶ء میں اسلامیہ ہال بیرون موچی دروازہ لاہور میں ہونے والے مسلم لیگ کی جلسوں کو روکنے کی اور اپنی جادو بیانی سے اہالیان لاہور کو نظریہ پاکستان کا والا و شیدا بنا دیا۔ ۱۹۴۶ء میں قرارداد پاکستان کی توثیق کے لئے بمبئی کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت کی۔ جس زمانہ میں کانگرسی اور احراری علماء سر دھڑ کی بازی لگا کر پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے، اس وقت آپ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) کی زیر قیادت الگ قومیت اور آزاد پاکستان کے لئے سعی مسلسل اور جہد پیہم کر رہے تھے۔ کانگرسی اور احراری مقررین کے کچ اعتراضات کے جوابات دینے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

۱۹۴۸ء میں آپ نے جمعیت علماء پاکستان کی بنیاد رکھنے کے لئے ملتان میں علماء اہلسنت کا کنونشن بلایا جس میں مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۶۱ء) کو صدر اور آپ کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ اہلسنت کو منظم کرنے میں فعال کردار ادا کیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۶۳ء تا ۱۹۷۴ء "جامعہ اسلامیہ بہاولپور" میں شیخ الحدیث کے عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ اکتوبر ۱۹۷۸ء میں ملتان میں "کل پاکستان سنی کانفرنس" کا انعقاد کر کے سوئے ہوئے سنیوں کو بیدار کیا۔ ملک کے طول و عرض میں دورے کر کے مقام مصطفےٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے سرگرم عمل رہے۔ بالآخر علم و عمل اور شریعت و طریقت کا یہ آفتاب ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ مطابق ۴ جون ۱۹۸۶ء بروز بدھ ملتان کی زمین میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

ابو الظاہر فدا حسین فدا مدیر "مہر و ماہ" لاہور نے یہ قطعہ تاریخ وفات کہا۔

کس نے جانا؟ کون تھا، کیا تھا وہ مرد حق نیوش
کیا سمجھ پائے گا کوئی حال و قال کاظمی
ان کے اٹھ جانے سے علم و فضل ہیں وقف فغاں
اب کہاں سے ڈھونڈ کر لائیں مثال کاظمی

عامل قرآں تھے وہ اور عالم فقہ ، صدیقہ
مشعل راہ ہدیٰ فضل و کمال کا تھی
خدا یاں حق بھی حاضر تھے بہ ہنگام نزع
اللہ اللہ کیا ہوا روشن مآل کا تھی
آپ تھے مہر و مودت کا سراپائے حسیں
پیکر اخلاص و خلق و صدق تل کا تھی
اے فدا ہاتف نے مجھ سے کہہ دیا بے ساختہ
"رحلت شاہ زماں" سال وصال کا تھی

۱۴۰۶ھ

خان شاہد آبر آبادی ثم کراچوی (ف ۱۹۹۴ء) نے بھی یہ تاریخ کہی۔

اب سے گئے وہ خلد کو شاہد یہ فکر تھی کوئی ملے تو پوچھوں وہ کیسے ہیں خلد میں
دیکھا جو مضطرب مجھے تاریخ بول اٹھی "احمد سعید کاظمی اچھے ہیں خلد میں"

۱۹۸۲ء

ماخذ

(۱) "مقالات سعیدی" از مولانا غلام رسول سعیدی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۲۷۶ تا ۲۹۳۔

(۲) "تعارف علماء اہلسنت" از مولانا محمد صدیق ہزاروی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۳۲۶ تا ۳۲۔

(۳) "مقالات کاظمی" جلد اول از سید احمد سعید کاظمی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۱۰ تا ۱۹ (مقدمہ)

(۴) "تحفۂ شیریں یادیں" از شیخ ریاض پرویز مطبوعہ ملتان ۱۹۷۷ء ص ۱۵۶ تا ۱۵۸۔

(۵) "تاریخ ملتان" جلد دوم از مولانا نور احمد خان فریدی مطبوعہ ملتان ۱۹۷۳ء ص ۳۸۳۔

(۶) "آئینہ ملتان" از منشی عبدالرحمن خان مطبوعہ ملتان ۱۹۷۲ء ص ۴۷۔

(۷) "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص

۵۲:۵۱۔

(۸) "مصدر التواریخ" ابوالطاہر خدا حسین خدا مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء ص ۵۸۔

(۹) ماہنامہ "السعید" ملتان بابت مارچ ۱۹۹۵ء، فروری ۱۹۹۶ء، فروری ۱۹۹۷ء متفرق صفحات۔

(۱۰) "جلوہ خورشید" فرزند خان شاہ آبادی مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء ص ۱۵ء

(۱۱) ماہنامہ "السعید" ملتان بابت فروری ۱۹۹۹ء ص ۱۰۳، ۱۰۴ء

(۱۲) "رپورٹ تحقیقات عدالت ۱۹۵۳ء" ص ۲۸۲، ۲۸۳۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا محمد بخش مُسلم بی اے

مولانا محمد بخش مُسلم بن میاں پیر بخش ۱۸ فروری ۱۸۸۷ء مطابق ۲۳ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ بروز جمعۃ المبارک چھتہ بازار لاہور میں پیدا ہوئے۔ اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ لاہور سے میٹرک کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے ادیب عالم اور مولوی فاضل کے امتحانات امتیازی حیثیت سے پاس کیے۔ ۱۹۱۵ء میں بطور پرائیویٹ امیدوار بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ مولانا محمد ذاکر بجوی (۱۸۷۵ء۔ ۱۹۱۲ء) مولانا اصغر علی روحی (۱۸۶۷ء۔ ۱۹۵۴ء) مولانا غلام مرشد (۱۸۹۴ء۔ ۱۹۷۹ء) کے دیگر علماء سے دینی تعلیم حاصل کی۔

تحریک خلافت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۱۹ء میں علماء نے فتویٰ دیا کہ انگریز کی نوکری حرام ہے، مولانا مسلم نے اسی موضوع پر گجرات میں تقریر کی تو ڈپٹی کمشنر گجرات نے ضلع بدر کر دیا۔ گویا یہ انگریز سے بغاوت کی ابتدا تھی۔ روزنامہ "سیاست" اور روزنامہ "زمیندار" لاہور میں ۳۱ برس ملازمت کی۔ "محکمہ امداد باہمی" کے مجلہ "امداد باہمی" کے مدیر بھی رہے۔ مختلف طریقوں سے ۱۹۵۶ء تک صحافت سے وابستہ رہے۔

۱۹۳۰ء میں باقاعدہ خطابت کا آغاز کیا۔ خطابت کے علاوہ شاعری کے شغل کو بھی اپنائے رکھا۔ مسلم مسجد لوہاری گیٹ لاہور کی بنیاد، تعمیر و ترقی اور تکمیل انہی کے ہاتھوں

ہوئی۔ اور جو مرتے دم تک اسی مسجد میں خطبات کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کی بھرپور خدمت کرتے رہے اور علامہ اقبالؒ (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) کی خدمت میں حاضری کا شرف بھی حاصل تھا۔

تحریک پاکستان میں مولانا مسلم نے بڑا فعال کردار ادا کیا۔ ۱۹۴۳ء میں محرم الحرام کے جلسہ کے سلسلہ میں بھیلی گئے تو وہاں صوبائی مسلم لیگ کے صدر الحاج یوسف کمی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے مولانا مسلم کو مسلم لیگ میں شمولیت کی دعوت دی۔ مولانا مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور پھر دیوانہ وار تحریک پاکستان کیلئے کام کیا۔ اسی زمانے میں "مظلوم قوم" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں مسلمانوں کی زبوں حالی کا ذکر کیا گیا ہے۔

مارچ ۱۹۴۰ء میں اجلاس قرارداد پاکستان منعقدہ اقبال پارک لاہور میں شرکت کی اور پھر مسلم لیگ کے پیغام کو ملک کے طول و عرض میں پہنچانے کے لئے سرگرم ہو گئے۔ جمعۃ المبارک کے خطبات میں اپنی مدلل تقاریر سے مسلمانوں میں تحریک پاکستان کے مقاصد کو اجاگر کیا۔ دیہاتی لوگوں کو مسلم لیگ کا حامی بنانے کے لئے آپ بڑی سادہ سی بات کہتے کہ "مسلم لیگ کفر اور اسلام کے درمیان "لیک" ہے۔ (پنجابی میں "لیک" "خط" "لکیر" کو کہتے ہیں۔) آپ کی اس سادہ سی بات سے عام دیہاتی کی سمجھ میں مسلم لیگ کا منشور واضح ہو جاتا تھا۔

مسلم لیگ کے لئے مولانا مسلم کی مخلصانہ خدمات کا ذکر لاہور کے مشہور جانثار مسلم لیگی میاں فیروز الدین احمد (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۴۶ء) نے حضرت قائداعظم (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) سے کیا تو قائداعظم نے کہا مسلم صاحب کو میرے پاس لاؤ، میں ملنا چاہتا ہوں۔ قائداعظم ان دنوں "ممدوٹ ولا" میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ میاں فیروز الدین احمد نے مولانا مسلم کو "ممدوٹ ولا" لے جا کر ملاقات کرائی تو قائداعظم بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

"ان جیسے علماء یقیناً تحریک پاکستان کی کامیابی کا باعث بنیں گے۔"

۱۹۴۲ء میں مولانا مسلم، حضرت قائداعظمؒ کے حکم پر روزنامہ "ڈان" دہلی کے

اجراء کے سلسلہ میں چندہ لینے کے لئے کھیاواڑ گئے۔ وہاں کے معروف تاجر طاہر محمد جانو اور علی سیٹھ نے کہا کہ ہمیں پسند نہیں کہ آپ جلسہ میں چندہ مانگیں۔ ہمیں بتائیں کہ "دارالعلم" کے علاقے سے آپ کتنا روپیہ لینا چاہتے ہیں۔ مولانا مسلم نے جواب دیا کہ قائداعظم کی ہدایت کے مطابق تین لاکھ ان جیالوں نے پانچ لاکھ روپیہ پیش کر دیا۔ قائداعظم نے صرف تین لاکھ لیا۔ باقی دو لاکھ انہیں واپس کر دیا۔ جسے انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ قائداعظم نے حکم دیا کہ اسے "دارالعلم" کی "مسجد فاروق" کو دے دیا جائے۔

۱۹۴۳ء، ۱۹۴۴ء اور ۱۹۴۵ء میں مولانا مسلم ایک ایک ماہ کیلئے دھورا جی (کاٹھیاواڑ) تشریف لے جاتے رہے۔ وہاں کے آباد مسلمانوں کا شمار امیر ترین لوگوں میں ہوتا تھا۔ مولانا مسلم نے انہیں مسلم لیگ میں شامل کرنے اور کراچی میں کاروبار کرنے کیلئے انتھک محنت کی۔ بفضل خدا نتیجہ خاطر خواہ نکلا اور یوں مسلم لیگ مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی۔

۱۹۴۶ء میں پھلور ضلع جالندھر (حال مشرقی پنجاب، بھارت) میں "مجلس احرار" نے ایک جلسہ کیا اور دعوے کے ساتھ کہا کہ "پاکستان قائم نہیں ہوگا۔" مسلمانوں کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ انہوں نے لاہور سے نوابزادہ رشید علی خاں (۱۹۰۴ء۔ ۱۹۷۴ء) اور مولانا مسلم کو بلایا۔ پہلے ان کا شہر کے بازاروں میں بڑا شاندار جلوس نکالا گیا۔ پھر پرانی منڈی میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں ہر دو حضرات نے پاکستان کے حق میں پرزور اور مدلل تقریریں کیں۔ مولانا مسلم کی تقریر نے تو سماں باندھ دیا۔ رائے عامہ ہموار ہو چکی تھی اور یوں احراریوں کو ذلت آمیز خفت اٹھانا پڑی۔

جنوری ۱۹۴۷ء میں خضر حیات ٹوانہ (۱۹۰۰ء۔ ۱۹۷۵ء) وزیراعظم پنجاب کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلی تو مولانا مسلم نے پیش پیش رہ کر تحریک کو کامیاب کرنے کی سعی کی۔ دوسرے لیڈروں کے ساتھ گرفتار ہو کر سنٹرل جیل لاہور میں ایک ماہ قید و بند کی صعوبتوں سے نبرد آزما رہے۔

قیام پاکستان کے بعد بیس سال تک ہفت روزہ "استقلال" لاہور کے ایڈیٹر رہے۔ ۱۹۴۸ء میں جمعیت علماء پاکستان کی تاسیس ہوئی تو آپ بانی رکن اور پہلے سیکرٹری نشر و اشاعت بنے اور استحکام پاکستان کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا گیا۔ گوناگوں مصروفیات کے

باوجود مندرجہ ذیل کتابیں بھی لکھیں۔ "کتاب الاخلاق"، "آدمی کی انسانیت"، "تعلیم الاسلام"، "روزہ اور اس کا فلسفہ"، "غزوہ بدر"، "مسلمانوں کی زبوں حالی"، "مظلوم قوم"، "ختم نبوت"، "خطبات نبوی"، "تحریک پاکستان، مسلم لیگ اور جناح"۔

۱۷ر فروری ۱۹۸۷ء مطابق ۱۸ر جمادی الاثانی ۱۴۰۷ھ بروز منگل آپ کی وفات ہوئی۔ فخر الشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنی بنا کردہ مسلم مسجد کے جنوب مغربی گوشے میں ایک تہہ خانے میں سپرد خاک ہوئے۔

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور نے اپنی اشاعت ۱۹ر فروری ۱۹۸۷ء میں "مولانا مسلم کا انتقال پر ملال" کے عنوان سے مندرجہ ذیل اداریہ لکھ کر یوں خراج تحسین پیش کیا:

> "تحریک پاکستان کے معروف کارکن اور نامور عالم دین مولانا محمد حشم مسلم گذشتہ روز لاہور میں انتقال کر گئے۔ اُن کی عمر ایک سو سال تھی۔ مولانا مرحوم کا شمار اُن علماء میں ہوتا تھا۔ جنہوں نے جدوجہد آزادی اور قیام پاکستان کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور مسلم لیگ کے ایک پُرجوش مبلغ کارکن کی حیثیت سے اسلامیان برصغیر کو دو قومی نظریہ کی اہمیت وافادیت سے آگاہ کیا۔ وہ ایک خوش الحان مقرر کی حیثیت سے پنجاب کے علاوہ دوسرے صوبوں میں بھی مقبول تھے اور اپنی اس مقبولیت کو انہوں نے ہمیشہ ملک و قوم میں اتحاد و یگانگت کے جذبات کے فروغ کے لئے استعمال کیا۔ اپنی مرنجاں مرنج طبیعت اور صلح کل مشرب کے سبب ان کا تمام مکاتب فکر میں احترام کیا جاتا تھا۔ اور وہ عمر بھی امت کو اتفاق و اتحاد کی تلقین کرتے رہے۔ مولانا مرحوم کو یہ فخر بھی حاصل تھا کہ وہ علامہ اقبال اور قائداعظم کے جانثار ساتھیوں میں سے تھے اور اپنی اس حیثیت میں انہوں نے مسلم لیگ کا پیغام برصغیر کے طول و عرض میں پہنچایا تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی اسلام کی تبلیغ اور اصلاح معاشرہ کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ اُن کی وفات سے تحریک پاکستان کا ایک ہیرو اور اسلام کا انتہائی مخلص مبلغ ہم سے جدا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عاشق رسول (ﷺ) کو اپنے جوار

رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔"

بہت سے شعراء نے آپ کی وفات حسرت آیات پر قطعات تاریخ لکھے۔ طوالت صرف اور اطناب قدامہ پر "مہر و ماہ" لاہور اور جناب محمد حسن میرانی نوشاہی کی بہاولپور حضرت صابر براری ثم کراچوی کے قطعات نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱)

پیر صد سالہ محمد عشق آہا — دہر فانی سے گئے وہ بے گمان
کامرانی سے ہوئے وہ ہمکنار — مل گئی ان کو حیات جاوداں
قاطع الاہ و کفر و شرک تھے — مسلک سنت کے وہ روح رواں
سر میں تھا سودائے عشق مصطفیٰ — درد ملت کی تڑپ دل میں نہاں
صاحب علم و عمل، واعظ، خطیب — عظمت دین متیں کے پاسباں
اہل دل، اہل نظر، جان شعور — علم و حکمت کا وہ بحر بیکراں

کر رقم ان کا سن رحلت فدا
"قلزم دیں مسلم خلد آشیاں"

_____ ۱۴۰۷ھ _____

(۲)

وہ محمد عشق مسلم خوش خصال — تھے خطات کے مسلم بادشاہ
دین کی خدمت بڑی وہ کر گئے — چھوڑ کر دنیا کو، لی جنت کی راہ
سال رحلت لب پہ آیا حسن — "چل بسے ہیں مسلم ذی شان آہ"

_____ ۱۴۰۷ھ _____

(۳)

حضرت صابر براری ثم کراچوی نے بھی تاریخ کہی۔

کیوں نہ ہو ان کی جدائی ہم کو شاق — تھے محمد عشق اک عالی صفات
ہے یہ صابر ان کا سال انتقال — "مسلم شیریں زبان و نیک ذات"

_____ ۱۹۸۷ء _____

ماخذ

(۱) "سفر نامہ ہند" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء ص ۴۸۷۔
(۲) "جامع اردو انسائیکلو پیڈیا" جلد دوم "از شیخ غلام علی اینڈ سنز مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء ص ۵۲۔۱۴۵۱۔
(۳) "اشاریہ نوائے وقت" (۱۹۴۴ء۔۱۹۴۷ء) از سید فراز حسین مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۴۶۔
(۴) "خفتگان خاک لاہور" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۴۹۸۔
(۵) "قرار داد پاکستان صحافتی محاذ پر" از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۹۰ء ص ۲۷۳۔
(۶) "عظیم قائد عظیم تحریک" جلد دوم از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص ۹۲۸۔
(۷) "قائد اعظم خطوط کے آئینے میں" از خواجہ رضی حیدر مطبوعہ کراچی ۱۹۸۵ء ص ۹۵۔
(۸) "معدن التواریخ" از ابو الطاہر فدا حسین فدا مطبوعہ لاہور ۱۹۹۲ء ص ۶۳۔
(۹) "قندیل تواریخ" از محمد حسن میرانی مطبوعہ بہاولپور ۱۹۹۱ء ص ۱۹۳۔
(۱۰) ماہنامہ "کنز الایمان" لاہور، "تحریک پاکستان نمبر" بابت اگست ۱۹۹۵ء ص ۱۵۵، ۱۷۲، ۱۸۴، ۲۱۳۔
(۱۱) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۱۲/ ۱۹/ ۲۱/ فروری۔ ۶/ مارچ ۱۹۸۷ء۔
(۱۲) ہفت روزہ "الہام" بہاولپور بابت ۷/ اپریل ۱۹۸۷ء ص ۴۔
(۱۳) "شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا" از مقصود الیاس، محمد ناصر مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۲۱۳۔
(۱۴) "تحریک آزادی میں پنجاب کا کردار" از ایم جے اعوان مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۳ء ص ۲۵۰۔
(۱۵) "بقائے دوام" از سجاد مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء ص ۵۸۔
(۱۶) "جب امرتسر جل رہا تھا" از خواجہ افتخار مطبوعہ ۱۹۸۲ء ص ۸۶، ۱۷۳۔

(۱۷) "مجلہ لب جو" گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ، "گولڈن جوبلی نمبر ۱۹۹۷ء" ص ۲۶، ۱۹۴، ۹۰۴۔

(۱۸) "تاریخ رفتگاں" جلد دوم از صابر براری مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء، ص ۱۲۱۔

(۱۹) "آہنگ بازگشت" از محمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۱۴۵۔

(۲۰) "تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور" از اقبال احمد فاروقی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۳۷۵، ۳۰۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.CO

مولانا صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتیؒ

صاحبزادہ سید محمود شاہ بن آفتاب ولایت پیر سید ولایت شاہ (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۷۰ء) کی ولادت باسعادت ۱۹۲۲ء میں گجرات میں ہوئی۔ والد گرامی کے "مدرسہ تجوید قرآت مسجد حاجی پیر بخش گجرات" سے قرآن پاک حفظ کیا اور ساڑھے گیارہ سال کی عمر میں پہلی بار نماز تراویح میں قرآن پاک سنایا۔ ساتویں جماعت تک سکول میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ خدام الصوفیہ گجرات میں دینی تعلیم حاصل کرنے لگے جہاں شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی (۱۹۱۰ء۔ ۱۹۷۰ء) نے انہیں بڑی محنت و کاوش سے پڑھایا۔ علامہ ہزاروی کی وفات کے بعد آپ نے دارالعلوم "حزب الاحناف لاہور" میں داخلہ لے کر سند فراغت حاصل کی۔

صاحبزادہ سید محمود شاہ نے ۱۹۳۹ء میں سنوسنی ہند امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) کے دست مبارک پر سعادت بیعت حاصل کی اور انہی کے ارشاد گرامی پر مسلم لیگ میں شامل ہو کر ایک کارکن کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے آپ میں جرأت و بیباکی کے آثار دیکھ کر آپ کی پشت مبارک پر تھپکی دیتے ہوئے فرمایا تھا:۔

"یہ علماء اہلسنت میں نڈر، بیباک اور حق گو عالم اور لیڈر ہوگا۔"

چنانچہ آپ علماء میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے اور بڑے سے بڑے جابر حکمران کے سامنے بھی کلمہ حق بلند کرنے سے گریز نہ کیا۔

۱۹۴۴ء میں آپ "پنجاب مسلم لیگ" کے ممبر منتخب ہوئے۔ شب و روز تحریک پاکستان کے لئے سرگرم عمل رہے۔ طویل دورے کر کے ہر جگہ نظریہ پاکستان کا پرچار کیا اور لوگوں تک مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ ۱۹۴۶ء کی سول نافرمانی کی تحریک میں سب سے پہلے جیش لے کر جیل گئے۔ یہ وہ دور تھا جب گجرات کے بڑے بڑے سیاسی لیڈر بیوروکریٹ اور بڑے بڑے علماء مجلس احرار اور کانگرس میں شامل تھے۔ جب آپ ڈسٹرکٹ جیل گجرات گئے تو اس وقت آپ سے پہلے میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ (۱۹۱۶ء۔ ۱۹۹۵ء) میاں عبدالباری (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۶۸ء) نوابزادہ مسعود علی (۱۹۰۷ء۔ ۱۹۵۸ء) اور سابق صدر پاکستان چوہدری فضل الٰہی (۱۹۰۴ء۔ ۱۹۸۲ء) جیل میں موجود تھے۔ جیل میں ۱۲ ربیع الاول شریف کا دن آیا تو صاحبزادہ سید محمود شاہ اور ان کے ساتھی پریشان اور بے قرار ہو گئے کہ ہم عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس میں شرکت نہ کر سکیں گے۔ آپ کے والد گرامی حضرت پیر سید ولایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ جلوس کی قیادت فرما رہے تھے۔ جب وہ تیس ہزار کے قریب شمع رسالت کے پروانوں کا جلوس لے کر جیل کے قریب پہنچے تو جونہی جلوس کی آواز جیل میں پہنچی، سیاسی کارکنوں میں ایک نیا اسلامی جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا۔ نوجوان جیل کی کوٹھڑیوں پر چڑھ گئے اور صاحبزادہ صاحب کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور جیل کی چھتوں کو نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے ہلا دیا۔ آپ نے تقریر کرنے کی خواہش ظاہر کی تو شمع رسالت کے پروانے جیل کی دیواروں سے لگ گئے۔ میاں ممتاز دولتانہ نے آپ کو تقریر کرنے سے روکا کہ کہیں سزا طویل نہ ہو جائے مگر آپ نے تمام قانونی حدود و قیود کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تقریباً آدھ گھنٹہ تقریر فرمائی۔ آپ نے کہا کہ:۔

"اب وقت آگیا ہے کہ مسلمان پاکستان حاصل کر کے رہیں گے۔ اب یہ تحریک کہیں نہیں رک سکتی۔"

آپ کی تقریر اس قدر جامع اور موثر تھی کہ جیل کے اندر اور باہر ہر طرف نعرے لگ رہے تھے۔ جیل کے سامنے انگریز ایس پی مسٹر واکل اور ہندو ڈپٹی کمشنر وزیر چند، بیکنوں ڈوگرا اور سکھ سپاہیوں کے ساتھ کھڑے منہ دیکھتے رہ گئے۔ شرکاء جلوس نے

گویں اور تحریکوں کی بنیاد بنے جیسے "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ" کے نعرے لگے۔ ختم نبوت کی تحریک یہ جلوس پورے ملک میں پھیل گیا۔

پاکستان بننے کے بعد مہاجرین کی آباد کاری میں سرگرم حصہ لیا۔ ۱۹۴۸ء میں شریف (۱۹۴۲ء تا ۱۹۵۰ء) کی زیر قیادت جماعت تنظیم میں تبدیلیاں کر دی گئیں۔ ۱۹۴۹ء میں آخری بار جماعت کا اجلاس ہوا۔ جولائی ۱۹۵۲ء میں پنجاب مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں احمدیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے متعلق قرارداد پیش کی گئی۔ ۲۲ جولائی کو یہ قرارداد اکثر کے مقابلے میں ۳۲ ووٹ عظیم اکثریت سے منظور ہوئی۔ اس قرارداد میں کہا گیا کہ عقیدہ ختم نبوت کے متعلق مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلافات جاری ہیں اور ان اختلافات کی وجہ سے یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ دستور پاکستان میں احمدیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں جماعت نے حصہ لیا اور مطلع تحریک کے سربراہ بنے گئے۔ قیدوبند کی صعوبتوں سے نبرد آزما ہوئے۔ ۱۹۵۸ء تک پنجاب مسلم لیگ اور آل پاکستان مسلم لیگ کے نیر رہے۔ بعد میں مسلم لیگ میں انتشار اور جماعت کی وحدت ختم ہو گئے اور جمعیت علماء پاکستان میں شمولیت اختیار کر لی۔ صدر محمد ایوب خاں (۱۹۶۰ء تا ۱۹۶۹ء) کی آمریت کے خلاف اٹھے ہے اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی (۱۹۱۵ء تا ۱۹۷۰ء) کے ساتھ مل کر ایوبی جبر و استبداد کے خلاف آواز بلند کرتے رہے۔ ۱۹۶۸ء میں دوبارہ تحریک ختم نبوت چلی تو مجلس عمل کے تحفظ سربراہ رہے۔ ۱۳ جولائی ۱۹۶۸ء کو گرفتار ہوئے۔ گجرات، میانوالی اور سیالکوٹ کی جیلوں میں سخت بیماری کاٹتے رہے۔ ۱۳ ستمبر ۱۹۶۸ء کو سیالکوٹ جیل سے رہا ہوئے۔

ذوالفقار علی بھٹو (۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۷ء) کے دور حکومت میں تحریک ختم نبوت نے زور پکڑا جس کے نتیجہ میں ۱۹۷۴ء تک حکومت کی پالیسیوں پر تنقید کرتے ہوئے اپنے حقوق کی خاطر کی گئی تحریکوں میں سرگرم حصہ لیا۔ پیپلز پارٹی کے دیرینہ ساتھی ہونے کے باوجود ۱۹۷۴ء میں ختم نبوت کی تحریک میں بھٹو کے خلاف ڈٹ گئے۔ مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کے علاوہ مولانا محمد داؤد غزنوی کے ان چند قراردادوں سے تھے جنہوں نے ختم نبوت کی مسلمانوں کو یاد دلاتے ہوئے حکومت پر کڑی تنقید کی۔ آپ نے ان کو ستانی طور پر گوجرانوالہ شہر کی دیواروں سے لکھوایا مگر انہوں نے حق گوئی و بیباکی

کے بارے میں کیا کہا تھا سے نہ پوچھو۔

۱۴۔ ۱۵ جولائی ۱۹۷۸ء کو تحفظ ناموس رسالت کانفرنس لاہور میں "تحریک تحفظ ختم نبوت" کا ایک تو آپ نے اس تحریک کے دوسرے سربراہ سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

"تحریک پاکستان میں مکمل آزادی کی تحریک کے قائد تھے ان کے ان کے ساتھیوں کا کسی نام نہاد پاکستان نہ تھا اور آج یہ لوگ پاکستان کے نام لیوا بنے ہوئے ہیں کوشش کر رہے ہیں حالانکہ ان کے نظریات شروع ہی سے پاکستان دشمن ہیں۔"

پھر آپ نے دو ٹوک الفاظ میں اعلان کیا کہ۔

"ہم یہ جنگ لڑنے کے لئے تیار ہیں ہم اپنی جانیں دینے کے لئے تیار ہیں ہم اپنی جانیں دینے کے لئے تیار ہیں کہ ختم نبوت کی پوری تحریک کے تمام لیڈر اور ہر کارکن وہ راہ حق اپنی جانیں دے کر بچھوا دیں۔"

اس کے بعد عوام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"عوام کو اب قربانیاں دینے کے لئے تیار ہو جانا چاہیے اور کفر پھیلانے والوں کا مقابلہ کرنا چاہیے۔"

۱۹۷۸ء میں مولانا شاہ احمد نورانی کی طرف سے جمعیت علماء پاکستان پر آمر ضیاء الحق کے خلاف آواز بلند کی جو مولانا نورانی اور ان کے بعض مخصوص ساتھیوں کو بالکل اچھی نہ لگی۔ نتیجتاً صاحبزادہ صاحب نے جمعیت علماء پاکستان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور اپنی ساری توانائیاں تنظیم کا ہوں میں صرف کر دیں۔ اور پھر بالآخر تحفظ ختم نبوت کے ساتھ ساتھ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی تحریک بھی شروع کر دی۔ جو بفضلہ تعالیٰ پھیلتے پھیلتے اب اس حد تک ان تمام لوگوں میں مقبول ہو گئی ہے۔

صاحبزادہ سید محمود شاہ نے جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی نائب صدر کی حیثیت سے مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور غلام مصطفیٰ ﷺ کے نعرے لگائے تھے جن کی بازگشت ابھی تک ان کے کانوں میں گونج رہی ہے اور اسی کے ذریعے انہوں نے "ہم محمد ﷺ سے ابھی لیلیٰ" کے نعرے لگائے تھے جن کی بازگشت ابھی تک ان کے کانوں میں گونج رہی ہے اور خطابت کا جو انداز انہوں نے اختیار کیا تھا وہ بھی بالکل وہی تھا جو حکیم الامت علامہ اقبال (۱۸۷۷ء تا ۱۹۳۸ء) کے اشعار جھوم جھوم کر پڑھنے والے مجمعوں کے قلب و جگر میں بجلی کی لہر دوڑا دیتا ہے۔ راقم کو ان کی تقاریر سننے کا اتفاق

ہوا لیکن ہر دفعہ دوبارہ ہنسنے کی تکلیفی باقی رہی۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۲۸ ذیقعدہ ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۵ ستمبر ۱۹۸۰ء روز ہفتہ صبح سات بجے دل کی حرکت قلب بند ہونے کے ہوئی۔ والد گرامی کے پہلو میں محلہ علی پورہ گجرات میں آخری آرام گاہ بنی۔ حضرت صابر بزرگی ثم گجراتی نے یہ قطعہ تاریخ وفات کہا۔

"صبیح یہاں صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی نقشبندی"

_____ ۱۹۸۰ء _____

تھی جہاں پاک میں نکہت فشاں گلشن شاہ ولایت کی کلی
تھا ہر اک کے دل میں جس کا احترام آہ وہ ہستی جہاں سے اٹھ گئی
روح تحریک نظام مصطفےٰ بانیٔ تھی ذات اقدس آپ کی
وہ سیاستداں بھی تھے عالم بھی تھے تھے مقرر بھی وہ تھے پاک باز بھی
آپ ہیں صابر، سکن خلد بریں
حضرت محمود شاہ صابر ولی"

_____ ۱۹۸۰ء _____

_____ حاشیہ _____

(۱) تحریک پاکستان جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۲۲۲ تا ۲۲۵۔

(۲) شیخ دین اور سیرت از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور (قصور) ۱۹۸۰ء ص ۷ تا ۲۲۔

(۳) [illegible] مطبوعہ گجرات ۱۹۸۰ء ص ۲۲۹ تا ۲۳۱۔

(۴) [illegible] مطبوعہ گجرات ۱۹۸۰ء ص ۲۳۲ تا ۲۳۵۔

(۵) [illegible] مطبوعہ گجرات ۱۹۸۰ء ص ۲۳۶ تا ۲۳۸۔

(۶) [illegible] مطبوعہ گجرات ۱۹۸۰ء ص ۲۳۹ تا ۲۴۰۔

(۷) [illegible] مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۸۰ء ص [illegible]

WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا بشیر احمد اخگرؒ

مولانا بشیر احمد اخگر بن مولوی حامد شاہ (۱۹۰۹ء ۔ ۱۹۳۳ء) کی ولادت ۱۹۰۹ء میں ریاست جموں و کشمیر میں ہوئی۔ جہاں ان کے والد بسلسلہ تبلیغ دین مقیم تھے۔ اصل وطن کرلالہ تحصیل شکر گڑھ ضلع سیالکوٹ تھا۔ ۱۹۲۷ء میں انگلستان سے واپسی پر مولانا عبیداللہ سندھی (۱۸۷۲ء ۔ ۱۹۴۴ء) سے ملتے ہیں۔ دینی تعلیم پانے کے بعد دارالعلوم انجمن نعمانیہ امرتسر اور دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔ ۱۹۳۲ء میں بی اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ ۱۹۳۳ء میں تعلیم ایم اے او کالج امرتسر کے میگزین "اطفال" کے انگریزی حصہ کے مدیر رہے۔ متعدد سوسائٹیوں کے صدر اور جنرل سیکرٹری منتخب ہوتے رہے۔ ۱۹۳۳ء میں سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے بی ٹی کیا۔

کالج میں دوران تعلیم مسلم لیگ سے تعلق پیدا ہوا۔ ۱۹۳۴ء میں باقاعدہ کام کرنے اور تقریر و تحریر کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ۱۹۳۶ء میں "پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے بانی ممبران میں سے تھے۔ ۱۹۳۷ء میں "پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" نے مسلمان طلباء کو منظم کرنے کی تو اس کی کامیابی کیلئے محمد یوسف جعفری، پیر حسام الدین، شیخ عبدالعزیز کھیلی کے ساتھ مل کر کام کیا۔ ۱۹۳۷ء (۱۹۱۳ء ۔ ۱۹۸۹ء) کے ساتھ سیالکوٹ کے اکثر دیہات میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کیں۔ ۱۹۳۷ء سے ۱۹۳۸ء تک پنجاب مسلم لیگ کونسل کے ممبر، ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۳ء تک تحصیل مسلم لیگ شکر گڑھ

کے صدر اور آل انڈیا مسلم لیگ کے رکن رہے۔

آپ کی مذہبی قطع متشرع زبان میں اردو اور اس کی وجہ سے اردو اور بنگالی میں یکساں مقبولیت بے حد کامیاب رہا کرتی تھی۔ تحریک پاکستان کو عوام کے دلوں میں بٹھانے میں ان کے قلم نے اور زبان نے بڑا کام کیا۔ ۲۸ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۳ء کو سیالکوٹ میں پنجاب مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا جس میں حضرت قائداعظم (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) نواب زادہ لیاقت علی خان (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۱ء) سر عبدالرب نشتر (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۵۸ء) مولانا عبدالقادر بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) نواب افتخار حسین محمود (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۶۲ء) ملک برکت علی (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۴۶ء) میاں عبدالحق محمد خان دولتانہ (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۶۲ء) رانا شمشیر علی خان (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۴۳ء) میر غلام بھیک نیرنگ (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۷۶ء) قاضی محمد عیسیٰ (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۷۶ء) سید غلام مصطفیٰ شاہ خانہ گیانی (۱۸۹۰ء۔ ۱۹۶۸ء) سجادہ نشین مولانا محمد عبدالستار خان نیازی (۱۸۹۵ء۔ زندہ) اور مولانا ظفر علی خان نے شرکت کر کے تاریخ ساز اجلاس بنا دیا۔

۳۰ اپریل ۱۹۴۳ء کو اجلاس کی آخری نشست تھی جس کی صدارت سر عبدالرب نشتر نے کی۔ مولانا ظفر نے اپنی تقریر میں بڑی گرم جوشی کے ساتھ پنجاب مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے مسلم لیگ کا ساتھ دینے کا عزم دہرایا۔ اور مسلمانوں کو خبردار کیا کہ

"کبھی انہیں جات صداسجھا کے نام پر ورغلایا جاتا ہے۔ کبھی وفاقت کمیٹی کے چکر میں پھنسایا جاتا ہے۔ ہم سب سے پہلے مسلمان ہیں اور مسلمانوں کی جماعت مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر متحدہ متفق ہو کر اپنی منزل اور قومی آزادی کی جنگ کامیابی سے جاری رکھ سکتے ہیں۔ ہم میں تفرقہ ڈالنے کے لئے آئے دن نئے نئے بہروپ بھرے جاتے ہیں جس سے یہ خبیث اپنے اقتدار کو طول دینا چاہتے ہیں۔ آپ لوگ چھوٹوں اور ہندو سکھ کمیٹی کے جال میں نہ پھنسیں اور صرف قائداعظم کی رہنمائی پر کھل اختلاف کرتے ہوئے مسلم لیگ کا پرچار ساتھ دیں۔"

آپ نے ایک قرارداد میں جات صداسجھا، سیونڈ لیگ اور اس قسم کی تنظیموں

کی مذمت کی کہ اس کی بنیاد گروہی سیاست پر رکھی گئی تھی جس سے پیشے کی بنیاد پر عصبیت پھیلانا مقصود تھا۔ اس قرارداد کی تائید چوہدری محمد سرفراز خاں گورایہ صدر ضلع مسلم لیگ سیالکوٹ نے کی اور یہ اتفاق رائے سے منظور کی گئی۔

آپ تقریر کر کے مائیک سے پیچھے ہٹنے لگے تو قائداعظمؒ نے ان کی پیٹھ پر تھپکی دی اور فرمایا:۔

"I want such young men in the organization."

اسی دوران مکان شریف ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب، بھارت) میں سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ حضرت سید امام علی شاہؒ (۱۷۹۷ء۔ ۱۸۶۶ء) کے عرس شریف پر سجادہ نشین نے احراری لیڈر عطاء اللہ شاہ بخاری (۱۸۹۱ء۔ ۱۹۶۱ء) کو بلا رکھا تھا جبکہ اسی خاندان کے فرد فرید سید منظور احمد شاہؒ (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۶۹ء) جو مسلم لیگ کے حامی تھے، نے آپ کو مدعو کیا ہوا تھا۔ دونوں اسٹیج آمنے سامنے تھے۔ نصف گھنٹہ بعد بخاری کے سامعین ادھر چلے آئے اور وہ اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔ اس بات سے آپ کی سحر بیانی اور شعلہ افشانی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۵ر نومبر ۱۹۴۴ء کو ضلع مسلم لیگ لاہور کا ایک اسپیشل اجلاس نوابزادہ رشید علی خاں (۱۹۰۴ء۔ ۱۹۷۴ء) بار ایٹ لاء صدر لاہور سٹی مسلم لیگ کی صدارت میں قصور منڈی میں ہوا جس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا اخگر نے اپنے دلکش انداز میں واضح کیا کہ جب تک انگریز اور ہندو کی سیاست اس ملک میں موجود ہے اس کے مقابلے کے لئے قائداعظم محمد علی جناح مسلمانان ہند کے بہترین رہنما اور ترجمان ہیں۔

۱۹۴۶ء میں مجلس احرار نے بٹالہ ضلع گورداسپور میں ایک کانفرنس منعقد کی جس میں اکابرین احرار شریک ہوئے۔ مسلم لیگ، قائداعظمؒ اور تحریک پاکستان کو بڑی شدت سے ہدف تنقید و ملامت بنایا گیا۔ مسلم لیگ نے مقابلے پر جلسہ کا اہتمام کیا اور آپ کو دعوت خطاب دی گئی۔ دونوں جلسہ گاہیں پاس پاس تھیں۔ مولانا اخگر کی آواز بہت بلند تھی۔ علاوہ ازیں ان کا کمال یہ تھا کہ وہ کلام اللہ کی تلاوت انتہائی پر تاثیر آواز میں کرتے تھے۔ اس جلسہ میں بھی انہوں نے مسلم لیگ اور قائداعظمؒ کے خلاف لگائے گئے الزامات کا بڑے مؤثر انداز میں جواب دیا اور مخالفین کو اخبار کیا کہ وہ مسلمانوں کے محبوب قائد کے خلاف دشنام طرازی

سے باز آجائیں ورنہ مسلم لیگی کارکن اُن کا منہ توڑ جواب دیں گے۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

عاشق بُری بلا ہے پہنچتا ہے دُور دُور
اور تیرے گھر کی تو دیوار بھی نہیں

یہ شعر نہایت ہی برمحل تھا اور مجلس احرار پر ٹھیک چسپاں ہوتا تھا۔ اس شعر نے حاضرین میں اس قدر جوش پیدا کر دیا کہ مخالفین کو ہنگامہ سے اپنا منہ گول کرنا پڑا۔

۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کی اکثر ضلعی شاخوں کی طرف سے صوبائی مسلم لیگ کے دفتر میں یہ مطالبہ کیا جاتا تھا کہ اُن کے حلقے میں مولانا بشیر احمد اخگر کو ضرور بھیجا جائے۔ اجنالہ ضلع امرتسر کی نشست پر مسلم لیگی امیدوار کا یونینسٹ امیدوار چوہدری انور حسین سے بڑا کانٹے دار مقابلہ تھا۔ مسلم لیگی امیدوار چوہدری نصر اللہ خاں ڈسٹرکٹ مسلم لیگ کے سیکرٹری بھی تھے۔ اجنالہ شہر کی وسیع و عریض جامع مسجد میں بہت بڑا انتخابی جلسہ ہوا جو رات کو بعد از نماز عشاء شروع ہوا اور نماز فجر کے قریب اختتام پذیر ہوا۔ مولانا اخگر اس جلسے میں سب سے اہم اور آخری مقرر تھے۔ اُن کی تقریر کے دوران لوگ دم خود ہو کر بیٹھے رہے۔ ان کی تقریر جو اردو، پنجابی اور انگریزی زبانوں کا حسین امتزاج تھی لوگوں کے دلوں میں اترتی چلی گئی۔

تقریر کے آخر میں انہوں نے سامعین سے وعدہ لیا کہ وہ مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دیں گے۔ چنانچہ چوہدری نصر اللہ خاں ۵۳۲۶ ووٹ لے کر کامیاب ہو گئے جبکہ یونینسٹ امیدوار ۴۷۶۱ ووٹ لے کر خاسر و نامراد رہا۔ دیگر چار آزاد امیدواروں کی ضمانتیں ضبط ہو گئیں۔

جسٹس ریٹائرڈ ذکی الدین پال راوی ہیں کہ ایک دفعہ اسی الیکشن کے دوران ہم مولانا بشیر احمد اخگر کی معیت میں ضلع امرتسر کے ایک گاؤں پہنچے اور گاؤں کے خطیب سے رابطہ کر کے مسلمانوں کو مسجد میں جمع کیا۔ مولانا نے لوگوں کو بڑے مؤثر اور دلپذیر انداز میں سمجھایا کہ اس وقت مسلم لیگ کو کامیاب کرنے کی کیوں ضرورت ہے اور قائداعظم کو قائد ماننا کیوں ضروری ہے۔ سامعین میں ان کی تقریر سے بڑا جوش پیدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ ان کی طرف سے یہ تک کہا گیا کہ اب ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان واضح ایک تفریق پیدا

ہو گئی ہے۔ اور ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ اس تقریق کے مطابق ہو گا۔

تحریک پاکستان کے دوران خطیب حضرات اکثر و بیشتر مطالبہ پاکستان کی تائید میں دھواں دھار تقریر کیا کرتے تھے۔ جمعہ کا دن ہو یا عید کا موقعہ، مسلمانوں کے ذہنوں میں مطالبہ پاکستان کی اہمیت کو واضح کرنے کی بھرپور کوشش کی جاتی تھی۔ ۱۹۴۶ء میں جب تحریک پاکستان اپنے پورے جوبن پر تھی اور عید الفطر قریب تھی۔ جسٹس ذکی الدین پال کے اہل خطہ نے اس مرتبہ ایک کھلے پارک میں نماز عید ادا کرنے کا پروگرام بنایا۔ اور اس موقعہ پر مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی اور مولانا بشیر احمد اختر کو دعوت خطاب دی گئی۔ دونوں حضرات عید کے روز سے ایک دن قبل ہی امرتسر پہنچ گئے۔ نماز عید سے پہلے ہی ہزاروں کا اجتماع ہو گیا اور دونوں حضرات کی تقاریر نے ایک ولولہ پیدا کر دیا۔ اور یوں امرتسر میں مخالفین پاکستان کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی۔

مولانا اختر، اسلامیہ ہائی سکول بیلاوی تحصیل شکر گڑھ ضلع سیالکوٹ (اب ضلع گورداسپور) میں بطور سینئر انگلش ٹیچر ۱۹۴۵ء تک متعین رہے۔ ۱۹۴۶-۱۹۴۵ء کے انتخابات میں سکول کا مینیجر چوہدری عبدالرحیم (ف ۱۹۸۸ء) یونینسٹ پارٹی کے ٹکٹ پر پنجاب اسمبلی کے لئے کھڑا ہو گیا تو مولانا کا اس سے اختلاف ہو گیا اور مستعفی ہو کر اس کے خلاف سرگرم ہو گئے۔ اور بخطل خدا مسلم لیگی امیدوار عبدالغفور قمر نے ۵۱۶۳ ووٹ لے کر کامیابی حاصل کی جبکہ چوہدری عبدالرحیم نے ۳۷۷۸ ووٹ لے کر شکست فاش کھائی۔ اسی طرح سیالکوٹ جنوبی (نارووال) کی نشست پر مسلم لیگی امیدوار میاں ممتاز محمد خان دولتانہ کی پرزور مہم چلائی۔ دولتانہ ۸۳۶۱ ووٹ لے کر کامیاب ہوئے اور یونینسٹ امیدوار خان بہادر نواب محمد دین باجوہ ۳۹۸۳ ووٹ لے کر ناکام ہوا۔

ان انتخابات میں مولانا اختر نے پنجاب کے علاوہ صوبہ سندھ اور سرحد میں بھی اپنی جادو بیانی کا ڈنکا بجایا۔ ۱۹۴۷ء کے ریفرنڈم کے موقعہ پر آپ کی تقاریر نے خرمن کانگرس کو راکھ کا ڈھیر کر دیا۔ غرض تحریک پاکستان میں ان کی خدمات کا احاطہ کرنے کے لئے کئی دفتر درکار ہیں۔

سفینہ چاہیئے اس بحر بیکراں کے لئے

قیام پاکستان کے بعد سیاست کو خیرباد کہہ کر گوشہ نشین ہو گئے۔ چک ۵۹ ایل ایس

صادق آباد ضلع رحیم یار خاں میں زمیندارہ میں مصروف ہو گئے۔ لیکن مرتے دم تک مسلم لیگ کی محبت ان کے دل سے نہ نکل سکی اور پاکستان میں نظام مصطفیٰ کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل رہے۔ ۱۹۹۷ء میں حکومت پنجاب نے تحریک پاکستان میں ان کی خدمات کے اعتراف کے طور "گولڈ میڈل" دیا۔

مولانا اختر نے حضرت پیر محمد فاضل قادری نوشاہی سندر پور شریف ضلع سیال کوٹ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی۔ حضرت خواجہ شاہ سراج الحق چشتی صابری گورداسپوری (۱۸۵۷ء۔ ۱۹۳۲ء) اور سنوکی بندا میر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) سے بھی اکتساب فیض کیا تھا۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی سے برادرانہ مخلصانہ تعلقات تھے۔ آخری عمر میں ہر فکر سوا سے بے نیاز ہو کر یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ ایک مرد مومن کی طرح جیے اور مرد مومن کی طرح مرے۔

۱۵ مئی ۱۹۹۲ء / ۳ ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ بروز اتوار دل کا دورہ پڑنے سے رحلت ہوئی اور ہزاروں آنسوں اور سسکیوں کے دوران اپنے چک ۵۹ ای ایس صادق آباد ضلع رحیم یار خاں میں سپرد خاک ہوئے۔ باقی رہے نام اللہ کا۔

سید عارف محمود مہجور رضوی آف گجرات نے راقم آثم کی فرمائش پر یہ قطعہ تاریخ وصال کہا۔

"مقبول جہاں طوطی عدیم مولانا بشیر احمد اختر"

۱۹۹۲ء

محترم ذیشان تھا اختر کہو عزم کا عنوان تھا اختر کہو
اپنے اوصاف حمیدہ کے سبب ایک عظیم انسان تھا اختر کہو
جنگ آزادی کا وہ لاریب اگ بے بدل سلطان تھا اختر کہو
زندہ جاوید ہے وہ بے گماں راسخ الایمان تھا اختر کہو
اس کے سال مرگ پر مہجور تم "فخر پاکستان" تھا اختر کہو

۱۴۱۲ھ

راقم آثم صادق قصوری نے بھی ہار چڑھائی۔

"گرامی وہ بر مولانا بشیر احمد اختر"

۱۹۹۴ء

چل دیے گلشن امت سے بزرگ ہادی — واعظ شعلہ بیاں مرد مجاہد زیرک
ان کی خدمات کے واصف تھے یہ جملہ قائد — قائد اعظم و لیاقت ہوں کہ ناظم، نشتر
کیوں نہ غمگیں ہوں مولانا نیازی صاحب — آپ کے وہ تھے محب آپ تھے ان کے دلبر
ان کی رحلت کوئی پوچھے تو یہ کہدو صادق — "ہیں کل والا و فرد ان جناب اختر"

۱۴۱۴ھ

ماخذ

(۱) "کلمہ تحریک پاکستان" جلد دوم از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۰۱ تا ۱۰۲۔
(۲) "عظیم قائد عظیم تحریک" جلد اول از ولی نظر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص ۳۱۱، ۳۱۲۔
(۳) "بے تیغ سپاہی" از نواب صدیق علی خاں مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء ص ۲۰۵۔
(۴) "ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا" از ڈاکٹر محمد الیاس مسعود مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء۔
(۵) "تحریک پاکستان" (نوائے وقت کے اداریوں کی روشنی میں) از سرفراز حسین مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۵۰۲، ۵۰۳ تا ۵۰۴۔
(۶) "اشاریہ، نوائے وقت (۱۹۴۴ء۔ ۱۹۴۷ء) از سرفراز حسین مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۸۰، ۸۱۔
(۷) "کونپلیائے سیال کوٹ" از رشید نیاز مطبوعہ سیال کوٹ ۱۹۹۲ء ص ۱۲۴ تا ۱۲۶۔
(۸) ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور بابت جولائی ۱۹۹۴ء ص ۸۳ تا ۸۶۔
(۹) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۱۹ر مئی، ۱۹ر جون، ۲۶ر جون، ۱۸ر جولائی، ۲۰ر ستمبر ۱۹۹۴ء۔
(۱۰) مجلہ "برگ گل" اردو کالج کراچی، قائد اعظم نمبر ۱۹۷۶ء ص ۱۹۸۔
(۱۱) مکاتیب گرامی مولانا بشیر احمد اختر بنام حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ محررہ

۲۷، اگست ۱۹۸۷ء۔
(۱۲) مکاتیب گرامی مولانا ظہیر احمد اظہر بنام محمد صادق قصوری محررہ ۹، جنوری، ۲۳، جنوری ۱۹۸۵ء از صادق آباد ضلع رحیم یار خاں۔
(۱۳) "انوار لاہوتی" از پروفیسر محمد حسین آسی مطبوعہ علی پور سیداں ۱۹۸۵ء (طبع سوم) ص ۴۰۹۔
(۱۴) ماہنامہ "نقوش الایمان" لاہور، "تحریک پاکستان نمبر" اگست ۱۹۹۵ء ص ۱۸۳۔
(۱۵) "تحریک پاکستان اور سرگودھا کی یادیں" از ملک محمد اقبال ایڈووکیٹ مطبوعہ سرگودھا ۱۹۸۶ء ص ۲۹، ۳۰۔

نقش اسلام
WWW.NAFSEISLAM.CO

مولانا جمال میاں فرنگی محلی

تحریک پاکستان کے نامور مجاہد مولانا محمد جمال الدین عبدالوہاب المعروف بہ جمال میاں ابن قیام الملت والدین مولانا محمد عبدالباری (۱۸۷۸ء۔۱۹۲۶ء) کی ولادت ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۹۱۹ء بروز جمعۃ المبارک بوقت فجر فرنگی محل لکھنؤ میں ہوئی۔ آپ کی پیدائش پر تمام عزیز و اقارب نے مسرت و شادمانی کے شادیانے بجائے کیونکہ اس سے قبل حضرت قیام الملت والدین کی کوئی نرینہ اولاد زندہ نہ تھی۔ ظاہر ہے کہ آپ کی پیدائش پر سب کا بے حد مسرور ہونا ایک لازمی امر تھا۔

مولانا جمال میاں نے اپنے خاندانی مدرسہ عالیہ نظامیہ فرنگی محل سے حفظ قرآن کے بعد تمام علوم متداولہ پر مہارت تامہ حاصل کر کے "مولانا" کی سند حاصل کی۔ والد گرامی کے علاوہ اپنے چچا حضرت مولانا عبدالباقی فرنگی محلی مہاجر مدنی (۱۸۹۶ء۔۱۹۳۵ء) سے اجازت حدیث و سلاسل طریقت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (۱۸۸۸ء۔۱۹۴۱ء) جیسے افاضل شامل ہیں۔

تحریک پاکستان میں علمائے فرنگی محل نے جو تاریخ ساز کردار ادا کیا ہے وہ کسی بھی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ مولانا محمد عبدالباری کی رحلت کے بعد مولانا قطب الدین عبدالولی (۱۸۹۶ء۔۱۹۵۳ء) مولانا صبغۃ اللہ شہید (ف ۱۹۶۴ء) اور مولانا عنایت اللہ

(۱۸۸۸ء۔ ۱۹۳۱ء) نے ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آزادی وہ وطن کے لئے بھرپور جدوجہد کی اور انہی بزرگوں کے شانہ بشانہ مولانا جمال میاں نے بھی اوائل عمری میں ہی اپنے آپ کو ملکی و آزادی کے حصول کی خاطر وقف کر دیا۔

مولانا جمال میاں شروع سے ہی مسلم لیگ کے حامی تھے لیکن عملی طور پر ۱۹۳۷ء کے "آل انڈیا مسلم لیگ" کے سالانہ اجلاس لکھنؤ کے موقع پر اس جماعت میں شرکت کی اور پھر ۱۹۴۳ء میں دہلی کے سالانہ اجلاس میں آل انڈیا مسلم لیگ کے جوائنٹ سیکرٹری منتخب ہوئے اور تقسیم برصغیر تک اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ اپنی ذاتی اور دماغی صلاحیتوں کی بدولت نوجوان شباب سے ہی ہندوستان کی سیاست میں اپنی شیریں گفتاری اور ذہانت سے لیڈروں کی صف میں آگے تھے۔

۱۹۳۷ء میں صوبہ سرحد میں عوامی طور پر مسلم لیگ کی ابتدا ہوئی اور ایبٹ آباد میں ایک شاندار "مسلم لیگ کانفرنس" انعقاد پذیر ہوئی جس میں علیم اسلام مولانا شوکت علی (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۳۸ء) مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء)، چوہدری خلیق الزمان (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء) اور مولانا جمال میاں نے شرکت کر کے اپنی شعلہ بار تقاریر سے عوام و خواص کو مسلم لیگ کا والا و شیدا بنا دیا۔ اسی سال یوپی اسمبلی کے انتخابات کے سلسلے میں آپ نے مولانا شوکت علی اور مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی کے ساتھ پورے صوبہ کا دورہ کر کے مسلم لیگی امیدواروں کے لئے بھرپور جدوجہد کی جس کے نتیجے میں اس صوبے سے کانگرس کا جنازہ نکل گیا۔

۷ر تا ۱۰ر اکتوبر ۱۹۳۸ء کو کراچی میں قائداعظم (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) کی زیر صدارت سندھ مسلم لیگ کی پہلی صوبائی کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں نوابزادہ لیاقت علی خاں (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۱ء) مولانا شوکت علی (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۳۸ء) دیگر مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء) مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) میر غلام بھیک نیرنگ (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۵۲ء) مسلم لیگ کے صدر اے کے فضل الحق (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۶۲ء) حاجی عبدالستار اسحاق سیٹھ (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۶۱ء) سید عبدالرؤف شاہ بار ایٹ لا (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۴ء) اور دیگر بہت سے راہنماؤں کے علاوہ مولانا جمال میاں نے بھی شرکت فرمائی۔ ۹ر اکتوبر کی رات کی نشست زیر صدارت

قائداعظم، میں مولانا جمال میاں نے بڑے جذباتی اور پر اثر میں تقریر کرتے ہوئے کہا

"مسلمان ایک شیر کی مثل ہے۔ شیر سوائے پھیر پھاڑ کے کسی پر حملہ نہیں کرتا۔ ہمیں اپنے کانگرسی دوستوں کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ انہوں نے سوئے ہوئے شیر کو گولی مار کر گہری نیند سے جگایا ہے اور اس کے منتشر شیرازہ کو اکٹھے ہونے کا موقعہ دیا ہے۔"

آل انڈیا مسلم لیگ کو فروغ دینے، مسلمانوں کو منظم کرنے اور مسلم لیگوں کو قائم کرنے کیلئے صوبائی لیڈروں نے اپنے اپنے صوبوں میں رات دن تگ و دو کی۔ شہری، ضلعی اور صوبائی سطحوں پر کانفرنسیں ہوئیں۔ کل ہند شہرت رکھنے والے اکابرین کو خاص خاص جلسوں میں بھی مہمان خصوصی بنا کر مدعو کیا گیا اور کبھی کانفرنسوں کا صدر بنایا گیا۔ اس کے علاوہ "آل انڈیا مسلم لیگ" کے کئی وفود نے دورے کئے اور اس کے تمام عہدیداروں نے بھاگ دوڑ کی خاک چھانی۔ قائداعظم باوجود اپنی اہم گوناگوں مصروفیات کے لوگوں سے ملنے اور ان کو منظم کرنے کا کوئی بھی موقعہ اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔

ان حالات میں مولانا جمال میاں نے بھی آرام و آسائش کو خیرباد کہہ کر اپنی تمام تر مساعی مسلم لیگ کے لئے وقف کر دیں۔ ۱۰۔۱۱ر جون ۱۹۳۹ء کو ناگپور شہر (سی پی) میں دو روزہ "ناگپور مسلم پولیٹیکل کانفرنس" انعقاد پذیر ہوئی تو مولانا جمال میاں نے لکھنؤ سے بہ نفس نفیس تشریف لا کر اس کانفرنس کو زینت بخشی۔ آپ کی تشریف آوری سے یہ کانفرنس بہت کامیاب رہی اور بہت سے لوگ جو ساحل پر بیٹھے ہوئے تماشا دیکھا کرتے تھے، مسلم لیگ کی کشتی میں سوار ہو گئے جس سے غیر متوقع طور پر مسلم لیگ کو بڑی تقویت پہنچی کیونکہ مسلم لیگ کی تنظیم نو کا یہ ابتدائی دور تھا۔

۲۲ر دسمبر ۱۹۳۹ء کو "یوم نجات" کے سلسلے میں سب سے بڑا اجتماع بمبئی میں ہوا جس میں ایک لاکھ افراد نے شرکت کی۔ جلسہ گاہ کے باہر جو بینر لگایا گیا تھا اس پر یہ عبارت تحریر تھا، "شکر ہے خدائے پاک ذات، مل گئی ظالم حکومت سے نجات"۔ اس تاریخی اجتماع میں قائداعظم (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) آئی آئی چندریگر (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۶۰ء) اور راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء) کے ساتھ مولانا جمال میاں نے بھی شرکت کر کے اپنی شعلہ نوائی سے حاضرین و سامعین کے دلوں کو گرمایا۔

مارچ ۱۹۴۰ء میں "قرار دادِ لاہور" والے اجلاس میں آپ نے مولانا عنایت اللہ زگی محلی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۴۱ء) و دیگر ساتھیوں کے ساتھ شرکت کی اور پھر مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دی۔

"قرار دادِ پاکستان" کی تفہیم و نشر و اشاعت کیلئے "آل انڈیا مسلم لیگ" نے پورے ہندوستان میں بڑے بڑے جلسے کر کے اور جلوس نکال کر "یوم پاکستان" منانے کا حکم دیا تو کانگرس اور ہندوؤں نے اپنی عادت کے مطابق اس میں بہت کیڑے نکالے۔ ہندو مہاسبھا نے جو کچھ کہا اور کیا، وہ سمجھنے کی بات تھی کیونکہ انہوں نے کبھی لیگ کی کھل کر مخالفت کی تھی۔ لیکن شری راجگوپال آچاریہ (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۷۲ء) جیسے ایک مدبر، معاملہ فہم کانگرسی کی حرکت بڑی ناشائستہ اور نازیبا بھی تھی۔ اس نے اپنی باطنی مخاصمت کو یہ کہہ کر طشت از بام کیا کہ "تقسیم ہند" کا مطالبہ ایسا ہی ہے جیسا "کوئی تا" کے دو ٹکڑے کئے جائیں"۔ یہ بڑی اشتعال انگیز دلیل تھی جس نے ہندوؤں کے مذہبی عقیدہ کو مجروح کر کے مشتعل کیا۔ لیکن اس سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ کانگرسی ذہنیت خوفی اجاگر ہوئی اور اس کی مزید تصدیق ہو گئی کہ وہ حق تلفی کے معاملہ میں کتنے پانی میں ہے۔ قائداعظم نے مزید نشر و اشاعت کیلئے بمبئی سے ایک وفد کا اعلان کیا جس کے رکن راجہ صاحب محمود آباد (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء) راجہ صاحب پیر پور سید محمد مہدی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹ء) سر کریم بھائی ابراہیم (ء۔ ء) مرزا ابوالحسن اصفہانی (۱۹۰۲ء۔ ۱۹۸۱ء) نواب صدیق علی خاں (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۷۴ء) اور مولانا جمال میاں فرنگی تھے۔ سب سے پہلے اس وفد نے صوبہ بہار کا وسیع دورہ کیا اور گھر گھر پاکستان کی افادیت و ضرورت کا ڈھنڈورا پیٹا۔ اس دورے میں مولانا جمال میاں کی شعلہ بیانیوں نے جادو کا کام کیا۔

مولانا جمال میاں، ہندوستان کے نوجوان خطیبوں میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ فصاحت زبان، روانی بیان اور طنز ملیح ان کی خطابت کے خاص اوصاف تھے۔ تحریک پاکستان کو بھڑکانے میں مولانا کی تقریروں کا ناقابل فراموش حصہ رہا ہے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ان کی شعلہ بار تقریروں نے مسلم لیگ کو بہت تقویت بخشی۔ ۱۹۴۱ء میں لکھنؤ میں "پاکستان کانفرنس" منعقد ہوئی تو مولانا نے دن رات کام کر کے اس کو کامیاب و کامران بنایا، جس سے تحریک پاکستان کی گاڑی تیز تر ہو گئی۔

۱۷ تا ۱۹ نومبر ۱۹۴۶ء کو پٹنہ میں مسلم لیگ کے سہ روزہ اجلاس منعقد ہوا۔ اس
پہلے اجلاس (منعقدہ ۱۹۴۶ء) میں مولانا جمال میاں نے بھی تقریر کی۔ قائداعظم کے ساتھ
اس سفر میں قائداعظم سفر کر رہے تھے اس کے اخراجات کے ساتھ وہ بڑے پیمانہ پر
تھے اور وہ بڑے پیمانہ پر ہی آخری وقت تک پر قرار رہے تھے۔ اس میں قائداعظم سوار تھے۔ باقی ان میں
مولانا جمال میاں کے ساتھ مولانا عبدالباری بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) نواب بشیر مولانا
محمد عبدالستار خان نیازی (۱۹۱۵ء۔) نواب ناظم الدین (۱۸۹۴ء۔ ۱۹۶۴ء) نواب
افتخار حسین ممدوٹ (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۶۹ء) بلوچستان سوار تھے۔

۱۹ نومبر کو اس کانفرنس کے اختتامی اجلاس میں نواب ناظم الدین کی صدارت
میں ایک قرارداد "پاکستان پر یقین" کور کمیٹی کی قراردادوں کی تصدیق" کے طور پر محمد
انور (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۸۴ء) نے پیش کی۔ یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی۔ مولانا عبدالباری
بدایونی، مولانا جمال میاں اور دیگر مقررین نے اس کی تصدیق کی۔

۱۹۴۶ء میں جھنگ میں "ڈسٹرکٹ مسلم لیگ کانفرنس" کا انعقاد میر غلام فرید
کھیانہ (۱۹۱۶ء۔) کی کوششوں سے ہوا۔ اس کانفرنس میں نواب افتخار حسین ممدوٹ
(۱۹۰۶ء۔ ۱۹۶۹ء) میاں عبدالباری (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۶۸ء) محمد انور (۱۹۱۴ء۔
۱۹۸۴ء) مولانا محمد عبدالستار خان نیازی (۱۹۱۵ء۔) اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی
نے تقریر کر کے جھنگ کے لوگوں کے گرمایا۔ یہ کانفرنس بڑی کامیاب رہی اور جلد ہی ضلع
بھر میں مسلم لیگ کا جال بچھ گیا۔

مولانا جمال میاں کی آتش نوائی، خلوص اور جذبہ و کار نے یوپی کے عوام کو پاکستان
کا شیدائی بنا دیا تھا۔ پاکستان کی تحریک میں ان کی شعلہ بار تقریریں بڑی مقبول ہوئی تھیں۔
علاوہ ازیں آپ نے "وطنیت" اور "ہندو ذہنیت" کے خلاف منظم پیمانہ پر کی اور "مسلم
قومیت" پر زور دار مقالے لکھے۔ آپ کے ساتھ ساتھ مولانا عبدالباری بدایونی (۱۸۹۸ء۔
۱۹۷۰ء) اور مولانا آزاد سبحانی (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۵۵ء) نے بھی مسلم قومیت کو اجاگر کرنے کی بھر
پور جدوجہد کی۔ مولانا آزاد سبحانی نے "خلافت سبحانی" کا تصور پیش کیا اور اس مقصد کے لئے
پاری مشرق و سطیٰ کا دورہ کیا۔ مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۷۴ء)
سے ملے۔ ان سب کوششوں نے پاکستان کے نصب العین کو فکری اور ذہنی غذا فراہم کی۔

۱۹۴۶ء میں صوبہ سرحد میں انتخابات کا مرحلہ آیا تو اس موقعہ پر بھی مولانا جمال میاں نے مولانا عبدالباری اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ سرحد کا دورہ کر کے مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کی کوشش کی اور کانگریس کے مذموم عزائم کو خاک میں ملا دیا۔

۲۲ جولائی تا ۳ اگست ۱۹۴۳ء کو لاہور میں "پنجاب مسلم نیشنل گارڈز" کے زیر اہتمام ایک تربیتی کیمپ کا انعقاد ہوا۔ اس کیمپ کے ناظم اعلیٰ پروفیسر پروفیسر محمد صادق (۱۹۱۴ء ۔ ۱۹۸۰ء) تھے۔ دیگر سرکردہ کارکنوں نے تقریر کی ان میں سید قاسم رضوی (۱۹۲۰ء ۔ ۱۹۷۵ء) ڈاکٹر محمد الیاس (۱۹۲۴ء ۔ ۱۹۸۵ء) خلیفہ شجاع الدین بقا پالوی (۱۸۹۵ء ۔ ۱۹۹۵ء) سید احمد سعید کرمانی (۱۹۰۰ء ۔ ۱۹۸۵ء) شیخ رفیق احمد (۱۹۲۳ء ۔) کرنل ڈاکٹر صبیح الدین طور (۱۹۰۰ء ۔ ۱۹۹۸ء) اور خواجہ اشرف احمد (۱۹۱۶ء ۔ ۱۹۹۵ء) کے نام شامل تھے۔ اس کیمپ میں نظم و ضبط اور تربیت کا وہ اعلیٰ معیار قائم کیا گیا جو ایک فوجی کیمپ کی طرح باقاعدہ حاضری لگتی تھی، پانچوں وقت باجماعت نماز ادا کی جاتی، صبح سویرے ورزش کا پروگرام ہوتا۔ ناشتے کے بعد درس قرآن ہوتا۔ اس کے بعد دوپہر تک اسلامی تاریخ، مسلمانان ہند کی اقتصادی اور سماجی مشکلات اور ضروریات، نظام تعلیم اور اس سے متعلقہ کر پاکستان کی اہمیت اور نظریہ پاکستان پر لیکچر دیے جاتے۔ جس کے لئے پروفیسر علم الدین سالک (۱۹۰۰ء ۔ ۱۹۷۳ء) میاں عبدالباری (۱۸۹۵ء ۔ ۱۹۶۸ء) ڈاکٹر سید عبداللہ (۱۹۰۴ء ۔ ۱۹۸۶ء) اور دیگر دانشور تقریر فرماتے۔ کیمپ میں ایک پبلسٹی کی لائبریری کا بھی بندوبست تھا اور اخبارات و جرائد بھی مہیا کیے جاتے تھے۔ رات کو عشاء کے بعد حاضری لگا کر گیٹ بند کر دیے جاتے تھے۔ اس کیمپ میں جن قائدین مسلم لیگ نے تقریر فرما کر عزت افزائی کی ان میں نواب زادہ لیاقت علی خان (۱۸۹۵ء ۔ ۱۹۵۱ء) سید حسین امام (۱۸۹۶ء ۔ ۱۹۸۵ء) نواب افتخار حسین ممدوٹ (۱۹۰۶ء ۔ ۱۹۶۹ء) میاں ممتاز محمد خان دولتانہ (۱۹۱۶ء ۔ ۱۹۹۵ء) نواب محمد اسماعیل قریشی آف بہر گودھا (۱۸۷۴ء ۔ ۱۹۴۸ء) کے علاوہ مولانا جمال میاں بھی شامل تھے۔

اپنی شعلہ بار تقریروں کے علاوہ مولانا جمال میاں نے میدانی تحریر میں بھی بے مثال کارنامے سر انجام دیے۔ اپنے اخبار روزنامہ "نوائے وقت" کے ذریعے مسلم لیگ کی

گرانقدر خدمات انجام دیں۔ چنانچہ جناب خواجہ حسن نظامی دہلوی (۱۸۷۸ء۔۱۹۵۵ء) رقمطراز ہیں۔

"سکھوں کے مشہور روزنامہ اخبار "نجم" کو جناب مولانا کمال الدین عبدالوہاب خلف الرشید حضرت مولانا عبدالباری صاحب معجوت الایمان فرنگی محلی نے مسلم پریس کا تار کیا ہے۔ اور جب سے مولانا موصوف میاں کی نگرانی میں آیا ہے "نجم" میں اخباری جمال پیدا ہو گیا ہے اور سکھوں کی شاعری کا بیان بھی روزنامہ "نجم" کی پیشانی پر نظر آتا ہے کہ ہر فرنگی شاعری کا ایک مصرعہ دان جاتی ہے۔

"نجم" جناب صاحب دہلوی کی یادگار ہے۔ ان کی وفات کے بعد نواب عبداللہ خاں کمیٹڈری اس کو چلاتے رہے اور اب فرنگی محل کے ایک ہونہار نوجوان نے ایک چھاپے کی پیشانی اس اخبار کو چھاپی ہے۔

فرنگی محل کے علاوہ جس محلے میں رہتے ہیں اس کا نام کیا ہے واقف کے سامنے لیا جاتا تو وہ کہتا کہ یہ مولوی یا مگر کی مولویوں کی طرح فرنگیوں کے مولوی ہوں گے کیونکہ فرنگیوں کے محل میں رہتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ فرنگی محل کے مولویوں کے بعد سے ان سب عربی مدرسوں کا نصاب تعلیم جو ہندوستان میں ہوتے ہوتے ہیں انہی میں درس نظامی کا مدرسہ بھی شامل ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ شاید اس نصاب تعلیم کی یہ بدولت ہے کہ درس نظامی تعلیم کے مولوی صاحبان کی اکثریت ہندوستان میں جذب ہو گئی ہے تو میں عرض کروں گا کہ فرنگی محل کے علاوہ بے شک مخالفت کے زمانے میں ہندوستان کے ساتھ تھے لیکن بعد میں ان کی ذہانت نے اکثریت کو کھینچ لیا اور یہ مسلم لیگ کے ساتھ ہو گئے۔ درس نظامی کی علماء کی ذہانت زیادہ تیز اور ذہین نہیں تھی وہ اب تک اقلیت کی حمایت کر رہے ہیں۔

مولانا کمال میاں بہت کم گفتگو کرتے ہیں اور مسٹر جناح کی طرح

WWW.NAFSEISLAM.COM

مشترک چیز "تحریک پاکستان" بھی تھی۔ ذیل میں نواب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ایک خط نقل کیا جارہا ہے جس سے دونوں بزرگوں کی آپس میں محبت و شفقت کا پتہ چلتا ہے :۔

۶۔ اردی بہشت ۱۳۵۲ف

(مطابق ۱۱ر مارچ ۱۹۴۳ء)

مولانا جمال میاں صاحب
فرنگی محل۔ لکھنؤ

عزیز مکرم سلمکم اللہ!

گرامی نامہ ۲۳ر فروری پہنچا۔ لیکن میرے مسلسل دوروں اور کثیر مشاغل کی وجہ سے آج میری نظر سے گزرا۔ جواب میں تاخیر کے لئے متاسف ہوں۔ "جلسہ ء سیرت طیبہ" میں شرکت ہی میرے لئے کیا کم سعادت ہے کہ آپ مجھ سے صدارت کی خواہش فرماتے ہیں۔ اگر آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس دہلی کے عین بعد یہ جلسہ منعقدہ ہو تو میرے لئے باعث سہولت ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ دہلی میں اس کی تفصیلات پر گفتگو ہوگی۔ امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے"۔

تقسیم برصغیر کے بعد آپ کی خواہش تھی کہ قائداعظمؒ ہندوستان میں رہ کر مسلمانوں کی قیادت فرمائیں۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۴۷ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس کراچی میں منعقد ہوا تو آپ نے بڑے جذباتی انداز میں اپنی اس خواہش کا اظہار کیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس اجلاس کی تھوڑی سے تفصیل درج کردی جائے تاکہ قارئین کرام اس تاریخی اجلاس کی اہمیت سے آگاہ ہو سکیں۔

ڈاکٹر صفدر محمود (۱۹۴۴ء۔ زندہ) اپنی کتاب "مسلم لیگ کا دور حکومت" میں یوں رقمطراز ہیں :

"۱۳ر دسمبر ۱۹۴۷ء کو "آل انڈیا مسلم لیگ" کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس آخری دفعہ پاکستان کی سرزمین پر منعقد ہوا۔ قائداعظمؒ خرابی ء صحت کے سبب صرف صبح والے اجلاس میں شریک ہو سکے۔ ورکنگ کمیٹی نے غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ مسلم لیگ کو دو حصوں میں تقسیم کردیا جائے اور اس ضمن میں ریزولیشن، کونسل کے

سامنے پیش کیا جائے۔

"آل انڈیا مسلم لیگ" کا اجلاس خالقدینا ہال کراچی میں ہوا۔ کونسل نے ایک قرارداد مرتب کی جس میں آل انڈیا مسلم لیگ کو دو علیحدہ اور جداگانہ تنظیموں میں تقسیم کر دینے کی سفارش کی۔ ایک تنظیم پاکستان کیلئے اور دوسری بھارت کیلئے۔ اس اجلاس کی صدارت قائداعظم کر رہے تھے۔

اجلاس کا ماحول بڑا پُر مژدہ تھا۔ فضا پر اداسی چھائی ہوئی تھی اور کونسلروں کے چہروں پر غم کی پرچھائیاں عیاں تھیں۔ مسلمانانِ ہندو پاک کے وہ راہنما جنہوں نے متحد ہو کر نصف صدی تک انگریزوں اور ہندوؤں کے خلاف جنگ لڑی تھی اور دکھ سکھ میں ایک دوسرے کا ساتھ دیا، آج حالات کے اس موڑ پر آن کھڑے تھے جہاں سے ان کی راہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے الگ ہو جاتی تھیں۔ اُن کو اس امر کا بھی احساس تھا کہ مستقبل اُن کے درمیان حائل ہونے والی دیواروں کو اور بھی بلند کر دے گا۔ حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کے شناسا بھی نہ رہیں گے۔ حالانکہ قائداعظمؒ کی شخصیت قانون اور دستور کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی اور جذبات کا مدوجزر اُن کو متاثر نہیں کرتا تھا لیکن اس اجلاس کی افسردہ فضا نے اُن کے دل پر بھی اثر کیا۔ چنانچہ جب اُن کی تقریر میں ہندو مسلم فسادات اور قتل و غارت کا ذکر آیا تو اُن کا چہرہ سوگوار ہو گیا، شدتِ غم سے ان کا دل پگھل گیا اور پھر مسلم لیگ کے کونسلروں نے دیکھا کہ وہ قائداعظمؒ جو سنجیدگی، صبر اور متانت کا نمونہ تھے، آج ان کی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کی برسات جاری تھی، شائد خود انہیں بھی اندازہ نہ تھا کہ آزادی کی صبح اس قدر خون آلود ہو گی۔

اجلاس میں ایک کونسلر مولانا جمال میاں فرنگی محلی نے تقریر کرتے ہوئے بھیگی ہوئی پلکوں کے ساتھ جذبات کی رو میں بہہ کر قائداعظمؒ سے یہ کہا کہ :

"تم ہندوستان میں ہے یا ہندوستان سے گئے ہیں، آپ وہاں
آپس کی رشتہ داری قائم کریں"۔

گاندھی جی نے کہا:

"مسلم لیگ کونسل" نے مجھے گورنر جنرل بنایا ہے، اگر میں
ملک کو وہاں سے نکال سکتا ہوں لیکن آپ کونسل یہ فیصلہ کرے تو
میں گورنر جنرل کے عہدے سے مستعفی ہو کر ہندوستان کی راہ لوں گا
ہندوستان جانے کو تیار ہوں۔ لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ
کب تک میری خدمات سے بہرہ ور ہوتے رہیں گے۔ اگر میں مر جاؤں
تو آپ کیا کریں گے"۔

مولانا جلال میاں ۱۹۵۰ء تک ڈابھیل میں تعلیم دیتے رہے پھر شرقی
پاکستان چلے گئے جہاں ان کا بھائی تھا۔ ۱۹۷۱ء کے بعد شرقی پاکستان میں حالات خراب
ہوئے تو کراچی تشریف لے آئے اور سیاست کو خیرباد کہہ کر خاموشی سے اپنے گھر میں
مشغول ہو گئے اور دین متین کی خدمت میں لگ گئے۔

---

(۱) تحریک ریشمی رومال کی اصل دستاویزات از ڈابھیل مطبوعہ لاہور ۱۹۳۰ء ص ۸۔

(۲) تاریخ پاکستان "تاریخ پاکستان کی حقیقی داستان" مطبوعہ کراچی ۱۹۶۲ء ص ۵۲، ۵۳، ۵۵، ۸۳۵، ۸۴۰، ۸۴۷، ۸۵۰۔

(۳) آپ بیتی "مولانا صدیق حسن خاں" مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء ص ۲۲۰، ۲۲۲، ۲۲۵۔

(۴) حیات بہادر شاہ ظفر مؤلفہ ۱۹۴۰ء مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء ص ۲۲۰۔

(۵) تحریک خلافت "تحریک ریشمی رومال" مطبوعہ ۱۹۷۹ء ص ۸۰۲۔

(۶) تحریک پاکستان میں علماء کا حصہ "مولانا محمد صادق ڈابھیلوی" مطبوعہ ۱۹۸۲ء ص ۳۲۔

(۷) تحریک آزادی میں علماء کا کردار "مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی" مطبوعہ ۱۹۸۲ء ص ۲۱۰، ۲۲۰۔

(۸) تحریک پاکستان میں علمائے [illegible] کا کردار [illegible] مطبوعہ [illegible]
پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۸۲ء ص ۱۸۸۔
(۹) [illegible] مطبوعہ [illegible] ص ۲۰۰۔
۲۰۰۔
(۱۰) [illegible] مطبوعہ [illegible] ص ۲۰۹۔
(۱۱) [illegible] مطبوعہ [illegible] ص ۲۱۰۔
(۱۲) [illegible] مطبوعہ [illegible] ص ۲۵۲۔
(۱۳) [illegible] مطبوعہ [illegible] ص ۳۸۰۔
(۱۴) [illegible] مطبوعہ [illegible] ص ۵۰۷۔
(۱۵) تحریک پاکستان میں [illegible] مطبوعہ [illegible] ص ۵۲۷۔
(۱۶) [illegible] مطبوعہ [illegible] ص ۳۲۹۔
(۱۷) [illegible] مطبوعہ [illegible] ص ۳۳۰۔
(۱۸) [illegible] مطبوعہ [illegible] ص ۳۶۱۔
(۱۹) [illegible] مطبوعہ [illegible] ص ۳۶۳۔
(۲۰) [illegible] مطبوعہ [illegible] ص ۳۶۵۔
(۲۱) [illegible] مطبوعہ [illegible] ص ۳۶۶۔
(۲۲) [illegible] مطبوعہ [illegible] ص ۳۰۔
(۲۳) [illegible] مطبوعہ [illegible] ص ۳۰۔
(۲۴) [illegible] مطبوعہ [illegible] ص ۳۰۔
(۲۵) [illegible] مطبوعہ [illegible] ص ۳۰۔

(۲۶) روزنامہ "امروز" لاہور بابت ۱۳ر اگست ۱۹۷۶ء۔
(۲۷) مکتوب گرامی جناب مولانا جمال میاں صاحب بنام مؤلف از کراچی محررہ ۲۴ر جون ۱۹۷۷ء و ۲۴ر اگست ۱۹۷۸ء
(۲۸) ماہنامہ "چراغ راہ" کراچی، "نظریہ پاکستان نمبر" ص ۲۳۲۔
(۲۹) "تحریک آزادی میں اردو کا حصہ" از ڈاکٹر معین الدین عقیل مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۳۶۵، ۳۶۸۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے

حکیم اسلام، فاتح تختہ دار، غازی و تحریک ختم نبوت، بطل حریت، مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی ابن نواب افتخار خان (۱۸۹۶ء۔۱۹۷۹ء) کی ولادت باسعادت ۹ اکتوبر ۱۹۱۵ء مطابق ۲۲ ذیقعد ۱۳۳۳ھ روز جمعۃ المبارک بمقام اٹک پیلاں تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی کے ممتاز نیازی خاندان میں ہوئی۔ شجرہ نسب شیر شاہ سوری (۱۴۸۵ء۔۱۵۴۵ء) کی افواج کے کمانڈر انچیف عیسیٰ خاں نیازی سے جاملتا ہے۔

۱۹۳۳ء میں گورنمنٹ ہائی سکول عیسیٰ خیل سے میٹرک کرنے کے بعد اسی سال ہی لاہور تشریف لے آئے اور حکیم الامت علامہ اقبال (۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء) کے قائم کردہ "دارالاسلام کالج" میں داخلہ لے کر دو سالہ "ماہر تعلیمی" کا کورس مکمل کر کے ۱۹۳۵ء میں کالج میں ٹاپ کیا اور حکیم الامت کے دستخطوں سے طرہ امتیاز حاصل کی۔ ۱۹۳۵ء ہی میں "منشی فاضل" کا امتحان اول پوزیشن میں پاس کر لیا۔ ۱۹۳۶ء میں ایف اے اور ۱۹۳۸ء میں بی اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ ۱۹۴۰ء میں ایم اے (عربی)

ور ۱۹۲۱ء میں ایم اے (فارسی) کے امتحان میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ دوران تعلیم اسلامیہ کالج لاہور کے نہایت طالب علموں میں شمار ہوتے تھے۔ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت فتح گڑھ (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۵۵ء) آستانہ عالیہ محل شریف ضلع بھر کے دست اقدس پر اجازت بیعت حاصل کی تھی۔

مولانا نیازی ابتدا ہی سے اسلامی انقلابی ذہن رکھتے تھے۔ انہوں نے ۱۹۲۶ء میں "انجمن اصلاح قوم میانوالی" کی بنیاد رکھی۔ اسی سال لاہور میں "دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کی بنیاد رکھی گئی۔ ۱۹۲۷ء میں قائداعظم (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) کی حمایت کا پرچار اعلان کیا۔ ۱۹۲۸ء میں ضلع مسلم لیگ میانوالی کے کونسلر اور صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۲۹ء میں "پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے نصب العین غلامانِ پاکستان" کو تشکیل شکل میں مرتب کیا۔ ان دنوں دہلی میں "آل انڈیا مسلم کانسٹی ٹیوشن کنونشن" کے اجلاس ہو رہے تھے۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء میں مولانا نیازی کو "آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کونسل" اور "ورکنگ کمیٹی" کے اجلاس منعقدہ عریک کالج دہلی میں بحیثیت صدر "پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" شرکت کا موقعہ ملا تو وہاں نوابزادہ لیاقت علی خاں (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۱ء) سے ملاقات ہوئی جو "دہلی مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے صدر کی حیثیت سے شریک اجلاس تھے۔ تمام کو عریک کالج ہال میں ایک جا۔ عام منعقد ہوا جس میں مولانا نیازی نے "لیاقت پاکستان سکیم" کے اہم نکات کی وضاحت کی۔ جلسہ کے بعد نوابزادہ لیاقت علی خاں کی ذہانت معلوم ہوا کہ محل میں کی گئی "محل ہال" پارلیمنٹ روڈ نئی دہلی میں "کانسٹی ٹیوشن کنونشن" کا اجلاس ہو رہا ہے اگر آپ اس کمیٹی میں فوری ہو کر اپنے یہ خیالات ارکان کمیٹی کے گوش گزار کریں تو بہتر ہو گا۔ نوابزادہ نیازی اس سے قبل سکیم کا ایک نسخہ قائداعظم کے نام بھیج چکے تھے۔ چنانچہ دوسرے روز نیازی صاحب دس بجے "محل ہال" میں پہنچے اور کامیابی حضرت قائداعظم سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ آپ قائداعظم کی خدمت میں سکیم کا ایک نسخہ پیش کیا تو قائداعظم نے ارشاد کیا کہ "تمہاری سکیم بہت اچھی ہے"۔ "YOUR SCHEME IS VERY HOT" (تمہاری سکیم بہت گرم ہے) اس پر مولانا نیازی نے بے ساختہ جواب دیا کہ

"MY SCHEME IS HOT BECAUSE IT HAS COME OUT

FROM A BOILING HEART."

(میری تحریر اس لئے گرم ہے کہ یہ خوفناک طوفان خیز قلب سے نکلی ہے)۔

اس پر قائداعظم ہنس دیئے اور مولانا نیازی سے فرمایا کہ: "تم نے مسلمان کو پہچان لیا ہے"۔ قائداعظم کا اشارہ غالباً اس تحریر میں "انسان کا تصور" کے عنوان سے لکھے گئے کلمات کی طرف تھا۔ ان تمام کلمات کو یہاں نقل کرنا ممکن نہیں ہے۔ البتہ انتخاب کے طور پر ان میں سے چند فقرات پیش کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ملاحظہ ہوں:

"ایک ناکارہ مسلمان، ایک پامال اور بے توقع مسلمان، حتیٰ کہ بلند ترین کا موجودہ بالائی طبقہ مسلمان بھی ہماری نگاہوں میں وارد صالحین کے بہترین غیر مسلموں پر ترجیح رکھتا ہے کیونکہ مسلمان کی فطرت کو صرف تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے لیکن غیر مسلم ابھی ہیولیٰت کے اس درجہ میں ہے جہاں انسانیت کا مرتبہ حاصل کرنے کے لئے قبولِ اسلام کی کسر باقی رہتی ہے"۔

"امت مسلمہ کا یہ خیر الامم ہونا ہمارے عقیدے کی وہ آخری بنیاد ہے جہاں تسلسلِ دلائل ختم ہو جاتا ہے۔ اسلام کا مذہب ہونا اور مکمل انسان بننے کے لئے قبولِ اسلام کا لازمی ہونا ہمارے اس اوّل کی وہ لازمی شے ہے جسے منطق سے نہیں بلکہ عمل کی قوت سے منوایا جاتا ہے۔ خود منطق کو اپنی اس کمزوری کا اقرار ہے کہ آخری دلیل کسی دلیل سے نہیں منوائی جا سکتی۔ اگر کوئی سوال کرے کہ نیکی کیوں اچھی ہے اور برائی کیوں بری۔ تو اس کا جواب منطق سے نہیں بلکہ عمل سے دیا جائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس مسلمان کی کافر پر فضیلت کسی سلسلۂ دلائل میں یا کسی گول میز کانفرنس پر ثابت نہیں کی جا سکتی بلکہ اس قسم کے مناظرے پانی پت کے وسیع میدان میں طے ہو چکے ہیں اور اب بھی بالآخر کسی ایسی ہی جگہ طے پائیں گے۔

موقعے بالائے ہر بالا ترے
غرقہ کو بہ تا بہ ثریٰ رے"

بالآخر قائداعظمؒ نے اس تجویز کو مسلم لیگ کی متعلقہ کمیٹی کے سپرد کرنے کا وعدہ فرمایا اور اس کے بعض اہم نکات کو تسلیم کیا۔ چنانچہ حاجی عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء) کی سربراہی میں قائم شدہ مسلم لیگ کی سفارشات کمیٹی میں اس سکیم کو پیش کیا گیا۔ یہ سب سے پہلی سکیم تھی جس میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان کاری ڈور کے لئے ملانے کا مطالبہ شامل تھا۔ مولانا نیازی نے خوب خوب زور دیا تھا کہ اگر "کاری ڈور" کے حصول کی کوئی صورت نہ نکالی گئی، تو ایک وقت آئے گا کہ بھارت، مشرقی اور مغربی حصوں کو الگ الگ کر دے گا۔ قائداعظمؒ نے "قرارداد لاہور" کے موقع پر ۱۹۴۰ء میں پہلی بار "کاری ڈور" کا ذکر بھی فرمایا تھا۔

مارچ ۱۹۴۰ء میں اقبال پارک لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کا چھبیسواں سالانہ اجلاس منعقد ہوا جہاں ۲۳ مارچ کو "قرارداد پاکستان" منظور کی گئی تو اس وقت مولانا نیازی ایم اے فائنل ایئر میں تھے۔ مولانا نیازی اور ان کے ساتھیوں نے اسلامیہ کالج لاہور کے صبیحہ ہال میں "دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے زیر اہتمام "پاکستان کانفرنس" منعقد کی۔ مولانا نیازی اس وقت "پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے صدر اور مولانا محمد ابراہیم علی چشتی (۱۹۱۷ء۔ ۱۹۶۸ء) سیکرٹری جنرل تھے۔ سردار اورنگ زیب خاں آف صوبہ سرحد (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۵۷ء) چوہدری خلیق الزمان (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء) اور راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء) نے اس کانفرنس میں شرکت کی۔ مولانا نیازی نے اس کانفرنس میں "خلافت پاکستان" کا تصور اجاگر کیا اور پاکستان کا نقشہ بھی شائع کیا۔ یہ نقشہ اس کانفرنس کے انعقاد سے تین برس پیشتر مولانا محمد ابراہیم علی چشتی نے "انقلاب" کالجیٹ مسلم برادر ہڈ" میں بھی شائع کیا تھا۔

مولانا نیازی کی عقابی نگاہ اور انقلابی پروگرام کا اندازہ کیجئے کہ جب اکابر مسلم لیگ، پاکستان کا نام لئے بغیر "لاہور ریزولیشن" پیش کر رہے تھے تو وہ "خلافت پاکستان کانفرنس" منعقد کر رہے تھے۔ اور یہ سعادت بھی مولانا نیازی ہی کو نصیب ہوئی کہ اس کانفرنس میں ڈیڑھ لاکھ نفوس کی موجودگی میں "لاہور ریزولیشن" پیش ہونے پر انہوں نے اس قرارداد کو پاکستان کی تعبیر سمجھ کر پوری طاقت کے ساتھ "پاکستان زندہ باد" کا نعرہ لگایا۔ اگرچہ اس جلسہ سے خطاب کرنے والے تمام مقررین کا مدعا قیام پاکستان ہی تھا مگر کسی نے بھی پاکستان

کام نہیں لیا۔

قرار داد لاہور میں حصول پاکستان، ملت کا نصب العین قرار پایا تو مولانا نیازی ایم اے کرنے کے بعد گویا اسی کام کے لئے وقف ہو گئے۔ آپ قریہ قریہ، بستی بستی، نگر نگر اور شہر شہر گھومے اور پاکستان کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔

اجلاس لاہور کے فوراً بعد اکناف و اطراف ہند میں مسلم لیگ کے زیر اہتمام جلسوں کا انعقاد کا سلسلہ شروع ہو گیا تاکہ عوام کو حصول پاکستان کی منزل کو حاصل کرنے کے لئے کمر بستہ کیا جائے۔ ایک ایسا ہی جلسہ شہری مسلم لیگ سیالکوٹ کے زیر اہتمام پرانی سبزی منڈی میں انعقاد پذیر ہوا جس میں مولانا نیازی نے ولولہ انگیز خطاب کر کے نہ صرف مسلم لیگ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچایا بلکہ عوام و خواص کے قلب و جگر کو اک ولولہ تازہ بخشا۔

۲۸ فروری تا یکم مارچ ۱۹۴۱ء کو "پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے زیر اہتمام "اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور" کی گراؤنڈ میں "پاکستان کانفرنس" منعقد ہوئی جس کی صدارت قائداعظمؒ نے فرمائی۔ مولانا نیازی نے پاکستان کی حمایت میں تقریر کرنے کے بعد مرکزی ریزولیشن پیش کیا۔ اس اجلاس کے ساتھ ایک دلچسپ بلکہ روح پرور یاد وابستہ ہے کہ چند روز قبل سر سکندر حیات خاں (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۴۲ء) وزیر اعظم پنجاب نے اسلامیہ کالج گراؤنڈ میں تقسیم انعامات کے سالانہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کی مخالفت کی تھی اور پنجابیوں کی حکومت کا نعرہ لگایا تھا۔ سر سکندر نے اعلان کیا تھا:

"ہم ہندوستان کی تقسیم کی مخالفت کرتے ہیں، پنجاب اپنا مستقل وجود رکھتا ہے وہ کسی سکیم میں شامل نہ ہو گا اور پنجاب میں صرف پنجابیوں کی حکومت ہو گی، یہ نوجوان سوائے پر جوش نعروں کے کچھ نہیں"۔

سر سکندر حیات خاں کے ان الفاظ سے فضا میں ایک زبردست تلخی موجود تھی، ایسے نوجوان کمر کسے تیر و نشتر کا کام کر گئے اور وہ سخت برافروختہ تھے۔ مولانا نیازی نے حضرت قائداعظمؒ کی صدارت اور موجودگی میں اس سے اختلاف کرتے ہوئے اور قرارداد پیش کرتے وقت فرمایا تھا:

"ہم پاکستان کے اندر ایک ایسی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں جو رنگ، نسل، قومیت، وطنیت، علاقائیت اور دیگر تعصبات سے پاک ہو۔ اس میں حاکمیت اعلیٰ کا حق ہم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا نہیں مانتے۔ کیونکہ۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی، باقی بتان آذری

حاکمیت مطلقہ اور ملکیت مطلقہ میں ہم نیابت و امانت کے اصول کو تسلیم کر کے "خلافت علیٰ منہاج نبوت" کا نقشہ دماغ میں رکھتے ہیں۔ ہمارا اللہ، رب الناس ہے، ملک الناس ہے، الہ الناس ہے۔ اس لئے پنجاب میں پنجابی کی حکومت، ہندوستان میں ہندوستانی کی حکومت اور بلوچستان میں بلوچی کی حکومت کے تصور کو مسترد کر کے ربانی خلافت کے اصول کو اپنے مجوزہ خطہ پاکستان میں نافذ العمل کرنا چاہتے ہیں۔ سر سکندر کی یہ بھول ہے کہ پنجاب میں پنجابیوں کی حکومت ہو گی۔ خوشامدیوں نے اس کا دماغ خراب کر رکھا ہے۔ ورنہ جہاں تک ملت اسلامیہ ہند کا تعلق ہے ہم انگریز کے اس کاسہ لیس وزیر اعظم کی حیثیت ایک کتے سے زیادہ نہیں سمجھتے اور وہ وقت بالکل قریب ہے کہ سوائے قائداعظم کی جوتیوں میں بیٹھنے کے اسے کسی دوسری جگہ پناہ نہیں ملے گی"۔

اس کے بعد مولانا نیازی نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

"قرار داد پاکستان کی منظوری ہماری زندگی میں ایک زندہ دست انقلابی موڑ ہے، تم لوگ پاکستان کی تائید کرنے سے پہلے ان خطرات اور محرکات کا بھی اندازہ کر لو جو تمہارے راستے میں سنگ گراں بن کر رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ میں اس موقعہ پر بیعت عقبیٰ اولیٰ کے ان گیارہ مجاہدین کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں کہ جب مدینہ طیبہ سے آنے والے گیارہ عشاق رسول ﷺ نے بیعت کر لی تو ان کے

قائد حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر اپنے رفقاء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "جانتے ہو کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا مطلب کیا ہے؟ یہ جن وانس کے خلاف اعلان جنگ ہے، تمام دنیا سے لڑائی ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ تمہاری مخالفت پر کمر بستہ ہو جائے گا۔ اگر تم ان سب مشکلات کا مقابلہ کرنے کی ہمت رکھتے ہو تو پھر ضرور بیعت کرو ورنہ اپنے آپ کو فریب نہ دو"۔ سب نے جواب دیا کہ "ہم خوب سوچ سمجھ کر بیعت کر رہے ہیں اور بیعت کے بعد سب کچھ قربان کر دیں گے"۔

بھیجہ آپ لوگ بھی نظریہ پاکستان سے متفق ہونے کے بعد ان تمام قربانیوں کے لئے تیار ہو تو بے شک اس قرارداد کی تائید کرو صورت دیگر نہ اپنے آپ کو دھوکہ دو اور نہ قائداعظم کو دھوکہ دو۔ ہمیں ادھورے مقلدین کی ضرورت نہیں، بے عمل لوگوں کی پاکستان کو ضرورت نہیں، منافقین کی ضرورت نہیں کیونکہ

یہ عشق نہیں آساں اس اتنا سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور تیر کے جانا ہے

جہاں تک ہمارے رفقاء کا تعلق ہے ہم اس بھرے مجمع میں ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ ہم قیام پاکستان کیلئے سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے، جب تک پاکستان نہیں بن جاتا، زندگی کی تمام لذتیں، راحتیں اور آسائشیں تیاگ کر ہم سر بکف میدان عمل میں سرگرم عمل رہیں گے۔ نہ خود چین سے بیٹھیں گے اور نہ کسی کو چین سے بیٹھنے دیں گے۔ اے حاضرین! آپ اسی جذبے کے تحت قرارداد پاس کریں"۔

اس پر کم وبیش ایک لاکھ کے مجمع نے ہاتھ لہرا لہرا کر قرارداد کی تائید کی اور نعرہ ہائے تکبیر و رسالت بلند کئے۔

جب مولانا نیازی تقریر کر رہے تھے تو قائداعظم ہمہ وقت ان کی طرف متوجہ

رہے۔ تحریک پاکستان کے نامور کارکن، مصنف اور صحافی چوہدری حبیب احمد (۱۹۱۹ء۔ ۱۹۸۰ء) کے الفاظ ہیں:

"نیازی صاحب خطبہ استقبالیہ کیلئے سٹیج پر جلوہ نما ہوئے، بھرپور شباب، سرخ و سفید چہرہ، سفید لٹھے کی شلوار، سیاہ اچکن، دبدبہ و طنطنہ اور تمکنت سے مالا مال آواز، تلوار مارکہ باریک مونچھیں، بال انگریزی، یہ پیکر جمال و جلال، حسن و رعنائی کا مجسمہ جب اپنے خلوص و ایثار، جاں نثاری اور جاں سپردگی کے پیتاب جذبوں کو نمایاں کر رہا تھا اور جوانوں کو زندگی کی کلید اکرنے کی تلقین و ہدایت کے ساتھ ساتھ اپنا عشق اور اپنی نظر خش رہا تھا، اور بزرگوں کے دلوں کو احساس ملی سے گرما اور ان کی ذمہ داریوں سے اُن کو باخبر کر رہا تھا تو قائداعظمؒ کی نگاہیں بار بار اس پر شکوہ چہرے اور پیکر عزم و استقلال کی طرف اٹھیں رہیں۔ بالآخر جوش ایمان و مسرت سے قائداعظمؒ کے بشاشتہ اور متین و مدبر رُخ زیبا پر اظہار خوشی و مسرت کی حسین لکیریں ابھریں اور انہوں نے متبسم انداز اور پروقار لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ:

"جس قوم کے پاس عبدالستار خاں نیازی جیسے پیکر ان یقین و صداقت ہوں، اس کے پاکستان کو کون روک سکتا ہے"۔ یہ ایک عظیم المرتبت شخصیت کی طرف سے عظیم اعتراف و خراج تھا"۔

اس موقعہ پر مولانا نیازی نے مسلم لیگ کا پیغام دیہات اور دور افتادہ مقامات تک پہنچانے کے لئے "پاکستان رورل پراپیگنڈا کمیٹی" کے قیام کی تجویز پیش کی۔ مولانا نیازی کو اس کمیٹی کا سیکرٹری بنایا گیا۔ قائداعظمؒ کی زیر صدارت اس کمیٹی کے قیام کا ریزولیشن پاس ہوا۔ یہ اجلاس ۲۸ فروری ۱۹۴۱ء کو منعقد ہوا۔ یکم مارچ ۱۹۴۱ء کو قائداعظمؒ نے نوجوانوں کو پیغام دیا۔ "MARCH ON" (آگے بڑھو)۔

جولائی ۱۹۴۱ء میں دوسری عالمگیر جنگ کے دوران ہندوستان کے لیڈروں اور عوام کا تعاون حاصل کرنے کے لئے وائسرائے نے ایک "نیشنل ڈیفنس کونسل" تشکیل دی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ دوران جنگ تعاون کے لئے ہندو کانگرس کا یہ نعرہ تھا کہ

"ہندوستان چھوڑ دو"۔ جب کہ قائداعظم کا نعرہ یہ تھا کہ "سارا ملک ہندو کانگریس کے سپرد کر کے ملک چھوڑنے کی بجائے آپ دس کروڑ مسلمانوں کے حق خود ارادیت کو تسلیم کرتے ہوئے پہلے ملک کو تقسیم کرو، پھر چھوڑ دو"۔

(FIRST DEVIDE AND THEN QUIT)

انگریز حکومت نے ہندوستانی عالمی اور رائے عامہ کی تائید و حمایت حاصل کرنے کے لئے "نیشنل ڈیفینس کونسل" قائم کر کے سر سکندر حیات خاں (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۴۲ء) وزیراعظم پنجاب، مولوی اے کے فضل الحق (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۶۲ء) وزیراعظم بنگال، سر سعد اللہ خاں (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۵۵ء) وزیراعظم آسام، سر سلطان احمد (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۶۳ء) ممبر ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ اور بیگم جہاں آرا شاہنواز (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۷۹ء) کو ممبر نامزد کیا۔ "نیشنل ڈیفینس کونسل" کا قیام براہ راست قائداعظمؒ کے موقف سے انحراف تھا، بغاوت تھی، غداری تھی۔ اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ حضرت قائداعظم کی پرواہ کئے بغیر غالب مسلم اکثریت کے صوبوں سے حکومت نے سربرآوردہ لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا ہے۔

صوبہ پنجاب مسلم لیگ، سر سکندر کی پاکٹ میں تھی اور دوسری تنظیمیں، جاگیردار اور سرمایہ داران کے زیر اثر تھے۔ بدیں وجہ سے کسی طرف سے بھی حضرت قائداعظمؒ کی تائید و حمایت میں آواز بلند نہ ہوئی۔ حالانکہ یہ صرف قائداعظمؒ کی ذات کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ دس کروڑ مسلمانوں کی عزت و وقار اور غیرت کو چیلنج کیا گیا تھا۔ جب ہر طرف سے خاموشی کی فضا قائم ہو گئی تو "آل پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی" کے نوجوان جو بقول حکیم الامت

دیوانہ باگفتارم فرزانہ با کردارم
از بادۂ شوق تو ہشیارم و مستم من

مولانا نیازی کی قیادت میں آگے بڑھے اور حضرت قائداعظمؒ کے موقف کی تائید و حمایت میں سارے صوبے میں جلسوں اور کانفرنسوں کی بھرمار کر دی۔ لاہور میں سکندر حیات کا جنازہ نکال دیا گیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ جو نوجوان دن کو تانگے میں بیٹھ کر جلسے کی منادی کر رہے تھے، وہی رات کے جلسے میں اسٹیج کے منتظم تھے۔ مولانا نیازی بتاتے ہیں کہ میں نے خود ایک ٹیکسی پر لاؤڈ سپیکر فٹ کر کے جلسہ کی منادی کی اور رات کو تیس ہزار

کے جلسے کی صدارت بھی کی۔

مولانا نیازی نے اس سلسلہ میں لائل پور (حال فیصل آباد) میں ایک کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ مگر سکندر حیات نے "آل پاکستان رورل پروینشل کانگریس" کے بعض کارکنوں کو لالچ دے کر اکٹھا کیا۔ اور ان کے زیر اہتمام ۵، جولائی ۱۹۴۱ء کو سرگودھا کانفرنس فیصل آباد میں علماء کی ایک "پاکستان کانفرنس" منعقد کی جس میں پاکستان کی مخالفت کرتے ہوئے سر سکندر حیات نے کہا

"پاکستان لعنت ہے، ہم اسے کبھی قبول نہیں کریں گے۔ ایک جاہل اور خود غرض پٹھان (مولانا نیازی) نے ہمارے نوجوانوں کو تباہ کر دیا ہے اور اس کے ٹانے پر جو ہمارے خلاف مظاہرے کئے جا رہے ہیں۔ نوجوانو! تم اپنے مستقبل کی سوچو، تم اس کے پیچھے کیوں لگ گئے ہو۔ آج جو تم نعرے لگاتے پھر رہے ہو، جلوس کرتے پھرتے ہو، کل تعلیم سے فارغ ہو کر پچاس روپے کی نوکری کیلئے ہمارے دفتروں میں جوتیاں چٹخاتے پھرو گے۔ پاکستان ایک دیوانے کا خواب ہے، مجھ سے کی ہے۔ اس لئے اے نوجوانو! میں تمہیں وقت اخبار کرتا ہوں کہ وقتی اور ہنگامی نعروں سے گمراہ ہو جاؤ، اپنے مستقبل کی فکر کرو"۔

سر سکندر حیات خاں کی تقریر کے دوران پنڈال سے "مسلم لیگ زندہ باد"، "پاکستان زندہ باد" اور "قائداعظم زندہ باد" کے فلک شگاف نعرے لگے تو سر سکندر غصے سے لال پیلا ہو گیا اور کہا کہ ہم تمہارے قائداعظم سے نپٹ لیں گے"۔

مولانا نیازی نے سکندر حیات کی لائل پور کی تقریر کے اشتہاری کو اسے قائداعظم کو بھیجے اور ساتھ ہی خط لکھا کہ ہم سر سکندر حیات کی کانفرنس کے جواب میں لائل پور میں علماء کی کانفرنس کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ملک برکت علی ایڈووکیٹ (۱۸۸۵ء۔۱۹۴۶ء) کو اس کانفرنس سے خطاب کرنے کے لئے آمادہ کیا گیا۔ اور اعلان کر دیا گیا کہ اسی جگہ ۱۸۔۱۹ جولائی ۱۹۴۱ء کو جو اس کانفرنس ہو گی۔ مولانا نیازی کی اپیل پیش کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ سر سکندر حیات نے قائداعظم کی قیادت سے بغاوت کی ہے۔ اس کا واحد حل یہ ہے کہ وہ "پیش و پیش کو نسل" سے فی الفور استعفیٰ دے اور قائداعظم سے معافی مانگے۔

اس کانفرنس کی صدارت ملک برکت علی ممبر ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۴۶ء) جیسے مشہور قانون دان اور ہر دلعزیز مسلم لیگی رہنما کر رہے تھے۔ مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۵۶ء) بھی اس میں خطاب کر رہے تھے۔ اس دوران سر سکندر حیات نے مولوی غلام محی الدین قصوری ایڈووکیٹ (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۶۳ء) اور مقبول محمود امرتسری (ء۔ ۱۹۴۸ء) چیف پارلیمانی سیکرٹری حکومت پنجاب (سر سکندر حیات کے چچا سردار شوکت حیات خاں کے ماموں وسسر) کے ذریعے مولانا نیازی اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ مذاکرات شروع کئے۔ ہر قسم کے لالچ دیئے، اعلیٰ سے اعلیٰ عہدوں مثلاً ڈپٹی کمشنر وغیرہ کی پیشکش کی گئی اور ڈیڑھ دو لاکھ روپیہ نقد پیش کرنے پر آمادہ تھے مگر مولانا نیازی جیسے اقبال کے مرد مومن کا جواب یہ تھا کہ ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے نہ عہدے کی اور نہ سیم و زر کی۔ ہمارا مطالبہ صرف اور صرف یہ ہے کہ سر سکندر، "میشل ڈیلیس کونسل" سے استعفیٰ دے کر قائداعظم سے معافی مانگے، ہم تمہاری پیشکش پر تھوکتے بھی نہیں۔

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے!

مذاکرات ناکام ہو گئے۔ مولانا نیازی نے اپنی مہم جاری رکھی۔ ۱۸۔ ۱۹ر جولائی کو کانفرنس کے انعقاد کے مصمم ارادے کو عملی جامہ پہنانے پر تل گئے۔ ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ مسلمان دکان داروں نے جلسے کے لئے میز، کرسیاں، شامیانے اور لاؤڈ سپیکر کرایہ پر دینے سے انکار کر دیا۔ لائل پور کے ڈپٹی کمشنر شیخ نور محمد (ء۔ ۱۹۶۵ء) نے سر سکندر حیات کے حکم پر گراؤنڈ میں پانی چھوڑ دیا۔ ایک سکھ دکاندار کو ڈبل کرایہ دے کر سارا سامان حاصل کیا گیا۔ میاں نور اللہ ایم اے (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۸۴ء) کی کوٹھی پر جا کر ان کی کار حاصل کر کے اس پر لاؤڈ سپیکر فٹ کر کے منادی شروع کر دی۔ سوئے اتفاق کہ زبردست بارش شروع ہو گئی اور دیر تک جاری رہی جس سے رات کی نشست نہ ہو سکی۔ دوسرے دن روز اتوار ۱۹ر جولائی کو پھر منادی شروع کر دی گئی۔ نوچے کا جلسہ بارہ بجے دن شروع ہوا۔ ساری انگلو سیکھ مخالف تھی، مقامی مسلم لیگ قدم قدم پر رکاوٹیں ڈال رہی تھی مگر مولانا نیازی اور ان کے جیالے ساتھی مردانہ وار اپنے نصب العین کی طرف بڑھے چلے جا رہے

تھے۔ دوسرے دن جلسہ شروع ہوا۔ صدر مجلس استقبالیہ چوہدری مختار احمد المعروف پہلوان کو سر سکندر نے دعوت دی کہ وہ اس کی عدم موجودگی میں مولانا نیازی سے یہ توجیہ کی کہ صورت میں حاضر ہیں" کے مصداق درد ناک خطبہ استقبالیہ پڑھ رہے ہیں۔ ہم خواہ اس کا نوٹس کی اہمیت کو جانتے ہیں۔ ہماری نگاہ زیر اعظم سے ہے۔ ظاہر ہے کہ سوائے جوہر کے کسی کی تائید کی توقع نہیں ہے۔ اس لئے خطبہ صدارت ہوگا جو ملک برکت علی پیش کریں گے۔ رات کی نشست عشاء نماز عشاء شروع ہوگی جس میں ہم عصر حاضر کے میر جعفر سر سکندر حیات خاں کی غداریوں کو بے نقاب کریں گے۔

رات کو جلسہ ہوا اور خوب ہوا۔ مسز ہو سعید انور (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۸۳ء) مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۰ء۔ ۱۹۵۶ء) اور مولانا نیازی نے خطاب کیا اور ملک برکت علی نے خطبہ صدارت دیا۔ مولانا نیازی کی تقریر بڑی شعلہ بار تھی۔ انہوں نے اپنے بیدار عام اور نامے کی جرأت کہا کہ

"میں سکندر حیات اور محمد حیات ذات کھوسا کے موضع دولو (دولوکینٹ) ضلع کیمبل پور (حال اٹک) جو گکھڑ کے اردگرد کا پیدائشی ہے۔ اس کو میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ خیر پاکستان جو سر سکندر حیات نے غم خویش اپنی خود غرضیاں، مکاریاں، عیاریاں اور ستم رانیوں کی خاطر بنائے گا یقیناً وہ "نوشستان" ہوگا۔ لیکن جو پاکستان کتاب و سنت کی بالادستی اور شریعت کی سیادت و حاکمیت قائم کرنے کیلئے وجود میں آئے گا وہ ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور ہوگا۔ سر سکندر کو معلوم ہونا چاہئے کہ مسلم نوجوان آگ کے شعلے ہیں۔ ان سے ٹکرانے والا جل کر راکھ ہو جائے گا اور پاکستان بن کر رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ"۔

تو تمسخر اڑانا مجمع جھوم جھوم اٹھا اور فضا گونج گئی۔

اس جلسے کا اہتمام کرنے والوں میں مولانا محمد اور ایم علی چشتی (ت ۱۹۱۰ء۔ ۱۹۷۶ء) حکیم محمد نور بلدی (۱۹۲۲ء۔ ت ۱۹۷۹ء) مولوی عبدالقدیر نعمانی (۱۹۱۰ء۔ ۱۹۷۲ء) ابو سعید انور (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۸۳ء) ڈاکٹر محمد الیاس مسعود (۱۹۲۳ء۔ ۱۹۹۵ء)

ظہور عالم شہید (۱۹۱۸ء۔ ۱۹۸۸ء) سید نقاش (۱۹۱۵ء۔ ۱۹۷۳ء) اور شیخ محمد اقبال احمد (۱۹۱۹ء۔ ۱۹۷۵ء) نے بڑی ہمت، جرأت اور جوانمردی اور استقامت سے کانفرنس کو کامیاب کیا۔ جلسے کے کامیاب ہونے پر حضرت قائداعظم کو اس کی رپورٹ بھیجی گئی۔ بہت خوش ہوئے اور مولانا نیازی کی نام جو خط لکھا خاص طور پر اس کا یہ فقرہ قابل توجہ ہے

"YOU YOUNG MEN ARE DOING A GREAT WORK
I AM WITH YOU YOU WILL SUCCEED ULTIMATELY
ANSHA ALLAH

اس کانفرنس کا زبردست اثر ہوا اور سکندر یہ کھلا گیا۔

اسی دوران لاہور کے دو اخبارات (روزنامہ "انقلاب" اور "شہباز") نے سر سکندر کی حمایت اور قائداعظم کے خلاف بڑی شدومد کے ساتھ پروپیگنڈہ شروع کر رکھا تھا۔ ان میں سے ایک نے تو یہاں تک لکھ دیا تھا کہ مسٹر جناح محض ایک سیاسی جماعت کے سربراہ ہیں اور سر سکندر حیات پنجاب کے منتخب وزیراعظم ہیں۔ اس سے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی کہ سر سکندر کی حیثیت زیادہ مضبوط ہے۔

"پاکستان ورلڈ پروپیگنڈا کمیٹی" نے ان اخبارات کے خلاف احتجاج کا پروگرام بنایا۔ ان اخبارات کی بہت سے پرچے تحریر کیے گئے اور ۳۰ جولائی ۱۹۴۱ء کو وہ جلے ان سے تمام کے سامنے سات بجے تک لاہور کے ہر قابل ذکر چوک میں کھڑے ہو کر ان اخبارات کو نذر آتش کیا گیا۔ اخبار سوزی کی یہ رسم پورے اہتمام کے ساتھ ادا کی جاتی۔ چوک میں پہنچ کر جلوس کھڑے کر لیے جاتے۔ "پاکستان زندہ باد" اور "قائداعظم زندہ باد" کے نعروں کے بعد ڈاکٹر محمد الیاس مسعود (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۸۵ء) ترنم کے ساتھ ترانہ ملی پڑھتے۔ اس میں چار سو لوگ لاہور کا نمائندہ اجتماع ہو جاتے۔ پھر مولانا نیازی اپنے مخصوص انداز میں تقریر فرماتے۔ جس کے اختتام پر اخبار جلائے جاتے۔ اخبار جلانے کے بعد شام کے جلسے کا اعلان کیا جاتا۔ رات کو دہلی دروازہ کے باہر جلسہ ہوتا۔ تلاوت کے بعد ڈاکٹر محمد الیاس مسعود نے ترانہ ملی سنایا۔ پھر پروفیسر فضل الہٰی خاں لیکچرر (۱۹۱۲ء۔ ۱۹۷۵ء) پروفیسر محمد صادق (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۷۶ء) پروفیسر منظور الحق صدیقی (۱۹۱۰ء۔ ۱۹۷۰ء) اور نظر اللہ خاں ملک (۱۹۱۲ء۔ ۱۹۹۳ء) نے تقریریں کیں۔ آخر میں مولانا نیازی نے اپنی شعلہ نوائی

سے حاضرین کے قلب و جگر کو گرمایا۔ مولانا نیازی کے اس خطاب کے بارے میں پروفیسر مظہر الحق صدیقی لکھتے ہیں:

"نیازی صاحب عوامی نفسیات کو خوب سمجھتے تھے۔ خود طویل القامت اور اونچے طرے دار پگڑی۔ پھر آواز میں گھن گرج، الفاظ پر شکوہ، ہر خوف کو پاؤں کے نیچے روندتے اور ہر مصلحت کو ٹھوکر مارتے ہوئے بیباکانہ تقریر کی۔ ازلی کاسہ لیس، غدار ابن غدار مسمی سکندر حیات ولد محمد حیات قوم کھوسہ ساکن واہ "ایسے بیباکانہ الفاظ کسی پبلک جلسے میں ہم نے ان کی زبان سے نہ سنے"۔ ("حکایت صادق" ص ۳۸، ۳۹)

مجلس احرار کے گڑھ میں پاکستان کے حق میں یہ پہلا جلسہ تھا جسے منعقد کرنیکی جرأت اور کوئی نہ کر سکتا تھا۔ اس مظاہرے سے دونوں اخبارات کی فروخت پر خاصا اثر پڑا۔ اور قائداعظم کو بیسیوں انجمنوں کی طرف سے اس مضمون کے تار دیئے گئے:

EXPEL SAKANDAR. FINISH THE TRAITOR. KILL THE WEATHER COCK. DO AWAY THE JUDAS, BURY THE MIR JAFFAR OF THE PUJAB.

"سکندر کو نکال دو، غدار کو نیست و نابود کرو۔ اس مرغ باد نما کو ختم کرو، اس یہود اسکریوطیوں کو نکال پھینکو۔ پنجاب کے اس میر جعفر کو بدور نکال کر دفن کر دو"۔

مولانا نیازی کی ان سرفروشانہ سرگرمیوں سے سر سکندر کی نیند حرام ہو گئی اور اس نے ایک دفعہ پھر نیازی صاحب کو رام کرنے کی کوشش کی۔ ان کو فوری طور پر "محکمہ دیہات سدھار" کا ڈپٹی ڈائریکٹر مقرر کرنے اور بعد میں باقاعدہ سول سروس میں لینے کی پیشکش کی اور میر مقبول محمود نے دو لاکھ روپے بھی پیش کرنے چاہے مگر آپ نے دونوں پیشکشوں کو پائے استحقار سے ٹھکرا کر سر سکندر کے طلسم و فریب کو توڑ دیا۔

بروایں دام بہ مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلند است آشیانہ

اسی دوران ۱۹۴۱ء میں بعض قانونی وجوہ کی بنا پر حلقہ اندرون لاہور (مسلم سیٹ) سے خالد لطیف گابا المعروف کے ایل گابا (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۸۱ء) کے دیوالیہ قرار پانے کی وجہ سے ضمنی انتخاب کا اعلان ہوا تو سوال پیدا ہوا کہ پنجاب کے دارالسلطنت سے، جو صوبے کا سب سے بڑا مرکز تھا، کس کو کھڑا کیا جائے۔ سر سکندر حیات خاں اور نواب شاہنواز خاں ممدوٹ (۱۸۸۴ء۔ ۱۹۴۲ء) کی خواہش تھی کہ یہ ٹکٹ میاں امیر الدین (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۸۹ء) کو دیا جائے لہٰذا پنجاب مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ نے اسے ٹکٹ دیا۔ نوجوان سر سکندر کے اس خاص الخاص گماشتے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ قائداعظم کا جانثار اور مخلص کارکن میدان میں آئے اور قائداعظم اس کی مدد کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں قائداعظم کو متوجہ کیا گیا تاکہ برٹش گورنمنٹ پر واضح ہو جائے کہ قوم کس کے ساتھ ہے۔ بہر حال نوجوان مسلم لیگی کارکنوں کی خواہش تھی کہ یہ ٹکٹ مولانا نیازی کو دیا جائے کیونکہ ان کی خدمات جلیلہ سے پنجاب مسلم لیگ کو بہت تقویت حاصل ہوئی تھی اور اس کا احساس حضرت قائداعظم کو بھی تھا۔ چنانچہ مولانا نیازی اور ان کے ساتھیوں نے حضرت قائداعظم کو اس ضمنی انتخاب کی طرف متوجہ کیا۔ کہ یہاں پر آپ اپنا نمائندہ کھڑا کریں اور دوران الیکشن تشریف بھی لائیں، لاہور کے غیور مسلمان آپ کے ساتھ ہیں۔ اسی موقعہ پر ہی سر سکندر حیات کی اوقات کھل کر سامنے آجائے گی۔ آپ کا نمائندہ لازمی کامیاب ہوگا اور اس کا بالواسطہ نتیجہ یہ نکلے گا کہ "نیشنل ڈیفنس کونسل" کے رکن رکین سر سکندر حیات کے اثر و رسوخ، مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا بھرم بھی کھل جائے گا۔

القصہ مولانا نیازی کو ٹکٹ دے دیا گیا اور انہوں نے کاغذات نامزدگی داخل کر دیئے۔ سر سکندر حیات کے امیدوار میاں امیر الدین تھے۔ مولانا نیازی کے پیچھے ملک برکت علی ایڈووکیٹ جیسے ہر دلعزیز مسلم لیگیوں اور "پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کی طاقت تھی۔ سر سکندر گھبرا گیا اور سردار اورنگ زیب خاں سابق وزیر اعظم صوبہ سرحد اور ابو سعید انور کو میاں امیر الدین کی طرف سے نیازی صاحب کے پاس بھیجا کہ جو چاہو لے لو، ہم دینے کو تیار ہیں اور ہمارے مقابلہ سے دستبردار ہو جاؤ۔ پس ہزار روپیہ نقد و دیگر مراعات کی پیش

کش کی مگر مولانا نیازی نے یہ پیشکش پائے استحقار سے ٹھکرا دی اور کہا کہ بچنے اور جھکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، قائداعظمؒ کے حکم سے میدان میں اترا ہوں۔ جب تک سر سکندر حیات، قائداعظم سے معافی نہیں مانگے گا اور "نیشنل ڈیفینس کونسل" سے استعفیٰ نہیں دے گا، ہماری جنگ جاری رہے گی۔

مولانا نیازی نے اپنی انتخابی مہم شروع کر دی اور ہر جلسے کی کاروائی قائداعظمؒ کو پہنچنا شروع ہو گئی۔ چنانچہ سر سکندر گھبرا گیا اور پھر گورنر بمبئی کے ذریعے اس کا یہ موقف بھی مسترد ہو گیا کہ اسے حیثیت "چیف مسلم" نہیں بلکہ حیثیت وزیراعظم، "ڈیفینس کونسل" میں لیا گیا ہے کیونکہ وائسرائے کے خط نے اس حقیقت کو واشگاف کر دیا کہ اس کو حیثیت وزیراعظم نہیں بلکہ حیثیت "چیف مسلم" لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا نیازی اور ان کے ساتھیوں کی لاج رکھ لی، سکندر حیات نے ۲۴ اگست ۱۹۴۱ء کو "آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی" کے اجلاس منعقدہ بمبئی میں "نیشنل ڈیفینس کونسل" سے استعفیٰ دے دیا اور قائداعظمؒ سے معافی مانگ لی۔

اس کے بعد مولانا نیازی نے اپنی دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ دستبرداری کے بعد میاں امیر الدین نے دوبارہ ابو سعید انور کو مولانا نیازی کے پاس بھیجا اور پیشکش کی کہ ضمنی انتخاب کے سلسلے میں آپ کا جو خرچ ہوا ہے، وہ ہم دینے کو تیار ہیں۔ بیس پچیس ہزار تک دینے کو تیار ہیں۔ مولانا نیازی نے اس کے جواب میں کہا:

> "ہمارا انتخاب کیلئے کھڑا ہونا کسی ذاتی غرض، مفاد یا لالچ کے لئے نہیں تھا بلکہ ہم یہ چاہتے تھے کہ سر سکندر، قائداعظمؒ کا وفادار بن جائے اور دس کروڑ مسلمانوں کے موقف سے آگاہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ ہم نے جو خرچ کیا ہے، ملی غیرت اور ذاتی کردار کی استقامت کی خاطر کیا ہے، ہم اس کا اجر کسی سے نہیں لیتے۔ فرض کی ادائیگی کا شوق اور ولولہ تھا جو ہم نے پورا کر دکھایا"۔

اس ضمنی انتخاب میں سر سکندر حیات خاں کو قائداعظمؒ کی قیادت و سیادت تسلیم کرنے پر مجبور کرنے کے بعد مولانا نیازی اور ان کے ساتھی حضرت قائداعظمؒ سے رہنمائی

حاصل کرنا چاہتے تھے کہ اب ہمارا لائحہ عمل کیا ہونا چاہئے۔ چند خطوط کے تبادلہ کے بعد حضرت قائداعظمؒ نے مولانا نیازی کو لکھا کہ یہ بات خطوط کے ذریعے نہیں ہو سکتی۔ آپ لوگ میرے پاس آئیں، بالمشافہ گفتگو ہو گی۔

چنانچہ ستمبر اکتوبر ۱۹۴۱ء میں مولانا نیازی اور مولانا محمد ابراہیم علی چشتی، دہلی میں ان کی رہائش گاہ ۱۰ اورنگ زیب روڈ پر حاضر ہوئے۔ انہوں نے لاہور کے ضمنی انتخاب کے سلسلہ میں دونوں کو مبارکباد دی اور فرمایا:

"نوجوانو! تم بہت بڑی قوت ہو۔ یہ تمہاری کامیابی ہے۔ میری کامیابی تمہاری وجہ سے ہے۔ مجھے تم پر فخر ہے"۔

دونوں حضرات نے ان کا شکریہ ادا کیا اور آئندہ پروگرام کا پوچھا تو انہوں نے کہا:

"آپ لوگ مسلم لیگ کو مقبول بنائیں"۔

۱۹۴۲ء میں مولانا نیازی، ضلعی مسلم لیگ میانوالی کے دوبارہ صدر منتخب ہو گئے اور ساتھ ہی ساتھ انہیں "صوبائی کونسل" اور "آل انڈیا مسلم لیگ" کا رکن بھی چن لیا گیا۔ اب آپ نے اپنا تمام وقت مسلم لیگ کیلئے وقف کر دیا۔ اسی سال مولانا نیازی حیثیت سیکرٹری "اقبال ڈے کمیٹی" حضرت قائداعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور "یوم اقبال" کی صدارت کے لئے دعوت دی۔ قائداعظمؒ پہلے سے بعض مقامات پر اپنے دورے کا پروگرام طے کر چکے تھے، اس لئے معذرت کی۔ البتہ "اقبال ڈے" کے لئے ایک مفصل پیغام ارسال کرنے کا وعدہ فرمایا جو بعد میں انہوں نے پورا بھی کیا۔

اس پیغام کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

"علامہ اقبالؒ برصغیر میں مسلمانوں کے استقلال اور عروج کے لئے علیحدہ ہوم لینڈ کا مطالبہ اپنے "خطبہ الہ آباد" میں فرما چکے ہیں۔ ہم نے "اقبال ڈے" کے موقعہ پر یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اسلامی نظام حیات کو برپا کرنے کے لئے قوت عمل سے جلد از جلد وہ خطہ ارضی حاصل کر لیں۔ اقبالؒ ملت کے عزائم کا ترجمان ہے اور نوجوانوں کو سرگرم عمل دیکھنا چاہتا ہے۔ میں اسکے خواب کی تعبیر کیلئے مصروف کار ہوں اور ہر مسلمان کو اس پاکیزہ مقصد کے حصول کے لئے ہر ممکن

علامہ مشرقی نواب زادہ لیاقت علی (۱۹۰۰ء - ۱۹۸۹ء) اور چوہدری ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی
اگرچہ ابتدا میں کانگریس اور پنجاب مسلم لیگ سے وابستہ رہے۔ مولانا نیازی نے اپنے حقائق افروز اور
باعمل خطاب میں تحریک پاکستان کی وجوہات بھی بیان کیں۔ آپ نے نظریہ پاکستان کے
موضوع پر اپنی دلوں کو گرمانے والی تقریریں سامعین کے قلب و جگر میں آگ لگادی اور
قیام پاکستان "تحریک و تعمیر و سیاست" اور "قائداعظم زندہ باد" "پاکستان زندہ باد" کے نعروں سے گونج اٹھا۔

۱۴۔۱۵ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو امرتسر میں "مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن پنجاب" کی دو
روزہ ورکنگ کانفرنس انعقاد پذیر ہوئی۔ پہلا اجلاس ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو عصر نماز مشاورت راجہ
انور الحق خان آف محمود آباد (۱۹۱۲ء - ۱۹۷۳ء) کی زیر صدارت ہوا جس میں مولانا نیازی
نے اسلامی نظام حیات کی خصوصیات پر روشنی ڈالی۔ سیاست حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے
آپ نے کہا

"ہندوستان میں کانگریس، مسلمانوں کو کہتی ہے کہ تم اسلام کو سرحدوں سے
کر دو۔ اب ہر مسلمان کو "ہر ملک زمین" "ہر قریہ میں پھنسانے کی
کوشش کی گئی لیکن سردار سوشن قائداعظم کی فراست نے اس جال میں
کبھی پھنسایا نہ جانے دیا۔ مسلمان نوجوانوں کے ولولے بڑھ چکے ہیں، وہ
ہندو پر اعتماد کرتے ہیں نہ انگریز پر۔ اس لئے کہ ان دونوں کو ہمیشہ حملہ پر
پھر دیکھا ہے۔"

مولانا نیازی نے واضح کیا کہ مسلمان اس لئے خلاف نہیں کہ ہندو اپنی "اکثریت"
کے زعم میں اپنی اکثریت کو ریاست قائم کریں۔ انہوں نے مذہب اور سیاست کو دو مختلف
چیزیں ثابت کرتے ہوئے کہا

"اسلام کی حالت میں یہ جائز نہیں رہتا کہ مسلمان کسی
"غیر اسلامی آئین" کے سایہ تلے زندگی بسر کریں۔ مسلمان کے لئے
ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی اور آئین کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کی مسلسل جدوجہد
کرتا رہے۔ اسلام نے دین کی تعلیم کو اور سیاست کو ایک ہی وحدت قرار دیا ہے۔
اسلام نے شخص، قوم، ملک، دنیا اور تمام انسانوں کو مخاطب کیا ہے۔

مسلمانوں کی سیاست مذہب ہے اور مذہب سیاست ہے"۔

سلسلہ ء تقریر جاری رکھتے ہوئے مولانا نیازی نے گاندھی (۱۸۶۹ء۔۱۹۴۸ء) پر کڑی تنقید کرتے ہوئے کہا کہ:

"وہ مکار ہندوستان کی آزادی کے بارے میں مخلص نہیں وگرنہ وہ قائداعظم سے ضرور معاہدہ طے کر لیتا"۔

۱۹۴۴ء میں ہی جب مولانا نیازی، صوبہ مسلم لیگ پنجاب کے سیکرٹری اور اسلامیہ کالج لاہور میں صدر شعبہ علوم اسلامیہ تھے تو قائداعظم تقسیم انعامات کی تقریب کے موقعہ پر لاہور تشریف لائے۔ رات کو جلسہ ء عام منعقد ہوا۔ "مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے کارکنوں نے مولانا نیازی کو بھی تقریر کیلئے مدعو کیا۔ نیازی صاحب نے نہایت ہی تلخ و تیز لہجہ میں حکومت وقت پر تنقید کی اور حصول پاکستان کیلئے سر دھڑ کی بازی لگانے کے لئے سامعین کو ابھارا۔ جلسہ کے بعد جب حضرت قائداعظم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ:

"YOU ARE STILL VERY HOT."

"تم ہنوز بہت گرم ہو"۔

مولانا نیازی نے جواب دیا "اس لئے کہ ماحول کو پگھلانا ہے"۔ اس پر قائداعظم نے فقرہ نگلا اور فرمایا

"GO AHEAD CAUTIOUSLY."

"محتاط انداز میں بڑھے چلو"۔

اسی سال یعنی ۱۹۴۴ء میں مولانا نیازی نے پنجاب مسلم لیگ کونسل سے یہ تجویز پاس کرائی:

"پاکستان کا آئین شریعت اسلامیہ پر مبنی ہوگا"۔

سالانہ کونسل کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ نے بھی یہ تجویز منظور کر لی۔

۱۹۴۵ء میں مولانا نیازی نے معروف صحافی [illegible] مسلم لیگ کا [illegible] کے معروف مورخ [illegible] کے ساتھ مل کر "پاکستان کیا ہے اور کیسے بنے گا" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں دونوں کے مرتب یہ نظریہ ملاقات کے نقطہ

(۱۸۸۱ء۔ ۱۹۵۱ء) کی زیر صدارت منعقد ہوئی جس کا مقصد پنجاب میں مسلم لیگ کے کام کو تیز کرنا تھا تاکہ وہ نومبر ۱۹۴۵ء میں آنے والے الیکشن میں مسلم لیگ کو بھاری اکثریت سے کامیاب کرا سکیں۔ اس کانفرنس سے خطاب کرنے والے اہم رہنماؤں میں مولانا ظفر علی خان (۱۸۷۰ء۔ ۱۹۵۶ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء)، مولانا عبدالغفور ہزاروی (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۷۳ء)، خواجہ محمد شفیع دائودی (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۷۹ء)، خواجہ محمد قمرالدین سیالوی (۱۹۰۹ء۔ ۱۹۸۱ء)، خواجہ محمد یوسف سکھیرا گیلانی بانکانی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۷۹ء)، خواجہ غلام قطب الدین کوٹلوی (۱۸۹۱ء۔ ۱۹۷۹ء)، پیر صاحب باغی شریف (۱۹۲۴ء۔ ۱۹۹۱ء)، مولانا داؤد غزنوی، میاں فیروز الدین احمد (۱۹۱۹ء۔ ۱۹۷۸ء) کے نام اہم ہیں۔ مولانا بدایونی نے بھی خطاب فرمایا۔

فروری ۱۹۴۶ء کے عام انتخابات میں مسلم لیگ نے آپ کو ضلع میانوالی سے صوبائی سیٹ کا ٹکٹ جاری کیا۔ اس نشست پر مولانا بدایونی کے مقابلہ میں ایک رئیس اور زمیندار کشمیر خان لودھی میدان میں آیا۔ اسے اپنے مال و دولت، شان و شوکت اور پولیس پر بڑا ناز تھا۔ مگر مولانا کے پاس نظریہ پاکستان کا زوال چاہ تھا۔ چنانچہ اس حلقہ (میانوالی شمال) کے عوام و خواص نے ان کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کیا اور ہر سو اس نعرے کی گونج سنائی دی:

ادھر دیکھو ادھر دیکھو ادھر دیکھو ادھر دیکھو
ادھر دیکھو ادھر دیکھو ادھر دیکھو ادھر دیکھو
تمہارا ایک ووٹ کر دیگا وہ پورا ہفت کشور میں
تو بولو تم کسے دو گے ادھر دیکھو ادھر دیکھو

الیکشن کا نتیجہ سامنے آیا تو مولانا بدایونی ۸۴۱۲ ووٹ لے کر کامیاب ٹھہرے جبکہ پولیس سے ریٹائرڈ کشمیر خان لودھی کو ۸۱۵۲ ووٹ ملے اور اس کا غرور و تکبر خاک میں مل گیا۔

غرور و تکبر مٹ جاتا ہے سب مال والوں کا
جدا ایسا بھی ہوتا ہے استقلال والوں کا

اس الیکشن میں مسلم لیگ کو عظیم اکثریت کامیابی حاصل ہوئی۔ کانگرس کو توقع کامیابی تو حاصل نہ ہو سکی تھی لیکن امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۵۸ء) پر مسلم لیگ کی یہ کامیابی گراں گزری۔ وہ لاہور آئے، فیلٹی ہوٹل میں قیام کے دوران ان کی ملاقات مولانا (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۷۸ء) سے ہوئی تو انہوں نے مسلم لیگ کی اکثریت ہونے کے

[illegible] کانگریس اور کانگریسی کے اخبارات پر [illegible] اخبار [illegible] کانگریس کے [illegible] مسلمان [illegible] کانگریس اور کانگریسی نے [illegible] مسلم لیگ کو [illegible] کانگریسی [illegible] مسلمانوں کا [illegible] مسلمان [illegible] کے ہاتھوں [illegible] مسلم [illegible] مسلمانوں [illegible] سوراج [illegible] کانگریسی [illegible] کانگریس [illegible] مسلم لیگ [illegible]

نواب الطاف حسین خان صاحب (۱۸۹۸ء-۱۹۶۸ء) نے گورنر پنجاب کے نام خط [illegible] کانگریس [illegible] سوراج [illegible] کانگریس [illegible] مسلمان [illegible] کانگریس [illegible] مسلم لیگ [illegible] کانگریس [illegible] مسلمان [illegible] کانگریس [illegible] مسلمان [illegible] کانگریس [illegible] مسلمان

بولا ہوا ہے۔ اس پر سوامی پارٹی نے ایک سوال میں کہا کہ

"اس مرحلہ پر وہ جانتے ہیں کہ مسلم لیگ کانگریس ایک ہو تو کانگرس بہت بڑی کچھ سے بالاتر ہے۔ مسلم لیگ، کانگریس سے بالاتر ہے۔ کچھ کہنے کہنے والی میں بیشک کانگریس کی آواز کم بھی کہا ہے مگر کچھ کہنے ایک عام فضا کی ضرورت ہوتی ہے اور اس وقت وہ جانتے ہیں یہ فضا مسلم لیگ ہے۔ ہندو کانگریس کے مسلمان اور اشتراکی وہ جانتے ہیں کہ اگر وہ اس صوبہ میں اقتدار کر سکتے رہے ہیں اور اس وقت یہاں سے روانہ ہوئے جب ان کی کوششوں سے مسلمانوں وہ جانتے ہیں اتحاد پیدا ہو گیا۔"

مسلم لیگ کی اس حق گوئی اور بے مثال رواداری کے خلاف "تحریک سوامی راجگوپالاچاری" چلی تو سوامی پارٹی نے وہ جانتے ہیں خلوص دورہ کر کے مسلمانوں کو مسلم کیا۔ مگر جیسے جیسے ہوا آپ اس کا خاتمہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۶ء کے مسلم لیگ میں تو شامل ہوتے ہوتے رہ گئے۔ مگر جیسے نے تنگ آکر آپ کو الگ کر دیا اور سندھ کی مرکزی کی ڈکٹیٹر کی تو سوامی نے فرمایا:

"میرے لئے راستہ ایران ہی کھلا ہے۔"

زمین اور پاکستان تو فرمایا:

"تحریک سوامی کی بات کرتے ہو ہم پر سوامی بھی کہتے ہیں۔"

تحریک اتحاد ہونے کا اعلان کیا تو آپ نے فرمایا:

"اسلام کی ہوئی عزت ہی کافی ہے۔"

جب علامہ اقبال پیر طریقت طریقت کے دام ہائے تزویر میں نہ پھنسا تو مکر سے چالیں بھول اتنا موثر ہو گیا اور آپ پاکستان کا پیغام پہنچاتے ہوئے ادھر سے گزرے ہے۔

اسی سال (۱۹۴۶ء) میں جب عبوری انتظامات کے تحت "مسلم لیگ" کانگریس کی سازباز ہوا تو اس کے بانیوں نے مکر سے کام لیا اور کانگریس کے اور جب پہلی اسلامیہ کالج میں ایک جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ اتفاقاً سوامی پارٹی کی نشست ایک طرف پر وہ اعظم کے مد مقابل آگئی۔ کہ وہ کہنے والے وہ کھڑے رہے۔ راجہ صاحب محمود آباد (۱۹۴۶ء اور ۱۹۴۶ء) کی پارٹی صاحب کی پارٹی طرف سے ہوا تھے۔ سوامی پارٹی کرتے ہیں کہ اس کھڑکی کا صرف ایک ہی جملہ یاد رہ گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا:

"قیام پاکستان سے قبل وزارت سے کچھ فائدہ ضرور تھا لیکن
اب مگر عوام رہنے کی صورت میں وزارت کی چنداں حیثیت نہیں رہی
کیونکہ اس صورت میں اسلام کے لئے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وزارت سے استعفے میں مسلم لیگ عوام اور مرکزی وصوبائی حکومتوں کے درمیان حائل ہو گئی اور قائداعظم نے وزارت کو مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا۔

۱۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو قائداعظم نے مرکزی کالج دہلی میں "مسلم لیگ کونسل" طلب کیا، جس میں سارے ہندوستان سے صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں کے ارکان کے علاوہ "آل انڈیا مسلم لیگ" کے ممبر بھی شامل تھے۔ قائداعظم نے اپنے دورۂ ۱۰ روزہ پنجاب سے واپس دہلی میں تمام ممبران کو بلکہ مشروب کی پارٹی دی اور تمام ارکان سے ایک "چالان" پر دستخط کروائے گئے۔ ہر رکن کے سامنے ایک پرچہ لایا جاتا تھا جس پر "چالان" کی مبلغ درج تھی۔ مولانا ظفر علی کو بھی یہ حلف نامہ پیش کیا گیا، اس کے الفاظ یہ تھے:

دہلی ۷ اپریل ۱۹۴۶ء

حلف نامہ

(جس پر سب سے پہلے قائداعظم نے دستخط کئے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا (پارہ ۴ سورہ آل عمران ۱۰۳)

(اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو)

قل ان صلاتی ونسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین ○ لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین (پارہ ۸ سورہ الانعام: ۱۶۲، ۱۶۳)

"اے میرے محبوبؐ آپ فرما دیجئے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کیلئے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اس کا حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔"

میں ..... کہ مسلم لیگ اسمبلی پارٹی صوبائی اسمبلی کو نسل

صدر
اپنے اس یادِ عظیم کا اعلان کرتا ہوں کہ "ڈائریکٹ ایکشن" میں لگنے والی مسلم قوم کی طاقت، اس کی ملا جلی یادداشت اور اس کا متحد، متصل پاکستان میں مضمر ہے اور پاکستان ہی اس دستخطی "ڈائریکٹ ایکشن" کے ذریعہ دستوری مسائل کا واحد کارآمد اور معقول حل ہے۔ اور اسی کے ذریعے یہاں بسنے والی تمام قوموں اور فرقوں کو امن، آزادی اور خوشحالی نصیب ہو سکتی ہے۔

میں پُرعزم طور پر اقرار کرتا ہوں کہ اس مقصدِ عظیم یعنی پاکستان کو حاصل کرنے کے لئے "آل انڈیا مسلم لیگ" کی طرف سے جو تحریک بھی زیرِ عمل لائی جائے گی اور اس سلسلہ میں جو ہدایات اور اعلانات جاری کئے جائیں گے، میں ہر ممکن وقت اس امر کا کامل یقین رکھتے ہوئے کہ میرا مقصد دیانتداری اور انصاف پر مبنی ہے، عہد کرتا ہوں کہ اس راہ میں جو خطرات اور آزمائشیں پیش آئیں گی اور جن قربانیوں کا مطالبہ ہوگا انہیں برداشت کروں گا۔

ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکافرین ○ (پارہ ۳، البقرہ: ۲۵۰)

"اے ہمارے رب ہم پر صبر کے دہانے کھول دے اور ہمیں (لڑائی میں) ثابت قدم رکھ اور (کفر) کافر پر فتح یاب کر"۔

دستخط

مورخہ

مولانا لیاقت علی یہ فارمولہ کر کے سیدھے قائداعظم کے قریب چلے گئے اور دریافت کیا "کیا آپ نے بھی یہ فارمولہ دیکھا ہے"۔ قائداعظم نے جواب دیا کہ

"میں کسی ایسے کام کے لئے اپنے ارکان سے مطالبہ نہیں کرتا جس پر خود عمل نہ کروں۔ اس لئے میں نے سب سے پہلے اس فارمولہ پر دستخط کئے ہیں"۔

یہ اداریہ پڑھ کر ہم نے محسوس کیا کہ یہ کاغذ پر ماحول کی کیفیت اور آخر میں دعا نے ایک دبدبہ آفرین سماں باندھ دیا۔ صاف نظر آرہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کی دعاؤں کو ضرور شرفِ قبولیت بخشے گا۔ اس اجتماع کی تعداد ساڑھے چھ سو سے زیادہ تھی۔

۱۹۴۶ء میں "کیبنٹ مشن پلان" کے تحت ہندوستان کے لئے ایک گروپنگ تجویز

سامنے آئی۔ اس میں کہا گیا کہ ہندوستان میں تین گروپ بنائے جائیں گے۔

اے گروپ: اس میں ہندو اکثریت والے صوبے شامل ہوں گے۔

بی گروپ: اس میں مسلم اکثریت والے صوبے شامل ہوں۔ (اس میں وہ علاقے تھے جو بعد میں مغربی پاکستان میں شامل ہوئے)۔

سی گروپ: اس میں آسام اور بنگال وغیرہ کو شامل کیا جانا تھا۔

سکیم یہ تھی کہ ان تینوں گروپوں کی الگ الگ حکومتیں قائم کی جائیں اور ان تینوں کو ملا کر ایک "یونین گورنمنٹ" بنائی جائے گی۔ اور خارجہ، فنانس اور دفاع و مواصلات کے سوا باقی تمام تر اختیارات ان گروپوں کو دیے جائیں گے۔ سکیم میں یہ بات بھی شامل تھی کہ یہ گروپ دس سال تک برقرار رہیں گے۔ دس سال تک کوئی صوبہ اس یونین سے الگ نہیں ہو سکتا۔ "یونین گورنمنٹ" میں کانگرس اور مسلم لیگ کے علاوہ اقلیتوں کی بھی نمائندگی ہو گی۔ پروگرام یہ تھا کہ کوئی ایسا مسئلہ جس کا تعلق خاص طور پر مسلمانوں سے ہو یا انہیں متاثر کر رہا ہو وہ "مسلم اکثریت" طے کرے گی۔ اسی طرح ہندوؤں سے متعلق مسئلے کو یونین میں "ہندو اکثریت" طے کرے گی۔ اس کو ہندوؤں نے سمجھا کہ یہ ایک لحاظ سے ویٹو ہے۔ اس سکیم کے ساتھ انگریزوں نے شرط رکھی کہ جو فریق اس اسکیم کو قبول کرے گا، حکومت اسے منتقل کر دی جائے گی۔ اس پر غور کرنے کے لئے امپریل ہوٹل دہلی میں ۹/ جون ۱۹۴۶ء کو قائداعظمؒ نے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس طلب کیا۔

مولانا نیازی دیر سے پہنچے تھے لہٰذا سیدھے جلسہ گاہ میں چلے گئے اور ایک چٹ کے ذریعے حضرت قائداعظمؒ (جو صدر جلسہ تھے) سے تقریر کرنے کی اجازت طلب کی۔ انہوں نے فوراً بلا لیا۔ آپ نے سکیم کی مُدلّل مخالفت کی اور کہا:

"اگر کیبنٹ مشن پلان" منظور کر لیا جائے اور تین گروپوں کی تجویز کو قبول کر لیا جائے، تو پاکستان کے قیام کا مطالبہ دس سال کے لئے ملتوی ہو جائے گا۔ دوسرے اگر اس گروپنگ کو مان لیا جائے تو جداگانہ قومیت کا تصور جو ہم لے کر اٹھے ہیں، دس سال کے اندر اسے بُری طرح نقصان پہنچے گا۔ تیسرے پنجاب، سندھ، سرحد اور بنگال میں کسی جگہ بھی ہماری مضبوط وزارت نہیں بن سکے گی۔ کیونکہ مسلمان

ان علاقوں میں زیادہ سے زیادہ ۶۸ فیصد بنتے ہیں۔ پنجاب میں ہم ۵۶ فیصد ہیں اور سندھ میں اس سے ذرا زیادہ ہیں۔

جب ہم اس گروپنگ میں آئیں گے تو "بی" اور "سی" گروپوں میں بھی ہماری حکومت کے قیام سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس میں تو ہندو واضح اکثریت رکھتے ہیں۔ پھر یہ کہ دفاع، مواصلات اور خزانہ کے امور یونین گورنمنٹ کے پاس رہیں گے۔ اس طرح وہ ہم پر حاوی ہو جائیں گے، جس سے آہستہ آہستہ پاکستان کا تصور غارت ہو جائے گا"۔

ستم ظریفی دیکھئے کہ وونگ پر ساڑھے چھ سو کے ہاؤس میں بمشکل سولہ سترہ آدمی مولانا نیازی کے ہمنوا بن سکے۔ مولانا نیازی کے بعد سید الاحرار مولانا حسرت موہانی (۱۸۷۸ء۔۱۹۵۱ء) نے تقریر کی اور انہوں نے بھی اس سکیم کی مخالفت کی مگر ہاؤس کو وہ بھی قائل نہ کر سکے۔ سکیم کے خلاف بدستور وہی سولہ سترہ اراکین رہے۔ چنانچہ یہ سکیم مسلم لیگ کی جانب سے بھاری اکثریت سے منظور کر لی گئی۔

یہ سکیم صرف اس لئے قبول کر لی گئی تھی کہ اکثریت کے خیال میں "بی" اور "سی" گروپ عملاً پاکستان بن گئے تھے اور دس سال کے اندر مسلمان اس پاکستان کو قبول کر سکتے تھے چنانچہ ان کے دلائل کے حق میں فضا سازگار ہوئی اور "کیبنٹ مشن پلان" قبول کر لیا گیا۔

اجلاس کے بعد کچھ لوگ قائداعظمؒ سے ملے اور استفسار کیا کہ آپ کے پاس مولانا نیازی کی ان دلیلوں کا کوئی جواب ہے جو انہوں نے مخالفت میں دی ہیں؟ قائداعظمؒ نے فرمایا: "کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہر بات میں ہی مسترد کر دوں؟ کانگرس خود اسے مسترد کر دے گی"۔

چنانچہ واقعی کانگرس نے اس پلان کو مسترد کر دیا اور اس طرح حضرت قائداعظمؒ کی بصیرت کی دھاک بیٹھ گئی۔ انگریزوں نے اس سکیم کو پیش کرتے ہوئے شرط رکھی تھی کہ جو فریق (کانگرس اور مسلم لیگ میں سے) اسے تسلیم کرے گا؟ اسے اقتدار منتقل کر دیا جائے گا۔ عبوری حکومت بھی وہی فریق بنائے گا۔ مگر جب مسلم لیگ نے اس سکیم کو مان لیا تو

کانگرس نے سکیم کے دوسرے حصے یعنی یونین میں اختیارات کی تقسیم اس طرح ہو گی کہ مسلمان کی اکثریت ان سے خصوصی تعلق کے معاملات میں فیصلہ کن حیثیت رکھے گی، کو ایک طرح کا ویٹو قرار دیا اور اسے مسترد کر دیا۔ اور انگریز باوجود پیش کش کے بد عہدی پر اتر آیا اور قائداعظمؒ سے کہنا شروع کر دیا کہ آپ نہرو سے ملیں۔ اس پر قائداعظمؒ نے کہا کہ ہم نہرو سے کیوں ملیں؟ نہرو کون ہے؟ تم اپنا وعدہ پورا کرو، تم لوگوں نے ہمیں دھوکہ دیا ہے۔ چنانچہ قائداعظمؒ نے ساری سکیم مسترد کرتے ہوئے ۲۹ر جولائی ۱۹۴۶ء کو "راست اقدام" (DIRECT ACTION) کا فیصلہ کیا اور قومی خدام سے فعال جدوجہد کا مطالبہ کیا۔

مولانا نیازی نے اس فیصلہ کی اہمیت کے پیش نظر اسلامیہ کالج لاہور میں بحیثیت "صدر شعبہ اسلامیات" اپنی مصروفیات کو خیرباد کہہ دیا اور ہمہ تن "راست اقدام" کی سرگرمیوں کیلئے وقف ہو گئے۔ پروگرام تیار کیا اور فضا سازگار کی۔ ۱۹۴۶ء اسی کشمکش میں گزرا۔ اسی زمانے میں پنجاب میں "سول نافرمانی کی تحریک" چل رہی تھی جس سے پریشان ہو کر خضر حکومت نے جنوری ۱۹۴۷ء میں "مسلم لیگ نیشنل گارڈز" پر پابندی لگا دی اور "پبلک سیفٹی ایکٹ" نافذ کر دیا گیا۔ اور پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے دفتر (رائل پارک) کی تلاشی لی گئی۔

۲۴ر ۲۵ر جنوری ۱۹۴۷ء کی درمیانی رات جب پولیس مسلم لیگ کے دفتر کی تلاشی کیلئے "رائل پارک میکلوڈ روڈ لاہور" میں آئی تو مولانا نیازی ایم ایل اے ہونے کی حیثیت سے اس وقت "پیپلز ہاؤس" میں قیام پذیر تھے۔ جب پولیس نے تلاشی کی غرض سے دفتر پر چھاپہ مارا تو میاں افتخار الدین (۱۹۰۷ء۔ ۱۹۶۲ء) دفتر کے آگے کھڑے ہو گئے اور کہا کہ میں تلاشی نہیں لینے دوں گا۔ انہیں پولیس نے گرفتار کر لیا۔ اسی طرح نواب افتخار حسین ممدوٹ (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۶۹ء) بیگم شاہ نواز (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۷۹ء) میاں ممتاز خاں دولتانہ (۱۹۱۶ء۔ ۱۹۹۵ء) اور سردار شوکت حیات خاں (۱۹۱۲ء۔ ۱۹۹۸ء) نے مزاحمت کی اور ان سب کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔

ان گرفتاریوں پر ۲۵ر جنوری ۱۹۴۷ء کو لاہور میں "تحریک سول نافرمانی" شروع ہو گئی۔ مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کا اجلاس ہوا۔ مولانا نیازی نے اس سے خطاب کیا۔ شیخ

صادق حسن امرتسری ایم ایل اے (۱۸۸۷ء۔۱۹۵۹ء) نائب صدر پنجاب مسلم لیگ نے تجویز پیش کی کہ ہر روز پانچ ایم ایل اے دفعہ ۱۴۴ اور سیفٹی ایکٹ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے گرفتاری پیش کریں۔ کل ۱۸۵ ایم ایل اے ہیں، لہذا استرہ دن اس طرح کام چل سکتا ہے۔ مولانا نیازی نے اس تجویز سے اختلاف کیا کہ "روزانہ پانچ گرفتاریاں دینے سے بھی کبھی تحریکیں چلی ہیں؟ یہ تو پچاس ہزار کا جلوس ہو تب تحریک چلے گی ورنہ سب کے سب پکڑے جائیں گے اور جماعت کا خاتمہ ہو جائے گا"۔

شیخ صادق حسن (۱۸۸۷ء۔۱۹۵۹ء) نے حیثیت قائم مقام صوبائی صدر و ڈکٹیٹر تحریک کی قیادت کی اور گرفتار ہوئے۔ اُن کی جگہ میاں عبدالباری (۱۸۹۵ء۔۱۹۶۸ء) نے قیادت سنبھالی اور برکت علی اسلامیہ ہال لاہور میں جلسہ کیا جہاں پولیس نے اشک آور گیس پھینک کر لوگوں کو منتشر کر دیا۔ میاں عبدالباری نے مولانا نیازی سے کہا کہ آج رات میں تو گرفتار ہو جاؤں گا۔ میرے بعد تم پارٹی ڈکٹیٹر (احکام جاری کرنے والا) ہو گے۔ انہوں نے باقاعدہ تحریری طور پر مولانا نیازی کی نامزدگی کی۔ ڈکٹیٹر خود خط و صدر کے فرائض بھی ادا کرتا تھا۔ اس طرح میاں عبدالباری کے بعد مولانا نیازی نے کام سنبھالا اور آرگنائز کیا۔ پنجاب مسلم لیگ کے پاس اس وقت کل سات سو روپیہ تھا۔ مولانا نیازی نے وہ بنک سے نکلوا لیا۔ کالج کے طلباء کو بلا کر انہیں اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ اور سارے صوبے میں اُن سے کام لینے کا پروگرام مرتب کیا۔

مولانا نیازی سے پہلے سول نافرمانی کا طریق کار یہ تھا کہ ڈکٹیٹر پانچ ممبران اسمبلی کو لے کر سڑک پر باہر آتا تھا اور سیفٹی ایکٹ کے خلاف نعرے لگا کر اپنے آپ کو بمعہ رفقاء گرفتاری کے لئے پیش کر دیتا تھا۔ مولانا نیازی نے اس طریق کار کو بدل دیا۔ انہوں نے طلباء کو سمجھایا کہ:

> "آپ نے تحریک چلانی ہے، جلوس نکالنے ہیں، گرفتاریاں پیش کرنی ہیں۔ لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے جائیں، سلوگن منفی نہیں مثبت ہونے چاہئیں۔ اس طرح آپ نے گورنمنٹ کے دفاتر کا کام معطل کرنا ہے۔ ڈپٹی کمشنر ہو یا سیکرٹری، کسی بھی سرکاری دفتر میں کام نہیں ہونا چاہئے، ایڈمنسٹریشن کو جام کر کے رکھ دو"۔

مقصد یہ تھا کہ جب تک حکومت کے کاروبار کو معطل نہ کر دیا جائے اور ساری قوم پر امن طریق پر جلوس کی شکل میں مظاہرہ نہ کرے، ہماری تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی۔

متحدہ پنجاب کے انتیس اضلاع تھے۔ مولانا نیازی نے اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء (جو ان کے شاگرد تھے) کو ہدایات دے کر تمام ضلعی مراکز میں بھیجا کہ ہر ضلع میں جلسے کئے جائیں، جلوس نکالے جائیں۔ سیفٹی ایکٹ کے خلاف قرار دادیں پاس کی جائیں اور خضر وزارت کی برطرفی کا مطالبہ کیا جائے۔ اس طرح یہ تحریک سارے پنجاب میں بیک وقت پھیل گئی اور پورے صوبے میں حکومت کا کاروبار روک دیا گیا۔ مولانا کی گرفتاری کسی وقت بھی عمل میں آسکتی تھی چنانچہ انہوں نے اپنے بعد مولانا محمد ابراہیم علی چشتی (۱۹۱۷ء۔ ۱۹۶۸ء) ممبر پروونشل مسلم لیگ کونسل و سیکرٹری مشائخ کمیٹی کو اپنی جگہ ڈکٹیٹر پریذیڈنٹ نامزد کر دیا۔

مولانا نیازی پیپلز ہاؤس کے اے بلاک کے کمرہ نمبر ۸ میں مقیم تھے۔ ۲۸ر جنوری ۱۹۴۷ء کو رات کو دو بجے اُن کے کمرے کے دروازہ پر دستک ہوئی تو انہوں نے جواب دیا۔ "میں جاگ گیا ہوں، تم جاؤ"۔ کیونکہ ان کا خادم ان کو تہجد کی نماز کیلئے جگایا کرتا تھا۔ پھر دستک ہوئی، تو مولانا نے کہا، "جاؤ جاؤ، بے وقوف۔ کہہ تو دیا میں جاگ گیا ہوں"۔ تیسری بار پھر دستک ہوئی تو مولانا نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ دیکھا تو باہر ایک ایڈیشنل ایس پی بھاری پولیس فورس ہمراہ لئے کھڑا تھا۔ مولانا کو دیکھتے ہی بولا، "معاف کیجئے، آپ کی گرفتاری کا ناخوش گوار فرض مجھے انجام دینا ہے"۔

مولانا نے کہا ٹھیک ہے۔ میں اپنا بستر وغیرہ باندھ لوں۔ اس پر اس نے کہا۔ "بستر میں آپ کا باندھتا ہوں"۔ وہ بستر باندھنے لگ گیا اور مولانا کتابیں وغیرہ سمیٹنے لگ گئے۔ مولانا نے اپنے خادم کو بلایا اور اسے ضروری ہدایات دیں۔ اس طرح رات اڑھائی بجے مولانا کو گرفتار کر کے پولیس گاڑی میں بٹھا کر تھانہ سول لائن میں لے گئے۔ یاد رہے کہ گرفتاری سے قبل پولیس نے ٹیلی فون تار کاٹ دیئے تھے۔

مولانا بستر بٹھانے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ پولیس والے نے کہا، یہاں بستر مت بٹھاؤ۔ ہم آپ لوگوں کو یہاں سے منتقل کرنے والے ہیں۔ مولانا اپنا سامان لے کر سول لائن تھانے سے باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جس پولیس وین میں انہیں بٹھایا جا رہا ہے اس میں ملک

فیروز خاں نون (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۷۰ء) نواب افتخار حسین ممدوٹ (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۶۹ء) ڈاکٹر عمر حیات ملک (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۸۲ء) پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور اور ڈاکٹر عبدالوحید آف فیروز سنز (۱۹۰۹ء۔ ۱۹۸۴ء) وغیرہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ پولیس سب کو فیروز پور جیل میں لے گئی۔ وہاں سب کو جیل کی انیکسی میں رکھا۔ سب لوگ نظر بند تھے اس لئے سب کو جیل میں اے کلاس مل گئی۔ نواب افتخار حسین ممدوٹ کی چونکہ وہاں "جلال آباد ممدوٹ" ریاست تھی لہذا کھانا وغیرہ باہر ہی سے آتا تھا۔ جیل کے اندر درس قرآن و دوسری بحث و مباحثہ کی سرگرمیاں بھی ہوا کرتی تھیں۔ بعد میں علامہ علاء الدین صدیقی (۱۹۰۷ء۔ ۱۹۷۷ء) اور ملک لال خاں (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۶ء) بھی وہاں لائے گئے۔ تحریک ایک ماہ تک جاری رہی اور مولانا نیازی اور ان کے ساتھی فیروز پور جیل میں نظر بند رہے۔ ۲۸ر فروری کو مولانا اور دوسرے لیڈروں کی رہائی ہوئی۔ یکم ر مارچ ۱۹۴۷ء کو گورنمنٹ نے نیشنل گارڈ سے پابندی واپس لے لی۔ ۳ر مارچ کو خضر وزارت مستعفی ہو گئی۔ پنجاب میں فرقہ وارانہ فسادات کا آغاز ہو گیا۔

یہ حالات تھے جب مولانا نیازی نے ۲۰ر مارچ ۱۹۴۷ء کو قائداعظمؒ کے نام ایک مفصل مکتوب ارسال کیا جس میں "آل انڈیا مسلم لیگ لیجسلرز کنونشن" کے موقع پر پیش کردہ "پاکستان جنرل سٹاف" کی تجاویز کی روشنی میں انقلابی پروگرام مرتب کرنے کی درخواست کی۔ سنگین خطرات ظاہر کر کے انہیں متوجہ کیا کہ پنجاب کی موجودہ قیادت کی بے عملی اور کوتاہ اندیشی سے مہلک ترین نتائج سامنے آ رہے ہیں۔ آپ فوری توجہ مبذول فرمائیں۔ ۳۰ر مارچ ۱۹۴۷ء کو "صوبہ مسلم لیگ کونسل" کے اجلاس میں مولانا نے اپنی تجاویز کو دہرایا مگر اس وقت صوبائی قیادت کی آنکھوں پر غفلت کی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ پس جو کچھ ہوا، اس کے ذکر سے رُوح لرز جاتی ہے اور دماغ پھٹنے لگتا ہے۔ حضرت قائداعظمؒ کی صحت پر ان فسادات کا بہت اثر ہوا۔

خضر حیات ٹوانہ کے استعفیٰ کے بعد آئین کی دفعہ ۹۳ کے تحت پنجاب میں گورنر راج نافذ ہو گیا۔ ۳ر جون ۱۹۴۷ء کو قیام پاکستان کا حتمی فیصلہ ہو گیا۔ بالآخر ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آ گیا، اس روز رمضان المبارک کی ۲۷ تاریخ تھی۔

قیام پاکستان کے بعد مولانا نیازی کی خدمات جلیلہ کی تفصیلات جاننے کے لئے

راقم الحروف محمد صادق قصوری کی کتاب "مجاہد ملت" (سوانح و خدمات مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی) جلد اول و دوم کا مطالعہ مفید رہے گا۔ ویسے یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ قیام پاکستان کے بعد تحریک نفاذ شریعت، تحریک ختم نبوت، تحریک بحالی جمہوریت، تحریک نظام مصطفیٰ، میں مولانا نیازی نے جو خدمات انجام دی ہیں اور جس طرح قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا ہے وہ تاریخ کا ایک ناقابل فراموش باب ہے۔ گورنر جنرل غلام محمد (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۶ء) صدر سکندر مرزا (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۶۹ء) صدر ایوب خاں (۱۹۰۷ء۔ ۱۹۷۴ء) وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو (۱۹۲۸ء۔ ۱۹۷۹ء) ڈکٹیٹر جنرل محمد ضیاء الحق (۱۹۲۴ء۔ ۱۹۸۸ء) اور وزیر اعظم میاں نواز شریف (۱۹۴۸ء۔ زندہ) کے دور میں ڈنکے کی چوٹ کلمہ حق بلند کیا۔ دار و رسن تک بھی پہنچے مگر دنیا کی کوئی طاقت انہیں احقاق حق اور ابطال باطل سے باز نہ رکھ سکی۔ ان کی زندگی ایک مرد مومن کی زندگی ہے جو قرون اولیٰ کی یاد دلاتی ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

ماخذ

(۱) "آزاد تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۸۷۶ء ص ۱۲۲ تا ۱۴۰۔

(۲) "مجاہد ملت جلد اول" (سوانح و خدمات مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی) از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء ص ۱۷ تا ۶۵۔

(۳) "مجاہد ملت اور قائد اعظم" از محمد صادق قصوری مطبوعہ برج کلاں (قصور) ۱۹۹۴ء متعدد صفحات۔

(۴) "مکاتیب مجاہد ملت" از محمد صادق قصوری، لاہور ۱۹۹۵ء متعدد صفحات۔

(۵) "تاثرات مجاہد ملت" از محمد صادق قصوری، لاہور ۱۹۹۷ء متعدد صفحات۔

(۶) "خطبات مجاہد ملت" از محمد صادق قصوری، لاہور ۱۹۹۸ء متعدد صفحات۔

(۷) "حکایات صادق" از پروفیسر منظور الحق صدیقی مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء ص ۳۸، ۳۹۔

(۸) "قائد اعظم اور راولپنڈی" از پروفیسر منظور الحق صدیقی مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۸۳ء ص

۷۵۔
(۹)"شجرہ و نسب حضرت آدم علیہ السلام تا حضور سید عالم ﷺ و نیازی پٹھان و قطب شاہی اعوان" از حاجی خلاص خاں مطبوعہ میانوالی ۱۹۸۴ء ص ۱۱۴۔
(۱۰)"حضرت امیر ملت اور تحریک پاکستان" از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء ص ۵۷۔
(۱۱)"یاران مکتب" جلد اول از سید ارشد ملک مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء ص ۴۲، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۱۱۶، ۱۲۰، ۱۲۵، ۲۱۶، ۲۹۳، ۳۰۰، ۳۸۱، ۴۲۲۔
(۱۲)"میں مولانا عبدالستار خاں نیازی" لاہور ۱۹۹۱ء ص متعدد۔
(۱۳)"بے تیغ سپاہی" از نواب صدیق علی خاں مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء ص ۲۰۵، ۲۵۱۔
(۱۴)"تحریک پاکستان اور نیشلسٹ علماء" از چوہدری حبیب احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء متعدد صفحات۔
(۱۵)"تاریخ نظریہ پاکستان" از پیام شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۴۰۱ تا ۴۰۵۔
(۱۶)"تعارف علمائے اہلسنت" از مولانا محمد صدیق ہزاروی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۵۰ تا ۱۷۸۔
(۱۷)"تحریک ختم نبوت" از شورش کاشمیری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء متعدد صفحات۔
(۱۸)"چالیس چہرے" از رفیق ڈوگر مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۵۶ تا ۵۸۔
(۱۹)"دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" از سرفراز حسین مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء متعدد صفحات۔
(۲۰)"دو نامور مجاہد" از مولانا محمد صدیق ہزاروی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۷ تا ۸۰۔
(۲۱)"رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء" از جسٹس محمد منیر مطبوعہ لاہور ۱۹۵۴ء متعدد صفحات۔
(۲۲)"سیرت امیر ملت" از سید اختر حسین مطبوعہ علی پور سیداں (سیال کوٹ) ۱۹۷۵ء ص ۵۸۱۔
(۲۳)"کاروان شوق" از حکیم آفتاب احمد قرشی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۵۹، ۹۷، ۱۰۲،

۵۰۲،۳۱۵،۲۹۷۔

(۲۴)"کل پاکستان سنی کانفرنس" از سید عالم مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء ص ۲۰۵، ۲۱۸، ۲۲۶۔

(۲۵)"قائداعظم اور لائل پور" از ڈاکٹر سید معین الرحمٰن مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء متعدد صفحات۔

(۲۶)"قائداعظم خطوط کے آئینے میں" از خواجہ رضی حیدر مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء ص ۳۴۴، ۳۴۵۔

(۲۷)"تحریک پاکستان میں سیال کوٹ کا کردار" از خواجہ محمد طفیل مطبوعہ سیال کوٹ ۱۹۸۷ء متعدد صفحات۔

(۲۸)"بازگشت" از پروفیسر محمد اجمل نیازی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء متعدد صفحات۔

(۲۹)"تذکرہ مجاہدین ختم نبوت" از مولانا اللہ وسایا ویدی مطبوعہ ملتان ۱۹۹۰ء ص ۹۳، ۹۴، ۲۱۷، ۷۷، ۳۔

(۳۰)"قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت" از مولانا اللہ وسایا ویدی مطبوعہ ملتان ۱۹۹۰ء متعدد صفحات۔

(۳۱)"تحریک پاکستان میں اسلامیہ کالج کا کردار" از محمد حنیف شاہد مطبوعہ ریاض (سعودیہ) ۱۹۹۲ء ص ۲۹، ۱۸۷۔

(۳۲)"اشاریہ نوائے وقت" از ڈاکٹر سرفراز حسین مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء متعدد صفحات۔

(۳۳)"جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء متعدد صفحات۔

(۳۴) دیگر بہت سی کتب، رسائل، اخبارات وغیرہ۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

قطعاتِ تاریخِ قیامِ پاکستان

(۱)

(از مولانا پروفیسر حامد حسن قادری نقشبندی مجددی جماعتی (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۶۴ء) کراچی)

تاریخ اساسِ نیک پاکستان

۱۹۴۷ء

ہوا قائم جو پاکستان آخر بھلی قسمت تھی ہندوستان کی واللہ
سمجھتے ہیں اسے وہ مژدۂ امن جو اسلام اور مسلم سے ہیں آگہ
یہ دنیا کو ہے آزادی کا پیغام شبِ تاریک میں ہے مشعلِ راہ
مساوات و اخوت کا عملدار سکون و عافیت کا پیش خیمہ
ریاست کی مثال بے مثالی سیاست کا زمانے کو نمونہ
سناؤں قادری قرآں سے تاریخ بتاؤں اس کی اک وجہ سنجیدہ
مسلمانوں کا پاکستان حق تھا
کہ تھا ارشاد "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ"

۱۳۶۶ھ

(۲)

(از جناب خان شاہد اکبر آبادی (ف ۱۹۹۴ء) ..... کراچی)

اک الگ خطہ پہ، ترویجِ دین ہشا گیا یہ مرے اللہ کا کتنا عظیم احسان ہے
امن کی تاریخ ہے تاریخِ دینِ مصطفیٰ "امن کا اک معجزہ تخلیقِ پاکستان ہے"

۱۹۴۷ء

(۳)

(از جناب طارق سکھاپوری، محلہ حطاران، حسن ابدال ضلع اٹک (پنجاب)

"چراغِ بامِ مسرت"

۱۹۴۷ء

مسلسل بزم کو چمک پر رہی ہے — مسلمانوں کی صدیوں تک حکومت
ہوئی ختم ہماری حکمنت کی — اٹھارہ سو ستاون کی ہزیمت
جو رزم آرا کبھی تھے ان کی دلکش — ہوئی بزم طرب کی زیب و زینت
انہیں نخرے سرود رقص مرغوب — جو تھے اولاد ارباب شجاعت
جو تھے مردان میدان ان کے اخلاف — ہوئے دلداد گان بزم عشرت
تن آسانی بنایا مقصد زیست — کبھی تھی سخت کوشی جن کی فطرت
بنے ہم دشمنوں کا تر نوالہ — ہوئی جب ختم اپنی مرکزیت
ہوئی کثرت ہمارے دشمنوں کی — رہی موجود جب ہم میں نہ وحدت
فقط اپنی ہی کوتاہی تھی جس سے — زمین بوس ہو گیا ایوان عظمت
بنا ڈالا ہمیں محکوم اس نے — جو آیا تھا یہاں بہر تجارت
کچھ اہل حق نے کی بھرپور کوشش — جہاد و استقامت
مگر جو اجتماعی غلطیاں تھیں — سزا سے بچ سکی ان کی نہ ملت
ہوا ہم سے وہی برتاؤ آخر — غلط کاروں سے جو کرتی ہے قدرت
ہوئے دو چار جس انجام سے ہم — سبب اس کا ہے کیا صرف اپنی غفلت
ہماری ابتدا جہد و اقبال — ہماری انتہا ادبار و نکبت
ہماری ابتدا تھی سر بلندی — ہماری انتہا پستی و ذلت
ہماری ابتدا تحسین شاباش — ہماری انتہا افسوس حسرت
ہمارے ساتھ دنیا میں جو بیتی — ہے تاریخ کا اک باب عبرت
اساطیر اقتدار اپنی سب اپنی — ہوئی ختم نصاریٰ کی حکومت
غلامی کا شکنجہ جب ہوا سخت — تو یاد آنے لگی گم گشتہ سطوت
پھر احساس زیاں ابھرا دلوں میں — جو تھی سوئی ہوئی جاگی وہ غیرت

پریشان ملت اسلامیہ کی جب اہل فکر نے دیکھی یہ حالت
ہوئے مائل بہ جد و جہد و تحریک ہوئی محسوس تنظیمی ضرورت
بنایا ایک نصب العین اپنا حال و مستقبل کی بہتری قوت
چنا تحریک کا پھر ایک قائد مثالی جس کا تھا رنگ قیادت
سمجھتا تھا خوبی وہ نظر دور دسیسہ کار مغرب کی سیاست
فریب و مکر اعدائے وطن سے وہ تھا آگاہ مرد پاک طینت
کئی اپنے بھی تھے باطل کے ہمدرد خبردار ان سے تھا وہ حق جماعت
ہوئی یوں متحد اک منتشر قوم کہ ہے اہل جہاں کو اب بھی حیرت
ہوئی جب قوم ساری صدق دل سے خدائے پاک نے بھی کی عنایت
جب امت نے کیا اظہار اخلاص کرم فرما ہوئے سلطان امت
مشائخ بھی ہوئے سرگرم و فعال رہے پیچھے نہ پیران طریقت
مکرم صاحبان علم و تقویٰ گرامی رہنمایان شریعت
تھے اس تحریک آزادی کے حامی انہوں نے اس میں کی بھرپور شرکت
خدا کے اولیاء و صوفیا نے علی اعلان کی اس کی حمایت
غلامی کی شب تیرہ ہوئی ختم گئے ملت کے ایام نحوست
بڑی قربانیوں کے بعد نکلا یہ آزادی کا سورج در حقیقت
شب تنزیل قرآن تھی وہ جس میں خدا نے کی عطا ہم کو یہ نعمت
یہ تھا اس بات کی جانب اشارہ کہ یہ خطہ ہو قرآنی ریاست
خوشا اس سال ہے پچاہ سالہ اس ارض پاک کا یوم ولادت
ادا کر شکر خدا طارق کریں ہم برائے شکر ہے دعوتی یہ نعمت
خدایا یہ رہے تیرے کرم سے جہاں امروز تا روز قیامت
یہ گہوارہ ہو امن و عافیت کا پھلے پھولے یہ گلزار مسرت
وقار و احتشام اس کا فزوں کر بڑھا دنیا میں اس کی شان و شوکت
تیرا اسلام ہے بنیاد اس کی رہے قائم اسی پر یہ عمارت
علم قرآن و سنت کا اٹھا کر کرے اقوام عالم کی امامت

شروش غیب نے فرمایا مجھ سے ہو ہے ہنگامہ اظہار مسرت
کہو سال قیام اس کا کچھ ایسا جو کیف انگیز ہو نور خوشبو رت
عمل ہوا اس حکم پر میں ہو ہے میرا شرف میری سعادت
اس ارض خوشنما و دلکشا کا ہے پیدائش کا سن "ماہ فضیلت"

_____ ۱۳۶۶ھ _____

(۴)

(از جناب حضرت صابر داری صاحب ـــــــ کراچی)

"عنایت خالق قیام پاکستان"

_____ ۱۹۴۷ء _____

فضل رب سے ہوا ہمیں حاصل ملک روشن مقام پاکستان
ہو یہاں شرع دین حق کا نفاذ یوں ہیں کوشاں عوام پاکستان
جلوہ زا ہو یہ چار سو یا رب ہو فزوں فیض عام پاکستان
اس کا سال قیام ہے صابر
"فخر اعلا قیام پاکستان"

_____ ۱۹۴۷ء _____

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	جائے طباعت	سن طباعت
۱	عظیم قائد	ڈاکٹر اردو محمود علی خاں	لاہور	۱۹۸۲ء
۲	تذکرہ علمائے فرنگی محل	مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی	لکھنؤ	۱۹۳۰ء
۳	تذکرہ علمائے اہلسنت	شاہ محمود احمد قادری	کانپور (یوپی)	۱۳۹۱ھ
۴	حیات شبلی	سید سلیمان ندوی	اعظم گڑھ	۱۹۴۳ء
۵	ابد شہید	سید رئیس احمد جعفری	لاہور	۱۹۴۸ء
۶	الحیاۃ	سرور رضا علی	لاہور	۱۹۹۵ء
۷	داستان پاکستان	چوہدری نذیر احمد خاں	لاہور	۱۹۷۶ء
۸	مسلمانوں کا روشن مستقبل	سید خلیل احمد نظامی	بدایوں	۱۹۴۰ء
۹	عظیم قائد عظیم تحریک مدلل	ولی مظہر ایڈووکیٹ	ملتان	۱۹۸۳ء
۱۰	کاروان گم گشتہ	سید رئیس احمد جعفری	کراچی	۱۹۷۱ء
۱۱	تاریخ ہندو پاک	مولانا قاری احمد	کراچی	۱۹۷۴ء
۱۲	حیات شیخ الہند	سید اصغر حسین	لاہور	۱۹۷۷ء
۱۳	معاصرین	مولانا عبدالماجد دریابادی	کراچی	۱۹۸۰ء
۱۴	مسلمانوں کا ایثار اور آزادی کی	عبدالوحید خاں	لکھنؤ	۱۹۳۸ء
"	جنگ	"	"	"
۱۵	روح روشن مستقبل	سید خلیل احمد نظامی	بدایوں	۱۹۴۶ء
۱۶	قوس بڑے مسلمان	عبدالرشید ارشد	لاہور	۱۹۷۵ء
۱۷	حیات امیر شریعت	چاند پیر مرزا	لاہور	۱۹۷۰ء
۱۸	شاہراہ پاکستان	چوہدری خلیق الزمان	کراچی	۱۹۶۷ء
۱۹	کاروان شوق	حکیم آفتاب احمد قرشی	لاہور	۱۹۸۳ء
۲۰	جمعیت علماء ہند مدلل	پروین روزبد	اسلام آباد	۱۹۸۰ء
۲۱	تحریک خلافت	قاضی محمد عدیل عباسی	دہلی	۱۹۷۸ء
۲۲	مشاہیر جنگ آزادی	مولانا انتظام اللہ شہابی	کراچی	۱۹۵۷ء
۲۳	پاکستان ناگزیر تھا	سید حسن ریاض	کراچی	۱۹۸۲ء

۲۴	محمد علی ردولوی کے چند	مولانا عبدالماجد بدایونی	اعظم گڑھ	۱۹۵۴ء
"		ندوی	" "	"
۲۵	میرے زمانے کی دلی	مولانا صفدر	کراچی	طبع دوم
۲۶	دلی کے یادگار	سید احمد نظامی	لاہور	۱۹۷۸ء
۲۷	سفر نامہ روہیلہ	پروفیسر محمد اسلم	لاہور	۱۹۶۵ء
۲۸	قائداعظم اور ان کے رفقاء	اقبال احمد صدیقی	کراچی	۱۹۸۰ء
"		" " "	" "	"
۲۹	تحریک آزادی میں اردو کا حصہ	ڈاکٹر معین الدین عقیل	کراچی	۱۹۷۶ء
۳۰	اکبر تحریک پاکستان جلد اول	محمد صادق قصوری	گجرات	۱۹۷۶ء
۳۱	یادِ رفتگاں	سید سلیمان ندوی	کراچی	۱۹۵۶ء
۳۲	تاریخ گلدستہ	سید اشتیاق اکبر	کراچی	۱۹۸۰ء
۳۳	صرف صفر جناح	سید شمس الحسن	لاہور	۱۹۹۵ء
۳۴	تذکرۃ الواصلین	مولوی رضی الدین بدایونی	بدایوں	۱۹۴۵ء
۳۵	تذکرہ بدایوں	مولانا ضیاء القادری بدایونی	بدایوں	۱۳۵۱ھ
۳۶	اقبال اور علمائے پاک و ہند	اعجاز الحق قدوسی	لاہور	۱۹۷۷ء
۳۷	تحریک پاکستان (نوائے وقت	سرفراز حسین مرزا	لاہور	۱۹۸۷ء
"	کے اداریوں کی روشنی میں)	" " "	" "	"
۳۸	تلمیذ البیت	الحاج محمد زکی	کراچی	۱۹۸۲ء
۳۹	تاریخ پاکستان	شیخ محمد رفیق	لاہور	۱۹۷۳ء
۴۰	تذکرہ محمد علی جوہر	حکیم نشتر	لاہور	سن ندارد
۴۱	جلوہ نور شید نرم	خان شاہد اکبر آبادی	کراچی	۱۹۹۳ء
۴۲	مولانا محمد علی کی یاد میں	سید صباح الدین عبدالرحمن	اعظم گڑھ (انڈ)	۱۹۷۷ء
۴۳	سید کی والی (سوانح مولانا عبدالباری	پروفیسر ابوبکر فرنوی	لاہور	۱۹۷۴ء
"	فرنوی)	" " "	" "	"
۴۴	حصول پاکستان	پروفیسر احمد سعید	لاہور	۱۹۷۵ء
۴۵	جنگ آزادی کے مسلم	تورخ الرحمن جامعی	علی	۱۹۷۵ء
"	مجاہدین، حصہ سوم	عبدالحیاوی	"	"

۴۶	لغات تواریخ	سید مسعود حسن محمد پوری	الہ آباد (صاحب)	۱۹۶۳ء
۴۷	مقدمات ادبیات اکبر	عبدالرشید نرشد	لاہور	۱۹۷۵ء
۴۸	مولانا محمد علی جوہر	شاہ اسحٰق صدیقی	کراچی	۱۹۷۵ء
۴۹	خطبات محمد علی	رئیس احمد جعفری	کراچی	۱۹۵۰ء
۵۰	حیات جوہر	سید آزاد محمود	لاہور	۱۹۷۸ء
۵۱	مولانا محمد علی کے یورپ کے سفر	پروفیسر محمد سرور	لاہور	۱۹۴۱ء
۵۲	مقدمہ ۔ کراچی		لاہور	سن ندارد
۵۳	علی برادران اور ان کا زمانہ	سید محمد ہادی	دہلی	۱۹۷۸ء
۵۴	انجمن خدام کعبہ	ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری	کراچی	۱۹۸۸ء
۵۵	علی برادران	رئیس احمد جعفری	لاہور	۱۹۶۳ء
۵۶	سیرت محمد علی	رئیس احمد جعفری	دہلی	۱۹۳۲ء
۵۷	تذکرہ کاملان رامپور	حافظ احمد علی خاں شوق	دہلی	۱۹۲۹ء
۵۸	فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا		لاہور	۱۹۸۷ء
۵۹	اکابر تحریک پاکستان جلد دوم	محمد صادق قصوری	لاہور	۱۹۷۹ء
۶۰	تاریخ تحریک پاکستان	پی ایم شاہجہانپوری	لاہور	۱۹۷۰ء
۶۱	قائداعظم اور ان کا عہد	رئیس احمد جعفری	لاہور	۱۹۶۶ء
۶۲	آہنگ بازگشت	محمد سعید	لاہور	۱۹۷۹ء
۶۳	خطبات قائداعظم	رئیس احمد جعفری	لاہور	۱۹۶۶ء
۶۴	غالب علم کی ڈاڑی	سید الطاف علی بریلوی	کراچی	طبع دوم
۶۵	ہماری قومی جدوجہد	ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی	لاہور	۱۹۶۶ء
۶۶	بے تیغ سپاہی	نواب صدیق علی خاں	کراچی	۱۹۷۱ء
۶۷	شخصیات سرحد	پروفیسر محمد شفیع صابر	پشاور	۱۹۹۰ء
۶۸	تاریخ سرحد	پروفیسر محمد شفیع صابر	پشاور	۱۹۸۶ء
۶۹	عظمت رفتہ	سید آل احمد رضوی	ایبٹ آباد	۱۹۹۴ء
۷۰	چمنستان	مولانا ظفر علی خاں	لاہور	۱۹۴۳ء
۷۱	سیاسی مکتوبات رئیس الاحرار	ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری	کراچی	۱۹۷۸ء
۷۲	جامع اردو انسائیکلوپیڈیا جلد اول	شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور	لاہور	۱۹۸۷ء

۷۴	" " " "	" " " "	لاہور	۱۹۸۸ء
۷۵	تحفظات خواتین	مخصوص اپیل، محمد ناصر	لاہور	۱۹۸۷ء
۷۶	پاکستان کے پرندے	واحد نذری جام پوری	بہاولپور	۱۹۶۷ء
۷۷	کلیات اقبال جلد دوم		لاہور	۱۹۷۷ء
۷۸	پیر حق امیر خسرو	سید اختر حسین علی پوری	علی پور سید ضلع	۱۹۷۵ء
"	"	پروفیسر محمد طاہر فاروقی	"	"
۷۹	۱۹۷۱ء اور اس کے بعد	ڈاکٹر اسرار احمد	لائل پور	۱۹۷۲ء
"	تحریک آزادی	" " " "	"	"
۸۰	فروغ صحافت میں اخبار حق	شاہ حسین گردیزی	کراچی	۱۹۸۳ء
"	گرد و غبار	" " " "	"	"
۸۱	صحافت بلوچستان میں	ڈاکٹر حبیب الاسلام خورشید	لاہور	۱۹۸۲ء
۸۲	ہندی زبان سے اردو کی ہجرت تک	سید شباب دہلوی	بہاولپور	۱۹۸۷ء
۸۳	پاکستان و ہند میں مسلم صحافت	ڈاکٹر مسکین علی حجازی	لاہور	۱۹۸۹ء
"	کی مختصر تاریخ			
۸۴	نور نگر	محکمہ قومی تعمیر و ثقافت	لاہور	۱۹۷۰ء
"	" " " "	حکومت پاکستان	"	"
۸۵	شاعرات پاکستان	چودھری خلیق الزماں	کراچی	۱۹۶۷ء
۸۶	انقلابی ۱۹۴۲ء کی تحریک	سید نور محمد قادری	لاہور	۱۹۷۹ء
۸۷	قائداعظم کی نظر میں	مرزا ابوالحسن اصفہانی	لاہور	۱۹۷۶ء
"	" " " "	(شاہکار ایڈیشن)	"	"
۸۸	پاسبان حرم	محمد امین زبیری	لاہور	۱۹۹۱ء
۸۹	مولانا ظفر علی خاں	ڈاکٹر غلام حسین اداالقادر	لاہور	۱۹۹۳ء
۹۰	جدوجہد آزادی میں علماء پاکستان	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	لاہور	۱۹۹۱ء
"	گرد و غبار	" " " "	"	"
۹۱	حیات جہاد ریاض	مولانا غلام محمد	کراچی	۱۹۷۳ء
۹۲	جہاد ریاض مشاہیر کی نظر	جہاد ریاض اکیڈمی	کراچی	۱۹۷۶ء
"	میں	" " " "	"	"

۹۲	نواب بہادر یار جنگ	سید احمد اللہ نصرت نوشاہی	لاہور	۱۹۷۱ء
۹۳	مکاتیب بہادر یار جنگ	بہادر یار جنگ اکادمی	کراچی	۱۹۶۷ء
۹۴	تذکرہ شہ جماعت	سید حیدر حسین علی پوری	لاہور	۱۹۷۳ء
۹۵	مشہور یکی نظمیں	میاں امیر احمد	لاہور	۱۹۷۲ء
۹۶	نواب بہادر یار جنگ	پروفیسر محمد خلیل اللہ	کراچی	۱۹۸۳ء
۹۷	بلوچستان میں فارسی شاعری	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	۱۹۷۸ء
۹۸	جوئے کوثر	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	۱۹۷۶ء
۹۹	نبی کریم ﷺ کا ذکر بلوچستان	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	لاہور	۱۹۸۳ء
"	میں	" " " "	"	"
۱۰۰	پشتو میں سیرت نگاری	پروفیسر صاحبزادہ حمید اللہ	کوئٹہ	۱۹۸۷ء
۱۰۱	سرور کونین ﷺ کی مسکت	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	۱۹۹۷ء
"	بلوچستان میں	" " " "	"	"
۱۰۲	تقویم ہجری و عیسوی	ابو النصر خالدی محمود احمد خاں	کراچی	۱۹۷۳ء
۱۰۳	بلوچستان آزادی کے بعد	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	۱۹۹۷ء
۱۰۴	انگریز کا ایجنٹ کون؟	پروفیسر صاحبزادہ محمد	جوہر آباد	طبع اول
"	" " " "	ظفر الحق مدیالوی	"	"
۱۰۵	حیات استاذ العلماء	مولانا غلام رسول سعیدی	مدیال شریف (سرگودھا)	۱۳۸۹ھ
"	" " " "	" " " "	"	"
۱۰۶	وفیات مشاہیر پاکستان	پروفیسر محمد اسلم	اسلام آباد	۱۹۹۰ء
۱۰۷	تحریک پاکستان اور مخلص علماء	چوہدری حبیب احمد	لاہور	۱۹۹۶ء
۱۰۸	تحریک پاکستان میں صوبہ	پروفیسر محمد شفیع صابر	پشاور	۱۹۹۰ء
"	سرحد کا حصہ	" " " "	"	"
۱۰۹	حیات صدر الافاضل	حکیم غلام معین الدین نعیمی	لاہور	طبع دوم
۱۱۰	مولانا سید محمد نعیم الدین مراد	پروفیسر اشتیاق طالب	لاہور	سن ندارد
"	آبادی	" " " "	"	"
۱۱۱	حضرت امیر ملت اور تحریک	محمد صادق قصوری	لاہور	۱۹۹۴ء
"	پاکستان	" " " "	"	"

۱۱۲	[illegible]	محمد صادق قصوری	لاہور	۱۹۹۱ء
"	"	"	"	"
۱۱۳	[illegible]	محمد عبدالرزاق	لاہور	۱۹۹۲ء
۱۱۴	تحریک آزادی [illegible]	[illegible]	لاہور	۱۹۸۹ء
"	"	"	"	"
۱۱۵	تاریخ [illegible] جلد اول	[illegible]	کراچی	۱۹۸۳ء
۱۱۶	تاریخ [illegible] جلد دوم	[illegible]	کراچی	۱۹۸۸ء
۱۱۷	[illegible]	[illegible]	لاہور	۱۹۸۴ء
۱۱۸	[illegible]	[illegible]	لاہور	۱۹۸۹ء
۱۱۹	[illegible]	[illegible]	کراچی	۱۹۸۸ء
۱۲۰	[illegible]	محمد صادق قصوری	[illegible]	۱۹۸۱ء
۱۲۱	[illegible]	[illegible]	لاہور	۱۹۹۰ء
۱۲۲	[illegible]	[illegible]	لاہور	۱۹۸۹ء
"	"	"	"	"
۱۲۳	[illegible]	[illegible]	لاہور	۱۹۹۱ء
۱۲۴	[illegible]	[illegible]	لاہور	۱۹۸۰ء
۱۲۵	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۹۱ء
"	"	"	"	"
۱۲۶	[illegible]	[illegible]	کراچی	۱۹۸۹ء
۱۲۷	[illegible]	[illegible]	لاہور	۱۹۸۵ء
۱۲۸	[illegible]	[illegible]	لاہور	۱۹۹۲ء
۱۲۹	[illegible]	[illegible]	لاہور	۱۹۸۸ء
۱۳۰	آزادی کی [illegible]	[illegible]	کراچی	۱۹۸۹ء
"	"	"	"	"
۱۳۱	[illegible]	[illegible]	لاہور	۱۹۸۱ء
۱۳۲	[illegible]	[illegible]	لاہور	۱۹۹۵ء

۱۴۴	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۹۱ء
"	[illegible]	"	"	"
۱۴۵	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۹۱ء
۱۴۶	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۹۲ء
۱۴۷	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۹۲ء
۱۴۸	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۹۲ء
۱۴۹	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۹۲ء
۱۵۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۹۲ء
۱۵۱	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۹۲ء
۱۵۲	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۹۳ء
"	[illegible]	"	"	"
۱۵۳	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۹۳ء
"	[illegible]	"	"	"
۱۵۴	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۹۳ء
۱۵۵	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۹۳ء
۱۵۶	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۹۳ء
۱۵۷	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۹۳ء
۱۵۸	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۹۳ء
۱۵۹	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۹۳ء

۱۵۷	کلیاتِ حسرت موہانی	مولانا حسرت موہانی	لاہور	۱۹۷۶ء
۱۵۸	سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ	محمد عبدالمجید صدیقی	لاہور	۱۹۷۹ء
"	"	"	"	"
		ایڈووکیٹ		
۱۵۹	تحریک پاکستان (شاہکار ایڈیشن)	تسلیم احمد	لاہور	۱۹۷۵ء
۱۶۰	صحافت اور جمہوریت	ڈوان ریڈلے	کراچی	۱۹۶۸ء
۱۶۱	گولیائے چشت	محمد دین تکیم	لاہور	۱۹۶۸ء
۱۶۲	چند محسن چند دوست	سید الطاف علی بریلوی	کراچی	۱۹۶۹ء
۱۶۳	چند یادیں چند تاثرات	ڈاکٹر عاشق حسین بیتابی	لاہور	۱۹۶۹ء
۱۶۴	کلام نیرنگ	میر غلام بھیک نیرنگ	لاہور، کراچی	۱۹۲۳ء
	" "	" " " "	"	۱۹۸۳ء
۱۶۵	حیاتِ اقبال کی چند گمشدہ کڑیاں	محمد عبداللہ قریشی	لاہور	۱۹۸۲ء
"	" "	" " " "	"	"
۱۶۶	معاصرین، اقبال کی نظر میں	محمد عبداللہ قریشی	لاہور	۱۹۶۷ء
۱۶۷	سی پی میں کانگرس کا راج	حکیم اسرار احمد کریوی	ناگپور (انڈیا)	۱۹۴۱ء
۱۶۸	تحریک پاکستان میں سندھی مسلمانوں کا کردار	ڈاکٹر اکرام الحق پرویز	سندھ یونیورسٹی	۱۹۸۴ء
"	" "	" " " "	"	"
۱۶۹	جدوجہد آزادی میں سندھ کا کردار	ڈاکٹر عبدالجبار عابد لغاری	لاہور	۱۹۹۲ء
"	" "	" " " "	"	"
۱۷۰	تحریک پاکستان میں سندھ کا حصہ	ڈاکٹر محمد لائق زرداری	مورو (سندھ)	۱۹۸۴ء
"	" "	" " " "	"	"
۱۷۱	تذکرہ مشاہیر برار	انجمن یادِ رفتگاں امراوتی (بھارت)	امراوتی (برار)	۱۹۸۷ء
"	" "	" " " "	"	"
۱۷۲	قائداعظم محمد علی جناح اور پاکستان	سید شریف الدین پیرزادہ	اسلام آباد	۱۹۸۹ء
"	" "	" " " "	"	"
۱۷۳	آزادی کے مجاہد	جنگ پبلشرز	لاہور	۱۹۸۹ء

۱۷۴	ریزولیشنز آف دی آل انڈیا مسلم	سیکرٹری آل انڈیا مسلم	دہلی	۱۹۳۸ء
"	مسلم لیگ فرام اکتوبر ۱۹۳۷ء ٹو دسمبر ۱۹۳۸ء	"	"	"
۱۷۵	شاہ عبدالعلیم صدیقی	خلیل احمد رانا	کراچی	۱۹۹۳ء
۱۷۶	تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت بریلوی	محمد صادق قصوری	کراچی	۱۹۹۲ء
۱۷۷	جمل انوار رضا	مولانا حشمت علی خاں	بریلی بھیت	۱۹۴۵ء
۱۷۸	ستر سوالات دینیہ ایمانیہ	مولانا حشمت علی خاں	بریلی بھیت	۱۹۴۵ء
۱۷۹	مولانا غلام یحییٰ ہزاروی	سید اشتیاق اظہر	کراچی	۱۹۷۷ء
۱۸۰	دس پھول ایک کانٹا	خواجہ افتخار	لاہور	۱۹۸۵ء
۱۸۱	ذکر آزاد	عبدالرزاق ملیح آبادی	کلکتہ	۱۹۶۰ء
۱۸۲	شب چراغ	حکیم نثار احمد علوی	کراچی	۱۹۸۲ء
۱۸۳	اعجاز خلق	حیرت جلالپوری، چوہدری غلام نبی	لاہور	۱۹۸۳ء
۱۸۴	تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی	منشی عبدالرحمن خاں	لاہور	۱۹۵۶ء
۱۸۵	مولانا آزاد سبحانی	ڈاکٹر نبی بخش بلوچ	لاہور	۱۹۸۹ء
۱۸۶	مآثر الاجداد	پروفیسر منظور الحق صدیقی	لاہور	۱۹۶۳ء
۱۸۷	شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری	پروفیسر محمد سلیم چوہدری	لاہور	۱۹۹۶ء
۱۸۸	مولانا غلام محمد ترنم	حکیم محمد موسیٰ امرتسری	لاہور	۱۹۷۱ء
۱۸۹	جب امرتسر جل رہا تھا	خواجہ افتخار	لاہور	۱۹۸۲ء
۱۹۰	معدن النوادر	ابو الطاہر فدا حسین فدا	لاہور	۱۹۹۲ء
۱۹۱	سات ستارے	حکیم محمد حسین بیدر	لاہور	۱۹۷۶ء
۱۹۲	رپورٹ تحقیقاتی عدالت	ہائی کورٹ لاہور	لاہور	۱۹۵۳ء
"	۱۹۵۳ء	" " " "	"	"
۱۹۳	کچھ شکستہ داستانیں کچھ پریشاں تذکرے	شرف عطا	لاہور	۱۹۹۶ء
"	"	"	"	"

۱۹۴	تذکرہ مجاہدین ختم نبوت	مولانا اللہ وسایا	ملتان	۱۹۹۰ء
۱۹۵	پاکستان کا مطلب کیا؟	تحمینہ شیر درانی	لاہور	۱۹۹۸ء
۱۹۶	تعلیم ولایت	ابو مظہر چشتی	لاہور	۱۹۹۳ء
۱۹۷	تذکرہ صدیق	محی الدین قادری	کراچی	۱۹۷۷ء
۱۹۸	تعارف علمائے اہلسنت	محمد صدیق ہزاروی	لاہور	۱۹۷۹ء
۱۹۹	حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور ان	قاری فیوض الرحمٰن	کراچی	۱۹۸۴ء
"	کے خلفاء	" " " "	"	" "
۲۰۰	نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم	حکیم سید عبدالحی لکھنوی	کراچی	۱۹۷۶ء
۲۰۱	علامہ اقبال اور انجمن حمایت اسلام	سید حامد جلالی	کراچی	۱۹۹۶ء
۲۰۲	تاریخ جلیلہ	پیر غلام دستگیر نامی	لاہور	۱۹۶۰ء
۲۰۳	ادبی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس	سرفراز حسین مرزا	لاہور	۱۹۷۸ء
"	فیڈریشن	" " " "	"	" "
۲۰۴	مجاہد ملت جلد اول	محمد صادق قصوری	لاہور	۱۹۹۶ء
۲۰۵	لاہور کے چشتی خاندان کی	ڈاکٹر گوہر نوشاہی	لاہور	۱۹۹۳ء
"	اردو خدمات	" " " "	"	" "
۲۰۶	یاران کتب، جلد اول	سید ارملک	لاہور	۱۹۸۶ء
۲۰۷	تحریک پاکستان اور صحافت	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	۱۹۹۷ء
۲۰۸	مسجد نبوی اور مآثر مبارکہ کے	مولانا محمد محسن شافعی	کراچی	۱۹۵۲ء
"	اتلاف تحفظ کا مطالبہ	" " " "	"	" "
۲۰۹	اکابرین تحریک پاکستان	محمد علی چراغ	لاہور	۱۹۹۰ء
۲۱۰	تحریک پاکستان میں سیالکوٹ	خواجہ محمد طفیل	سیالکوٹ	۱۹۸۷ء
"	کا کردار	" " " "	"	" "
۲۱۱	تحریک پاکستان میں ملتان	صفدر شاہد	لاہور	۱۹۹۷ء
"	کا کردار	" " " "	"	" "
۲۱۲	تحریک پاکستان کا اجمالی	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	۱۹۹۸ء
۲۱۳	حضرت شیخ القرآن	راؤ منظور احمد خاں	وزیر آباد	۱۹۷۱ء
۲۱۴	خفتگان خاک گجرات	ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ	گجرات	۱۹۹۶ء

۲۱۵	سفرنامہ پاکستان	خواجہ حسن نظامی	دہلی	۱۹۵۳ء
۲۱۶	تحریک پاکستان گولڈ میڈل امتحان	محکمہ اطلاعات پنجاب	لاہور	۱۹۹۱ء
"	یادگار و تعارف خدمات	حکومت	"	" "
۲۱۷	تاریخ جھنگ	بلال زبیری	جھنگ	۱۹۷۶ء
۲۱۸	تلخ و شیریں یادیں	شیخ ریاض پرویز	ملتان	۱۹۷۰ء
۲۱۹	ذکر ڈاکٹر	نصرت علی ایڈووکیٹ	جھنگ	۱۹۹۷ء
۲۲۰	مقالات لالہ	شیخ محمد سعید ایڈووکیٹ	جھنگ	۱۹۸۱ء
۲۲۱	تحریک جامع محمدی شریف	مولانا محمد متین ہاشمی	جھنگ	۱۹۷۳ء
۲۲۲	افکار راولپنڈی ڈائریکٹری	سید غلام مصطفیٰ خالد	راولپنڈی	۱۹۶۳ء
"	" " " "	"	گیلانی	" "
۲۲۳	افکار حبیب رضا	شاہ عارف اللہ میر علمی	لاہور	۱۹۷۶ء
۲۲۴	انوار قطب مدینہ	خلیل احمد رانا	لاہور	۱۹۸۷ء
۲۲۵	تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد دوم	سید محمد امیر شاہ قادری	لاہور	۱۹۷۲ء
۲۲۶	اکرام امام احمد رضا	مفتی محمد برہان الحق جبل	لاہور	۱۹۸۱ء
"	" " " "	"	پوری	" "
۲۲۷	تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ	مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی	بنارس (انڈیا)	۱۹۸۹ء
۲۲۸	برہان ملت	مولانا محمد شہاب الدین رضوی	لاہور	سن ندارد
"	" " " "	"	"	" "
۲۲۹	تحریک پاکستان کی اہم دستاویز	مولانا عبدالستار خاں نیازی	لاہور	۱۹۸۶ء
"	" " " "	"	"	" "
۲۳۰	معمار پاکستان	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری	حیدرآباد سندھ	۱۹۹۶ء
"	" " " "	"	"	" "
۲۳۱	مقالات سعیدی	مولانا غلام رسول سعیدی	لاہور	۱۹۸۲ء
۲۳۲	مقالات کاظمی جلد اول	سید احمد سعید کاظمی	لاہور	۱۹۷۷ء
۲۳۳	تاریخ ملتان جلد دوم	مولانا نور احمد خاں فریدی	ملتان	۱۹۷۳ء
۲۳۴	آئینہ ملتان	منشی عبدالرحمٰن خاں	ملتان	۱۹۷۲ء
۲۳۵	تذکیل تواریخ	محمد حسن میرانی	بہاولپور	۱۹۹۱ء

۲۳۶	شیدایان امیر ملت	محمد صادق قصوری	برج کلاں (قصور)	۱۹۹۷ء
۲۳۷	تذکرہ شاہ ولایت	محمد نواز شاہد	گجرات	۱۹۸۰ء
۲۳۸	حیات شاہ ولایت	محمد یونس شاہ کاظمی	گجرات	۱۳۹۲ھ
۲۳۹	نقش حیات	پروفیسر وقار حسین طاہر	گجرات	۱۹۷۸ء
۲۴۰	ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا	ڈاکٹر محمد الیاس مسعود	لاہور	۱۹۶۳ء
۲۴۱	اولیائے سیال کوٹ	رشید نیاز	سیال کوٹ	۱۹۹۲ء
۲۴۲	تحریک پاکستان اور سرگودھا کی	ملک محمد اقبال ایڈووکیٹ	سرگودھا	۱۹۸۴ء
"	یادیں	" " "	" "	" "
۲۴۳	تاریخ ہزارہ	ڈاکٹر شیر بہادر پنی	لاہور	۱۹۶۹ء
۲۴۴	قائداعظم اور لائل پور	ڈاکٹر سید معین الرحمٰن	لاہور	۱۹۷۷ء
۲۴۵	مسلم لیگ کا دور حکومت	ڈاکٹر صفدر محمود	لاہور	۱۹۷۴ء
۲۴۶	مجاہد ملت اور قائداعظم	محمد صادق قصوری	برج کلاں (قصور)	۱۹۹۴ء
۲۴۷	مکاتیب مجاہد ملت	محمد صادق قصوری	لاہور	۱۹۹۵ء
۲۴۸	نگارشات مجاہد ملت	محمد صادق قصوری	لاہور	۱۹۹۷ء
۲۴۹	خطبات مجاہد ملت	محمد صادق قصوری	لاہور	۱۹۹۸ء
۲۵۰	حکایت صادق	پروفیسر منظور الحق صدیقی	لاہور	۱۹۹۰ء
۲۵۱	قائداعظم اور راولپنڈی	پروفیسر منظور الحق صدیقی	اسلام آباد	۱۹۸۳ء
۲۵۲	تحریک ختم نبوت	شورش کاشمیری	لاہور	۱۹۷۶ء
۲۵۳	قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد	مولانا اللہ وسایا	ملتان	۱۹۹۰ء
"	کی سرگزشت	" " "	"	" "
۲۵۴	چالیس چہرے	رفیق ڈوگر	لاہور	۱۹۷۷ء
۲۵۵	دو نامور مجاہد	محمد صدیق ہزاروی	لاہور	۱۹۷۸ء
۲۵۶	کل پاکستان سنی کانفرنس	سید عالم	کراچی	۱۹۷۹ء
۲۵۷	قائداعظم خطوط کے آئینے	خواجہ رضی حیدر	کراچی	۱۹۸۶ء
"	میں	" " "	"	" "
۲۵۸	بازگشت	ڈاکٹر محمد اجمل نیازی	لاہور	۱۹۸۹ء

۲۵۹	تحریک پاکستان میں اسلامیہ کالج کا کردار	محمد حنیف شاہد	ریاض (سعودیہ)	۱۹۹۳ء
"		" " "	"	" "
۲۶۰	"اشاریہ عنوانے وقت"	ڈاکٹر سرفراز حسین مرزا	لاہور	۱۹۸۷ء
۲۶۱	دیگر بہت سی کتب، مجلّے، رسائل واخبارات، خطوط اور انٹرویو وغیرہ۔			

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

قطعہ ء تاریخِ سالِ تکمیل، "تحریکِ پاکستان اور علمائے کرام"

حسیں عمل ہے قصوری کا ایک مدت سے
بیان ذوق فزا رہبرانِ ذیشاں کا

☆☆☆☆☆

مشائخ و علماء حامیانِ پاکستان
کرے ہے ذکر مسلسل ان اہلِ ایماں کا

☆☆☆☆☆

ہے اس کی پیر جماعت علیؒ سے نسبتِ فقر
نیاز مند ہے وہ اس عظیم انساں کا

☆☆☆☆☆

کتابِ خوب یہ تحریر اس نے جو کی ہے
ہے جامع تذکرہ دیدہ ورانِ دوراں کا

☆☆☆☆☆

ملا ہے جن کی مساعی سے ہم کو پاکستان
جو ہے خصوصی عطیہ خدائے رحماں کا

☆☆☆☆☆

سروشِ غیب نے اس کا کہا سنِ تکمیل
"عزیز تذکرہ" اربابِ علم و عرفاں کا

۱۴۱۹ھ

نتیجہ ء فکر
حضرت طارق سلطان پوری
حسن ابدال ضلع اٹک
۸ر اگست ۱۹۹۸ء

Nafse Islam
نفس إسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM